اجتماعِ ملّتِ اسلامیہ

"میری لائبریری" میں سلسلہ تاریخ و سوانح کی دوسری کتابیں

الزہرا ، عمر ابوالنصر
الحسین ، عمر ابوالنصر
الہارون ، عمر ابوالنصر
المامون ، شبلی نعمانی
خالد سیف اللہ ، ابو زید شلبی
عمر بن عبدالعزیز ، احمد زکی صفوت
امیر معاویہ ، انیس زکریا
ابوذر غفاری ، عبدالحمید جودۃ السحار
سلطان محمد فاتح ، محمد مصطفیٰ صفوت
قلوپطرہ ، آرتھر ویگل
روپ متی ، فیاض حسین
سلطانی محلوں کے راز ، عبدالرزاق ملیح آبادی
تذکرہ (باطل کے خلاف جہاد)
ابوالکلام آزاد
رابعہ بصری ، وداد السکاکینی
امام زین العابدین ، عبدالعزیز سید الاہل
دنیا کے بڑے مسلمان ، محمد اسمٰعیل پانی پتی
عمر فاروق اعظم ، محمد حسین ہیکل

ابوبکر صدیق اکبر ، محمد حسین ہیکل
حلال و حرام (قرآن کی روشنی میں)
عطاء اللہ پالوی
مانیں نہ مانیں ، ڈیل کارنیگی
انتالیس بڑے آدمی ، ڈیل کارنیگی
کامیاب لوگوں کی دلچسپ باتیں ، ڈیل کارنیگی
ولیم فاکنر ، ولیم وان اکونر
ارنسٹ ہیمنگوے ، فلپ ینگ
ہمارے غازی ہمارے شہید ، آغا اشرف
ایک جنگ ایک المیہ ، آغا اشرف
دیدہ بینائے قوم ، محمد سلیم ضیا
خسرو شیریں زبان ، اقبال صلاح الدین
غازی علم الدین شہید ، میاں محمد ابوالفتح
شیخ عبدالقادر جیلانی ، غلام حیدر سہیل
عبداللہ بن عمر ، سلام اللہ صدیقی
عبداللہ بن عباس ، سلام اللہ صدیقی
ہرچہ منہ ، مجیب الرحمٰن شامی
نشانِ راہ (منظوم واقعہ کربلا) سید عبدالحمید عدم

اجتماع ملّت اسلامیہ

اسلامی اتحاد و ارتباط کی ایک عظیم دستاویز

اسلامی سربراہ کانفرنس منعقدہ لاہور کا تاریخی جائزہ و روداد
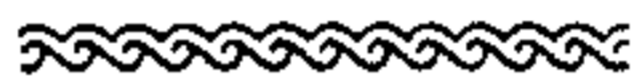
آغا اشرف
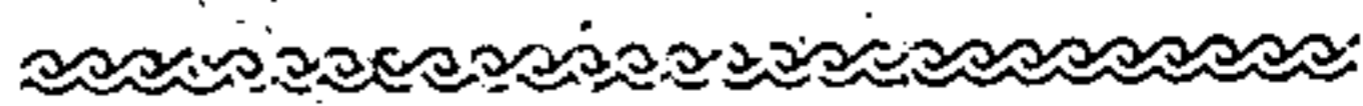
مکتبہ میری لائبریری لاہور ۲

میری لائبریری میں پہلی بار ———— ۱۹۷۴ء
ناشر —— بشیر احمد چودھری، ڈائرکٹر مکتبہ میری لائبریری لاہور ۲
طابع ———— فیڈرل پریس لاہور
بار اوّل ———— ۲۰۰۰

مبلغ و مفکرِ ملت الحاج مولانا کوثر نیازی وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات
کے نام

زچاک سینہ آہے می نویسیم
کتابم حرف ماہے می نویسیم
محبت نامہ پرداز است امروز
شرر بر برگ کاہے می نویسیم

شرم آید از بضاعت بے قیمتم ولیک
در شہر آبگینہ فروش است و جوہری

ترتیب

قائداعظم کا پیغام ۱۷
ابتدائیہ ۲۱
اتحاد بین المسلمین ۲۴
صدر مملکت کا پیغام ۳۵
موتمر عالم اسلامی ۳۷
عالمی امن اسلامی کانفرنس کا نصب العین ہے ۴۵
بیت المقدس اور مسلمان ۴۹
بیت المقدس ۵۱
تنظیم آزادی فلسطین ۵۴
پیغمبروں کی سرزمین ۷۶
جہاد فی سبیل اللہ ۹۸
دلوار گریہ ۱۱۸
ایک خواب جو حقیقت میں ڈھل گیا ۱۳۷
لاہور ـــــ شہر اسلام ۱۴۴
ملت کے نشان ۱۴۹
اسلامی ممالک کے موجودہ سربراہوں کے حالات زندگی .. ۱۶۰
اسلامی ممالک کا تعارف ۱۷۲
عالم اسلام کی فوجی قوت ۲۸۱
عالمی اسلامی بنک ۳۱۱
اسلامی کانفرنس کی تیاریاں ۳۱۳
اسلامی سربراہ کانفرنس ۳۲۹
افتتاحیہ ۳۳۰
اسلامی سربراہ کانفرنس پہ وزیر اعظم بھٹو کی تقریر ۳۴۴
اجتماع ملت اسلامیہ ۳۴۶
پیغمبر اسلام ۳۵۵
اسلام ۳۵۷
القرآن ۳۶۲

اسلامی ممالک سے وفود کی آمد ۳۶۸
وفود کے قائدین کے بیانات ۳۷۱
وزرائے خارجہ کے اجلاس ۳۸۲
بنگلہ دیش کو سربراہ کانفرنس میں شریک کرنیکی آخری کوشش .. ۳۸۸
سربراہوں کی آمد ۳۹۱
اسلامی سربراہوں کا شاندار استقبال ۳۹۶
پیغامات ۴۰۵
نماز جمعہ ۴۱۱
پاکستان نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا ۴۱۸
کانفرنس کا افتتاحی اجلاس ۴۲۲
شیخ مجیب الرحمٰن اسلامی کانفرنس میں ۴۳۶
سربراہوں کی تقاریر ۴۴۰
اسلامی سربراہ کانفرنس کی قراردادیں ۴۴۹
اعلان لاہور ۴۵۳
شالامار باغ میں مسلمان سربراہوں کا والہانہ استقبال ۴۵۹
معزز مہمانوں کے واپسی کے وقت تاثرات ۴۶۲
سربراہوں کی بیگمات اور مہمان خواتین کے تاثرات ۴۶۷
اسلامی کانفرنس کے سربراہوں اور وفود کی واپسی ۴۷۵
قذافی سٹیڈیم، صدر قذافی کی تقریر ۴۷۸
عظمت کے نشان (شاہ فیصل) ۴۹۸
معمر القذافی سیف الاسلام ۵۰۴
میزبان قمۃ الاسلامیہ جناب بھٹو ۵۰۹
سفر آخرت ۵۱۵
قائد انقلاب سے قائد عوام ۵۲۸

ومثل الامة الاسلامية كذالك
مثل شجرة طيبة اصولها عقائد الاسلام
وفروعها واغصانها الاعمال الصالحة و
ثمارها فی الدنیا الاستقامة والغلبة لاهلها
وَانعِدَام الفتنة و اظهار الاسلام علی الادیان
الباطلة ۔ واثمارها فی الاٰخرة القرب من
الله تعالی ورضوانه الذی هو غایة
المرام ۔ وحدائقها و بساتینها الامم
المسلمة فِی الدُوَلِ الاسلامیة

ترجمہ

اور امت مسلمہ کی مثال بھی یونہی ہے ۔ جیسا پاکیزہ درخت، اس کی جڑیں
اسلامی عقائد ہیں اور اس کی شاخیں اور ٹہنیاں اسلامی نیک اعمال
اور پھل حق پر استقامت اور غلبہ دنیا میں تمام باطل دینوں (دستوروں)
پر اور آخرت میں اس کا پھل اللہ تعالےٰ کا قرب اور اس کی رضامندی
جو خاص مدعا و مقصود ہے اور اس کے باغ و بوستاں تمام اہل اسلام
ہیں اسلامی ملکوں میں

قال اللہ تبارک وتعالیٰ:

(۱) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ۔ وقال
یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا
تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ
مُّبِیْنٌ ۔ وقال وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا
وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا
وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَیِّنٰتُ وَ
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۔

(ترجمہ) ۱۔ خالقِ کائنات کا فرمان ہے "یقیناً ایماندار تمام بھائی بھائی ہیں" موجدِ کائنات نے فرمایا۔ اے ایمان والو مذہب اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پہ نہ چلو، کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے" اسی نے فرمایا۔ اللہ کی رسّی کو سب مل کر تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑنا، اور ان کی طرح نہ ہونا، جو فرقے بن گئے اور اختلاف میں پڑے بعد از آنکہ ان کے پاس کھلی ہدایات آئی ایسے ہیں جن کے لئے عذاب عظیم ہے۔
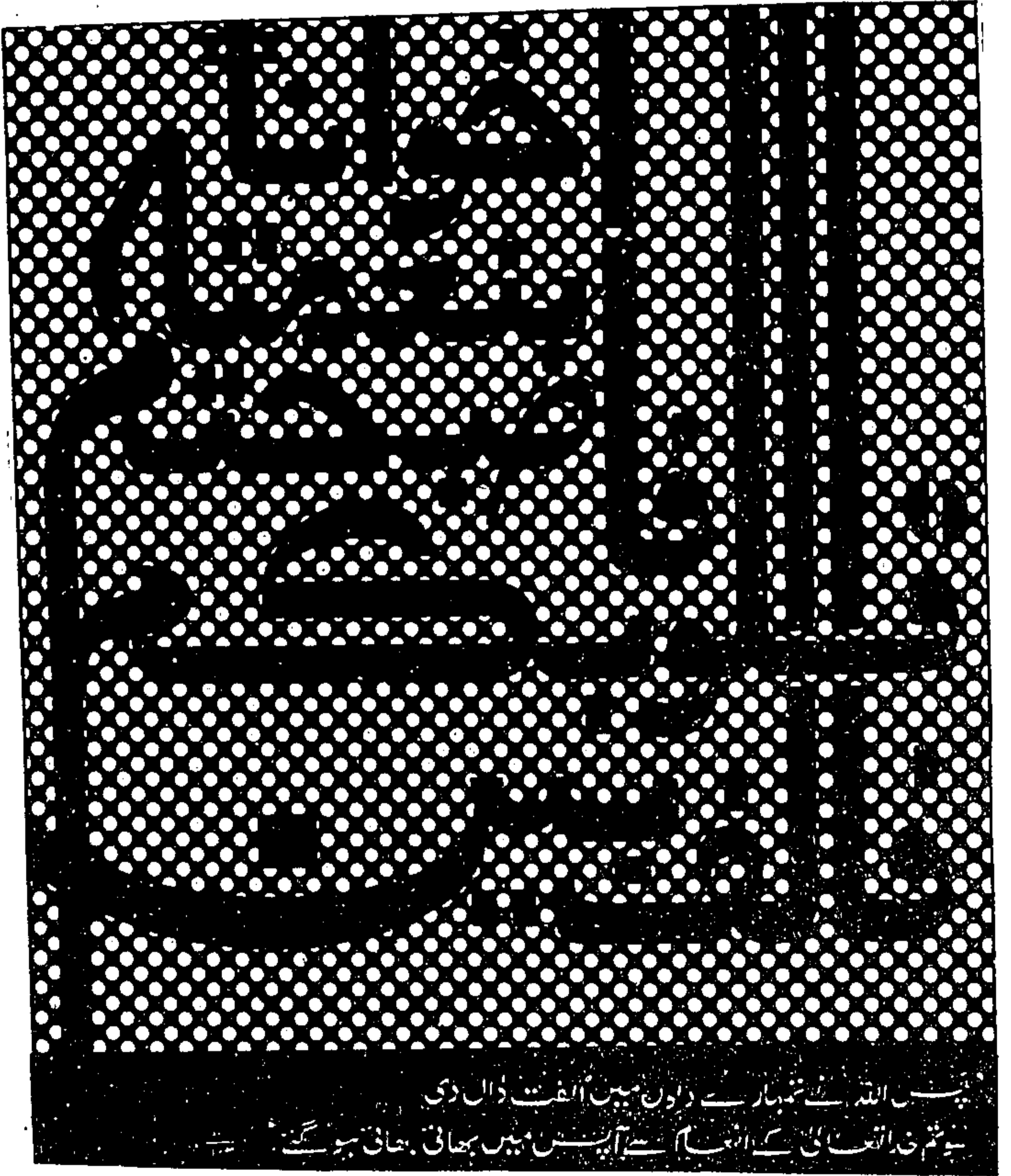
پس اللہ نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی
سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے

واعتصموا بحبل الله جميعا
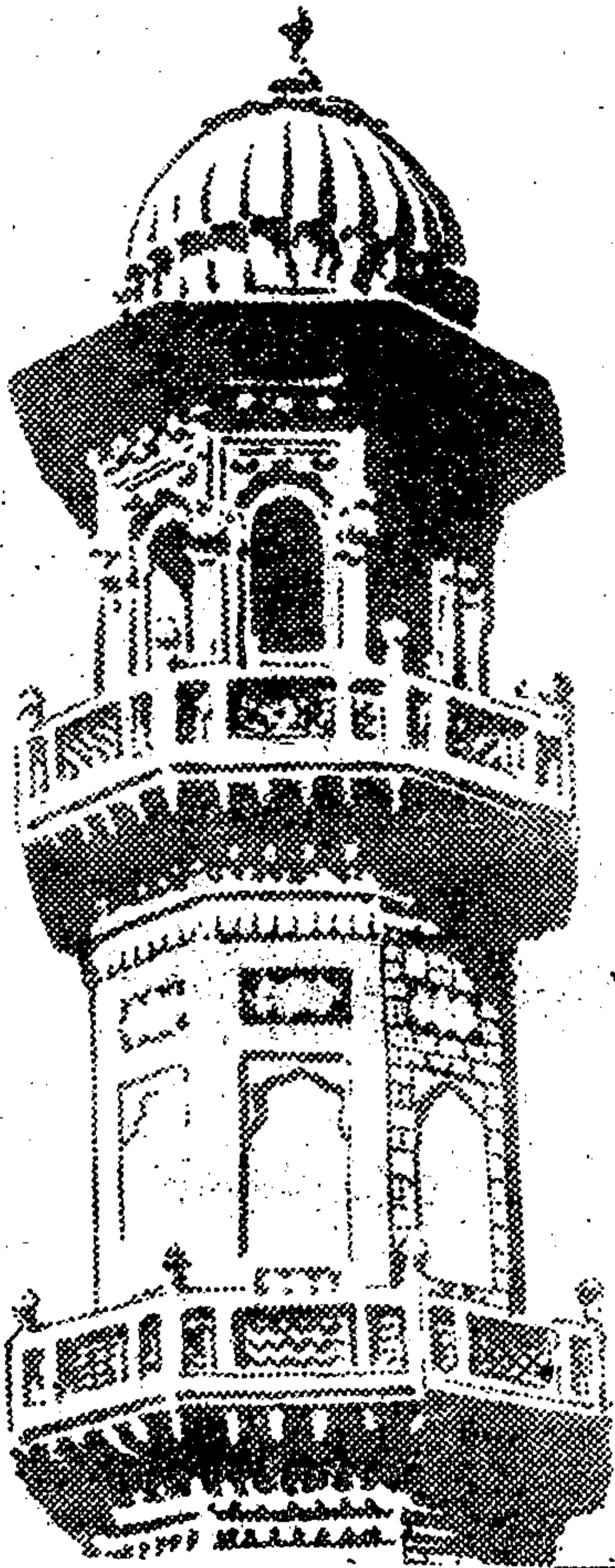
فرمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اکرم صلعم خاتم النبیین نے فرمایا
مسلمان
ایک جسم کی طرح ہیں۔ جس طرح
جسم کے ایک عضو کو تکلیف
ہو تو پورا جسم بخار اور تکلیف سے
بیقرار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک
مسلمان کی تکلیف سے تمام مسلمان
بے آرام ہو جاتے ہیں۔

پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جسکی گرد راہ ہوں وہ کارواں تو ہے
مکاں فانی مکیں آنی ازل تیرا ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو جاوداں تو ہے
سبق پڑھ پھر صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا
حکیم امت علامہ اقبالؒ
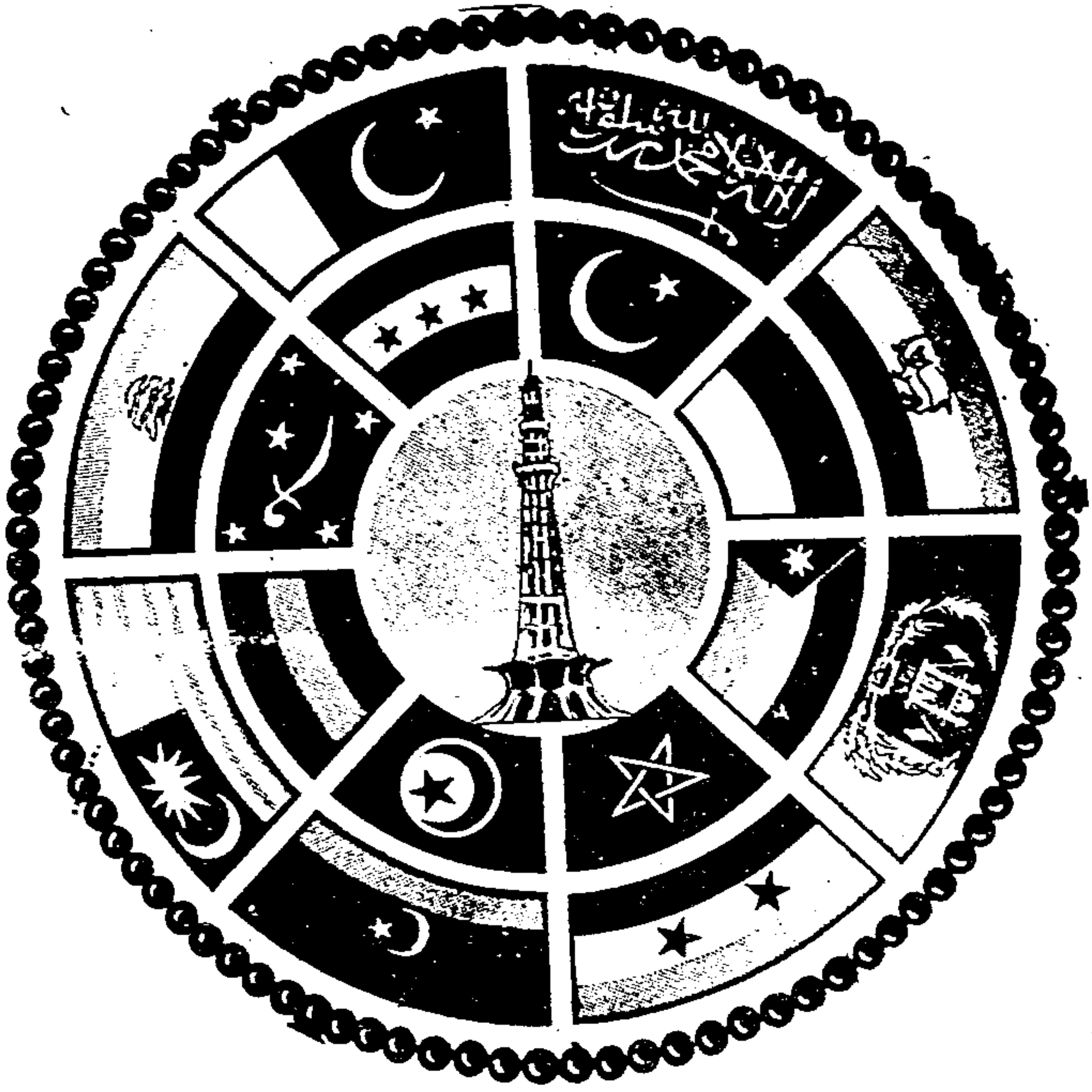
کتاب ملت بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا

لبودآں ترک شیرازی دل تبریز و کابل را
صبا کرتی ہے بوئے گل سے اپنا ہم سفر پیدا

اگر عثمانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

——— شاعر اسلام علامہ اقبال
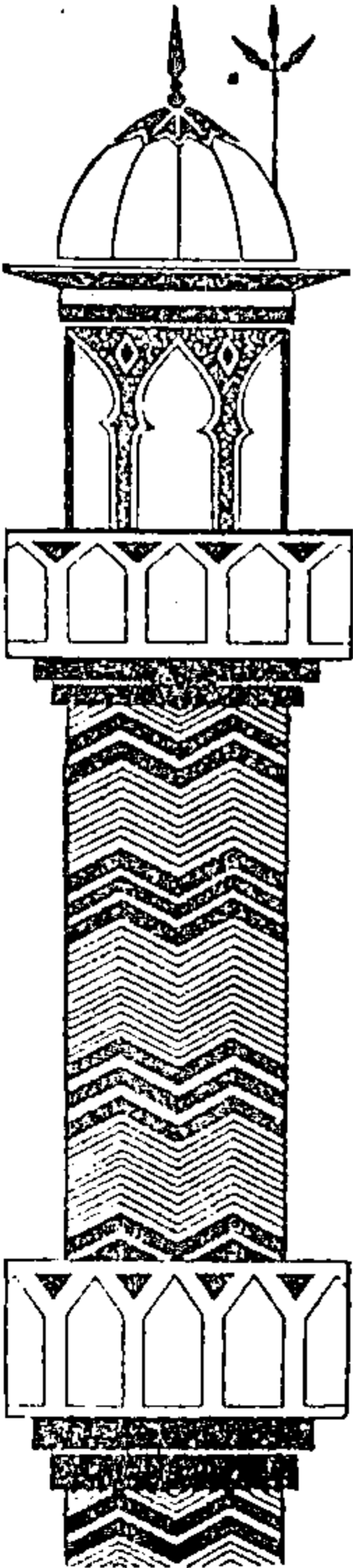
قائد اعظم محمد علی جناحؒ کا
پیغام

اتحاد عالم اسلام کے لئے قائد اعظم محمد علی جناح نے ہر دور میں آواز بلند کی۔

اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ قائد اعظم برملا کہا کرتے تھے

اسلام ہماری زندگی اور ہمارے وجود کا بنیادی سرچشمہ ہے اسلام نے ہمارے ثقافتی اور تہذیبی ماضی اور ہماری گزشتہ روایات کو عرب دنیا سے اتنا وابستہ اور گہرا کر رکھا ہے کہ اس امر میں تو کسی قسم کا کسی کو شبہ ہی نہ ہونا چاہیئے، کہ ہم عربوں اور ان کے مسائل اور مقاصد سے مکمل ترین ہمدردی رکھتے ہیں۔

(شرق اردن کے سفیر کے استقبال میں قائد اعظم کی تقریر دسمبر ۱۹۴۷ء)

قائداعظم محمد علی جناح نے اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ وضاحت بھی کر دی کہ

"ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا، بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔"

۱۳ جنوری ۱۹۴۸ء پشاور

رسول اکرم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا:

"میں ایک عاجز ترین، انتہائی خاکسار، بندہ ناچیز اتنی عظیم ترین ہستی کو بھلا کیا اور کیسے نذرانہ عقیدت پیش کر سکتا ہوں۔ رسول اکرم صلعم مصلح اعظم تھے، عظیم رہنما تھے، عظیم واضع قانون تھے، عظیم پیشوا تھے، عظیم مقنن تھے، عظیم سیاست دان تھے۔ عظیم حکمران تھے۔"

اپنے پیغام عید الفطر ۲۷ اگست ۱۹۴۸ء کو انہوں نے فرمایا:

"تمام اسلامی مملکتوں کو عید مبارک ہو۔ میرا عید کا پیغام سوائے دوستی اور بھائی چارے کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ ہم سب یکساں طور پر خطرناک اور کٹھن دور سے گزر رہے ہیں۔ سیاسی اقتدار کا جو ڈرامہ فلسطین، انڈونیشیا اور کشمیر میں کھیلا جا رہا ہے وہ ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہونا چاہیئے۔ ہم اسلامی اتحاد ہی کے ذریعے دنیا کے مشورہ خانوں میں اپنی آواز کی قوت محسوس کرا سکتے ہیں۔"

قائداعظم محمد علی جناح

اهلاً وسهلاً مرحباً

إنّ إجتماع الّذين يؤمنون بإلٰهٍ واحدٍ وكتابٍ واحدٍ ورسولٍ واحدٍ لبجدٌ واحلاً لمشاكلهم الدّوليّة دليلٌ على أنّ رحمة الله تبارك وتعالىٰ متّجهةٌ إلى المسلمين فعلى المسلمين جميعاً أن يجتهدوا وأن لا تفلت من أيديهم هٰذه الفرصة الذّهبيّة۔ فندعوا الله أن يهدينا إلى الصّراط المستقيم ونتوسّل إليه بنبيّه الحبيب عليه الصّلوٰة والسّلام أن يمنّ علينا بالعزم والثّبات في مقاصدنا الصّالحة وأن يبارك هٰذا الاجتماع بالفوز والفلاح (آمين)

بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا؟ زورِ حیدرؓ، فقرِ بوذرؓ، صدقِ سلمانیؓ

(اقبال)

ابتدائیہ
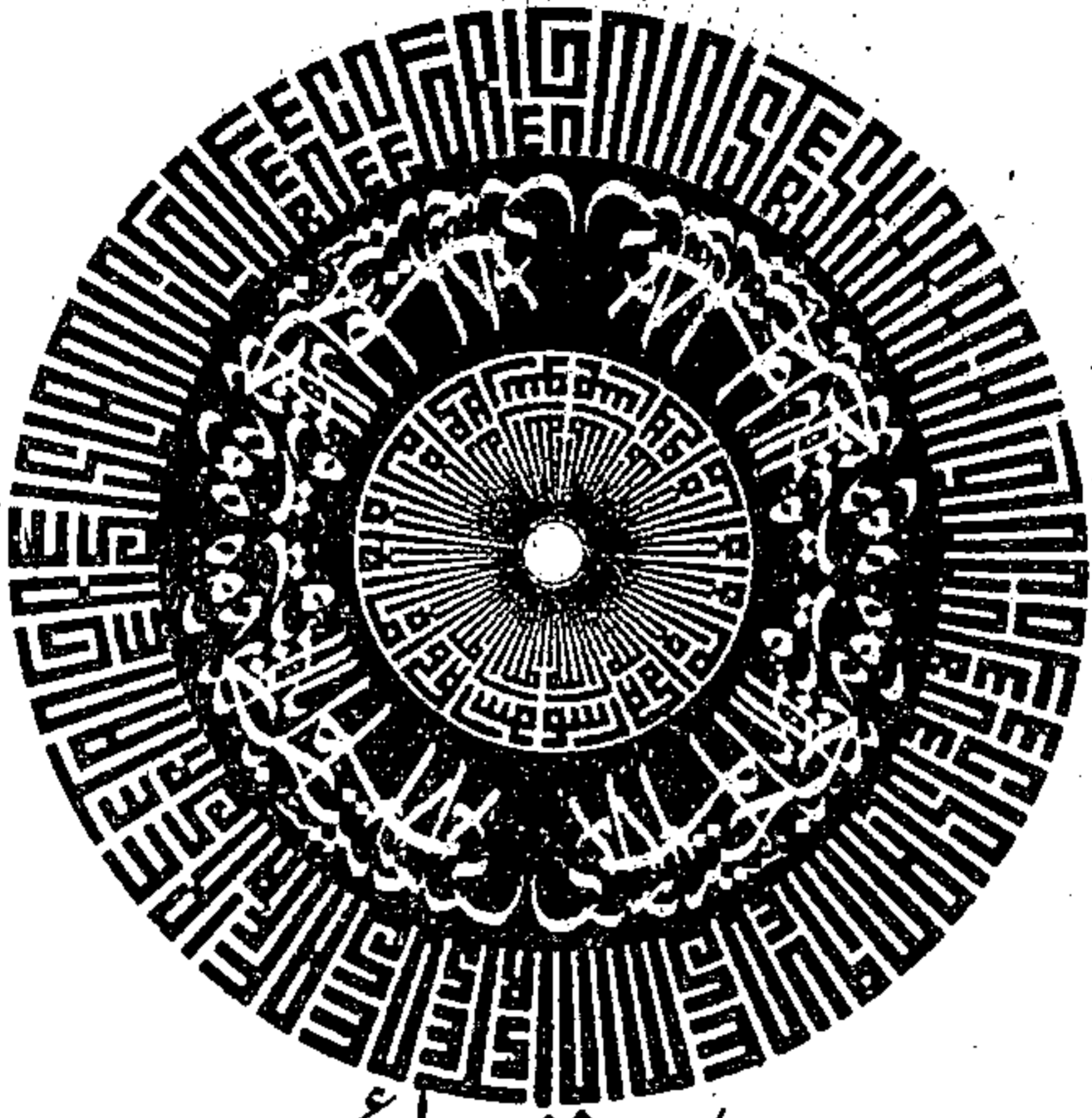
برہم ہوں بجلیاں کہ ہوائیں خلاف ہوں
کچھ بھی ہو اہتمام گلستاں کریں گے ہم

---

۲۱ اگست ۱۹۶۹ کو مسجد اقصیٰ سے اچانک سر بفلک شعلے اٹھنے لگے۔ مسلمانوں کے قبلہ اول میں آتش زنی کے اس واقعہ نے پورے عالم اسلام میں غم و غصے کی لہر دوڑا دی۔ اسی ماہ کی آخری تاریخوں میں قاہرہ میں عرب ممالک کے وزرائے خارجہ کا اجتماع ہوا، جس میں فیصلہ کیا گیا کہ سعودی عرب اور مراکش کو اسلامی ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس منعقد کرنے کا اہتمام سونپا جائے۔ اس سے اگلے ماہ یعنی ستمبر میں جدہ کے مقام پر سعودی عرب اور مراکش کے وزرائے خارجہ کا اجلاس ہوا، جس میں سربراہ کانفرنس کی تیاریاں کرنے کی ایک کمیٹی تشکیل کی گئی۔ اس کمیٹی میں پاکستان، سعودی عرب، ایران، ملائشیا، نائیجیریا، صومالیہ، مراکش شامل تھے۔

دو ہفتوں کے اندر یعنی ۲۲ ستمبر ۱۹۶۹ء کو رباط میں مسلم ممالک کی پہلی سربراہی کانفرنس

شروع ہوئی جس میں ۲۴ ممالک نے حصہ لیا۔ رباط کانفرنس کے فیصلے کے مطابق مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس ۲۳ تا ۲۵ مارچ ۱۹۷۰ کو جدہ میں ہوئی۔ اسے پہلی کانفرنس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کانفرنس میں اسلامی جنرل سیکرٹریٹ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

دوسری اسلامی کانفرنس ۲۶ تا ۲۹ دسمبر ۱۹۷۰ء کراچی میں منعقد ہوئی۔

تیسری اسلامی کانفرنس ۲۹ تا ۴ مارچ ۱۹۷۲ء جدہ میں منعقد ہوئی جس میں دوسری اسلامی کانفرنس کے فیصلوں کے مطابق بین الاقوامی مسلم خبر رساں ایجنسی کے قیام کی منظوری دی گئی اور دوسری متعدد اہم تجاویز پر غور کے علاوہ اسلامی کانفرنس کے منشور کی منظوری دی گئی۔

چوتھی اسلامی کانفرنس ۲۴ تا ۲۷ مارچ ۱۹۷۳ء کو لیبیا کے دوسرے دارالخلافہ بن غازی میں منعقد ہوئی۔ جس میں کئی اہم مسائل زیر غور آئے۔ ان میں فلپائن کے مسلمانوں کی امداد کے لئے فنڈ، پاکستانی جنگی قیدیوں کا مسئلہ، اری ٹیریا کی تحریک آزادی کی حمایت وغیرہ شامل تھے۔

اکتوبر ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد سابق سیکرٹری جنرل تنکو عبدالرحمٰن نے تجویز پیش کی کہ دوسری سربراہی اسلامی کانفرنس پاکستان میں منعقد کی جائے اور سعودی عرب کے شاہ فیصل اور پاکستان کے وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو اس کے محرک ہوں۔

اکتوبر میں عرب اسرائیل کی جنگ نے یہ ثابت کر دیا کہ دنیائے اسلام اور عرب ممالک کی طاقت کا راز اتحاد میں ہے۔ دوسری سربراہی کانفرنس کا مقصد عرب ممالک کے مقاصد کے لئے پورے عالم اسلام کی تائید و حمایت حاصل کرنا ہے۔ وزیر اعظم نے اس تجویز کی پر زور اور دلی حمایت کی۔ جلالۃ الملک شاہ فیصل نے بھی اس کی پر زور تائید کی۔ اس کے بعد سیکرٹری جنرل تنکو عبدالرحمٰن ۲ تا ۵ نومبر ۱۹۷۳ء پاکستان میں تشریف فرما رہے اور اس تجویز کی تفصیلات پر تبادلہ خیال کیا۔ اس کے بعد وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے کئی اسلامی ملکوں کے سربراہوں کو وزیر اعظم پاکستان کی طرف سے کانفرنس میں شرکت کرنے کی دعوت دی۔

اور یہ ان کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ تیس سے زائد مسلمان ممالک کے سربراہ لاہور کے تاریخی شہر میں منعقد ہونے والی تاریخ ساز اور سنگ میل کانفرنس میں شریک ہوئے۔ اہل پاکستان کے لئے یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے کہ حرم کے پاسباں اور مسلمان ملکوں کے حکمران اسلامی کانفرنس پر لاہور میں جمع ہوئے۔

یہ عظیم الشان اجتماع لادینی طاقتوں کے خلاف جہاد اور مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنے کے لئے ایک مضبوط مرکز ثابت ہوگا۔ اور پاکستان کے وزیر اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے عالم اسلام کے اتحاد اور اسلامی سربراہ کانفرنس کے انعقاد کے لئے جو سرتوڑ کوششیں کی ہیں آنے والے وقت کا وقائع نگار انھیں درخشندہ حروف میں رقم کرے گا۔ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں پہلی بار عالم اسلام کی نامور شخصیتیں، برگزیدہ ہستیاں اور ذیشان سلطان و حکمران ایک ساتھ لاہور میں جمع ہوئے۔ تاریک براعظم کے دوسرے کنارے سے لے کر درۂ خیبر کے اس پار سے فرزندان توحید ایک جذبہ، ایک نصب العین، ایک لائحہ عمل، ایک قرارداد ایک عظیم منشور، ایک یقین محکم اور مقصد عظیم لے کر پاکستان آئے تھے۔ یہ ایک عدیم النظیر تاریخی اور ملّی اجتماع تھا۔

اہل پاکستان کے لئے یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے کہ انھیں ملت اسلامیہ کے برادر مسلمان ملکوں کے رئیسوں، حکمرانوں، سلطانوں، شہنشاہوں، رہنماؤں اور لیڈروں کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ یہ اسلامی کانفرنس، اس کا بین ثبوت ہے کہ اسلامی ملکوں کا مستقبل انتہائی تابناک ہے۔ یہ اسلامی کانفرنس مسلمانان عالم کے اتحاد کی نقیب ہوگی، انشاء اللہ۔

اتحاد بین المسلمین

ایک خدا — ایک رسول — ایک کتاب

اسلام کے نزدیک وطن و مقام اور رنگ و زبان کی تفریق کوئی چیز نہیں۔ رنگ اور زبان کی تفریق کو وہ ایک نشان ضرور تسلیم کرتا ہے۔ لیکن اس کو وہ کسی انسانی تفریق و تقسیم کی حد قرار نہیں دیتا۔ انسان کے تمام دینوی رشتے خود انسان کے بنائے ہوئے ہیں۔ اصلی رشتہ صرف ایک ہے اور وہ وہی ہے جو انسان کو اس کے خالق اور پروردگار سے متصل کرتا ہے۔ وہ ایک ہے۔ پس اس کے ماننے والوں کو بھی ایک ہی ہونا چاہیئے۔ اگرچہ سمندروں کے طوفانوں، پہاڑوں کی مرتفع چوٹیوں، زمین کے دور دراز گوشوں اور جنس و نسل کی تفریقوں نے ان کو ایک دوسرے سے جدا ہی کیوں نہ کر دیا ہو۔ یہی اسلام کی وہ عالمگیر اخوت اور داعی اسلام کی دعوت تھی۔ جس نے زمین کے دور دراز گوشوں کو ایک کر دیا تھا۔ اسلام نے ریگستان حجاز میں ظہور کیا۔ مگر صحرائے افریقہ میں بھی اس کی پکار بلند ہوئی۔ اس کی دعوت کی صدا جبل بوقبیس کی گھاٹیوں سے اٹھی مگر دیوار چین سے شہیدان لا الہ الا اللہ کی بازگشت گونجی۔ یہ تمام دنیا کی مختلف قومیں زمین کے دور دراز گوشوں پر بسنے والی آبادیاں گویا ایک ہی گھر کے عزیز تھے۔ یہ برادری خدا کی قائم کی ہوئی تھی ہر وہ انسان جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا۔ اس برادری میں شامل ہو گیا۔ خواہ مصری ہو، خواہ نائیجیریا کا حبشی، خواہ قسطنطنیہ کا تعلیم یافتہ ترک۔ اگر وہ مسلم ہے تو اس ایک خاندان توحید کا فرد ہے، عضو ہے جس

کا گھرانہ کسی خاص وطن اور مقام سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ تمام قومیں اس کی عزیز ہیں ۔ دنیا کے
تمام رشتے ٹوٹ سکتے ہیں لیکن یہ رشتہ اسلام کبھی نہیں ٹوٹ سکتا ۔ ممکن ہے کہ ایک باپ
اپنے لڑکے سے روٹھ جائے ۔ بعید نہیں کہ ایک ماں اپنی گود سے بچے کو الگ کر دے ۔
ہو سکتا ہے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کا دشمن ہو جائے ۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ دنیا کے
تمام خون اور نسل کے باندھے ہوئے پیمان وفا ٹوٹ جائیں ۔ مگر جو رشتہ ـــ چین کے مسلمان
کو افریقہ کے مسلمان سے ، ایک عرب کے بدو کو تاتار کے چرواہے سے اور ایک پاکستانی یا
ہندوستانی مسلمان کو مکہ معظمہ کے مسلمان سے پیوست اور ایک جان کرتا ہے ۔ دنیا کی کوئی
طاقت نہیں جو اسے توڑ سکے ۔ اور اس زنجیر کو کاٹ سکے ۔ جس میں خدا کے ہاتھوں نے انسان
کے دلوں کو ہمیشہ کے لئے جکڑ دیا ہے ۔ جب سے اسلام دنیا میں موجود ہے یہ اخوت اور
وحدت بھی موجود رہے گی اور یہ اخوت خون نشان ہلال کی صورت میں اسلام کے معرض
وجود میں آنے سے لے کر اب تک یہ اعلان کرتی چلی آرہی ہے کہ اگر کسی ایک بھی مسلمان پر
تلوار اٹھائی گئی تو دنیا کے چالیس کروڑ مسلمانوں کی تلواریں اس کی حمایت میں بیک ایک اٹھ
جائیں گی ۔ یہ اخوت مسلمان کی میراث ہے ، ورثہ ہے ۔

ذیل میں ہم وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کی ایک بہت اہم اور پرانی
تقریر سے اقتباسات پیش کر رہے ہیں ۔ یہ تقریر انھوں نے ۲ ر فروری ۱۹۴۸ء کو یونیورسٹی
آف جنوبی کیلیفورنیا میں اس وقت کی تھی جب وہ طالب علم تھے ۔ تقریباً انتیس برس
قبل جناب بھٹو نے اسلامی ممالک کی فیڈریشن (FEDRATION) کے قیام پر زور دیا
تھا ۔ جناب بھٹو نے اپنی اس تقریر میں کہا :

ہمارا اسلامی ورثہ ! میں کیسے اپنے اس ورثہ اسلامی کی تاریخ کا ذکر شروع کروں
ہمارا اسلامی ورثہ بہت قیمتی ہے ۔ اب میں یہ بات کیسے واضح کروں کہ آپ کی تہذیب ہماری
تہذیب نے کیسے جذب کی ۔ یا دونوں تہذیبوں میں کوئی ایسا نقطہ اتصال بھی موجود ہے ۔
کہ جہاں یہ معلوم ہو سکے کہ آپ کی یا ہماری تہذیب میں کوئی مماثلت بھی تھی کچھ لوگوں
کا کہنا کہ اختلاف صلیبی جنگوں سے شروع ہوا ہے ، لیکن دوسرے لوگوں کا کہنا ہے

اتحاد بین المسلمین

ایک خدا — ایک رسول — ایک کتاب

اسلام کے نزدیک وطن و مقام اور رنگ و زبان کی تفریق کوئی چیز نہیں۔ رنگ اور زبان کی تفریق کو وہ ایک نشان ضرور تسلیم کرتا ہے۔ لیکن اس کو وہ کسی انسانی تفریق و تقسیم کی حد قرار نہیں دیتا۔ انسان کے تمام دنیوی رشتے خود انسان کے بنائے ہوئے ہیں۔ اصلی رشتہ صرف ایک ہے اور وہ وہی ہے جو انسان کو اس کے خالق اور پروردگار سے متصل کرتا ہے۔ وہ ایک ہے۔ پس اس کے ماننے والوں کو بھی ایک ہی ہونا چاہیئے۔ اگرچہ سمندروں کے طوفانوں، پہاڑوں کی مرتفع چوٹیوں، زمین کے دور دراز گوشوں اور جنس و نسل کی تفریقوں نے ان کو ایک دوسرے سے جدا ہی کیوں نہ کر دیا ہو۔ یہی اسلام کی وہ عالمگیر اخوت اور داعی اسلام کی دعوت تھی۔ جس نے زمین کے دور دراز گوشوں کو ایک کر دیا تھا۔ اسلام نے ریگستان حجاز میں ظہور کیا۔ مگر صحرائے افریقہ میں بھی اس کی پکار بلند ہوئی۔ اس کی دعوت کی صدا جبل بوقبیس کی گھاٹیوں سے اٹھی مگر دیوار چین سے شہیدان لا الہ الا اللہ کی بازگشت گونجی۔ یہ تمام دنیا کی مختلف قومیں زمین کے دور دراز گوشوں پر بسنے والی آبادیاں گویا ایک ہی گھر کے عزیز تھے۔ یہ برادری خدا کی قائم کی ہوئی تھی ہر وہ انسان جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا۔ اس برادری میں شامل ہو گیا۔ خواہ مصری ہو، خواہ نائیجیریا کا حبشی، خواہ قسطنطنیہ کا تعلیم یافتہ ترک۔ اگر وہ مسلم ہے تو اس ایک خاندان توحید کا فرد ہے، عضو ہے جس

کا گھرانہ کسی خاص وطن اور مقام سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ تمام قومیں اس کی عزیز ہیں ۔ دنیا کے تمام رشتے ٹوٹ سکتے ہیں لیکن یہ رشتہ اسلام کبھی نہیں ٹوٹ سکتا ۔ ممکن ہے کہ ایک باپ اپنے لڑکے سے روٹھ جائے ۔ بعید نہیں کہ ایک ماں اپنی گود سے بچے کو الگ کر دے ۔ ہو سکتا ہے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کا دشمن ہو جائے ۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ دنیا کے تمام خون اور نسل کے باندھے ہوئے پیمان وفا ٹوٹ جائیں ۔ مگر جو رشتہ ـــ چین کے مسلمان کو افریقہ کے مسلمان سے ، ایک عرب کے بدو کو تاتار کے چرواہے سے اور ایک پاکستانی یا ہندوستانی مسلمان کو مکہ معظمہ کے مسلمان سے پیوست اور ایک جان کرتا ہے ۔ دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو اسے توڑ سکے ۔ اور اس زنجیر کو کاٹ سکے ۔ جس میں خدا کے ہاتھوں نے انسان کے دلوں کو ہمیشہ کے لئے جکڑا دیا ہے ۔ جب سے اسلام دنیا میں موجود ہے یہ اخوت اور وحدت بھی موجود رہے گی اور یہ اخوت خوں نشان ہلال کی صورت میں اسلام کے معرض وجود میں آنے سے لے کر اب تک یہ اعلان کرتی چلی آ رہی ہے کہ اگر کسی ایک بھی مسلمان پر تلوار اٹھائی گئی تو دنیا کے چالیس کروڑ مسلمانوں کی تلواریں اس کی حمایت میں بیک اٹھ جائیں گی ۔ یہ اخوت مسلمان کی میراث ہے ، ورثہ ہے ۔

ذیل میں ہم وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کی ایک بہت اہم اور پرانی تقریر سے اقتباسات پیش کر رہے ہیں ۔ یہ تقریر انھوں نے ۲ فروری ۱۹۴۸ء کو یونیورسٹی آف جنوبی کیلیفورنیا میں اس وقت کی تھی جب وہ طالب علم تھے ۔ تقریباً انتیس برس قبل جناب بھٹو نے اسلامی ممالک کی فیڈریشن (FEDRATION) کے قیام پر زور دیا تھا ۔ جناب بھٹو نے اپنی اس تقریر میں کہا :

ہمارا اسلامی ورثہ ! میں کیسے اپنے اس ورثہ اسلامی کی تاریخ کا ذکر شروع کروں ہمارا اسلامی ورثہ بہت قیمتی ہے ۔ اب میں یہ بات کیسے واضح کروں کہ آپ کی تہذیب ہماری تہذیب نے کیسے جذب کی ۔ یا دونوں تہذیبوں میں کوئی ایسا نقطہ اتصال بھی موجود ہے ۔ کہ جہاں یہ معلوم ہو سکے کہ آپ کی یا ہماری تہذیب میں کوئی مماثلت بھی تھی کچھ لوگوں کا کہنا کہ اختلاف صلیبی جنگوں سے شروع ہوا ہے ، بعض دوسرے لوگوں کا کہنا ہے

کہ قسطنطنیہ کی خونریز جنگوں میں تہذیبی تبدیلیوں کا سراغ مل سکتا ہے ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے
کہ تہذیب کی تبدیلی کا آغاز حبشیوں کے اسپین کو فتح کرنے کے بعد ہوا ۔ یہ باتیں بھی عام
ہیں کہ مغرب اور مشرق کی تہذیب کا انحطاط سر تھامس راؤ کے دور سے شروع ہوا جب
اس نے ہندوستان کے شہنشاہ جہانگیر سے پنجے لڑانا شروع کئے ۔ ان تمام باتوں سے پردہ
اٹھانے کے لئے اسلامی تاریخ کے کسی ایک نہ ایک تابناک دور سے روگردانی کے مترادف
ہوگا ۔ مثلاً حضرت عمر کی لافانی شخصیت ۔ خالد بن ولید کی طاقت ورعسکری حیثیت ۔
اکبر کی دانائی اور فراست ۔ طارق کی شجاعت کے علاوہ حضرت علی، حضرت ابوبکرؓ،
اور عامر وغیرہ کی نادر روزگار شخصیات کا ذکر کئے بغیر ہی اسلامی ورثہ پر گفتگو کرنی پڑیگی
ہیں اب کیسے یہ جرأت کر سکتا ہوں ۔ کہ اسلامی ورثہ پر بات کروں اور ان اعلیٰ کردار
اور باعث افتخار شخصیات کا ذکر بھی نہ آئے ...... ہماری زندگیوں میں مغربی تہذیب کا
اثر صلیبی جنگوں کے بعد ہی آیا ۔ میں آج کی گفتگو میں اسلام کے کمال اور شائستگی کو اپنے ظاہر
شائستگی کے مطابق آپ پر واضح کرنے کی سعی کروں گا ۔ کیونکہ میں اسلام کے کمالات کو
ذاتی طور پر تسلیم کرتا ہوں اور اس میں کچھ کارنمایاں کرنے کا متمنی ہوں ۔ کیونکہ میں مسلمانوں
کی کسی بھی ناکامی کو اپنی ذاتی ناکامی سمجھتا ہوں اور مسلم دنیا کے انحطاط کو اپنا تہذیبی انحطاط
تصور کرتا ہوں ۔ کیونکہ مسلم دنیا کے لئے یہ ایک حقیقت واضح ہے کہ ان کا اتحاد نزاع
اور پھوٹ کا شکار رہے ۔ اور اس کی وجہ سے ہی مسلمانوں کا شیرازہ بکھر رہا ہے ۔ یہ
بات شاید آپ کے لئے حیران کن ہو لیکن یہ ایک حقیقت ضرور ہے آج مسلمانوں
میں اگر کوئی رابطہ قائم ہے وہ صرف مذہب کا ہے ۔ اس مذہبی تاریخ کا ہے جس سے
ان کا ماضی وابستہ ہے ۔ اور اسی وجہ سے صرف مسلمان ایک دوسرے سے قریب ہیں
یا ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں ۔ اور یہی مذہب کا ایک اہم ترین حصہ ہے یہی خیال
مسلمانوں کے باہمی ملاپ کی وجہ سے جغرافیائی حدود کے اندر بھی ایک حد فاصل ہے
جو مسلمانوں کو یورپ سے لے کر ایشیا کے دور دراز علاقوں تک آپس میں منسلک
کئے ہوئے ہے ۔

میں یہاں اس لئے موجود نہیں کہ آپ پر اسلام کی تبلیغ کروں یا آپ کو اسلامی طاقت اور اتحاد سے ڈراؤں۔ میں تو صرف آپ کو اسلام سے روشناس کرانا چاہتا ہوں جو ماضی میں ایک چمکتا اور دمکتا مذہب تھا۔ آج بھی جس کی خوشبو باقی ہے۔ اور اس کی ضوفشانی رہتی دنیا تک قائم رہے گی۔ اسی لئے ہم اسلام کے مستقبل پر کسی خاص نقطہ نظر سے غور کرتے ہیں۔ مجھے یہ بات بھی آپ پر عیاں کر دینی چاہیئے۔ کہ جب کہ میں مذہب پر آپ سے گفتگو کر رہا ہوں۔ کہ میں بھی کوئی پارسا یا دیندار مسلمان نہیں۔ میں باقاعدگی سے نماز ادا نہیں کرتا۔ میں پورے روزے بھی نہیں رکھتا۔ نہ ہی میں نے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی ہے۔ میں ایک گناہ گار مسلمان ہوں۔ لیکن میں اسلام کے ثقافتی، اقتصادی اور سیاسی ورثے میں دلچسپی رکھتا ہوں۔ میں آپ سے اسلامی عقائد کی خصوصیات کے بارے میں گفتگو نہیں کروں گا۔ صرف میں اسلام کی سیاسی اور ثقافتی ترقی کا ذکر کروں گا۔

صنعتی انقلاب سے پہلے اسلام ہی ایک ایسا مذہب تھا جو مغربی اور مشرقی طاقتوں کے لئے ایک چیلنج رہا۔ مشہور مورخ ٹائن بی کہتا ہے کہ کمیونزم کے ارتقا سے صدیوں قبل تک ہمارے آبا و اجداد کے لئے اسلام ہی ایک خطرہ تھا۔ سولھویں صدی میں اسلام نے مغربی دنیا کے لوگوں کے دلوں میں وہی مقام حاصل کر لیا تھا۔ جو بیسویں صدی کے لوگوں میں کمیونزم نے حاصل کیا۔ آج کے کمیونزم کی طرح اسلام ہی ایک ایسا مذہب تھا جو لوگوں کے لئے ایک دو دھاری تلوار تھا اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی مادی دماغ یا بڑی ڈھال موجود نہ تھی۔

مسلمانوں نے آرٹ، کلچر، فلاسفی اور سائنس کے میدان میں بڑی کامیابی حاصل کی اب میں کیسے حافظ سے آفتاب تک کے زمانے کا مختصر حال بیان کروں۔ میں آپ کو کیسے یہ کہوں کہ آپ ذرا رک کر فنون لطیفہ ملاحظہ کریں۔ اور پھر مسلمانوں کے کلچر کی داد دیں۔ چاہے یہ فن آپ کو یروشلم کی مسجد میں دکھائی دے جو حضرت عمرؓ نے بنوائی یا لاہور کی بادشاہی مسجد میں یا دہلی کی جامع مسجد کی تعریف کریں یا فتح پور سیکری کا تاریخی شہر۔ پیغمبر اسلام کے پروانوں نے جہاں جہاں بھی اپنی حکومت قائم کی یا جہاں ان کا اثر رہا انہوں

نے اپنی روایات کو پھیلایا۔ اور ایسی اسلامی روایات قائم کیں ۔ ایسی یادگاریں جیسی قاہرہ میں یروشلم میں، بغداد میں لاہور اور دہلی میں دکھائی دیتی ہیں ۔حضرت عمرؓ کی شاندار مسجد، مسجد حسینی اور دہلی کا قطب مینار ایسی عظیم یادگاریں ہیں ۔جو مسلمانوں کے تخلیقی ذہن اور کلچر کی یاد تازہ کرتی ہیں ۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مسلمانوں کے بڑے کارنامے ہیں جن میں تاج محل مسلم فن تعمیرات کا ایک قابل فخر کارنامہ ہے جس کو ہم روحانی جذبات کے تحت "LOVE IN MARBLE" کہہ سکتے ہیں ۔ لاہور کا شالیمار باغ اور کشمیر کا نشاط باغ جو اپنے خوب صورت باغات، احاطوں اور ٹھنڈی آب و ہوا، فواروں اور پھولوں کے ساتھ دعوت نظارہ دیتے ہیں ۔جی ایچ ویلز نے لکھا ہے کہ مغلوں کے زمانے کے فن کارانہ تعمیرات کے نمونے آج بھی بہت دیکھے جا سکتے ہیں جب بھی لوگ ہندوستان کے آرٹ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے ذہن میں مغلوں کا عظیم دور آجاتا ہے ۔اس جگہ یہ بات باعث دلچسپی ہوگی کہ جب تک مغلوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا وہ بہت وحشی اور غیر مہذب تھے اور ان کے جنگجو آباء نے اسلام قبول کرنا شروع کیا تو وہ چنگیز خاں سے زیادہ مہذب اور باوقار ہوتے گئے ۔

مسلمانوں نے علم اور سائنس کے میدان میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے اب میں ان کا تذکرہ کروں گا ۔

الازہر یونیورسٹی دنیا میں سب سے بڑی طالب علموں کی آماجگاہ ہے ۔ اور اس کو مسلمانوں کی تہذیبی ورثے کی یادگار بھی کہا جا سکتا ہے ۔ دنیا بھر کے مسلمانوں میں اس کو بڑا رتبہ ہے اس کے بعد استنبول کی یونیورسٹی ہے ۔ اس کے بعد علی گڑھ یونیورسٹی ہے جو برصغیر کے مسلمانوں کا دارالتعلیم تھی ۔حیدر آباد دکن کی عثمانیہ یونیورسٹی بھی مسلمانوں کی مشہور درسگاہ ہے اس کی بہترین عمارت اور شاندار محرابیں کو دیکھئے ۔

جنگ عظیم اول کے دوران برصغیر کے مسلمانوں نے ترکی کے مسلمانوں کے خلاف لڑنے سے انکار کر دیا تھا اور جب ۱۹۱۱ میں ترکی پر حملہ ہوا تو برصغیر کے مسلمانوں میں ترکوں کی

حمایت اور ہمدردی کا جذبہ دیدنی تھا۔ ایک عظیم ہمدردی کی لہر تھی جو مسلمانوں میں دوڑ گئی ان دنوں برصغیر کے مسلمان لیڈروں میں محمد علی جوہر اور ان کے بھائی نے ترکوں کی حمایت کی۔ مسلمانوں کا جذبہ برقرار رکھنے کی پاداش میں گرفتار کئے گئے۔ خلافت تحریک نے مسلمانوں میں اسلامی ملک اور قوم کے برادرانہ تعلقات کی نیو رکھی۔ مسلم اخوت بڑھی۔

علامہ اقبال (جو پاکستان کے ایک نامور شاعر تھے) نے ترکوں کی قسمت پر مسلمانوں کے جذبات کی عکاسی کی۔ اور جب کمال پاشا کا انتقال ہوا تو مسلمانوں میں غم و یاس کی لہر دوڑ گئی۔ میں ان دنوں بہت چھوٹا تھا لیکن مجھے یاد ہے کہ میرے نوکر نے جس کے آنکھوں میں آنسو تھے مجھے بتایا کہ کمال پاشا کا انتقال ہو گیا ہے اس نے مجھے بتایا کہ یہ خبر سننے سے اچھا تو یہ ہوتا کہ مجھے بتایا جاتا کہ میرا بیٹا مر گیا ہے۔ کمال پاشا کو موت نہیں آئی ہے۔

اسی طرح انڈونیشیا اور عرب ممالک کے مسلمانوں کے لئے برصغیر ہی نہیں پوری دنیا کے مسلمانوں میں برادرانہ اخوت کا جذبہ پایا جاتا ہے جنگ عظیم دوم کے بعد ہم اپنے ملک میں ایران کے بحرانی حالات پر اہمیت دیتے تھے اور ہم کو بڑی خوشی ہوئی کہ دنیا کے مسلمان ہماری نوزائیدہ مملکت کے بارے میں اتنی برادرانہ اخوت کا جذبہ رکھتے ہیں۔

اخوت اور بھائی چارے کے جذبات سے لبریز وزیر اعظم
بھٹو کی ایک اور ولولہ انگیز تقریر درج ذیل ہے:

رئیس الوزراء ذوالفقار علی بھٹو بیلن

فی السراء والضراء، فی الحرب والسلام نحن مع العرب دائما

جنگ ہو یا امن، ہم ہر حالت میں عربوں کے ساتھ ہیں

۲۱ دسمبر ۱۹۷۲ء کو پارلیمان میں پاکستان کی خارجہ پالیسی کی بحث پر اختتامی تقریر کرتے ہوئے وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو نے سربراہی کانفرنس کے

متعلق پاکستان کی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے کہا :۔

"جناب سپیکر! اب میں سربراہی کانفرنس کے سوال پر آتا ہوں۔ میں حزب اختلاف کے اراکین اور سرکاری بنچوں پر تشریف فرما اپنے دوستوں اور ساتھیوں کے ان جذبات کے لئے شکر گزار ہوں جن کا اظہار انہوں نے اس کانفرنس کے متعلق کیا ہے مشرق وسطی کے تصادم میں پاکستان نے ہمیشہ عرب ممالک کی تائید کی ہے۔ اسرائیل کے ساتھ اس تصادم میں پاکستان ہمیشہ اپنے دوستوں کے ساتھ رہا ہے۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ اس تصادم میں ہم نے اس سے کہیں زیادہ کیا ہے جس کی توقع کسی ایسی مملکت سے کی جا سکتی ہے جس کے حالات ہم جیسے ہوں۔ جو دھمکیوں کی زد میں ہو۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم نے ایک منصفانہ مقصد کی تھوڑی بہت خدمت کی ہے۔ اپنے عرب بھائیوں کی مدد کی ہے۔ اگر ماضی میں کوئی ایسی بات ہو گئی تھی جس نے ۱۹۵۶ء میں سویز کے بحران کے موقع پاکسی اور مسئلے پر کوئی غلط فہمی پیدا کر دی تھی تو میں سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر ہم نے اپنے عرب بھائیوں اور دوستوں کے ساتھ جس دوستی، جس مستحکم جذبے اور جس خلوص کا مظاہرہ کیا ہے اس نے اس غلط فہمی کو دور کر دیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس کے بعد کوئی جنگ نہ ہوگی لیکن اگر ہوئی تو ہمارے موقف میں سرمو فرق نہیں آئے گا۔ اور اگر ضرورت ہوئی تو ہم عرب عوام کے منصفانہ موقف کی تائید و حمایت کے لئے اس سے بھی زیادہ مدد کریں گے۔ اور خواہ بڑی یا چھوٹی طاقتوں کا رویہ کچھ بھی ہو۔ یہ ہمارا ایمان ہے، یہ ہمارا عہد ہے اور ہم اسے پورا کریں گے یہ پاکستانی عوام کے محسوسات ہیں۔

جب فلسطینی عوام ناانصافی کا شکار ہوئے تو یہ ایک عظیم المیہ تھا۔ نامنصفی کی اس سے بڑی کوئی مثال موجود نہیں ہے۔ ۱۹۴۸ء میں مشرق وسطی میں جو کچھ ہوا اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا؟ یہ ناانصافی کی انتہا تھی۔ یہ ایک عظیم قوم کے ساتھ سنگ دلانہ عمل تھا عربوں میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں۔ ۱۹۷۳ء کے عرب ۱۹۴۷ء اور ۱۹۴۸ء کے عرب نہیں۔ وہ ۱۹۵۶ء یا ۱۹۶۷ء کے عرب بھی نہیں، یہ واضح ہو چکا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت ان سے ہونے والے انصاف کا راستہ نہیں روک سکتی۔ انھوں نے پچیس سال سے زائد

عرصے کے لئے مصائب برداشت کئے ہیں۔ وہ چار جنگوں میں سے گزر چکے ہیں انہیں ان
کے گھروں سے نکالا گیا ہے۔ اور آج وہ ایک بیدار قوم ہیں۔ انہوں نے دنیا کو دکھا دیا
ہے کہ ان کی تہذیب بھرپور اور عظیم ہے انہوں نے دنیا کی طاقتوں کو ایک رات میں بدل کر
رکھ دیا ہے آج مغربی دنیا جو مشرقی دنیا پر ایسے تمسخر کی نظر ڈالتی تھی جو حقارت سے خالی نہ
تھی مشرقی دنیا کے وسائل کی محتاج ہے۔ عرب اقوام کے وسائل کی محتاج کون ہیں جن کے پاس
دولت ہے اور کون ہیں جو اس سے محروم ہیں؟ ہم صدیوں سے دولت سے محروم چلے آرہے
ہیں۔ آج عربوں نے ظاہر کر دیا ہے کہ مغرب اپنی تمام تر دولت کے باوجود ایک نہایت اہم
دائرے میں قلاش محض ہے۔ ہم عربوں کی سعی و جہد کو سلام کرتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ ہیں
جنگ ہو یا امن ہم ہر حالت میں ان کے ساتھ ہیں۔ موجودہ اسلامی سربراہی کانفرنس پاکستان
میں عربی عوام کے منصفانہ اور لائق احترام موقف کے ساتھ اسلامی اتحاد اور مستحکم تائید کا
اظہار کرنے کے لئے منعقد ہو رہی ہے۔

ہم اس کانفرنس کا میزبان بننے پر فخر محسوس کریں گے یہ کانفرنس کیونکہ تیس یا اس سے
زائد ممالک کی کانفرنس ہے اور کیونکہ ہمیں ہر مملکت سے انفرادی طور پر انعقاد کی متفق علیہ
تاریخوں کے لئے باہمی مشورے کرنا تھے۔ اس لئے تاریخ کا تعین قدرے مشکل ہو گیا تھا۔
ایک موقع پر ہم نے سمجھا کہ ۱۵ر جنوری کو کانفرنس کا انعقاد ممکن ہو سکے گا لیکن دو یا تین
سربراہان مملکت کی مصروفیات کی وجہ سے ان سب نے استدعا کی ہے کہ کانفرنس کو فروری
کے لئے ملتوی کر دیا جائے۔

آج مجھے پاکستان کی قومی اسمبلی کو کانفرنس کی تاریخوں کے متعلق مطلع کرنے کا شرف حاصل
ہو رہا ہے۔ یہ وہ تاریخیں ہیں جن کی حتمی منظوری دی جا چکی ہے۔ ان پر تمام مسلمان ممالک متفق
ہیں۔ جیسا کہ آپ حضرات کو علم ہے، کانفرنس لاہور میں ہو گی۔ سب سے پہلے وزرائے خارجہ
۱۵ اور ۲۰ر فروری کو اجلاس کریں گے۔ ۲۰ فروری کو کوئی اجلاس نہیں ہوں گے کیونکہ اس
دن سربراہان مملکت کی تشریف آوری شروع ہو جائے گی اور قدرتی طور پر وزرائے خارجہ ان
کے استقبال کے لئے جائیں گے۔ ظاہر ہے ہم بھی ان سے ملاقات کے لئے وہاں موجود ہوں گے

سربراہان مملکت کی کانفرنس ۲۲ فروری کو شروع ہو جائے گی اور دو دن تک جاری رہیگی۔
ضرورت پڑی تو تین دن تک بھی جاری رہ سکتی ہے۔ لاہور خوب صورت شہر ہے اس کے
باشندے گرمجوش بھی ہیں اور بانشکوہ بھی، میں جانتا ہوں کہ وہ مسلمان قائدین ہمارے دوستوں
اور بھائیوں کا شاندار استقبال کریں گے۔ ہم پاکستان میں اپنے مہمانوں کے قیام کو خوش آئند
اور باآسائش بنانے کے لئے اپنی میزبانہ روایات کے عین مطابق ہر ممکن کوشش کریں گے۔ ہم
اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ یہ کانفرنس بین الاقوامی اہمیت کی
حامل ہو گی۔ ہم سب کو امید ہے اور ہماری دعا ہے کہ کانفرنس مسلم اتحاد، مسلم یکجہتی اور سب
سے بڑھ کر مشرق وسطی کے تصادم کو منصفانہ اور باعزت طریقے سے حل کرنے کے کام کو آگے
بڑھانے میں مدد دے گی۔ یہ کانفرنس کا مقصد ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ کانفرنس اس مقصد
کو آگے بڑھانے میں عرب سربراہی کانفرنس سے ایک قدم آگے بڑھ سکے گی۔

عالم اسلام کے جلیل القدر رہنما لاہور میں ایک عصر آفریں اجتماع کے لئے یکجا ہوئے۔
پاکستان کو بڑی مسرت اور فخر ہے کہ اس مہتم بالشان اجتماع کے لئے اس کی سرزمین کو منتخب
کیا گیا۔ پاکستان خود برصغیر میں اسلامی قومیت کے تصور کی پیداوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ
اس نے ہر مرحلے پر اور ہر معاملے میں اسرائیل کی شدید ترین مخالفت کی ہے۔ اس نے
صیہونی مملکت کو تسلیم کرنے اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھنے سے ہمیشہ انکار کیا
ہے اسے خوشی یہ ہے کہ موتمر لاہور میں منعقد ہوئی۔ جہاں شاعر مشرق علامہ اقبال نے
اسلامی نشاۃ ثانیہ اور اتحاد بین المسلمین کا روح پرور درس دیا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان قائم کر کے اسے عملی شکل دی اور وزیر اعظم ذوالفقار
علی بھٹو نے اس مملکت کو استحکام بخشا۔

۲۲ فروری ۱۹۷۴ کو پاکستان میں دنیائے اسلام کے جو زعما تشریف لائے وہ بلاشبہ
مختلف ممالک سے تعلق رکھتے ہیں ان کا سیاسی اور اقتصادی نظام جدا جدا ہے۔ ان
کی زبانیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں رنگ اور نسل کے اعتبار سے بھی وہ مختلف ہیں،
لیکن اس کے باوجود وہ سب ایک ہیں ان کے دل ایک ساتھ دھڑکتے ہیں ان کا ماضی

مشترک ہے۔ ان کے مستقبل کے عزائم یکساں ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ ایک خدا ــــ ایک رسول ــــ اور ــــ ایک قرآن پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ وہ ایک ایسے رشتہ اخوت میں منسلک ہیں جو تمام امتیازات اور اختلافات سے بالاتر ایک ابدی رشتے میں منسلک ہیں۔

توحید کی تسبیح کے یہ دانے اب تک بکھرے ہوئے تھے۔ کچھ تو اسلام کے دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے اور کچھ مسلمانوں کی اپنی کوتاہیوں کے باعث۔ لیکن اسلامی اتحاد کی تڑپ امت محمدی کے ہر حلقہ بگوش کے دل میں ہمیشہ موجود رہی ہے۔ آج یہ خواب ایک حقیقت بن رہا ہے۔ آج ہمارے دل اس یقین سے معمور ہیں کہ ہم پھر ایک عظیم طاقت بن جائیں گے اور جبر و استبداد، جارحیت اور استعماریت کا سر کچل کر دنیا میں امن، انصاف اور انسانی مساوات کا بول بالا کریں گے۔

عالم اسلام اگرچہ اس وقت تک سیاسی طور پر متحد نہیں رہا۔ لیکن جغرافیائی اور روحانی طور پر اسے ہر دور میں ایک وحدت کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ ہم ایک ہوں یا نہ ہوں ہمارے دشمنوں نے ہم کو ایک ہی سمجھا ہے۔ غیر مسلم طاقتیں ہر دور میں ہر علاقے کے مسلمانوں کے ساتھ یکساں طور پر معاندانہ سلوک کرتی رہی ہیں لہٰذا ان کا مقابلہ اور اپنے مسائل خود آپ حل کرنے کے لئے اب متحد ہو چکے ہیں۔

اس تاریخ ساز اجتماع نے ثابت کر دیا ہے کہ مسلمان متحد ہیں اگر کفر ملت واحد بن سکتا ہے تو ملت اسلامیہ بھی اللہ کی رسی کو تھامنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ تاریخ نے ہم کو نادر موقع دیا ہے۔ اسرائیل کے قیام کے بعد پہلی بار صیہونیت کو پسپا ہونا پڑا ہے اور ہمارے سرفروش بھائیوں کے جذبہ جہاد کی بدولت دنیا بھر کے مسلمانوں میں یہ اعتماد افروز احساس بیدار ہوا ہے کہ وہ بھی ایک عالمی طاقت ہیں۔ اب اس طاقت کو موثر اور بار آور بنانا ہمارا کام ہے۔

اللہ تعالےٰ نے ہم کو بے اندازہ وسائل سے مالا مال کیا ہے ابھی تک یہ دولت ہمارے دشمنوں کی طاقت اور خوشحالی کا ذریعہ بنی ہوئی تھی۔ اب ہمیں خود اس سے

استفادہ کر کے اپنے پاؤں پر آپ کھڑا ہونا ہے۔ اس کے لئے ہمیں ایک ساتھ سیاسی،
سفارتی، اقتصادی اور فوجی محاذ پر لڑنے کے لئے تیار ہونا پڑے گا۔ ہمیں قبلہ اول کی
بازیابی اور عرب سرزمین کو صیہونیوں کے وجود سے پاک کرنے کے لئے ان کے شانہ
بشانہ لڑنے کو تیار رہنا چاہیئے۔ اس کے لئے ہمیں خود اپنی قوت پر انحصار کرنا ہوگا۔
اقوام عالم کی طاقت کا راز محض ان کے اسلحہ اور مال و دولت میں نہیں، ان کے اتحاد میں
مضمر ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ موتمر لاہور دنیائے اسلام میں ایک نئے قوت آفریں اور تاریخ
ساز اتحاد کا نقطہ آغاز ثابت ہوگی۔

مسلم اتحاد زندہ باد
مسلم اتحاد پائندہ باد

صدرِ پاکستان جناب فضل الٰہی چودھری کا

پیغام

ارشادِ نبوی ہے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ تیرہ سو سال قبل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی اشتراک عمل کا جو سبق دنیا کو دیا تھا، عالم اسلام کو چاہیئے کہ وہ بنی نوع انسان کو اسی اخوت کا درس دے مجھے امید ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اسلامی سربراہ کانفرنس اسے عملی شکل میں ڈھالے اور عالم اسلام کو اتنی طاقت دے کہ وہ ہر قسم کے چیلنج کا مقابلہ کر سکے۔ مجھے یقین واثق ہے کہ اس تاریخی کانفرنس کے فیصلے عالمی اہمیت کے مسائل کے تصفیئے خصوصاً بیت المقدس اور مشرق وسطیٰ میں منصفانہ اور باعزت امن کے قیام اور ان امور کے متعلق اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل درآمد میں مددگار ثابت ہوں گے۔ پاکستان کانفرنس منعقد کرنے کے اعزاز پر فخر مند ہے۔ اور ہر پاکستانی کو اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے اظہار محبت کا موقع ملنے پر خوشی ہے اور مجھے یقین ہے

کہ وہ پاکستان میں قیام کے دوران اپنے معزز مہمانوں کی خوشی اور آسائش کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گے۔

اگر میں یہ کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ ساری دنیا کی نگاہیں اس کانفرنس پر لگی ہیں اور مجھے یقین کامل ہے کہ اس کے نتائج سے مسلمان ملکوں کا اتحاد مضبوط ہوگا۔ اور دنیا میں امن کو فروغ ملے گا۔

موتمر عالم اسلامی

اور

رابطہ عالم اسلامی

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب ہمارے سربراہ اسلامی اتحاد اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے متحدہ جدوجہد کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں' اس موقع پر ہم پاکستانی جس قدر خوشی منائیں کم ہے۔ کیونکہ اسلامی اتحاد کے لئے سب سے زیادہ کوششیں برصغیر کے مسلمانوں نے کی ہیں اس ضمن میں موتمر عالم اسلامی کے سیکرٹری جناب انعام اللہ خان کے ایک انٹرویو سے اقتباسات درج ذیل ہیں جن سے یہ سمجھنے میں بہت آسانی ہو جائے گی کہ موتمر عالم اسلامی کے پلیٹ فارم سے گذشتہ ۵۰ سال سے اتحاد اسلامی کے لئے کیا کچھ ہوتا رہا ہے۔

عالم اسلام اپنی جگہ پر ایک مستقل دنیا ہے اس کی اپنی قدریں اور اس کا اپنا اخلاقی ضابطہ ہے۔ اس کے اپنے حرام اور حلال کے اصول ہیں۔ اس کے اپنے جائز و ناجائز کے قوانین ہیں۔ مختصر یہ کہ ایک ایسی دنیا ہے جو عقیدہ اعمال آئین اور ضابطہ کے نقطہ نگاہ سے ایک منفرد دنیا ہے۔ عالم اسلام بحر الکاہل سے بحر متوسط تک مختلف ممالک پر مشتمل ہے۔ اس کی جغرافیائی ساخت پر غور کیا جائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس نے ساری دنیا کو کمر سے پکڑ رکھا ہے۔ اس وسیع و عریض علاقے میں تقریباً ۴۷ ممالک ایسے ہیں جہاں مسلمانوں کی اکثریت اکیاون فیصد سے سو فیصد ہے۔ اس کے علاوہ دنیا میں بیشتر ممالک ایسے ہیں جہاں ۳ سے لے کر ۴۵ فیصد تک مسلمان آباد ہیں۔ ان ممالک میں مختلف رنگ و نسل اور

مختلف زبان بولنے والے لوگ شامل ہیں لیکن رنگ اور نسل اور زبانوں کے مختلف ہونے کے باوجود وہ سب کے سب کلمۂ طیبہ کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔ یعنی ان کا عقیدہ ایک خدا، ایک رسول، ایک کتاب پر ہے۔ یا یوں سمجھیئے سارا عالم اسلام ایک وسیع و عریض گھر ہے اور یہ اسلامی ممالک اس گھر کے مختلف کمروں کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن آج کا عالم اسلام دشمنان اسلام کی فکری اور نظری سازشوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ بڑی طاقتوں نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ اور مسلمان اپنے رسولؐ کے بتائے ہوئے راستے سے مسلسل ہٹتے جا رہے ہیں۔ لیکن خدا کا شکر ہے آج مسلمان متحد ہونے کی طرف پھر متوجہ ہو رہے ہیں۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد عالم اسلام کا نقشہ اور اس کے حالات انتہائی دلسوز اور تکلیف دہ ہو گئے۔ اس وقت تک ترکی، ایران اور یمن کے علاوہ کوئی علاقہ آزاد نہیں تھا۔ اس پر آشوب دور میں جبکہ عالم اسلام کے مرکز یعنی خلافت اسلامیہ کا شیرازہ منتشر ہو چکا تھا اور ہر طرف افرا تفری کا عالم تھا۔ اسلامی ممالک کے بعض مسلم اکابرین ان حالات کا بغور مطالعہ کر رہے تھے اور اس بات کی کوشش کر رہے تھے کہ مسلمانان عالم ایک مرتبہ پھر کسی ایک مرکز پر جمع ہو جائیں۔ حضور رسالتمآب کے زمانے میں فطرتاً مسلمانوں کا مرکز ذات اقدس ہی رہی تھی۔ آپ کی وفات کے بعد مسلمانوں کا مرکز خلافت میں منتقل ہو گیا تھا۔ گو یہ مرکز بڑا کمزور تھا لیکن اس کے باوجود پوری دنیا کے مسلمان خلیفہ ہی کو اپنا رہبر تسلیم کرتے تھے مگر ۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد یہ مرکز بھی جو برائے نام تھا بالکل نیست و نابود ہو گیا اور پورا عالم اسلام ایک مہیب تاریکی میں ڈوب گیا۔ ایسے میں چند مسلمان رہنما جن میں انڈونیشیا کے عمر شوکر دسینو تو مراکش کے عبدالکریم خطابی، مصر کے محمد عبدہ اور علامہ رشید رضا ہندوستان سے مولانا محمد علی جوہر اور علامہ اقبال میدان عمل میں اتر آئے، تاکہ مسلمانوں کو ایک بار پھر متحد کر سکیں۔

پہلی موتمر

دنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ۱۹۲۶ء میں مسلمانان عالم کا پہلا اجتماع مرحوم شاہ عبدالعزیز ابن سعود کی دعوت پر مکہ معظمہ میں منعقد ہوا۔ اس موقع پر یہ مسلم رہنما سر جوڑ کر بیٹھے تاکہ

اتحاد کے لئے کوئی موثر کارروائی کی جائے۔ اس موتمر (کانفرنس) میں جن لوگوں نے شرکت کی ان میں عمر شدکہ دیکھو، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی مفتی، کفایت اللہ، علامہ سید سلیمان ندوی، مفتی اعظم فلسطین، محمد امین الحسینی، علامہ رشید رضا، الحاج شیخ اسمعیل الحافظ شیخ ازہر محمد الظواہری ترکی سے ثروت بے وغیرہ نے اس موتمر میں شرکت فرمائی۔

دوسری موتمر

مسلمانان عالم کی دوسری عالمی موتمر مفتی اعظم فلسطین کی دعوت پر بیت المقدس میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں جن علما کرام اور قائدین نے شرکت کی۔ ان میں عراق کے اکبر آیات اللہ کاشف الغطا، ایران سے ضیا الدین طبائی (جو بعد کو ایران کے وزیر اعظم ہوئے)، شام سے شکری القوائلی (جو شام کے صدر چنے گئے) لبنان کے ریاض الصالح (جو بعد میں لبنان کے وزیر اعظم ہوئے) مصر سے علوبا پاشا، جارجیا روس (روسی ترکستان) سے سعید شامل، غیاث بیگ اور برصغیر ہند و پاک سے علامہ اقبال، مولانا شوکت علی، مولانا شفیع داودی اور مولانا غلام رسول مہر نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں علامہ اقبال نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

مسلمانوں کو اس وقت جس شدت سے اتحاد کی ضرورت ہے اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔ اس اجلاس میں مفتی اعظم فلسطین نے مسلمانان عالم کو یہودی خطرے سے بھی آگاہ کردیا تھا۔ اس موقع پر موتمر کے باقاعدہ عہدہ دار بھی مقرر کئے گئے جن میں مفتی اعظم فلسطین کو موتمر کا صدر اور علامہ اقبال کو نائب صدر منتخب کیا گیا۔ علامہ اقبال کے پاس یہ عہدہ ان کی وفات تک رہا۔ اسی کانفرنس میں یہ بات بھی طے کی گئی کہ مسلمان خواہ کہیں کا بھی ہو وہ ایک ہی امت کا جز ہے۔ موتمر نے کانفرنس کے اختتام پر اپنا ایک سیکرٹریٹ قائم کرنے کا اعلان کیا۔ اس سیکرٹریٹ نے اپنے وفود مختلف اسلامی ممالک کو بھیجے۔ اسلامی اتحاد کی تحریک جاری تھی کہ ۱۹۳۹ء میں دوسری عالمی جنگ شروع ہوگئی۔ جس کی وجہ سے مفتی اعظم کو جو سامراجی طاقتوں کے سب سے بڑے دشمن خیال کئے جاتے تھے فلسطین چھوڑنا پڑا۔

مفتی صاحب ضیاالدین طباطبائی کی مدد سے جرمنی پہنچ گئے۔ اور وہاں سیاسی پناہ حاصل کر لی مفتی صاحب نے عالم اسلام کے لئے بڑے نمایاں کارنامے انجام دیئے تھے۔عراق میں انگریزوں کے خلاف اور انڈونیشیا میں ڈچوں کے خلاف جد وجہد میں سرگرم حصہ لیا۔بلکہ یوں کہنا زیادہ درست ہو گا کہ انڈونیشیا کی آزادی میں مفتی اعظم کا زبردست ہاتھ رہا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ بیشتر اسلامی ممالک آزاد ہو گئے۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۷ء میں سب سے بڑی اسلامی مملکت یعنی پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ پاکستان کے قائم ہو جانے سے اس بات کی زبردست امید ہو چلی تھی۔ کہ اب عالم اسلام کے لئے اتحاد کی راہیں بڑی حدتک ہموار ہو جائیں گی اسی خواہش کے پیش نظر فروری ۱۹۴۹ء میں پاکستان میں پہلی اور ویسے تیسری موتمر منعقد ہوئی۔

تیسری موتمر

اس کانفرنس کا افتتاح الحاج خواجہ ناظم الدین نے فرمایا تھا جو اس وقت پاکستان کے گورنر جنرل تھے اس کانفرنس میں پاکستان کے جو حضرات قابل ذکر تھے ان میں علامہ شبیر احمد عثمانی، پروفیسر الیہ بخش حلیم خواجہ شہاب الدین اور عبداللطیف باوانی تھے۔ اس کانفرنس کی بہت زیادہ اہمیت اس لئے بھی تھی کہ یہ کانفرنس ایک طویل عرصے کے بعد ہو رہی تھی۔ اس موقع پر جن مسلمان نمائندوں نے اس میں شرکت کی تھی انہوں نے کہا کہ عالمی مسلمانوں کی اس موتمر کو اب مستقل بنیادوں پر قائم ہو جانا چاہیئے۔نیز اس کو مکہ کی پہلی موتمر عالم اسلامی کے نام پر "موتمر عالم الاسلامی" کے نام سے موسوم کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ اسی اجلاس میں یہ طے ہوا کہ دو سال بعد کراچی میں اس سے زیادہ نمائندہ موتمر بلائی جائے۔

جناب انعام اللہ خاں نے بتایا موتمر عالم اسلامی نے مسئلہ کشمیر کے لئے بڑی بھرپور کوششیں کی ہیں چنانچہ اس سلسلے میں سارے عالم اسلام کے مسلمانوں سے دستخط کروائے ایک میل لمبا خریطہ یعنی (SCROLL) اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو پیش کیا تاکہ اقوام متحدہ کے رکن ممالک کو پتہ چلے کہ مسئلہ کشمیر کو سارے عالم اسلام کی تائید حاصل ہے اس

اسکرول پر جہاں مفتی اعظم کے دستخط تھے ۔ وہاں انڈونیشیا کے وزیر اعظم کے بھی دستخط تھے۔ اس اسکرول کے بارے میں عالمی اخبارات نے لکھا تھا کہ یہ سٹاک ہوم اپیل کے بعد سب سے بڑی اور سب سے موثر عوامی اپیل تھی اس خریطہ پر دس لاکھ سے زیادہ لوگوں نے دستخط کئے جن میں تقریباً سارے ہی اسلامی ممالک کے لوگ شامل تھے ۔

چوتھی موتمر

موتمر عالم اسلامی کا چوتھا اجتماع ایک بار پھر کراچی میں منعقد ہوا ، جس کا افتتاح خان لیاقت علی خان وزیر اعظم پاکستان نے فرمایا تھا ۔ اس کانفرنس میں عالم اسلام کی کئی ممتاز شخصیتوں نے حصہ لیا تھا ، جن میں صومالیہ کے صدر عدن عبداللہ عثمان تیونس کے جناب حبیب بورقیبہ قابل ذکر ہیں ان کے علاوہ جن لوگوں نے شرکت کی ان میں ڈاکٹر عبدالوہاب اعزام سفیر مصر تھے ۔ ان کی قیادت میں ایک دستوری کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے ذمہ موتمر کے معاملات کو طے کرنا تھا ۔ اس کانفرنس میں کئی اہم فیصلے ہوئے تھے ۔ اس موقع پر خان لیاقت علی خان نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا :

" پاکستان اس لئے نہیں قائم ہوا کہ دنیا کے نقشے پر ایک اور رنگ بکھر جائے ۔ بلکہ پاکستان اس لئے قائم ہوا ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرے ۔ لیاقت علی خان نے کہا تھا اتحاد عالم اسلامی پاکستان کے بنیادی فرائض میں شامل ہے " اس کانفرنس میں یہ بات بھی طے کی گئی تھی کہ کسی بھی ایک مسلم ملک پر حملہ سارے عالم اسلام پر حملہ تصور کیا جانا چاہیئے ۔ چنانچہ ایک ہلکی سی جھلک ہم نے ۱۹۶۵ کی پاک بھارت جنگ میں دیکھی ۔ اس وقت پاکستان پر بھارت کے حملہ سے سارا عالم اسلام یوں محسوس کر رہا تھا کہ جیسے اس پر حملہ ہو گیا ۱۹۵۱ء کی موتمر میں یہ بھی طے کیا گیا تھا کہ تمام مسلم ممالک کے شہریوں کے لئے ویزے کی پابندی ختم کر دیں بالکل اسی طرح جس طرح آج کل اقوام متحدہ اپنے ملازمین کے لئے جو پاسپورٹ جاری کرتی ہے وہ اقوام متحدہ کے تمام رکن ممالک کے درمیان کار آمد ہوتا ہے اسی کانفرنس میں یہ بھی طے کیا گیا تھا کہ ہر مسلمان کو " مسلم ورلڈ سٹیزن شپ دی جائے ۔ یعنی ہر مسلمان

ہر مسلم ممالک کا شہری تسلیم کیا جائے ۔

ایک تجویز یہ بھی رکھی گئی تھی کہ اسلامی ملکوں کی ایک دولت مشترکہ قائم کی جائے تاکہ تمام مسلم ممالک ایک ہی مرکز کے تحت رہیں ۔ ۱۹۵۱ء میں ہونے والی کانفرنس میں مسلم نیوز ایجنسی کے قیام کی تجویز پیش ہوئی تھی ۔ جو اب ۱۹۷۰ کے مسلم وزرائے خارجہ کی کانفرنس میں باقاعدہ منظور کر لی گئی ہے ۔ چنانچہ مسلم نیوز انٹرنیشنل کے نام سے اس ادارہ نے بھی کام شروع کر دیا ہے ۔ اس کانفرنس نے اسلامی تہذیب و ثقافت کی ایک نمائش بھی منعقد کی گئی تھی جس میں کئی مسلم ممالک نے اپنے ثقافتی سٹال لگائے تھے ۔

پانچویں موتمر

۱۹۶۲ء میں بیک وقت مسلم رہنماؤں کے دو اجتماعات منعقد ہوئے ، ایک بغداد میں اور دوسرا مکہ شریف میں ۔ بغداد میں جو کانفرنس ہوئی وہ موتمر عالم اسلام کے سلسلے ہی کی کانفرنس تھی ۔ البتہ مکہ معظمہ میں جو اجتماع ہوا اس کا نام ندوا تھا ۔ لیکن بعد میں اس کا نام " رابطہ العالم الاسلامی " رکھا گیا ۔ جس کا صدر دفتر مکہ معظمہ میں قائم کیا گیا ۔ اس ادارے کو شاہ فیصل کی سرپرستی بھی حاصل ہے ۔ اس ادارے کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان حج بیت اللہ کے موقع پر ایک دوسرے سے استفادہ کر سکیں اور حج کے اجتماع کو زیادہ سے زیادہ کارآمد بنایا جا سکے ۔ ادھر دوسری طرف بغداد میں جو موتمر عالم اسلامی شروع ہوئی ۔ اس میں بہت سی تجاویز کے ساتھ ایک تجویز یہ بھی منظور ہوئی تھی کہ اسلامی ممالک جلد از جلد ایک انٹرنیشنل اسلامک ڈیویلپمنٹ بنک قائم کریں ۔ لہذا وزرائے خارجہ کی کانفرنس میں یہ تجویز منظور کر لی گئی اور ایک مسلم بنک قائم کر لیا گیا ہے ۔

چھٹی موتمر

۱۹۶۴ء میں صومالیہ کے صدر مقام موغادیشو میں منعقد ہوئی اس کانفرنس میں پہلی مرتبہ کھل کر مسلم سربراہوں سے اپیل کی گئی کہ وہ آپس میں مل کر بیٹھیں اور مسلمانوں کے

مسائل کو طے کرنے کے لئے سرکاری سطح پر کام کا آغاز کریں۔ اس کانفرنس میں یہ بھی نعرہ بلند کیا گیا کہ افریقہ مسلمانوں کا براعظم ہے۔ اس کانفرنس میں مسلمان سربراہوں سے کہا گیا تھا کہ جب غیر جانبدار ممالک کے سربراہ آپس میں مل سکتے ہیں جب سوشلسٹ ممالک کے سربراہ اپنی تنظیم قائم کر سکتے ہیں تو ہم مسلمان سربراہ ایک جگہ اکٹھے کیوں نہیں ہو سکتے تو ہم مسلمان کیوں متحد نہیں ہو سکتے۔ جبکہ ہمارے متحد ہونے کے امکانات سب سے زیادہ ہیں۔ کیونکہ ہم سب کا بنیادی عقیدہ ایک خدا۔ ایک رسول ؐ اور ایک کتاب پر ہے۔ اس موقعہ پر صومالیہ کے صدر سے گزارش کی گئی تھی کہ وہ مسلمان ملکوں کے سربراہوں کو خطوط لکھ کہ اسلامی اتحاد کے لئے آمادہ کریں۔ چنانچہ صدر صومالیہ نے مسلم سربراہوں کو خطوط لکھے۔

ساتویں موتمر

موتمر عالم اسلام کا ساتواں اجلاس اسرائیلی مملکت کے قریب ترین ملک اردن کے شہر عمان میں اس وقت ہوا جبکہ اسرائیل کے ساتھ چھ روزہ جنگ میں بیت المقدس مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اس اجلاس میں موتمر کے ارکان نے مسلمانوں سے کھل کر اپیل کی کہ وہ متحد ہو جائیں۔ ورنہ وہ دن دور نہیں جب اسرائیلی عفریت مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر بھی قبضہ کر لے گا۔ اس موقعہ پر موشے دایان کے وہ دعائیہ الفاظ پڑھ کر سنائے گئے جو اس نے دیوار گریہ کے سامنے کہے تھے۔ موشے دایان نے دیوار گریہ کو تھام کر کہا تھا:

"ہم خیبر کا بدلہ لیں گے۔ او خدا تو نے ہم کو یروشلم تو دلا دیا۔ لیکن یثرب اور بابل (عراق) پر ابھی دشمنوں کا قبضہ ہے"

رابطہ عالم اسلامی کانفرنس

موتمر عالم اسلامی اور رابطہ عالم اسلامی دو علیحدہ ادارے ہیں یہاں ہم رابطہ عالم اسلامی

کی کانفرنس کے متعلق کچھ تفصیلات بتانا چاہتے ہیں۔

رابطہ کی یہ کانفرنس مکہ معظمہ میں منعقد ہوئی جس کا افتتاح شاہ فیصل نے فرمایا۔ انھوں نے اس موقعہ پر کھل کر اسلامی اتحاد یک جہتی اور استحکام کا نعرہ لگایا اور اس تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے بیشتر ممالک کے بذات خود دورے کئے اور وہ اس سلسلے میں پاکستان بھی تشریف لائے تھے وہ جن ملکوں میں نہیں جا سکے وہاں انھوں نے اپنے سفیر بھیجے اور مسلمان ملکوں کو متحد کرنے کے لئے مسلسل جد وجہد کرتے رہے۔ شاہ فیصل کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ ساری دنیا کے مسلمان متحد ہو کر ملّت واحدہ بن جائیں ان کی خدمات اس سلسلے میں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ انھوں نے مسلمانوں اور مسلمان ملکوں کو بیدار کرنے کے لئے زبردست جد وجہد کی ۔

اسلامی اتحاد و یگانگت کے اس عظیم مظاہرے پر جناب مولانا کوثر نیازی مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات نے جو کچھ فرمایا اس کے اقتباسات درج ذیل ہیں ـــــ

دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس کا پاکستان میں انعقاد ہمارے لئے ایک بہت بڑا اعزاز ہے اور اس پر ہم جس قدر فخر کریں کم ہے ۔ یہ کتنی خوشی کا مقام ہے کہ انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک کے علاقوں میں بسنے والے ستر کروڑ سے زیادہ مسلمانوں کے نمائندے ۲۲ر فروری کو ہمارے درمیان لاہور میں جمع ہو رہے ہیں تاکہ عالم اسلام سے روا رکھی جانے والی ناانصافیوں اور مظالم خصوصاً بیت المقدس کے مسئلہ اور مشرق وسطیٰ کے بحران کا حل تلاش کر کے اس کے لئے لائحہ عمل تیار کیا جائے

میں اس کانفرنس کے شرکائے کرام کو اپنی طرف سے اور پوری ملت اسلامیہ پاکستانیہ کی طرف سے اہلاً وسہلاً مرحبا کہتا ہوں اور میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ نیل کے ساحل سے خاک کاشغر تک کے مسلمانوں کو اتحاد و اجتماع کے اس مستحکم رشتے میں پرو دیئے جو تقریباً ۱۴سو سال پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا تھا اور جس نے خون، قرابت اور نسل کے امتیازات کے تمام تار و پود ادھیڑ کر صرف ایک کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی برقی رو پورے عالم اسلام میں دوڑا دی تھی۔

اس سے پہلے ایسی ہی ایک سربراہی کانفرنس دستمبر ۱۹۶۹ء میں) رباط میں منعقد ہوئی تھی، یہ وہ وقت تھا جب اگست ۱۹۶۹ء میں اسرائیل نے اپنے مذموم ارادے کے تحت مسجد اقصیٰ میں آتش زنی اور اسے نقصان پہنچانے کا اقدام کیا تھا۔ رباط کانفرنس میں مسلم اتحاد کے لئے ابتدائی طور پر ایک سیکرٹریٹ کی تجویز رکھی گئی تھی اور پاکستان میں منعقد ہونے والی اسلامی سربراہی کانفرنس اسی کا اگلا قدم ہے۔ کیونکہ رباط کانفرنس اور لاہور کانفرنس کے انعقاد کا نقطہ تحریک باہم مربوط ہے۔ پہلی کانفرنس بیت المقدس اور عرب اسرائیل تنازعہ کی وجہ سے بلائی گئی تھی اور اب دوسری کانفرنس اسرائیل کی طرف سے ۶ر اکتوبر ۱۹۷۳ء کو شام ومصر پر زبردست حملے، جنگ کے نتائج اور اس کے بعد پیدا ہونے والے بحران پر غور کرنے کے سلسلہ میں منعقد ہو رہی ہے۔

یہ کانفرنس اس لحاظ سے خاص اہمیت رکھتی ہے کہ یہ پاکستان کے اس تاریخی اور عظیم شہر لاہور میں منعقد ہو رہی ہے جہاں مغربی استعمار سے آزادی حاصل کرنے کے لئے اور اپنی ایک علیحدہ آزاد اور خود مختار ریاست حاصل کرنے کے لئے ۲۳ر مارچ ۱۹۴۰ء کو قائد اعظم محمد علی جناح کی زیر قیادت قرارداد پاکستان منظور کی گئی تھی۔ جو بالآخر قیام پاکستان پر منتج ہوئی۔ یہ اتفاق کی بات نہیں بلکہ دلی رجحانات، فکری احساسات و جذبات کا عکس تھا۔ کہ اسی اجلاس میں قیام پاکستان کی قرارداد سے قبل قائد اعظم نے فلسطین کے عرب بھائیوں کی بحالی کے لئے ایک علیحدہ قرارداد اجلاس میں رکھی اور منظور کرائی تھی اگرچہ اس وقت بابائے قوم کی طرف سے وہ صرف ایک قرارداد تھی جو ان کے دل کی

انتہاء گہرائیوں کی نشاندہی کرتی تھی اور جس سے پاکستان کی سیاسی بنیاد کا پتہ چلتا تھا مگر قائد
عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے جذبات و احساسات کا صحیح اندازہ کر کے اس
کانفرنس کے انعقاد کے لئے راہ ہموار کی جس میں فلسطین کی آزادی، بیت المقدس کے تقدس
عرب اسرائیل جنگ کے اثرات اور عالم اسلام کے تمام مسائل پر بحث ہوگی اور جس شہر میں
قائداعظم نے عالم اسلام کے مسائل سے گہری دلچسپی کا اظہار کیا تھا اسی شہر میں قائد عوام
کی کوششوں سے اتحاد عالم اسلام کا نقشہ مرتب صورت میں سامنے آئے گا۔

جناب بھٹو نے اس وقت نہ صرف قوم کو مایوسی کے اندھے غار سے نکالا۔ بلکہ اس
انتہائی مفید اور کارآمد خارجہ پالیسی پر تیزی سے عمل شروع کر دیا، جس کی بنیاد بحیثیت
وزیر خارجہ انھوں نے ۱۹۶۰ء میں رکھی تھی اور جس میں مشرق وسطی اور افریقہ کے مسلم ممالک
کے ساتھ بہتر اور برادرانہ تعلقات پر خاص توجہ مرکوز کی گئی تھی۔

چنانچہ ان مقاصد کے حصول کے لئے صدر کی حیثیت سے جناب بھٹو نے بیس
ملکوں کا دورہ کیا۔ جن میں ایران، ترکی، مراکش، الجزائر، تیونس، لیبیا، مصر، شام،
متحدہ عرب امارتیں، کویت، عراق، لبنان، اردن، سعودی عرب، صومالیہ، سوڈان
ایتھوپیا، نائیجیریا، گنی اور ماریشس شامل ہیں۔ اس کے علاوہ جن ملکوں میں نہ جا سکے۔
وہاں اپنے خاص نمائندے بھیجے۔ پھر ۱۹۷۲ء میں بحیثیت وزیراعظم وہ متعدد عرب اور
افریقی ملکوں کے دورے پر گئے۔ اور ان ملکوں کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کو
مستحکم کیا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اسلامی سربراہی کانفرنس کوئی مذہبی کانفرنس نہیں ہے اور اس
کے انعقاد کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ کسی دوسرے مذہب کے ماننے والوں کے خلاف محاذ
آرائی کی جائے بلکہ جیسا کہ رباط کانفرنس میں اس کے انعقاد کے وقت اظہار کیا گیا تھا اس
کانفرنس کا مقصد بھی ساری دنیا کے مسلمانوں پر توڑے جانے والے مظالم خصوصاً فلسطینی
اور عربوں پر کی جانے والی زیادتیوں کے خلاف آواز بلند کرنا ہے کہ اس کانفرنس کا عظیم
مقصد یہ ہے کہ تمام دنیا میں امن و آشتی کی فضا قائم کی جائے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ پورا عالم اسلام بے انتہا معدنی ذخائر سے مالا مال ہے۔ لیکن مغربی استعمار نے آج تک مسلمانوں کو ان ذخائر سے وہ فوائد حاصل نہیں کرنے دیئے جو اس سائنسی دور کے لئے ضروری ہیں۔ جن کے بغیر مسلم ممالک کی ترقی کا کوئی خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ مجھے امید ہے کہ اس کانفرنس میں ان خامیوں اور کمزوریوں کی طرف بھی توجہ دی جائے گی۔ اس طرح مسلمان اس منزل کو بہت جلد پالیں گے جو ان کے لئے مقدر ہو چکی ہے اور دنیا میں تیسری عظیم طاقت کے لئے جو خلا محسوس کیا جا رہا ہے، وہ پُر ہو جائے گا۔ جس سے پوری دنیا کو امن و سکون اور آزادی و خودمختاری کی فضاؤں میں سانس لینے کا موقع میسر آجائے گا۔ میں نے اپنی مختصر سیاسی زندگی میں تاریخ عالم کا جو مطالعہ کیا ہے اور دنیا کے دکھوں اور تکلیفوں کو اپنے طور پر سمجھنے کی کوشش کی ہے اس کا ایک ہی سبب اور ایک ہی حل میرے سامنے آیا ہے جسے میں اپنے الفاظ میں اس طرح ادا کروں گا۔

"مغربی استعمار کا جواب
عالم اسلام کا اتحاد"

بیت المقدس اور مسلمان

مقامات مقدسہ اسلامیہ کے سلسلے میں بیت المقدس اور اس کی سرزمین کا مسئلہ مسلمانوں کے لئے اس سے کم اہمیت نہیں رکھتا جس قدر حرم مکہ اور حرم مدینہ کا ۔

اسلام نے صرف تین مقامات کی بہ نیت طاعت و ثواب سفر کرنے کی اجازت دی ہے ۔ ان میں جس طرح مکہ و مدینہ کا نام ہے اسی طرح بیت المقدس کا بھی ــ مسلمانوں کے لئے یہی تین مقام سب سے زیادہ مقدس و محترم ہیں ۔ اور انہی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ان کی زیارت کے لئے نیت کر کے اپنے وطنوں سے نکلتے ہیں ۔ سفر کی تکلیفیں اور صعوبتیں برداشت کرتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ اس کے معاوضے میں ان کے لئے بڑا ہی اجر ہے ۔ بڑا ہی ثواب ہے ۔
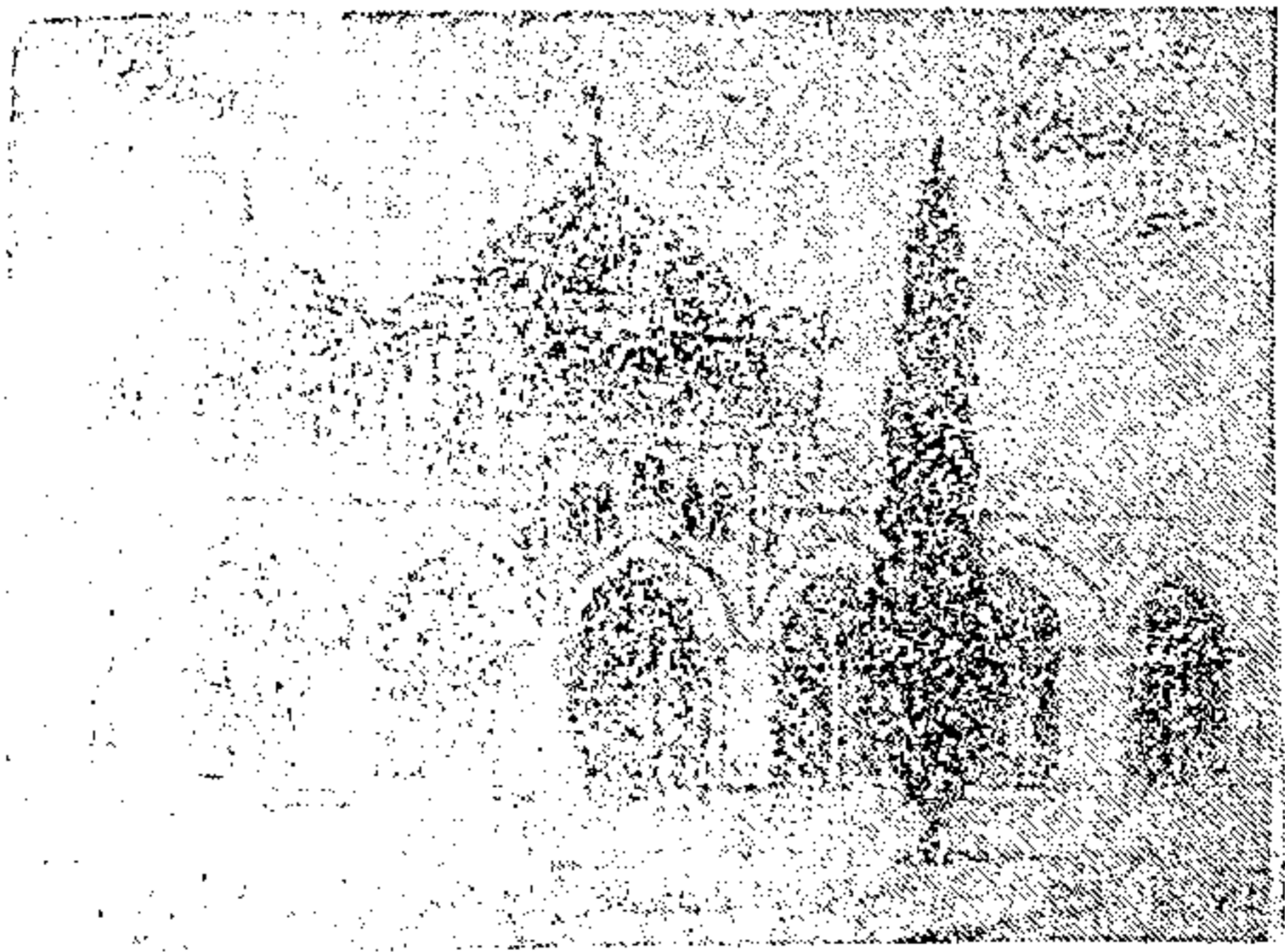
مسلمانوں نے ہمیشہ اس سرزمین مقدس کی خدمت و وراثت کو اللہ کی طرف سے

ایک مخصوص عطیہ و امانت سمجھا اور اس کی حفاظت کو حرمین کی طرح ساری دنیا کی حکومت و فرمانروائی سے بھی زیادہ عزیز و محبوب سمجھتے رہے۔ یہی دینی اعتقاد تھا جس نے مسیحی جہاد کی ان آٹھ لڑائیوں کو کامیاب ہونے نہ دیا۔ جس میں تمام یورپ کی طاقت اکٹھی ہو گئی تھی۔ حالانکہ وہ وقت مسلمانوں کی پولیٹیکل طاقت کے عروج کا نہ تھا۔ تنزل و انحطاط کا تھا اور تمام عالم اسلام مختلف حکومتوں میں متفرق ہو چکا تھا۔ پس اگر آج پھر ازمنہ مظلمہ کی تاریخ دہرائی جائے گی۔ اور اسلام کی جگہ اسے مسیحیت یا یہودیت کے زیر اثر رکھنے کی کوشش کی جائے گی تو مسلمانان عالم کے لئے ناممکن ہوگا کہ وہ خاموش رہ سکیں۔

بیت المقدس

مسلمانوں کی دینی زیارت گاہ ہے ان کا مقدس اولین قبلہ ہے۔ ان کی مذہبی وابستگی ان کے ایمان و مذہب کا جزو ہے، اگر وہاں یہودیوں کا قہر و غلبہ اور اقتدار قائم رکھا جائے تو یہ صرف مسلمانوں کی آبادیوں ہی کو نہیں بلکہ ان کی شریعت کو چیلنج ہے۔ ان کے ایمان و اعتقاد کا مذاق اڑانا ہے اور مسلمانوں کو مجبور کرنا ہے کہ یا تو اسلام کی جانب سے اس چیلنج کو قبول کر لیں یا اس کی اطاعت و حمایت سے دستبردار ہو جائیں۔

لیکن جب تک دنیا میں ایک بھی مسلمان موجود ہے اس کی اطاعت و حمایت سے دستبرداری کسی طرح ممکن نہیں۔ آٹھ صلیبی و صیہونی جنگیں کیا اس کی حرمت و حفاظت کے لئے اگر آٹھ لاکھ جنگیں بھی لڑنی پڑیں تو مسلمان لڑیں گے۔ قبلہ اول کی بحالی کے لئے وادی سینا کے ہر ذرے کو اپنے لہو سے رنگ دینا اور مصلوب ہو جانا ہی ہر مسلمان کا مقصد حیات ہے جب تک وہ حرم محترم کی عزت و حرمت پر کٹ نہ مرے اس کا ایمان کامل ہی نہیں ہوتا۔

بیت المقدس جسے یہودی اور عیسائی "یروشلم" یا "یروشلیم" عرب "القدس" اور ترک "قدس شریف" کہتے ہیں۔ مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں تینوں کے لئے مقدس و محترم ہے اس لئے کہ اس قدیم ترین شہر میں کبھی یہودیوں کا "ہیکل سلیمانی" ہوتا تھا۔ یہیں حضرت عیسیٰ کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔ اور یہی مسلمانوں کا قبلہ اول

تھا۔ نماز میں مکہ معظمہ کی طرف منہ کرنے کا حکم نازل ہونے سے پہلے مسلمان بیت المقدس ہی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہی وہ مسجد اقصیٰ ہے جہاں سے رسول اکرمؐ براق پر سوار ہو کر معراج پر تشریف لے گئے تھے اور جس کے بارے میں قرآن مجید کے پندرھویں پارے سترہویں سورۃ "بنی اسرائیل" کی پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

"ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو لے گیا اپنے بندے
کو راتوں رات مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک، جس کے گرد و
نواح کو ہم نے برکت دی تاکہ اسے اپنی شان دکھائیں۔"

مشہور مورخ طبری کے بیان کے مطابق جب ربیع الثانی ۱۶ھ میں مسلمانوں نے عیسائیوں سے بیت المقدس فتح کیا تو خلیفہ دوم حضرت عمرؓ بیت المقدس تشریف لے گئے اور انھیں اس مقام کی تلاش ہوئی جہاں سے رسول اکرمؐ معراج پر تشریف لے گئے تھے یعنی مسجد اقصیٰ کی۔ مورخین کے بیان کے مطابق انہوں نے اس مقام کو کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں میں چھپا پایا۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اس کی صفائی شروع کر دی۔ اور پھر وہ مسلمان بھی جو ان کے ساتھ تھے صفائی میں شریک ہو گئے۔

حضرت عمرؓ نے اس مقام پر نماز ادا کی اور ایک وسیع و عریض مسجد تعمیر کرائی جس میں بیک وقت تین ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے تھے۔ علاوہ ازیں ایک بڑا سا گنبد بھی بنوایا جسے "قبۃ الصخریٰ" کہتے ہیں۔ مجموعی طور پر یہ سارا مقام جس میں قبۃ الصخریٰ اور مسجد الاقصیٰ واقع ہیں "حرم شریف" کہلاتا ہے۔ قرون اولیٰ میں مسجد الاقصیٰ کا اطلاق تمام حرم پر ہوتا تھا مگر اب جنوب کی طرف واقع مسجد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

بیت المقدس چونکہ انبیاء علیہم السلام کا مولد و مامن رہا ہے پھر رسول اکرمؐ یہاں سے معراج پر تشریف لے گئے تھے۔ اس لئے یہ شہر مسلمانوں کے لئے انتہائی متبرک و مقدس ہے۔ حدیث شریف میں جن تین مسجدوں کی زیارت کے لئے سفر کا حکم دیا گیا ہے ان میں ایک مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) بھی ہے باقی دو مسجد الحرام (مکہ معظمہ) اور مسجد نبویؐ ہیں

اموی دور تک یہ رواج عام ہوگیا کہ مسلمان متذکرہ بالا تینوں مسجدوں کی زیارت کے لئے سفر کرنے لگے، بیت المقدس کی حرمت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ خلیفہ عبدالملک نے بیت المقدس میں حرم شریف کی زیارت کی۔

خلیفہ عبدالملک کو بیت المقدس سے بڑی عقیدت تھی اس نے قبۃ الصخریٰ کی از سرنو تعمیر کرائی۔ اس نے اس مقصد کے لئے جو رقم مختص کی تھی وہ مصر سے وصول ہونے والے سات سال کے مالیئے کے برابر تھی۔ گنبد پرانے ہی نمونے کا بنایا گیا لیکن اس قدر خوب صورت کہ غیر مسلم بھی دیکھ کر عش عش کر اٹھے۔ اور اسے عربوں کا حیرتناک کارنامہ کہنے لگے۔ گنبد کی کارنس پر کوفی رسم الخط میں یہ عبارت کندہ کی گئی:

"اللہ کے بندے اور مسلمانوں کے امیر عبدالملک نے ۷۲ھ میں تعمیر کرایا۔ اللہ قبول کرے"۔

علاوہ ازیں خلیفہ عبدالملک نے قیمتی پتھر کی شاندار مسجد بھی بنوائی جو الاقصیٰ کہلاتی ہے۔ اس مسجد کو دو مرتبہ زلزلہ سے زبردست نقصان پہنچا۔ پہلی مرتبہ اس کی مرمت خلیفہ المنصور نے ۱۷۷ھ میں کرائی اور اس کے دس برس بعد المہدی نے اس طرح خلیفہ المنصور نے قبۃ الصخریٰ کی بھی مرمت کرائی تھی اور اس کے ارد گرد چاردیواری بنوائی۔

یروشلم پر مسلمانوں کی حکومت عیسائیوں پر سخت گراں گزرتی تھی۔ پھر اہل یورپ کو عربوں کی ترقی سے بھی کد تھی لہٰذا یورپ کے تمام عیسائی بادشاہ انگلستان کے بادشاہ شیر دل رچرڈ کے جھنڈے تلے جمع ہوتے اور بیت المقدس پر حملہ آور ہوتے اور اس پر قابض ہو گئے اپنے قبضے کے دوران انھوں نے قبۃ الصخریٰ کو گرجا میں تبدیل کر دیا اور اس میں قربان گاہ وغیرہ بنا دیں۔ اسی طرح انھوں نے مسجد اقصیٰ کو محل میں بدل دیا اور اس کا طول و عرض کم کر دیا۔

تنظیم آزادی فلسطین

تحریک آزادی فلسطین کا آغاز اسی وقت ہو گیا تھا جب دوسری جنگ عظیم کے بعد مغربی طاقتوں نے اپنے مخصوص مفادات کے تحت مشرق وسطی میں اسرائیل کے قیام کی صورت میں عربوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے کی کاروائیاں شروع کر دی تھیں۔ ابتدا میں عربوں کا ردعمل غیر منظم احتجاج اور لڑائی کی صورت میں تھا۔ اگرچہ اس جدوجہد میں اسے ۱۹۴۸ء کی پہلی عرب اسرائیل جنگ کا نام دیا جاتا ہے۔ فلسطینی عربوں کے ساتھ متعدد عرب حکومتیں بھی متاثر تھیں لیکن ان حکومتوں پر برطانوی اثر و رسوخ کی وجہ سے فلسطینی تحریک آزادی موثر شکل اختیار نہ کر سکی۔ اور عرب عوام نے فلسطین کے جسم سے اسرائیل کا ناسور ختم کرنے کی جتنی بھی کوششیں کیں ان کا انجام ناکامی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ کافی عرصہ تک تحریک فلسطین کی قیادت شکری القوآتلی کے ہاتھ میں رہی۔ جو مصر کے مرحوم صدر ناصر کے بڑے حامی تھے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شکری القوآتلی کی حکمت عملی فرسودہ ہو گئی اور وہ فلسطینی انقلاب کی قوتوں کو مناسب طریقے سے متحرک نہ کر سکے چنانچہ انھیں تحریک آزادی فلسطین سے الگ کر دیا گیا۔

یکم جنوری ۱۹۶۵ء کا دن تحریک آزادی فلسطین کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس دن الفتح کا قیام عمل میں آیا۔ اس تنظیم کے قائد یاسر عرفات مقرر ہوئے جنھوں نے اپنی فراست اور ہمت سے انقلاب فلسطین کو ایک زندہ حقیقت بنا دیا۔

انقلاب فلسطین کی قیادت کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اسے انقلاب کو دنیا کے انقلاب کا ایک حصہ قرار دیا۔ اس کے نتیجے میں فلسطینی مجاہدوں کو دنیا بھر کی انقلابی اور ترقی پسند قوتوں کی حمایت اور مدد حاصل ہو گئی۔

۱۹۵۶ء میں نہر سویز پر اسرائیل، فرانس اور برطانیہ کے حملے اور ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ نے انقلاب فلسطین کو ایک نئی جان بخشی۔ ان واقعات نے ثابت کر دیا کہ اسرائیلی جارحیت پسندوں کا مقابلہ صرف مسلسل جدوجہد ہی سے کیا جا سکتا ہے چنانچہ آج فلسطینی حریت پسند اس حقیقت کی پیروی کرتے ہوئے اپنے خون کی شمع سے دنیائے انقلاب میں روشنی پھیلاتے جا رہے ہیں۔ وہ اسرائیل کی مسلح جارحیت کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ جبکہ اسرائیل اب تک عربوں پر چار جنگیں ٹھونس چکا ہے۔

پہلی جنگ

اسرائیل نے عربوں کے خلاف پہلی جنگ ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کو چھیڑی۔ اس جنگ کے دوران اس نے مشرقی یروشلم کے علاوہ عربوں کا کافی بڑا علاقہ اپنے قبضے میں کر لیا اس نے چھ ہزار سات سو مربع کیلومیٹر رقبہ چھین لیا اور اپنا کنٹرول بیس ہزار سات سو مربع کیلومیٹر تک پھیلا دیا۔ اس نے دس لاکھ عربوں کو ان کے گھروں سے نکال باہر کیا، اور ان کی ساری دولت اور زمین اپنے تصرف میں کر لی۔ یہ جنگ جاری تھی کہ اقوام متحدہ نے ۲۴ فروری ۱۹۴۹ء کو جنگ بندی کرا دی۔ مگر اس جھگڑے کا کوئی حل پیش کرنے سے قاصر رہی۔

دوسری جنگ

اسرائیل کے عربوں کے خلاف دوسری جنگ ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو شروع کی۔ جب مصر نے نہر سویز کو قومی ملکیت میں لیا تو مغربی سامراج بڑا برہم ہوا۔ اسرائیل نے یہ موقع غنیمت جانا اور اس نے مصر پر حملہ کر دیا۔ یہ جنگ ۲۹ اکتوبر سے ۶ نومبر تک جاری اور اس دوران اسرائیل نے غازہ اور سینائی پر قبضہ کر لیا۔ اس کی اس جارحیت پر ہر جگہ غم و غصے کی لہر دوڑ گئی اور اسے مجبوراً ۱۹۴۹ کی جنگ بندی سرحد پر لوٹنا پڑا۔ لیکن اس نے اس علاقے پر ۸ مارچ ۱۹۵۷ء تک اپنا قبضہ برقرار رکھا۔

تیسری جنگ

اسرائیل نے ۱۹۶۷ء میں اپنی جارحانہ سرگرمیاں تیز کر دیں اور اپنے آس پاس کے عرب ملکوں کو خوفزدہ کرنے لگا۔ اسے مغربی استعمار نے اتنا طاقتور بنا دیا تھا کہ وہ اپنے عزائم کی تکمیل میں کسی چیز کو اپنی راہ میں حائل نہیں سمجھتا تھا۔ اس نے شام، اردن اور مصر کی سرحدوں پر اپنی فوجیں جمع کر دیں۔ اور ۵ رجون ۱۹۶۷ء کو اس نے تینوں ملکوں پر اچانک حملہ کر دیا۔ یہ حملہ اتنا غیر متوقع تھا اور اتنی راز داری سے کیا گیا تھا کہ عرب ملکوں کو خاصا نقصان اٹھانا پڑا۔ چھ دن کی لڑائی میں اسرائیل نے پوری سنائی پر قبضہ کر لیا اور وہ نہر سویز کے کنارے جا پہنچا۔ اس نے دریائے اردن کے مغربی کنارے کے تمام حصے پر قبضہ کر لیا۔ اور گولان کی پہاڑیوں اور غازہ پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیا۔ اس نے اس جنگ کے دوران عربوں کے مزید پینسٹھ ہزار مربع کیلومیٹر پر قبضہ کر لیا اور پانچ لاکھ مزید عربوں کو ان کے گھروں اور زمینوں سے نکال باہر کیا۔ اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کھڑی منہ دیکھتی رہ گئی اور اسرائیلی جارحیت کا ایک بھرپور وار عالمی امن و انصاف کے چہرے پر پڑا۔

چوتھی جنگ

اسرائیل کے منہ کو خون لگ چکا تھا اور وہ ایک بھوکے بھیڑیئے کی طرح ہر طرف غراتا پھرتا تھا۔ اس نے عربوں کے خلاف اپنی جارحانہ کارروائیاں جاری رکھیں اور ۶ راکتوبر ۱۹۷۳ء کو مصر اور شام پر پھر حملہ کر دیا، لیکن اس دفعہ عرب جاگ رہے تھے اور اسرائیل ان پر شب خون مارنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اسرائیل کو اپنی فضائیہ پر ناز تھا لیکن عربوں نے اس کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ اسرائیل کا یہ دعویٰ تھا کہ اس کی بارلیف لائن جرمنی اور فرانس کی دفاعی لائنوں سے بھی زیادہ مضبوط ہے لیکن مصری افواج نے اس کا یہ غرور بھی توڑ دیا اور نہر سویز پار کر کے بارلیف لائن کی دھجیاں بکھیر دیں۔ وہ صحرائے سینا میں کافی دور بڑھ گئیں۔ اور نہر سویز کے کنارے دوبارہ ان کا علم لہرانے لگا۔ گولان کی پہاڑیوں پر

بھی اسرائیل کو خاصا نقصان اٹھانا پڑا۔ اور شام نے اس کی اندھا دھند بمباری کے باوجود اسے منہ توڑ جواب دیا۔ اس جنگ میں تمام دنیائے اسلام نے عربوں کے موقف کی بھرپور حمایت کی اور اسرائیل پر یہ بات واضح ہو گئی کہ اسے اپنی جارحیت کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑے گی۔ اقوام متحدہ نے ۲۲ر اکتوبر ۱۹۷۳ کو پھر جنگ بند کرا دی لیکن یہ مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہوا ہے۔ اور اس وقت تک حل نہیں ہو گا جب تک اسرائیل ان عرب علاقوں کو خالی نہیں کر دیتا جس پر اس نے جارحانہ قبضہ کیا تھا اور فلسطینی عربوں کو دوبارہ اپنا وطن اور اپنی ریاست نہیں مل جاتی ؂

پہنائیوں و گہرائیوں میں ۔ زمانی و مکانی حیثیت سے اس کی ذات، اس کی ہستی نہایت ہی محدود و مختصر ہے لیکن اس کے باوجود ایک لامحدود قوت و حیات اس کے اندر متحرک و متلاطم ہے ۔ جو اس کو ماحول کی قوتوں کا سامنا کرنے ۔ ان سے مصالحت کرنے ان کو تسخیر و مسحور کرنے اور ان سے حریفانہ کش مکش پر مائل رکھتی ہے ۔

حیات کی اس بنیادی قوت (DRIVING FORCE) کی تعبیر کرتے ہوئے ڈارون اس کو عزم للبقا (WILL TO LIFE) قرار دیتا ہے ۔

نیٹشے کے نزدیک یہ لامحدود بنیادی قوت اپنی ماہیت و نوعیت کے اعتبار سے محض عزم للبقا نہیں بلکہ عزم قوت و اقتدار (WILL TO POWER) سے عبارت ہے ۔

شاعر مشرق علامہ اقبال اس قوت کو عزم تسخیر سے تعبیر کرتے ہیں جبکہ اس عزم تسخیر کا راز جوہر انسانی اور اس کی کشود میں پنہاں و پوشیدہ ہے ۔

طبیعات کے موجودہ انکشافات کے مطابق مادی جوہر (ATOM) جو بظاہر اس درجہ صغیر و حقیر ہوتا ہے کہ طاقت ور خورد بینوں کی مدد سے بھی انسانی آنکھ اسے نہیں دیکھ سکتی ۔ اپنی ماہیت کے اعتبار سے طاقت و توانائی کا ایک ایسا سرچشمہ ہوتا ہے کہ اگر کسی طرح اس جوہر کی شکست عمل میں لائی جائے ۔ اور اس کی پوشیدہ توانائی کو اظہار و انتشار کا موقع ملے ۔ تو ایک حقیر جوہر کا دھماکا (EXPLOSION) بھی کرہ ارض کے ایک حصہ کو جلا کر خاک کر سکتا ہے ۔

اقبال کے نقطہ نظر سے انسانی ہستی کا حال کچھ ایسا ہی ہے ۔ خفتہ حالت میں انسانی مونا (MONAD) یا انسانی جوہر بھی ایسا ہی افتادہ پڑا ہوتا ہے ۔ جیسے ریگستان میں ریت کے بے شمار ذرے جن کا وجود و عدم وجود دنیا کے لئے برابر ہے لیکن جب کسی انسانی جوہر میں دھماکا پیدا ہوتا ہے ۔ اور مخصوص حالات کے تحت اس کے اندر کی بے پناہ توانائی کو نمود کا موقع مل جاتا ہے ۔ اور اگر موقع نہ بھی ملے تو وہ توانائی خود موقع پیدا کر لیتی ہے ۔ کیونکہ طاقت کی یہ فطرت ہے، یہ کلیہ ہے کہ اسے اس کے مظاہرے سے نہیں روکا جا سکتا ہے وہ ظاہر ہو کر رہتی ہے وہ ایک ایسا آتش فشاں

ہے۔ کہ بوجھل پتھر اور چٹانیں اس پر چاہے کتنا ہی دباؤ ڈالتے ہوئے اس کے گرجتے چمکتے بپھرے ہوئے لاوے کا راستہ روکنے کی کوشش کیوں نہ کریں لیکن وہ پھٹ کر رہتا ہے اور دنیا میں ایک تہلکہ مچانے اور تاریخ عالم کا رخ بدل دینے کا باعث ہوتا ہے۔ انسان کی شخصیت کو جوہر انسانی کے اس دھماکے سے تشبیہہ دی جاسکتی ہے۔ علامہ اقبال نے اپنے اکثر اشعار میں انسانی جوہر میں مضمر بے پناہ توانائی کیطرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے ؎

اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تو
قطرہ ہے لیکن مثال بحر بے پایاں بھی ہے
کیوں گرفتار طلسم ہیچ مقداری ہے تو
دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکت طوفاں بھی ہے

علامہ اقبال اسی سے متعلق بال جبریل میں کہتے ہیں ؎

خود جلوہ بدست و خلوت پسند
سمندر ہے اک بوند پانی میں بند

اور جاوید نامہ میں اسی خیال کو یوں ادا کیا ہے ؎

اے زاہد ظاہر بیں گیرم کہ خودی فانیست
لیکن تو نمی بینی طوفاں بہ حباب اندر

انسانی جوہر کے مشتعل و متلاطم ہو جانے کی حالت میں اس کے بیکراں و بے پایاں ہو جانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جوئے کم آب
اور آزادی میں بحر بے کراں ہے زندگی

اس نقطہ نظر سے اسلامی فلسفہ حیات وہ طریق عمل (PROCESS) ہے۔ جس کی بدولت شخصیت انسانی کو وہ گہرائی و گیرائی حاصل ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی ذات سے پوری کائنات کی سمت پھیلنے لگتا ہے اور کہ جس کی وجہ سے انسانی جوہر جو

لامتناہی توانائی کا حامل ہے۔ متحرک و متموج ہوتا ہے۔ جس طرح چاند کی چمک سمندر میں جوار بھاٹوں کو بیدار کر دیتی ہے۔ اسی طرح اسلامی فلسفہ حیات انسان کے اندر سوئی ہوئی اس کی جبلی قوتوں کو بیدار کر کے اس کو ایک مافوق الانسان (SUPERMAN) بنا دیتا ہے — مافوق الانسان — ملٹی مین (MULTI MAN) اور اسلام — دین خدا — وہ ڈھانچہ ہے جس میں مافوق الانسان ڈھلتے ہیں۔ اس کے لمس ایک ہی لمس سے انسان مرد مومن بن جاتا ہے — نیٹشے کا مافوق الانسان ہی اقبال کا مرد مومن ہے۔

اسلام کے نزدیک شخصیت انسانی یا خودی (IGO) قوت ہادیہ - (ENERGY DIRECTIVE) کی ایک اکائی ہے اور یہ پوری کائنات جوہری اکائیوں کا ایک طلسم ٹھہری، جس کا سرچشمہ خدا کی قوت ہادیہ یا قوت آمرہ (DIRECTIVE ENERGY) ہے۔ اس کی روح رواں ہے۔ اس کے ہر خلیے میں جاری و ساری ہے چنانچہ قرآن حکیم میں سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۵ میں اس کی طرف ہی اشارہ کیا گیا ہے۔

قل الروح من امر ربی

اور اس راز سے آگاہ ہونے کے لئے انسان کے لئے خود آگاہی شرط ہے کیونکہ جس انسان نے خود کو سمجھ لیا۔ جوہر خودی کو سمجھ لیا اور خود کو سمجھنے کی لگن انسان میں پیدا کرنے والی قوت عشق ہے۔ عشق ہی وہ بنیادی جذبہ حیات (LIFE FORCE) ہے جسے ڈارون اور شوپن ہار عزم للبقا سے موسوم کرتا ہے۔ عشق اقبال کے نزدیک نیٹشے کے عزم قوت کی طرح ایک جذبہ بلند ہے۔ وہ عظمت و کمال کے حصول کا جذبہ ہے جو خام حالت میں — ناپختگی میں — ادھورے پن میں — نامکمل ہونے کی صورت میں، ایک اندھے ارادے (BLIND WILL) کی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ شوپن ہار نے بھی کہا ہے۔ لیکن جب جذبہ عشق میں پختگی و پائیداری آجاتی ہے یہ پایۂ تکمیل تک پہنچ جاتا ہے تو ایک عظیم قوت بن جاتا ہے اور فرشتے بھی حیران و ششدر ہو کر سوچنے لگتے ہیں کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہ کامل نہ بن جائے۔ پھر یہ جذبہ بقول حکما و فلاسفہ نظام عالم

کو درہم برہم کرکے قانون الٰہی کی روشنی میں عالم انسانیت کی تشکیل جدید کے نصب العین میں اپنا اظہار ڈھونڈتا ہے۔ اظہار قوت یعنی اسلام کا نصب العینی انسان تکوین کائنات میں بیش از بیش حصے لے کہ خدا کا تقرب حاصل کرتا ہے اور مقرب بن جاتا ہے۔

بقول اقبال قلب، روح یا نفس مستعرفہ (APPRECIATIVE SELF) انسان کی اصلی یا حقیقی ہستی ہے۔ اور اس کی مادی ہستی صرف اسی روح کا ظاہر و مرئی ہو جانا ہے۔ دوسرے الفاظ میں انسان کی مادی ہستی قلب و روح کے بے شمار مظاہر میں سے ایک مظہر ہے ؎

بجان من کہ جان نقش تن انگیخت
ہوائے جلوہ این گل را دو رد کرد

اقبال کے نزدیک حیات انسانی کا صحیح ارتقا یہ ہے کہ وہ اپنی ہستی کی اقلیم قلب تک رسائی حاصل کرے اور قلب کے مقاصد کی تکمیل کے لئے زندہ رہے۔ قلب یا روح کا مقصود قرب الٰہی کا حصول ہے اور یہ ارتقائے ذات توسیع خودی کے ذریعہ ممکن ہے۔ چنانچہ قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے انسان دو متضاد و مختلف قوتوں سے دوچار ہوتا ہے۔ پہلی قوت روح ہے۔ دوسری مادہ یا فطرت۔ ایک اس کے شعور کی اعلیٰ سطح کا اقتضا ہے اور دوسری اس کے بطون سے باہر طبعی دنیا کے تقاضے اور مزاحمتیں۔ ایک اس کی شخصیت کا اعلیٰ جوہر (HIGHER PRINCIPLE) ہے جو زمان و مکان کی حدود سے ماورا ہے۔ دوسرا اس کی شخصیت کا ادنیٰ جوہر ہے جو زمان و مکان کی بندشوں کا پابند ہے اور اسے اس کے ساتھ متخارب و متصادم قوتوں سے مخالفت کرتا رہتا ہے۔ اور اس کے دل میں اس کی قوتوں کے بارے میں نفی کا احساس پیدا کرتا ہے۔

اسلام کا نصب العین یہ ہے کہ انسان کو اس کی فطرت کی اس زبردست منفی قوت سے نجات دلائی جائے۔ اور اس کی جگہ اس کو ایک زبردست اثباتی قوت۔ قوت ایمان ــــ قوت توحید ــــ قوت اسلام سے معمور کر دے۔ قرآن پاک

کے نزدیک انسان کے اخلاقی ارتقا کی اعلیٰ ترین منزل وہ ہے جہاں وہ خوف و غم سے مکمل طور پر آزاد ہو جاتا ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ مختلف موقعوں پر انسان کو خوف و غم سے آزاد ہونے کی ہدایت کی گئی ہے۔

"قلنا لا تخف انک انت الاعلیٰ"

(ہم نے کہا تم ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے)

اسلام کے بنیادی اصول "لا الہ الا اللہ" میں اسی نصب العین کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ لا الاخوف کی منفی قوت کی بیخ کنی کرنے والا اصول ہے اور الا اللہ توحید یا ایمان کی اثباتی قوت ہے۔ مرد مومن خدا کے کسی قوت کسی نصب العین کو تسلیم نہیں کرتا۔ اور ہر غیر اللہ کے مقابلہ میں لا الہ کی شمشیر بے نیام سے مسلح ہوتا ہے۔ ایک صاحب خودی کی حیثیت سے مرد مومن نہ صرف اللہ کے سوا تمام قوتوں کو ناقابل تسلیم قرار دیتا ہے بلکہ وہ اللہ کے سوا تمام قدروں اور تمام اصنام کو توڑ کر رکھ دیتا ہے جہاں کہیں زندگی غلامی و خوف کی منفی قوتوں میں گھٹ کر رہ گئی ہو۔ ان سے آزادی اور نجات کا دارو مدار اسی امر پر ہے کہ لا الہ کا اصول انسان کی رگ و پے میں سرایت کر جائے۔ یہ اصول انسان کی خفتہ طاقتوں کو بیدار کرنے کا باعث ہوتا ہے۔ اور اسی کے سوز سے انسانی جوہر میں جوہری توانائی پیدا ہوتی ہے۔ لا اللہ کی قوت غیر اللہ کی قوتوں کو درہم برہم کر کے انسان کو ایک نئی قوت و شخصیت بخشتی ہے اس کو ایک نئے سراپے میں ڈھال دیتی ہے۔

لا الہ الا اللہ کا اصول حیات کی سب سے بڑی منفی قوت خوف سے انسان کو آزاد کرتا ہے اور کسی غیر اللہ شے، کسی قدر، کسی نصب العین کو انسان کے لئے قابل تسلیم قرار نہیں دیتا۔

اسلام کے مثالی انسان کے نزدیک غیر اللہ کا خوف شرک ہے اور غیر اللہ کے مقابلے میں "لا" کی شمشیر سے حملہ آور ہونا اس کا مسلک حیات ہے۔ عظمت و صداقت کے لئے زندہ رہنا اس کا مقصد حیات، خواہ اس جد و جہد میں اسے زندگی ہی کیوں نہ قربان

کر دینا پڑے۔

غیر اللہ کے خوف کو خود زندگی کی قیمت پر بھی روا نہ رکھنا اور اس کے مقابلے میں ہر حال میں شمشیر بکف ہو کر لڑ پڑنا ہی انسان کامل ۔ مرد مومن ۔ مرد خدا کا مسلک ہے ۔جس کا ایک عظیم الشان نمونہ حضرت شبیر کی زندگی میں ملتا ہے ۔

تیر وسنان و خنجر و شمشیرم آرزوست
با من بیا کہ مسلک شبیرم آرزوست

اور فلسطین کا جانباز مرد حر ۔ مرد مومن یاسر عرفات بھی ایک بلند پایہ شخصیت کا حامل ہے ۔ اور اسلام کی نصب العینی سیرت پر پورا اترتا ہے ۔

یاسر عرفات ـــــــ عرب کے لوگ جسے ابو عمار بھی کہتے ہیں ـــــــ ہاں وہی یاسر عرفات ـــــــ الفتح کا عظیم سربراہ ـــــــ خدا کا ایک نڈر مجاہد ـــــــ خوف و خطر جس کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتا ۔ تلواروں کی جھنکار جس کا ملّی ترانہ ہے اور توپوں کی گھن گرج جس کا نعرہ حریت ۔ جس نے اپنی پوری زندگی کو تحریک آزادی فلسطین کے نام بیع کر دیا ہے ۔ جو سر وادی سینا خود مصلوب ہو جائے گا اور یا پھر صیہونیوں کو ان کی وحشت و بربریت سمیت ہمیشہ کے لئے مصلوب کر دے گا جس نے رب کعبہ کی قسم کھائی ہے کہ یا وہ خود نہ رہے گا یا پھر دیوار گریہ نہ رہے گی جس کی اینٹوں سے سینکڑوں تباہ و برباد ، بے گھر ، بے زر ، ننگے بھوکے ، لٹے پٹے زخمی اور بیمار فلسطینی عرب بچوں ، عورتوں ، جوانوں ، اور بوڑھوں کے آنسوؤں کا سیلاب ہر وقت ٹکراتا رہتا ہے ۔

دیوار گریہ ـــــــ وہ ماتمی دیوار جس کو چھو کر یہودی اب تک روتے ہیں کہ انھوں نے وہ مقامات بلند کھو دیئے جو ان کے خدا نے انھیں دیئے تھے ۔ اور یہ ہمیشہ روتے ہی رہیں گے ۔ یہ وقتی فتح و نصرت کے ترانے اور شادیانے تو محض وقت کی سفلہ پروری ہے ۔ وقت آئے گا کہ خدا کی یہی وہ سرکش و باغی قوم یہود ہوگی اور دنیا بھر کی ذلت و ظلمت کے طوق اس کے گلے میں ہوں گے ۔

ان سرکش و باغی روحوں کا خدا نہ ان سے پہلے خوش تھا نہ اب ہے۔ خدا کا کلیم ـــــــ ان کو فرعون کی غلامی اور اس کے جبر و استبداد سے نجات دلانے والا پیغمبر جلیل طور سینا پر خدا سے ہم کلام تھا۔ اور یہ سامری کے سونے چاندی کے بچھڑے کی پوجا و پرستش کر رہے تھے۔ خدا کا نور ستر لاکھ حجابوں سے چھن کر وادی سینا کو منور کر رہا تھا اور یہ کفر و الحاد کے کرہ ظلمت میں فحاشی و بدمعاشی ہی کو معراج انسانیت سمجھتے ہوئے نائب پیغمبر حضرت ہارون کا مذاق اڑا رہے تھے۔ وہ کون سی ایسی راحت و آسائش تھی جو ان کے خدا نے ان پر نہ اتاری تھی۔ یہ صحرائے سینا کے ریگ زاروں کی بھول بھلیاں میں بھوکے پیاسے بھٹک رہے تھے۔ خدا نے ان پر من و سلوا اتار دیا۔ مگر اس کی نعمتوں کا شکریہ نہ ادا کرنے والی یہ ناشکر گزار مخلوق آسمانی کھانا چھوڑ کر گھاس پھوس اور لہسن پیاز کھانے کی طرف راغب ہو گئی۔ یہ تپتے ہوئے صحرا میں پیاسے تھے لق و دق چٹیل ریت کے طلسم و سراب میں ان کی روحیں پانی کی خواہش بن کر ان کے پیاسے اور پپڑیائے ہوئے خشک ہونٹوں پر تھرا رہی تھیں۔ پیاس سے ان کا دم نکلا جا رہا تھا۔ خدا کو اپنے نبی کی اس عاقبت نا اندیش امت پر رحم آ گیا۔ حکم ہوا یا موسے اپنے عصا سے اس چٹان کو ضرب لگا تو۔ حضرت موسے نے ارشاد خداوندی کی تعمیل کی۔ تو ضرب کلیم سے جہاں پانی کی ایک بوند نہ تھی وہاں سات چشمے پھوٹ پڑے۔ اور صیہونیوں کی پیاسی روحیں ان سے سیراب ہو گئیں۔ یہ قوم کانوں کے ہوتے ہوئے بہری ہے پوری کائنات سن رہی تھی۔ لیکن ان کو طور سینا پر موسے سے ہمکلام ہوتے ہوئے خدا کی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔ یہ قوم آنکھوں کے ہوتے ہوئے اندھی ہے۔ خدا کا نور طور پر چمک رہا تھا۔ اور یہ آنکھوں کے ہوتے ہوئے اسے دیکھ نہ رہے تھے۔ جن آنکھوں کو خدا کا نور نظر نہ آسکا، ید بیضا کیسے نظر آتا۔ حضرت موسے رود نیل میں راستہ نہ نکالتے تو یہ قوم ڈوب کر کب کی ہلاک ہو چکی ہوتی۔ یہ متلاطم لہروں سے باہر نہ نکل سکتی انہوں نے خدا کی کس کس عنایت و مروت کو نہیں ٹھکرایا۔ اس کی کس کس نعمت کا کفران نہیں کیا پیغمبر کے ہوتے ہوئے بچھڑے کے پجاری بن گئے۔ ان کا خدا نہ ان سے پہلے خوش

تھا نہ اب خوش ہے وقت آگیا ہے کہ یہ دیوار گریہ ہی اس پوری قوم پر آسمان بن کر گرے گی۔ اور یہ پوری قوم اس کے ملبے میں دب کر رہ جائے گی۔

اسی دیوار گریہ کے قریب یروشلم کے ایک محلے ہی میں یاسر عرفات کا گھر تھا جو اب نہیں ہے۔ اسرائیلی بل ڈوزروں نے اسے پیوست زمین کر دیا ہے۔ ان کی توپوں کی اندھا دھند گولہ باری نے فلسطینی عربوں کے گھروں کی اینٹ سے اینٹ علیحدہ کر دی۔ نہتے مظلوم لوگوں پر نیپام بم برسائے۔ ان کو ٹینکوں تلے کچلا اور سنگینوں کے کچوکے لگا کر بری طرح گھائل کیا۔ بے گناہ عورتوں کی عصمت دری کی۔ فلسطین کی نالیوں میں پانی کی طرح مسلمانوں کا خون بہا۔ لیکن یہ خون رائیگاں نہ جائے گا۔ زندہ قومیں اپنی آزادی کی زکوٰۃ دیا کرتی ہیں۔ قوموں کی تاریخ میں ایسے ایسے موڑ بھی آجایا کرتے ہیں جب کہ انھیں آگ اور خون سے کھیلنا پڑتا ہے لیکن زندہ قومیں خون کی یہ ہولی کھیلنے سے نہیں گھبرایا کرتیں ؂

ہزاروں چاند ستاروں کا خون ہوتا ہے
تو ایک صبح اجالوں کی مسکراتی ہے

مگر خون کی یہ ندیاں جری قوموں کے آگے بڑھتے ہوئے قدموں کو روک نہیں سکتیں اور نہ آگ کی دیواریں ان کے راستے میں حائل ہو سکتی ہیں ؂

دشت ایثار میں کب آبلہ پا رکتے ہیں
کون سے بند سے سیلاب وفا رکتے ہیں

خون کا یہ سیلاب اگر اور تیز و تند ہوتا جا رہا ہے تو کچھ پرواہ نہیں۔ آگ کی یہ دیواریں اگر اور بلند ہوتی جا رہی ہیں تو بے شک ہو جائیں۔ ظلم و استبداد کے اندھیرے اگر اور گہرے ہوتے جا رہے ہیں تو ہو جائیں یہ اس سحر کو نہ روک سکیں گے جس کا نیا آفتاب نئے افق سے عنقریب ابھرنے والا ہے اور ابھر کر رہے گا۔ اندھیروں اور آندھیوں کی کوئی یورش اسے نہیں روک سکتی ؂

کونسی رات نے روکی ہے ستاروں کی چمک

کس کی دیوار سے سمٹی ہے چنبیلی کی مہک

الفتح و العاصفہ کے فدائیوں کا یہ نعرہ حریت جس نے پوری کائنات میں ایک ہلچل مچا دی ہے اب خاموش نہ ہو گا۔ گردنیں کاٹ بھی دو گے تو لہو بولے گا۔ مسجد اقصیٰ کو غسل طہارت کے لئے اگر شہیدوں کی لہو کی ضرورت ہے تو لہو حاضر ہے۔ یہ لہو بیت المقدس کی سرزمین کو نذرانہ عقیدت ہے لیکن یہودیوں کے لئے موت کا پیغام صیہونیت کے ہیکل کے دروازے پر تباہی و بربادی کی سب سے پہلی اور آخری دستک الفتح و العاصفہ کے فدائیوں کی فتح کا پیغام، مژدہ جانفزا ہے

کب تک اس شاخ گلستاں کی رگیں ٹوٹیں گی
کونپلیں آج نہیں پھوٹیں تو کل پھوٹیں گی

بیت المقدس ہمارا ہے، ہمیشہ ہمارا رہے گا۔ اس سرزمین کے ساتھ ہمارا جو جسمانی و روحانی گہرا رشتہ ہے۔ اسے تیز دھار تلواریں نہیں کاٹ سکتیں۔ اور نہ بموں کے دھماکے اسے ہم سے علیحدہ کر سکتے ہیں اور نہ ٹینکوں کی یورش و یلغار اس نورانی راستے کو مٹا سکتی ہے جو ہمارے دلوں سے بیت المقدس تک جاتا ہے اور نہ ان کھڑکیوں کو بند کیا جا سکتا ہے جو ہماری آنکھوں سے مسجد اقصےٰ میں کھلتی ہیں اور نہ یروشلم کا وہ دروازہ ہی ہم پر بند ہو سکتا ہے جو صلیبی محاربوں میں حق نے فتح کر کے باطل پر بند کر دیا تھا۔ اس فتح عظیم کی یاد ہمارے ہر سانس میں بسی ہوئی ہے اور ہمارے دل کی ہر دھڑکن یہی صدا دے رہی ہے

پلکوں پہ سجاتے ہوئے زخموں کے نگینے
آئیں گے کسی روز تیرے شہر میں ہم بھی

اور تیرا شہر میرا شہر ہے، اس لئے کہ میں تیرا ہوں، اور یہ وہ رشتہ ہے، جو لازوال ہے۔ لافانی ہے۔ بڑا مضبوط و محکم ہے، عقیدت و ارادت اور محبت و ربط باہم کی یہ چٹان جہاں کھڑی ہے وہیں کھڑی رہے گی۔ کائنات کا سب سے بڑا زلزلہ بھی اسے نہیں ہلا سکتا۔ وقت کی یہ آندھیاں آتی ہیں، گزر جائیں گی۔ اس کے ایک

ذرے کو بھی منتشر نہ کر سکیں گی۔

۱۹۴۸ء میں جب اسرائیل اور مصر کی جنگ ہوئی تو یاسر عرفات کی عمر بیس برس کے لگ بھگ تھی۔ اس معرکہ میں اس نے آرٹلری یعنی توپ خانہ کے ایک سپاہی کی حیثیت سے حصہ لیا۔ جنگ کے بعد وہ فواد یونیورسٹی موجودہ قاہرہ یونیورسٹی میں سول انجینئرنگ کی تعلیم کے لئے داخل ہوا۔ یونیورسٹی میں فلسطینی طلبا کی فیڈریشن کے صدر کی حیثیت سے اس نے کئی اہم کارنامے انجام دیئے۔ گریجویشن کے بعد یاسر عرفات کویت کے ایک قومی نظریات کے حامل رسالے کو ایڈیٹ کرتا رہا۔ ۱۹۵۵ء میں وہ قاہرہ کے فوجی افسروں کی تربیتی ملٹری اکیڈیمی میں داخل ہوا۔ جہاں اس نے آرسنل وے پنز (ARSONAL - WEAPENS) یعنی آتش گیر بارودی ہتھیاروں اور بارود سے متعلق ڈپلوما حاصل کیا۔ اس کو فوج میں لیفٹیننٹ کی حیثیت سے کمیشن مل گیا جسکے چند ہی ہفتے بعد ۱۹۶۷ کی جنگ شروع ہو گئی۔ جس میں مصر کو شکست ہوئی اور نہر سویز بند کر دی گئی۔ ابو عمار یاسر عرفات ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور بیت المقدس پر اسرائیلی جبر و استبداد کو کسی بھی صورت میں مسلط نہیں دیکھ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ یاسر عرفات نے ۱۹۵۰ء میں فلسطینی طالبعلموں اور جوشیلے جوانوں کے جیش منظم و متحد کئے جو اندرون اور بیرون ملک الجزائری گوریلوں کی تکنیک کا مطالعہ و مشاہدہ کر رہے تھے۔ یاسر عرفات نے ان شعلوں کو یکجا کر کے ایک ایسے آتش کدے میں منتقل کر دیا۔ جس میں مستقبل قریب میں دنیا دیکھے گی۔ کہ صیہونی وحشت و بربریت کود کر خودکشی کرے گی۔ ان شعلوں میں کیا کچھ ہے یہ فقط ابو عمار یاسر عرفات کی دوربین آنکھیں دیکھ رہی ہیں جو دن رات چوبیس گھنٹے سیاہ رنگ کے شیشوں کی گاگل میں چھپی رہتی ہیں۔ سیاہ رنگ کے شیشوں میں مستور آنکھوں میں جوشِ جہاد کی چمک ہے۔ عزم و استقلال کی پختگی ہے۔ اور فدائین الفتح کی فتح و نصرت کی خوش خبری۔ وہ مطمئن ہے اسے یقین محکم ہے کہ فتح آخر فدائین کی ہو گی۔ اس کے ہونٹوں پر ہر وقت ایک الوہی مسکراہٹ کھیلتی رہتی ہے۔ وہ بات بات پر انگلیوں سے وی (V) کا نشان بناتا ہے۔ V. FOR - (VICTORY) اس کی مسکراہٹ خطبہ جہاد ہے کہ فتح جرات و عزیمت سے ملا کرتی ہے

سوچنے رونے اور بیوہ عورت کی طرح بین کرنے سے نہیں ملا کرتی۔ فتح بے عزتی کے غلاموں کی ملکہ اور جرات و ہمت کے آقاؤں کی کنیز ہے۔ بزدل قسمت سے فتح کی بھیک مانگتے ہیں اور جری قسمت کے منہ پہ تھپڑ مار کر فتح کو اپنی ملک اور حق سمجھتے ہوئے زبردستی حاصل کرتے ہیں۔

زمین پہ رینگتے ہوئے حقیر کیڑوں کی طرح صرف حرکت کرنے اور سانس لینے کا نام زندگی نہیں ہے آزادی اور اختیار سے محروم ہوکر پامال گھاس کے مانند جینا انسانیت کی موت ہے۔

یاسر عرفات کی تمنا ہے ـــــ دعا ہے، کہ اس کے اہل وطن جیئیں ـ لیکن غلام بن کر نہیں ـــــ آقا بن کر ـــــ کتے کی طرح نہیں ـــــ شیر کی طرح ـــــ انھیں انتقام لینا ہوگا ـــــ اسرائیلیوں سے ـــــ اسلام کے بدترین بدخواہوں سے ـــــ آزادی فلسطین کے غاصبوں سے ـــــ جبر و استبداد کے نمائندوں سے ـــــ الفتح کے فدائین فتح ـــــ اور مکمل فتح چاہتے ہیں ـــــ ارض مقدس پہ اسرائیلیوں کے تسلط و قبضہ کے درمیان ان سے کوئی صلح کوئی معاہدہ نہیں کریں گے ـــــ فتح فلسطین کے بغیر یہ غیر مساوی صلح پست ہمتی کا اظہار بے کسی ہوگا ـ ذلت کی پرستش کا معاہدہ ہوگا ـ عربوں کو اپنی توہین کا انتقام لینا ہوگا ـــــ اپنے بدترین دشمن سے بھی اور جو یہ نظارہ دیکھ کر اپنی مجرمانہ خاموشی سے اس کی تائید کر رہے ہیں ـ ان سے بھی ـ

یاسر عرفات فلسطینی مسائل کے گرداب میں ڈٹی ہوئی ایک سربلند و سر بفلک چٹان کا نام ہے ـــــ یاسر عرفات ظلم کی سیاہ رات میں اپنے ہی خون سے جلتا ہوا وہ چراغ ہے ـــــ جس کی روشنی میں آنے والے وقت کا وقائع نگار ـــــ الفتح تحریک آزادی کی تاریخ کا ایک ایک لفظ خون اور آگ سے لکھ رہا ہے اور اس تاریخ کے فقط دو باب ہیں ـ بیت المقدس اور فتح ـ

جب سویز کی جنگ ختم ہوئی تو یاسر عرفات نے الفتح کی بنیاد اسی غرض و غایت سے رکھی تھی۔ الفتح کا پورا نام ——— الحرکتہ التحریر الفلسطین ہے۔ الفتح ایک انقلابی قوت کے مظاہرے کا نام ہے۔ الفتح اسرائیلیوں کے خلاف ایک جہاد مقدس کے نام سے مشہور زمانہ ہوئی ہے۔

۱۹۶۴ء تک الفتح ابتدائی تیاریوں میں منہمک رہی۔ ۱۹۶۴ء میں الفتح پہلی بار حرکت میں آئی۔ اسرائیل کی واٹر پمپنگ سٹیشن کو سبوتاژ کیا۔ اور ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد الفتح نے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کیں۔ مقبوضہ فلسطین کے فلسطینیوں پر ایک بار پھر پوری شدت کے ساتھ ظلم وستم کا بازار گرم ہوا۔ کفار نے وہاں کے ہر مسلمان کے لئے ہر بازار کو بازار طائف بنا دیا تو الفتح کے فدائیوں نے قدم قدم پر دشمن دیں کے ساتھ پنجہ کشی کی تو دشمن بوکھلا گیا۔ جس شخص کے بارے میں یہ ذرا بھی شبہ ہو جاتا کہ الفتح کے فدائیوں کے ساتھ اس کا کوئی تعلق ہے۔ اسرائیلی درندے اسے گولی مار دیتے تھے۔ مگر فلسطین کی آزادی کے لئے جان کی بازی لگانے والے فدائیوں اور فلسطینیوں نے ظلم وستم کی اس تاریک رات میں اپنی بہادری اور ایثار و کے خون کے چراغ روشن کئے۔ کم سن بچے تک الفتح میں شریک ہونے لگے۔ تربیتی کیمپوں میں بچوں اور بالغوں کی تربیت وسیع پیمانے پر شروع ہو گئی۔

الفتح کے تربیتی کیمپوں میں چھوٹے چھوٹے کم سن بچے فوجی مشقوں اور گوریلا جنگوں کی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ ان میں لڑکے بھی ہیں اور لڑکیاں بھی۔ ان میں سے بعض شہیدوں کی اولاد ہیں۔ امریکی سامراج اور اسرائیل کے خلاف ان کے دل بھرے ہوئے ہیں۔ وہ جوشِ جہاد میں تربیتی تمام سختیاں ہنسی خوشی سے برداشت کرتے ہیں ان کو فلسطینی سرفروشوں اور آگ و خون سے کھیلنے والے مجاہدوں کی جنگ و جہاد کے قصے اور خونچکاں داستانیں سنائی جاتی ہیں۔ ان کو مصنوعی جنگوں کی مشقیں کرائی جاتی ہیں۔ تربیت کے دوران میں اسرائیلی دستوں کو توڑنا اور ان میں گھس جانا، ڈیفنس

لائن توڑنا، دشمن کے گشتی دستوں سے بچنا، راستے کی رکاوٹوں کو روندنا اور دشمن کی چوکیوں پر حملہ بول کر قبضہ کرنے کی ان کو تربیت دی جاتی ہے۔ ان کو ہر ہفتے ایک بار طویل مارچ یعنی بڑی لمبی پریڈ کرنا پڑتی ہے — (LONG MARCH) —

جب یہ ننھے مجاہد مارچ کرتے ہیں تو ایک انقلابی ترانہ گاتے ہیں:

ہم آگے بڑھ رہے ہیں۔
ہمیں یہ دھن ہے کہ اپنے وطن کو آزاد کرائیں۔
دنیا کی کوئی طاقت ہمیں فتح حاصل کرنے سے نہیں روک سکتی۔
ہم انقلابی بچے ہیں۔
ہم فرزند اسلام ہیں
رائفل ہمارے ہاتھ میں ہے۔
انتقام کے لئے
انتقام — انتقام — انتقام
ہمیں قسم ہے ہم شکست کا داغ دھو کر رہیں گے۔
ہم سرزمین وطن سے دشمنوں کو نکال دیں گے۔
پھر ایک نیا آفتاب نکلے گا۔
ہم جس کے منتظر ہیں وہ دن ضرور آئے گا۔
پھر تمام بھیڑیوں کے دانت ٹوٹ جائیں گے۔
ہمیں قسم ہے ہم شکست نہ کھائیں گے۔
یہی ہے ہمارا منشور — (احمد خنسا) —

الفتح کا منشور

- خالص اور آزاد فلسطینی ارادہ وعمل کی روشنی میں کام کرنا اور ہر طرح کی بیرونی رہنمائی، نگہبداری اور رکھ رکھاؤ کو ماننے سے انکار کرنا۔

- کسی بھی عربی ریاست کی داخلی سیاست سے تعرض نہ کرنا بشرطیکہ فدائیان عرب کی مجاہدانہ کوششوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے ۔
- فلسطین کی آزادی کو وطنی جہاد قرار دینا اور یہ سمجھنا کہ اس کے لئے تمام تر قوتوں اور گروہوں کو ایک مرکز پر جمع کرنا ضروری ہے اور اس بات پر یقین رکھنا کہ اس مسئلہ کا واحد حل فلسطین میں مہاجرین کا دوبارہ آباد ہونا ہے ۔
- مسلح اور فداکارانہ جدوجہد کو تمام گروہوں میں پھیلانا اور فروغ دینا اور فلسطین میں اس کے گوریلا دستوں کو کامیاب بنانا ۔
- فلسطین اور تمام عرب عوام میں مسلح جدوجہد اور بغاوت کے ذریعے اسرائیل کے خلاف انقلاب رونما کرنا ۔ اس لئے کہ ہماری یہ تحریک اگرچہ ایک پہلو سے صرف فلسطین سے تعلق رکھتی ہے تاہم اپنی گہرائی اور نتائج کے اعتبار سے ہر لحاظ سے ایک قومی تحریک ہے ۔
- فلسطین کی تحریک آزادی کو دوسرے تمام معاملوں کے مقابلے میں سرفہرست رکھنا
- تمام عالم عربی میں مثبت اور ایجابی قوتوں سے کام لینا تاکہ فلسطین کی اس تحریک کو کامیاب بنایا جائے ۔
- باقاعدہ جنگ کی حکمت عملی کو اپنانے سے اس بنا پر گریز کرنا کہ سردست استعماری قوتوں سے صیہونیت کے وجود کو ہمارے ملک میں قائم کر رکھا ہے اور وہ اس کی تائید وحمایت پر آمادہ ہیں ۔
- فداکارانہ اور مسلح تحریک الفتح کو کامیابی اور کامرانی کا واحد اور قطعی ذریعہ سمجھنا اور اس بات پر یقین رکھنا کہ طویل جدوجہد کے بعد عربوں کو دوبارہ فلسطین میں بسانے میں کامیاب ہو جائیں گے ۔
- اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے جو یہودیوں نے ہمارے لئے پیدا کر دی ہیں اس بات پر یقین رکھنا کہ پورے عالم عربی کا امن مطلوب ہے ۔
- تمام تدابیر اختیار کر کے سامراج کے ظلم سے نجات حاصل کرنا ، خواہ وہ کسی شکل میں

ہو اور صیہونی اثر و نفوذ کو ختم کرنا۔

جب کوئی شخص "الفتح" کا رکن بننے کے لئے جاتا ہے تو اس کو لکڑی کا ایک ڈبہ دے دیا جاتا ہے جس میں خون رس رس کر باہر نکل رہا ہوتا ہے اس ڈبے میں کسی کتے کو ہلاک کر کے ڈال دیا جاتا ہے نووارد کو بتایا جاتا ہے۔ اس ڈبے میں ایک ساتھی کی لاش کے ٹکڑے ہیں تم اسے اٹھا کر سامنے لے جاؤ اور وہاں سے پھر ہمارے پاس لے آؤ۔ نووارد کو اس امر کی اجازت نہیں دی جاتی کہ وہ کوئی سوال کر سکے، اگر نووارد کو قے آجائے یا وہ کسی کمزوری کا اظہار کرے تو اس کو کسی آسان کام پر لگا دیا جاتا ہے۔ اسے گوریلوں میں شامل نہیں کیا جاتا اگر وہ اپنی اس پہلی آزمائش میں کامیاب ہو جائے تو پھر اردن، شام، لبنان اور عراق میں پھیلے ہوئے الفتح کے کسی کیمپ میں اس کو گوریلا لڑائی کی تربیت کے لئے بھیج دیا جاتا ہے۔

بعض مبصروں اور دانش وروں کا خیال ہے کہ الفتح کے گوریلے چینی انداز جنگ اور ماوزے تنگ کی تعلیمات سے بڑے متاثر ہوتے ہیں یہ تجزیہ غلط ہے۔ جہاں تک نظریاتی وابستگی کا تعلق ہے۔ الفتح کے فدائیوں نے مرتینیق میں پیدا ہونے والے حبشی دانشور، فرانز فنینن سے سب سے زیادہ اثر قبول کیا ہے۔ فرانز فنینن کی تصنیف THE WRETCHED OF THE EARTH موجودہ دور میں بے حد اہمیت رکھتی ہے۔ ژاں پال سارتر نے اس کا طویل دیباچہ لکھا تھا (اردو میں یہ کتاب "کشتگان خاک" کے نام سے شائع ہو چکی ہے)

فرانز فنینن کا نظریہ یہ تھا کہ نو آبادیاتی نظام میں کچلے ہوئے عوام کی نجات صرف اس میں ہے کہ وہ مسلح بغاوت کریں۔ اس سے کچلے ہوئے لوگ احساس کمتری سے بھی نجات حاصل کر لیں گے اور اپنے ظالم آقاؤں اور مستبدوں کو بھی ٹھکانے لگا سکیں گے۔

الفتح کے کارناموں کی تفصیل بڑی طویل ہے اپنی مختصر سی تاریخ میں الفتح نے بڑے بڑے کام انجام دیئے ہیں۔ اسرائیل جیسی بڑی قوت الفتح اور یاسر عرفات کے نام سے کانپتی ہے۔ یاسر عرفات کے بارے میں اسرائیل کے خفیہ فوجی محکمے نے دوبارہ حکومت کو مطلع کیا کہ یاسر عرفات اسرائیل کی حدود میں موجود ہے۔ بھاری نفری کے ساتھ یاسر عرفات کو گرفتار کرنے کی کوشش کی گئی مگر وہ دونوں بار اسرائیل کو بچہ دیکھ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

الفتح نے جن حالات میں جنم لیا وہ انسانی تاریخ کا بڑا المناک موڑ ہے۔

ہم ان فدائیوں کو سلام کرتے ہیں جو اپنے خون سے "تاریخ آزادی فلسطین لکھ رہے ہیں
پرائمری اور ثانوی سکولوں میں پڑھنے والی ان پانچ ہزار لڑکیوں کو سلام کرتے ہیں جنھوں نے اسرائیل کے خلاف غزہ میں ایک عظیم الشان مظاہرہ کیا۔ جن کا جلوس گلیوں اور بازاروں سے گزرا۔ جنھوں نے اسرائیل کے خلاف مردہ باد کے نعرے لگائے — جو اسرائیل کی فوج سے بھڑ گئیں۔ جنھوں نے اسرائیلی فوج کے بکتر بند گاڑیوں اور ٹینکوں پہ پتھر پھینکے۔ اسلام اے سورۂ اصحاب فیل کی زندہ تفسیرو

ہم ان چار فلسطینی لڑکیوں کو سلام کرتے ہیں۔ جن کو نابلس کے مظاہرے میں اسرائیلیوں نے گرفتار کر لیا۔ ان کو فوجی عدالت میں پیش کیا گیا۔ تو ان کی آنکھوں میں عزم کی چمک تھی اور چہروں پہ جہاد کا جمال و جلال۔ انہوں نے بڑے فخر سے عدالت کو بتایا کہ وہ الفتح کی رکن ہیں۔

ہم ان لڑکیوں کو سلام کرتے ہیں جنھوں نے بیریا اور رملہ میں پرجوش مظاہرے کئے۔

ہم ۲۸ برس کی فاطمہ برناوی کو سلام کرتے ہیں جو نرس تھی اور جنگ آزادی کا آغاز ہوا تو نرسنگ چھوڑ کر رائفل سنبھال لی۔ جو ان دنوں مقبوضہ بیت المقدس میں جرم جہاد کی پاداش میں دشمن کی قید کی آہنی سلاخوں میں بند ہے۔

ہم ان غازیوں اور مجاہدوں اور شہیدوں کو سلام کہتے ہیں جنھوں نے آزادی فلسطین کیلئے اپنا خون بہایا۔ شہید ہوئے اور شہید ہونے کو سر سے کفن باندھے تیار کھڑے ہیں۔

ہم الفتح اور اس کے فدائیوں کو سلام کہتے ہیں۔

ہم پیغمبروں کی سرزمین پہ اتری والی آیۂ جہاد ابو عمار یاسر عرفات کو سلام کہتے ہیں ؛
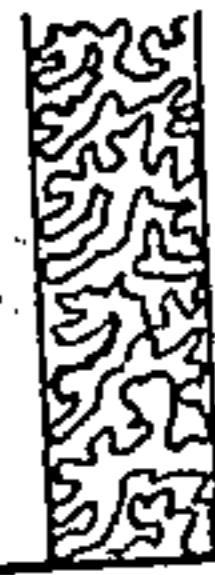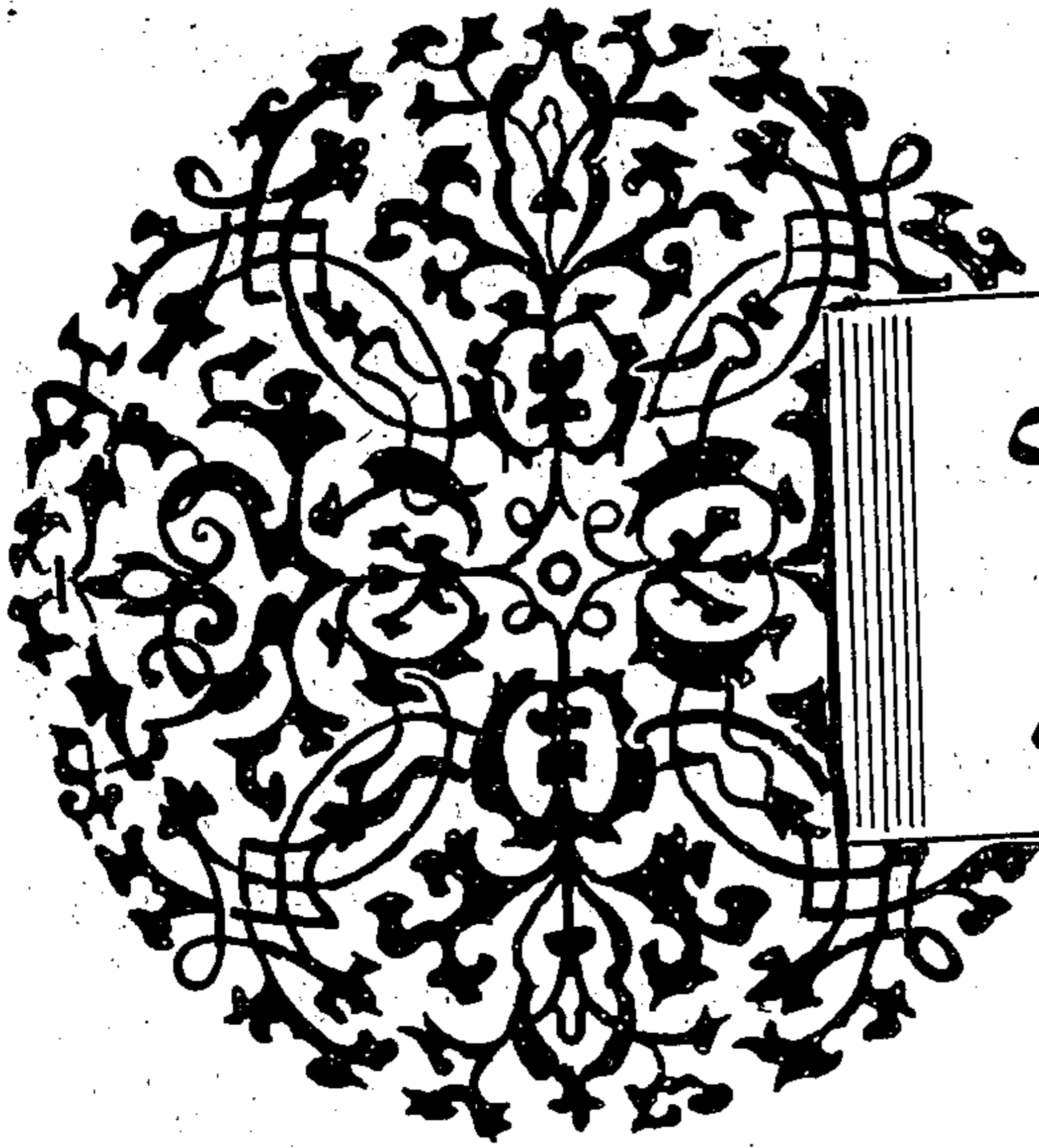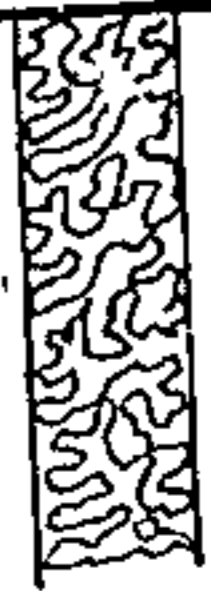
بیت المقدس —— امت مسلمہ کا قبلہ اول —— سرورِ کائنات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی پہلی منزل —— شہر حضرت داؤد —— شہر حضرت سلیمان —— شہر مسیح ناصری - طالوت کے بعد جہاں بنی اسرائیل نے حضرت داؤدؑ کو اپنا بادشاہ بنایا - اور یہ انھوں نے اسرائیلیوں کی دو لاکھ اسی ہزار فوج کے ساتھ حملہ آور ہو کر شہر القدس کو فتح کیا۔ اور صیہون کی پہاڑی پر جشن فتح منایا۔ یہ بیت المقدس کی ایک پہاڑی ہے جسے یہودی مقدس سمجھتے ہیں اور یروشلم کو دختر صیہون کے نام سے یاد کرتے ہیں - یبوسیوں کو شہر بدر کر دیا، تو پورے فلسطین پر حکمرانی کرنے لگے - آس پاس کی سلطنتیں متحد ہو کر حضرت داؤد پر حملہ آور ہوئیں - لیکن اس سے پہلے کہ وہ یروشلم تک پہنچیں وادی ریفائم میں شکست کھا کر پسپا ہو گئیں جس سے فلسطین میں حضرت داؤد کی حکومت اور مضبوط و مستحکم ہو گئی اور انھوں نے بالائی و زیریں شہر کو ملا کر ایک کر دیا۔ شہر کے گرداگرد ایک فصیل تعمیر کرائی اور یوں مختلف قبیلوں میں بٹے ہوئے بنی اسرائیل ایک مرکز پر مجتمع ہو کر ایک قوم بن گئے۔

مصر سے آتے ہوئے حضرت موسےٰ کلیم اللہ تابوت سکینہ اپنے ساتھ لائے تھے۔ اس تابوت میں حضرت یوسف کا پیراہن اور ہڈیاں تھیں۔ حضرت موسیٰ فلسطی اسرائیلیوں کو شکست دے کر یہ تابوت اپنے ساتھ اشدود لے گئے تھے۔ حضرت داؤد کی خواہش تھی کہ وہ تابوت سکینہ کے لئے ایک عظیم ہیکل تعمیر کریں۔ اتنا ہی عظیم اور حسین و جمیل ہیکل جتنا کہ وہ پیغمبر عظیم و جمیل تھا جس کا وہ پیراہن اور ہڈیاں تھیں۔ حضرت داؤد نے اس ہیکل کی تعمیر کے لئے سونا چاندی اور قیمتی پتھر فراہم کئے۔ لبنان سے دیودار کی لکڑی منگوائی۔ لیکن یہ ہیکل حضرت داؤد تو تعمیر نہ کرا سکے البتہ ان کے بیٹے حضرت سلیمان نے تخت نشیں ہوتے ہی تعمیر کرایا اور بالکل ایسا ہی جیسا کہ ان کے باپ نے عالم رویا میں دیکھا تھا اور اس معبد کا خاکہ اپنے بیٹے کو سمجھایا تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا انتقال ۱۰۱۵ء میں ہوا۔ جبکہ اس ہیکل کی تعمیر ۱۰۱۷ء میں شروع ہوئی اور سات سال تک جاری رہی۔ دو لاکھ مزدور و معمار دن رات مسلسل کام کرتے رہے۔ یہ ہیکل یہ معبد بالکل اسی جگہ تعمیر ہوا۔ جہاں کہ حضرت داؤد اس کو تعمیر کرنا چاہتے تھے۔ کتاب سلاطین بائبل کے مطابق یہ ہیکل فن تعمیر کا ایک عظیم شاہکار تھا۔

اس کے بعد حضرت سلیمان نے ایک عظیم محل بھی تعمیر کرایا۔ کاخ سلیمانی ——
اس کی شان و شوکت کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ماکولات و مشروبات کے برتن اور فرنیچر تک سونے چاندی کا تھا۔ محل میں کنیزوں اور کارندوں کی تعداد ہزاروں تک تھی۔ ملکہ سبا بلقیس اسی محل میں اپنی سپاہ عظیم کے ساتھ شاہانہ تمکنت و طمطراق سے داخل ہوئی تھیں۔ ان کے کاروان میں سینکڑوں اونٹ ایسے تھے جن کے کجاووں اور محملوں میں فقط عطریات و خوشبویات بلوریں عطر دانوں اور کنڑوں میں لدی ہوئی تھیں۔ جن کی تعطریت و عنبریت سے بیت المقدس کی فضائیں مہک اٹھیں۔

کاخ سلیمان میں ایک ایسا شیش محل بھی تھا جسے شیشے کا طلسمات کہنا چاہیئے شیشہ گروں اور شیشہ سازوں نے کچھ ایسی شیشہ گری و شیشہ سازی سے کام لیا تھا کہ جب ملکہ صبا حضرت بلقیس اس میں سے گزریں تو طلسم شیشہ گری سے مسحور و مسخر ہو کر

رہ گئیں۔ ان کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ پانی میں سے گزر رہی ہیں۔ انھوں نے اپنے زرتار لبادے کو پنڈلیوں تک اوپر اٹھا لیا۔ کپڑے بھیگنے کا اندیشہ تھا حالانکہ وہ پانی نہ تھا۔ محض طلسم شیشہ گری تھا۔ ملکہ صبا حضرت بلقیس اپنے ساتھ بے بہا سونا چاندی اور بیش قیمت جواہرات لائی تھیں۔

حضرت سلیمان نے شہر پناہ کو مزید مضبوط و وسیع کیا کہ ہیکل عظیم کی پہاڑی بھی اس کے حصار میں آ گئی۔ شہر کو پانی کی فراہمی کے لئے دور وادیوں سے نہریں کھودی گئیں، چشمے اور تالاب بنائے گئے ان میں سے "کنواری کا چشمہ" عہد سلیمانی کا یادگار ہے۔ اس عہد کی یادگار جس میں سلطنت بنی اسرائیل اپنے پورے عروج پر تھی۔

حضرت سلیمان کے انتقال کے بعد اسرائیلی سلطنت دو حصوں میں منقسم ہو گئی جنوبی سلطنت اور شمالی سلطنت۔ جنوبی سلطنت یہودہ جس میں جنوبی فلسطین اور روم شامل تھا اس کا پایہ تخت یروشلم یعنی بیت المقدس اور شمالی سلطنت جو شمالی فلسطین اور شرق اردن پر مشتمل تھی۔ جنوبی سلطنت کا حکمران احجام بن سلیمان اور شمالی کا یربعام تھا اس دور میں بنی اسرائیل فحاشی، حرام کاری، تعیش پرستی، بت پرستی، اصنام پرستی اور اغلام بازی میں مبتلا ہو گئے۔ ان میں لوطی بھی تھے۔ آستینوں میں بت چھپائے پھرتے تھے۔ دیومالائی یونانی دیوی دیوتاؤں کی طرح اپنی مورتیوں سے محیر العقول روائتیں اور داستانیں منسوب کرتے تھے اور خدا کی کتاب توریت و زبور میں رد و بدل کرنے لگے تھے ان کے کاہن مخصوص مفادات کے تحت توریت و زبور کی آیتوں کو مسخ کرنے میں ذرا تامل نہ کرتے تھے یہ دونوں سلطنتیں یعنی بنی اسرائیل، یہودا اور یربعام کی رعایا مدت تک آپس میں برسرپیکار رہی۔ اور خود آپ ہی اپنی تباہی کا باعث بنی۔ بنی اسرائیل کو باہم متصادم و متحارب دیکھ کر فلسطینیوں نے یروشلم پر حملہ کیا۔ ہیکل سے سونا چاندی اور جواہرات لوٹے۔ اور ان کے بچے اور بیویاں قیدی بنا کر لے گئے۔ اور پھر وہ وقت بھی آیا جبکہ شاہ بابل بخت نصر نے قوم یہود کے مکمل استیصال کے عزم سے فوج کشی کی۔ فاتح کی حیثیت سے شہر میں داخل ہوا۔ شہر کو آگ لگا کر قتل عام شروع کر دیا۔ یروشلم جل کر راکھ کا ڈھیر

بن گیا۔ اس تباہی میں تابوت سکینہ بھی غائب ہو گیا۔ جس کا آج تک سراغ نہ مل سکا۔ بخت نصر نے یہودیوں کے تمام صحیفے نذر آتش کر دیئے۔ ایک لاکھ سے زیادہ مرد و زن قیدی بنا لئے بعد میں ان یہودیوں کو بابل یعنی عراق میں دریائے فرات کے کنارے آباد کیا گیا اور اس بستی کا نام تل ابیب رکھا گیا۔ اسرائیل کا موجودہ دارالحکومت اسی تل ابیب کی یاد تازہ کرتا ہے۔ بابل میں اسیری کے ایام میں یہودی توریت کو یاد کر کے رو دیا کرتے تھے۔ اس تباہی کے پچاس برس بعد تک یروشلم کھنڈر بنا پڑا رہا۔ یہودی زائرین یہاں آتے اور یروشلم کے کھنڈروں پر بیٹھ کر روتے پیٹتے۔ اسرائیل کی واپسی کی دعائیں کرتے اس دور غلامی میں دانیال اور عزیز ہی یہودیوں کی رہنمائی کرتے رہے اور زرمابل جو حضرت داؤد کی نسل تھا صیہونیت کی پہلی تحریک آزادی و آبادکاری کا محرک بنا۔ اس صیہونی تحریک کا مقصد کھوئی ہوئی صیہونی ریاست یروشلم کو دوبارہ حاصل کرنا اور ہیکل سلیمانی کی پھر سے تعمیر کرنا تھا۔

اور پھر ۵۳۶ قبل مسیح ایران کے شہنشاہ خسرو نے جس کا نام بائیبل میں خورس ہے۔ بابل کو فتح کیا اور یہودیوں کو اپنے وطن فلسطین جانے کی اجازت دے دی۔ ۲۳۲ قبل مسیح سکندر اعظم نے فلسطین پر دھاوا بولا۔ اور کہتے ہیں سکندر اعظم کا اسی شہر میں انتقال ہوا۔ اور اس کی لاش سونے کے تابوت میں بند کر کے اسکندریہ بھیجی گئی۔

۲۰۲ ق م میں انطوخیوس اعظم ثانی نے یروشلم پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا لیکن چار سال بعد سکندریہ کا جنرل سکوپس یروشلم پر قابض ہو گیا۔ لیکن شامی بادشاہ نے یورش کر کے مصریوں کو یہ شہر چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ ۱۷۰ ق م میں اپی فین نے اس شہر کو تباہ و برباد کیا۔ تو یونانیوں کے ظلم و ستم کے نتیجہ میں مکابی تحریک نے جنم لیا۔ مکابی ایک کاہن تھا۔ جس نے یونانیوں کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے کامیابی حاصل کی۔ اس نے ہیکل سلیمانی کی حرمت کو بحال کیا اور جشن منایا۔ جس کی یاد یہودی آج تک عید حنوکہ کی صورت میں مناتے ہیں۔

۱۶۸ ق م انسیلوجس مصری نے یروشلم فتح کیا اور اس کے بعد یروشلم کی تاریخ کا وہ دور شروع ہوا جس میں ہیرود اعظم کے عہد میں بیت المقدس کو وہ عظمت و شہرت دوبارہ

حاصل ہوگئی جو اسے عہد سلیمانی میں حاصل تھی - اسی شہنشاہ کے دربار کی شعلہ نوا اور شعلہ بدن رقاصہ سلومی تھی - جو یرمیاہ نبی یعنی حضرت یحییٰ پر دل و جان سے فریفتہ تھی اور گم کردہ راہ تھی - حضرت یحییٰ سے ازدواجی رشتہ قائم کرنے کی خواہش گار تھی مگر نور اور تاریکی میں کبھی رشتہ قائم نہیں ہو سکتا - خوشبو بدبو سے منسلک نہیں ہو سکتی - کہاں خدا کا ایک برگزیدہ پیغمبر اور کہاں ایک بازاری عورت - آپ نے انتہائی نفرت سے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اسے نیکی کا راستہ دکھانا چاہا - مگر اس عورت نے پیغمبر سے اپنی محبت کے ٹھکرائے جانے کا انتقام لیا - ہیرود اعظم کی منظور نظر محبوبہ تو وہ تھی ہی - اسے ورغلا کر بہکا کر قتل پیغمبر پر آمادہ کیا تو ہیرود اعظم نے ایک پیغمبر کی زندگی کو ایک بازاری عورت کے بوسے سے بھی کم تر سمجھا اور حضرت یحییٰ کا سر کاٹنے کا حکم دے دیا اور جب پیغمبر کا کٹا ہوا سر ایک طشتری میں سلومی کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے پیغمبر کے ہونٹوں کا بوسہ لیتے ہوئے کہا:

" مغرور و خود سر انسان ، اپنی زندگی میں جن ہونٹوں
کو تو نے اپنے ہونٹوں کے قریب نہ آنے دیا - دیکھ
آج وہی ہونٹ تیرے ہونٹوں کو چومتے ہوئے تیری
خودسری پر ہنس رہے ہیں ۔"

حضرت عیسےٰ اسی قاتل شہنشاہ ہیرود اعظم کے عہد میں پیدا ہوئے - وہ اہل روم کا باجگذار تھا - وہ یہودی نہیں رومی تھا لیکن یہودیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے راہب اعظم --- کاہن اعظم کی بیٹی سے شادی کر کے ہیکل سلیمانی کی ازسر نو تعمیر کی -

حضرت عیسےٰ بارہ برس کی عمر میں بیت المقدس آئے - اور خدا کا نبی ہونے کا دعویٰ کیا - لیکن ان لوگوں نے جناب عیسےٰ کو جھٹلایا - ان پر تشدد کیا - حاکم بدبخت انہیں دیوانہ سمجھا تو حضرت عیسےٰ نے ہیکل کو دیکھتے ہوئے کہا:

" اس کی ایک اینٹ بھی اپنی جگہ نہ رہے گی ۔"

اس کے بعد حضرت عیسیٰ کئی بار ناصرہ سے بیت المقدس آئے - یہودیوں اور رومیوں کو دعوت حق دی لیکن وہ خدا اور اس کے سچے نبی پر ایمان نہ لاتے تو ایک شخص یہوداسکریوتی

نے سیم وزر کے لالچ میں آ کر حضرت عیسیٰ کی نشان دہی کی کہ وہ پکڑے اور مصلوب کر دیئے جائیں۔ یہوداالسکریوتی بھی یہودی تھا۔ حضرت عیسےٰ اور ان کے شاگردوں کا لباس کیونکہ ایک سا تھا۔ لہٰذا رومیوں کو یہ پہچان کرنے میں دقت ہو رہی تھی کہ ان میں حضرت عیسےٰ کون سے ہیں ان کو کسی ایسے شخص کی ضرورت تھی جو حضرت عیسیٰ کا نشان دہی کر سکے چنانچہ یہ کام یہوداسکریوتی نے کیا اور رومیوں سے کہا :

"میں جس شخص کے ہاتھ کا بوسہ لوں گا وہی عیسیٰ ابن مریم ہو گا۔"

حضرت عیسےٰ پکڑے گئے اور مصلوب کر دیئے گئے وہ آزمائش دار و رسن میں پورے اترے صلیب کے زخم ابھی تک ہرے ہیں۔ مندمل نہیں ہوئے۔ ان سے ابھی تک خدا کے نبی کا خون ٹپک رہا ہے۔ اور یہ خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ وہ دھرتی ابھی تک یہودیوں کے قدموں تلے چیختے ہوئے متزلزل ہے۔ جس پر ایک پیغمبر کا لہو نہایت بے دریغی اور انتہائی بربریت کے ساتھ ٹپکایا گیا۔ وہ آسمان ابھی تک یہودیوں کے سروں پر چنگھاڑ رہا ہے اور گرجتے ہوئے بادلوں میں کوندتی ہوئی بجلیوں کے کوڑے لہرا رہا ہے کہ ابن مریم کا لہو اوپر بھی اچھالا گیا۔ خدا اپنی روح کے قاتلوں کو معاف نہیں کر سکتا۔ وہ جسم مطہر و اطہر جسے دار پر کھینچا گیا۔ سولی چڑھا کر جس جسم کے ہاتھوں پیروں میں میخیں گاڑی گئیں۔ جس کے گوشت کے لوتھڑوں میں نیزوں کی انیاں چبھوئی گئیں اور جس خون کے تقدس و طہارت کو نہ سمجھتے ہوئے مٹی میں ملایا گیا۔ اس میں خدا کی روح تھی عیسیٰ روح اللہ ہیں اور خدا یہودیوں کو کبھی معاف نہیں کر سکتا۔ حضرت عیسےٰ کے قتل کی سازش کے مجرم ضمیر سازشیوں کو۔ حضرت عیسےٰ کے قتل نامے پر اپنی آمادگی کی مہریں لگانے والوں پر رحم کے سارے دروازے بند ہیں۔ وہ اپنی روح کے قاتلوں کو کس دل سے بری کرے گا وہ اپنی متاع روح کے لیٹروں اور مجرموں پر فرد جرم کیسے نہیں لگائے گا۔ وہ ان پر سزا کے دروازے کیوں اور کس لئے بند نہیں کرے گا۔ جبکہ یہ جرم قابل معافی نہیں اس کی عدالت میں اس کے لئے رحم کی کوئی اپیل نہیں ہو سکتی۔ دنیا کا کوئی وکیل اس کیس کی وکالت نہیں کر سکتا۔ اور اگر کرے گا تو خود

بھی مجرم بن جائے گا۔ اعانت جرم میں اس کی حراست و گرفتاری بھی بہت ضروری ہے اور نہ کوئی ضمانت لی جائے گی۔ اس کیس میں جرح کرنے کی بھی اجازت نہیں اور نہ اظہار وجوہ کی گنجائش۔ اور نہ کوئی سفارشی ارادہ سفارش سے اس عدالت میں قدم رکھ سکتا ہے۔ مجرموں کو سزا مل کر رہے گی نہ صرف اس بلکہ دوسری دنیا میں بھی یہود یوں کا یوم حساب قریب ہے۔ عدل و انصاف، قانون و قدرت کے میزان عدلیہ کے ایک پلڑے میں پوری قوم یہود ہے اور دوسرے پلڑے میں حضرت عیسےٰ کا لہو ......

اور پھر اس زمانے میں جبکہ روم کے شاہ ہرقل نے عیسائیوں کی شکست کا بدلہ لینے کے لئے خسرو شاہ ایران کو شکست دی۔

عرب میں ہلال اسلام اور آفتاب رسالت طلوع ہو چکا تھا عرب کے ریگ زاروں کے ہر ذرے میں توحید کی کہکشائیں جھلملانے لگی تھیں۔ خانہ کعبہ میں پڑے پتھر کے خداؤں یعنی بتوں میں زلزلہ آ گیا تھا کہ دنیا کا سب سے بڑا بت شکن آ گیا ہے۔ قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت گہری سوچ میں پڑ گئے تھے۔ کہ اب وہ خاک میں ملا دیئے جائیں گے۔ دنیا کی جہالتیں اور تاریکیاں ذلت و ظلمت کے گڑھوں میں سمٹتی جا رہی تھیں کہ خدا کا نور زمین پر اتر آیا تھا توحید کا اجالا ہو رہا تھا۔ یہ طلوع اسلام تھا۔ خدا کے دین کا ایک نیا سویرا تھا۔ فرشتے باوضو ہو کر حضرت آمنہ کے در کی چوکھٹ پر اتر رہے تھے، مبارک باد دینے کو۔ ہر جابر و قاہر سلطان کی سلطنت صف ماتم بچھا کر بیٹھ گئی تھی کہ اس کے قہر و غلبہ کا جنازہ نکل گیا تھا۔ ہر نمرود کی خدائی میں صور اسرافیل پھونکا جا رہا تھا کہ اب یہ جھوٹی خدائیاں نہ چلیں گی۔ کبریائی تو بس کبریا کے لئے ہے۔ کوئی کون ہوتا ہے جو اس کی کبریائی کو چیلنج کرے۔ اس کی خدائی میں جھوٹا خدا بن بیٹھے۔ یہ آسمان خدا کا ہے۔ یہ زمین خدا کی ہے وہی ہر چیز کا مالک ہے، وہی شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے اور پھر اس کے ہوتے ہوئے وہ کون ہے ——— جو شہنشاہی کا دعوےٰ کرے اور جیفوں نے یہ دعویٰ کیا یا کرے گا۔ اس کا وہی انجام ہو گا۔ جو شیطان کا ہوا۔ جو نمرود کا ہوا۔ شداد کا ہوا، مٹی کے کھلونے اپنے خالق کے سامنے سرکشی دکھا کر ثابت نہیں رہ سکتے۔ خدا اور مخلوق

کے درمیان ایک رشتہ ضرور ہے لیکن مخلوق خالق نہیں بن سکتی اور نہ بندہ خدا ہو سکتا ہے۔ بشر بشر ہے، خدا خدا ہے۔

حضور انسانوں کو یہی سمجھانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ رحمت العالمین بنکر آئے تھے۔ وہ ابر رحمت تھے۔ اور کھل کر برسے۔ کائنات کے ذرّے ذرّے میں نئی زندگی آ گئی۔ وہ خرابہ جسے فرشتے بھی آباد نہ کر سکے تھے۔ خدا کی رحمتوں سے آباد ہو گیا۔ جو پیاسے تھے ان کی پیاس بجھ گئی۔ جو بھوکے تھے ان کا پیٹ بھر گیا۔ جو ننگے تھے اس محسن انسانیت نے ان کو ڈھانپ دیا اور خود ٹاٹ اور بوریے کے چیتھڑوں پر اکتفا کیا۔ ان کے لئے بس اک کالی کملی کافی تھی۔ اس فخر آدمیت و بشریت نے نہ صرف اپنی اُمت بلکہ پوری انسانیت کے لئے کتنے دکھ اٹھائے، کتنی مصیبتیں جھیلیں، طائف کے بازاروں میں ان پر سنگ باری کی گئی۔ وہ زخمی ہوئے جبکہ انھوں نے دشمنوں کے زخموں پر بھی مرہم کے پھاہے رکھے جو گالیاں کھا کر دعائیں دیتے رہے۔ جنگ احد میں جن کے دو دانت شہید ہو گئے۔ قوم نے جن کا معاشرتی بائیکاٹ کر دیا مگر جادہ استقلال پر ان کے پاؤں ذرا نہ ڈگمگائے۔ وہ ہر حال میں خدا سے خوش تھے اور ان کا خدا ان سے خوش تھا، وہ خدا سے بے انتہا پیار کرتے تھے اور خدا ان سے۔ اور یہ حضور کے ساتھ خدا کی محبت کی انتہا ہی تو ہے کہ حضور پُر نور پر نبوت کی انتہا کر دی۔ نبوت سے بڑھ کر خدا کے پیار کی اور کیا سند ہو گی۔ پیار کی اس معراج کو بس یہیں اپنے اس پیارے نبی پر ختم کرنا تھا۔ لہذا نبوت ہی ختم کر دی۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنے دین کو اپنے حبیب پر مکمل و اکمل کر دیا۔ اور اپنی کتاب قرآن حکیم سے نوازا۔ جبرئیل امین وحی لے کر درِ رسول پر آتے رہے۔ محبوب کی جدائی محبت کو اور تیز کر دیا کرتی ہے اور پھر جب محبت کے بیکراں سمندر میں جوش آیا تو اپنے حبیب کو گھڑی پل کے لئے اپنے پاس بلا لیا۔ سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے جہاں قاب و قوسین کا عالم تھا۔

سبحان الذی اسری بعبدہ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ لنریہ من ایاتنا ۰

پھر اللہ اپنے رسول کو مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔

واقعہ معراج کی ایک بڑی راویہ ام ہانی بنت ابی طالب ہیں جو فرماتی ہیں :

" رسول اللہ کو اسریٰ ہمارے گھر سے ہوا تھا اور اس رات عشا کی نماز پڑھ کر ہمارے ہاں ہی سو گئے تھے ۔ فجر سے کچھ پہلے حضور اٹھے ۔ جب نماز پڑھ چکے ۔ فرمایا اے ام ہانی میں نے عشا کی نماز تمھارے ساتھ پڑھی ۔ جیسا کہ تم نے دیکھا تھا ۔ پھر میں بیت المقدس میں گیا ۔ میں نے وہاں نماز پڑھی پھر اب تمہارے ساتھ صبح کی نماز پڑھی ہے ۔

بیت المقدس کی شرعی حیثیت کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے ۔ یہ حضور سرور کائنات صلعم اور مسلمانوں کا قبلہ اول ہے ۔ اس کے گردو پیش اللہ تعالےٰ نے برکتیں نازل فرمائیں مسجد الحرام سے خانہ کعبہ اور مسجد اقصےٰ سے بیت المقدس مراد ہے ۔ صاحب روح البیان نے آیات قرآنیہ کی تصریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بیت المقدس وحی اور فرشتوں کے اترنے کا مقام اور انبیا کرام کے رہنے کی جگہ اور حضرت موسےٰ کے زمانے سے انبیا کی عبادت گاہ اور انبیا علیہم السلام کا قبلہ ہے ۔ اور قیامت کو مخلوق اسی زمین میں محشور ہوگی اسی کے نواح میں خدا کا مظہر تجلی جبل طور اور اسی میں مقدس وادی طویٰ ہے ، جن کا آیات ذیل میں خاص عزت و احترام کے ساتھ ذکر ہے :

فلما قضیٰ موسیٰ الاجل و ساریٰ باھلہ انس من جانب الطور ناراً قال لاھلہ امکثوا انی انست ناراً لعلی اٰتیکم منھا بخبر او جذوۃ من النار لعلکم تصطلون ٥

جب موسےٰ نے مدت پوری کر لی اور اپنی اہلیہ کو لے کر چلے طور کی جانب ، ایک آگ دیکھی ۔ اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ ٹھہرو ، میں نے آگ دیکھی ہے ۔ شاید میں اس کے پاس سے کوئی خبر یا چنگاری لے آؤں تا کہ تم تاپ لو ۔ پھر جب آپ آگ لینے گئے تو برکت والی زمین میں وادی ایمن کے کنارے درخت کی طرف سے آواز آئی کہ اے موسےٰ ۔ بے شک میں ہوں ۔ اللہ رب سارے جہانوں کا ۔

یہ وادی طویٰ وہی مقدس وادی ہے۔ جس میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کو جوتیاں اتارنے کا حکم دیا گیا تھا جب وہ طور سینا سے نکلتی آگ کے قریب آتے تو پکارے گئے۔ موسیٰ میں ہوں تمہارا پروردگار۔ پس اتار دو اپنی دونوں جوتیاں۔ بیشک تم مقدس وادی طویٰ میں ہو۔

مسجد اقصےٰ

حضور سرور کائناتؐ نے فرمایا :

صرف تین مسجدوں کی زیارت کے لیئے حصول ثواب کی خاطر رخت سفر باندھنا چاہیئے : مسجد حرام ۔ مسجد اقصےٰ ۔ مسجد نبوی ۔

وہ مقامات مقدسہ جن کی بدولت یہ مقدس شہر مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں کا مرکز ہے۔ شہر کی مشرقی پہاڑی موریہ پر ایک احاطہ میں ہیں جسے اہل اسلام حرم شریف کے نام سے پکارتے ہیں اور جو بیت المقدس کا مقدس ترین حصہ ہے مسجد الاقصےٰ اور قبتہ الصخرہ بھی اسی حرم میں ہیں۔ حرم میں جگہ جگہ بلند مقامات ہیں جنھیں مسلمان محراب کہتے ہیں۔

حرم شریف کی عمارتوں میں چار ہزار چوبی شہتیر اور سات سو پتھر کے ستون اور پانچ سو پیتل کی زنجیریں ہیں۔ ہر رات ایک ہزار چھ سو فانوس روشن کئے جاتے ہیں اور ان کے لیئے ایک سو چالیس غلام مامور ہیں۔

شب معراج کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک پردار اسپ براق پر سوار تھے۔ اور حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے جلو میں تھے۔ آپ مکۃ المکرمہ سے طور سینا گئے وہاں سے بیت لحم پہنچے اور پھر بیت المقدس تشریف لائے۔

ارشاد رسول اکرم صلعم ہے :

جس وقت ہم بیت المقدس پہنچے تو حرم کے احاطے میں جبریل نے مجھ کو اتارا۔ اور براق کو ایک کنڈی سے باندھ دیا، جس سے انبیائے سابقہ نے

بھی اپنے گھوڑے باندھے تھے۔

خانہ کعبہ اور گنبد خضرا کے بعد قبتہ الصخرہ مسلمانوں کے لئے مقدس ترین مقام ہے۔ صخرا کے معنی عربی زبان میں چٹان کے ہیں۔ یہ چٹان زمین سے صرف دو گز اونچی ہے۔ ہبوط آدم سے بھی دو ہزار سال پہلے فرشتے اس کا طواف کر چکے ہیں۔ طوفان نوح کے بعد حضرت نوح کی کشتی جس مقام پر رکی تھی وہ یہی چٹان تھی۔ اور یہ بھی کہتے ہیں قیامت کے دن حضرت اسرافیل اسی چٹان پر کھڑے ہو کر صور پھونکیں گے۔ اکثر مفسرین و محدثین کی رائے ہے کہ صخرہ بہشت کی چٹانوں پر ہے۔ اسی لئے اس کو بیت الجنت بھی کہتے ہیں۔ اسی چٹان پر ختم المرسلین نبی کریم صلعم تک تمام انبیا کرام نے عبادت کی ہے۔

یہ بھی روایت ہے کہ شب معراج کو اس کے مغربی گوشے پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے یہ گوشہ حضور کی تعظیم سے کانپنے لگا۔ تو فرشتوں نے اسے لرزنے نہ دیا۔ دوسرے گوشے پر فرشتوں کی انگلیوں کے نشان ہیں۔

مغارۃ الارواح

قبتہ الصخرہ کے نیچے چٹان کی جنوبی سمت گیارہ سیڑھیاں ہیں جو ایک غار میں اترتی ہیں۔ جسے مغارۃ الارواح اور راستہ باب المغارہ کہتے ہیں ــــــ کہ تمام اہل ایمان کی روحیں حکم الٰہی سے اسی مقام پر جمع ہوں گی۔ حرم شریف میں ایک چھوٹی سی مسجد عہد مسیح کے نام سے مشہور ہے۔ اسے محراب مریم و زکریا بھی کہتے ہیں۔ فرشتے حضرت مریم کے واسطے موسمی پھل یہاں ہی لایا کرتے تھے۔ محراب زکریا اس کے ساتھ ہی ہے جہاں فرشتوں نے انھیں حضرت یحییٰ کی ولادت کی بشارت دی۔ جبکہ وہ نماز میں کھڑے تھے۔ عہد مسیح میں حضرت مسیح کا پنگھوڑا رکھا ہے یہ پنگھوڑا پتھر کا ہے۔ حضرت مسیح اسی میں لٹائے گئے۔ حضرت عیسےٰ اسی جگہ پیدا ہوئے یہیں دیوار براق ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات براق یہاں باندھا تھا۔

حرم شریف کی مغربی دیوار میں پچاس فٹ کے ایک ٹکڑے کے بارے میں یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ یہ ہیکل سلیمانی کے باقیات میں سے ہے۔ چنانچہ یہودی زائرین یہاں آکر آہ و بکا کرتے ہیں۔ اور اسی نسبت سے اس کا نام دیوار گریہ پڑ گیا ہے اور اسی مقام کو مسلمان البراق کہتے ہیں کیونکہ شب معراج سرور کائنات اسی جگہ براق سے اترے اور براق کو باندھا اور مسجد میں تشریف لے گئے۔ اس جگہ کی نشان دہی کرنے کے لئے یہاں ایک گول کڑا لگا ہوا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ جب اس مقدس شہر میں داخل ہوئے تو ان کا سب سے بڑا مقصد اس متبرک مقام کی زیارت تھی جسے الصخرہ کہا جاتا ہے جہاں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہو کر معراج کی رات آسمانوں پر تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے راہب صفرونیوس (SOPHRONIOUS) سے فرمایا کہ وہ ان کی رہبری کرے اور وہ مقدس جگہ دکھائے۔

راہب سب سے پہلے آپ کو کلیسائے نشور میں لے گیا اور کہا کہ یہی حضرت داؤد کی مسجد ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو کیونکہ خدا کے رسول حضرت محمد صلعم نے مجھے جو جگہ بتائی یہ اس کے مشابہ نہیں۔

پھر راہب صفرونیوس آپ کو کلیسائے صیہون میں لے گیا اور کہا کہ یہ حضرت داؤد کی مسجد ہے۔

حضرت عمر نے فرمایا: "تم جھوٹ بولتے ہو۔"

اس طرح وہ راہب آپ کو ہر گرجے میں لے گیا اور آپ نے ہر بار یہی فرمایا: "کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔"

آخر کار راہب آپ کو اس دروازے سے لے گیا جس کا نام اب باب المحمد ہے۔ سیڑھیوں پر سے کوڑا کرکٹ صاف کرنے کے بعد وہ ایک تنگ راستے میں داخل ہوئے جہاں حضرت عمرؓ گھٹنوں کے بل چل کر وسطی دروازے کے پاس آئے اور کھڑے

ہو گئے۔ الصخرہ کی جانب نظر اٹھائی - فرمایا

"قسم ہے اس خدائے بزرگ و برتر کی، جس کے قبضہ میں
میری جان ہے یہی وہ جگہ ہے جو اللہ کے رسول نے
مجھے بتائی تھی۔"

اس کے بعد آپ نے اس پر ایک مسجد تعمیر کئے جانے کا حکم دیا جسے ۶۹ھ میں
عبدالملک نے از سر نو تعمیر کرایا اور یہی مسجد الاقصےٰ کہلائی۔

حضرت عمر رضؓ نے کئی دن بیت المقدس میں قیام کیا۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت بلالؓ
سے اذان دینے کے لئے فرمایا۔

حضرت بلالؓ نے اذان دی تو تمام صحابہ کو رسول اللہ کا عہد مبارک یاد آگیا۔

اور آج بھی ہر مسلمان کے دل میں بیت المقدس اور مسجد اقصےٰ کا نام سننے ہی اس
عہد زریں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور آنکھوں کے سامنے وہی الوہی منظر کھچ جاتا ہے۔
کہ چاند ستارے کہکشاں در کہکشاں راستے میں بچھتے جا رہے ہیں انبیا علیہ السلام کی مطہر و
مقدس روحیں نورانی کفن میں لپٹی ہوئی بیت المقدس میں اتر رہی ہیں۔ نکہت و نور کا یہ
عالم ہے کہ ہوائیں معطر و معنبر ہو رہی ہیں جیسے لاکھوں مشک نافے کھولکر رکھ دیئے
گئے ہوں۔ ذرہ ذرہ روشن ہے جیسے ہر ذرے کو آفتاب و ماہتاب بنا دیا گیا ہو۔ قدم
قدم پر فرشتوں کے وفود کھڑے رب جلیل کی حمد و ثنا اور تسبیح و تحلیل میں اس کے پیارے
رسولؐ پر درود و سلام بھیج رہے ہیں۔

مرحبا —— مرحبا —— رسول عربی

مرحبا —— مرحبا —— صاحب لولاک

صلی اللہ —— صلی اللہ —— مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ میں آنیوالے

صلی اللہ —— صلی اللہ —— سدرۃ المنتہےٰ سے بھی آگے نکل جانیوالے

رسول اکرم صلعم براق پر سوار چلے آتے ہیں کیا عظیم مرکب ہے اور راکب اس سے
بھی کہیں زیادہ عظیم تر ہے —— جبریل امین جلو میں ہیں۔ خدا کے محبوب کی برات آرہی ہے

آج زماں و مکاں کے بیکراں فاصلے سمٹ کر رہ جائیں گے۔ ہجر کی تلخیاں وصال کی حلاوتوں میں بدل جائیں گی۔ مرکب سے اتر کر وہ جہاں پہلا قدم اٹھائیں گے ابتدا ہوگی جہاں دوسرا قدم رکھیں گے، انتہا ہوگی۔

تصور و تخیل کی آشفتگی و وارفتگی بھی کیا ہی پاکیزہ شے ہے۔ مسلمان کی چشم تصور میں صلیب و ہلال کے خونیں معرکے اور محاربے بھی ابھی تک نہیں دھندلائے و گہلائے۔

مجاہد ملت، بطل حریت سلطان صلاح الدین ایوبی کی تلوار کی جھنکار ابھی تک کانوں میں گونج رہی ہے۔ سرفروش و کفن پوش مجاہدوں کے تکبیر کے نعروں سے سرزمین یروشلم میں اک زلزلہ آ رہا ہے وہ ناموس اسلام پہ کٹ رہے ہیں۔ اور کاٹ رہے ہیں اور یہی ہے مجاہد کا وظیفہ حیات۔ اپنی یا دشمن دین کی خاک و خون میں تڑپتی ہوئی لاش ــــ یہی ہے مردان خدا کی پہچان ــــ کہ جب وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں تو وہ آفاق میں نہیں، آفاق ان میں گم ہو کر رہ جاتے ہیں۔

ابھی کل کی بات ہے کہ اسلام کے رکھوالوں نے اس مسجد میں بیٹھ کر وضو کیا تھا ــ نمازیں پڑھی تھیں ــــ اور خدا سے اسلام کی فتح کی دعائیں مانگی تھیں اور فتح ان کی تھی۔ حق باطل سے کبھی شکست نہیں کھا سکتا۔

میدان جنگ میں سلطان صلاح الدین ایوبی کی کیفیت ایک ایسی غمزدہ ماں کی ہوتی تھی جس نے اپنے اکلوتے بیٹے کا داغ اٹھایا ہو وہ ایک صف سے دوسری صف تک گھوڑے پہ دوڑتے پھرتے اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتے۔ خود ساری فوج میں گشت کرتے اور پکارتے پھرتے ــــــ "یا للاسلام" ــــــ "اسلام کی مدد کرو" ــــــ آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے۔

بیت المقدس جن حالات میں اغیار کے قبضہ میں گیا وہ من حیث القوم مسلمانوں کا ایک ایسا المیہ جسے سامراجی جارحیت کا نقطہ عروج کہا جاتا ہے تمام دنیا کے مسلمان بیت المقدس پر قبضہ اپنے مذہب میں براہ راست مداخلت تصور کرتے ہیں لہذا جغرافیائی

بعد کے باوجود مسلمانان عالم اس مسئلے پر متفق ہیں اور بیت مقدس کی بحالی و بازیابی کے لئے اسلامی ممالک کے اتحاد کی "تاریخی ضرورت" کو تسلیم کرتے ہیں اکتوبر ۱۹۷۳ کی عرب اسرائیل جنگ سے صورت حال میں جو تبدیلی رونما ہوئی ہے اس سے عرب ممالک کو یہ احساس ہو گیا ہے کہ اسرائیل سے تصادم دراصل سامراجی و استعماری طاقتوں سے تصادم ہے۔ اور عرب ممالک اسلامی ممالک کے اتحاد و تعاون ہی سے سامراجی طاقتوں کا کامیابی سے مقابلہ کر سکتے ہیں ورنہ موشے دایان، گولڈا میئر اور تمام یہودی جو دنیا میں جہاں کہیں بھی ہیں۔ جزیرہ نمائے عرب کو بارہ اسرائیلی قبائل میں تقسیم کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔

عالم اسلام کا پڑھا لکھا طبقہ اب اس ہولناک حقیقت سے بے خبر نہیں ہے کہ گزشتہ صدی کے اواخر میں یہودیوں نے فلسطین پر غاصبانہ قبضے کے لئے جس سازش کا آغاز کیا تھا اس کا اصل مقصد اسلام کی بین الاقوامی قوت پر آخری ضرب لگانا تھا۔ ۱۸۹۷ء میں سوئٹزر لینڈ کے شہر بیسل میں یہودیوں کی ایک عالمی کانفرنس منعقد ہوئی تھی اس موقع پر یہودی زعیم ہرتزل نے فلسطین میں یہودی مملکت کے قیام کا منصوبہ بنایا تھا اور اس وقت سے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے یہودی ساہوکار اور سیاست دان اسی مقصد کے لئے کام کرتے رہے ہیں۔ لیکن ان لوگوں نے ابتدا میں اپنے مطالبات کو نہایت معصومانہ انداز میں پیش کیا اور یہ ظاہر کیا کہ وہ تو صرف جذبۂ وطن یہودیوں کو فلسطین میں آباد کرنا چاہتے ہیں اور یہ مطالبہ اسی شکل میں سب سے پہلے سلطان عبدالحمید کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ سر سلطان آغا خاں مرحوم راوی ہیں۔ یہودی زعماء نے سلطان عبدالحمید سے سفارش کے لئے انھیں بھی بیچ ڈالا تھا لیکن خلیفۃ المسلمین نے یہ مطالبہ ماننے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

اس کے بعد ہرتزل نے بذات خود یہ پیش کش کی کہ فلسطین کی کچھ اراضی اگر یہودیوں کی آبادکاری کے لئے مخصوص کر دی جائیں تو سلطنت عثمانیہ کو اس کا بھاری معاوضہ دیا جائے گا۔ اگرچہ خلیفۃ المسلمین اس وقت شدید مالی مشکلات سے دوچار تھے لیکن انہوں نے اس پیش کش کو حقارت سے مسترد کر دیا حالانکہ اگر وہ یہودیوں سے معاوضہ قبول

کر لیتے تو سلطنت کے تمام قرضے ادا کئے جا سکتے ہیں۔

ان مساعی میں ناکام ہونے کے بعد یہودیوں نے سیاسی دباؤ کا حربہ استعمال کرنا شروع کیا۔ چنانچہ پہلی جنگ عظیم کے موقع پر عالمی یہودی ساہوکاروں نے قیصر جرمنی سے رابطہ قائم کیا اور یہ تجویز پیش کی کہ اگر آپ اپنے حلیف سلطان ترکی کو فلسطین کا علاقہ یہودیوں کے حوالے کرنے پر آمادہ کر لیں تو ساری دنیا کے یہودی اپنے مال وسائل سے مدد دیں گے اور آپ جنگ جیت جائیں گے۔ قیصر جرمنی نے اس پر سلطان سے سلسلہ جنبانی کی تو وہاں سے ٹکا سا جواب مل گیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ صرف جرمنی کو جنگ میں شکست ہوئی بلکہ سلطنت عثمانیہ کا شیرازہ بھی بکھیر دیا گیا۔

اس کے بعد اسرائیل کے قیام کے لئے بین الاقوامی سطح پر جو کچھ ہوتا رہا اس کی تفصیلات سے عصری تاریخ کا ہر طالب علم کم وبیش آگاہ ہے اور اس کے ساتھ ہی یہودی زعما کا یہ منصوبہ بھی عیاں ہو چکا ہے۔ کہ وہ اسرائیل کی ان حدود پر قانع رہنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے جو اقوام متحدہ نے ۱۹۴۷ء میں متعین کی تھیں۔ بلکہ وہ دریائے نیل سے لے کر دریائے فرات تک کے اس پورے علاقے کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ جس میں جنوب کی طرف مدینہ منورہ اور شمال کی طرف اناطولیہ تک علاقہ شامل ہے۔ اس منصوبے کا انکشاف دراصل ہٹلر کے زمانے میں ہوا تھا۔ جب فرانکفرٹ میں ایک یہودی لیڈر کے گھر سے اس کا نقشہ دستیاب ہوا تھا۔

(عکس نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

چنانچہ آج کل فلسطین کے مسئلے سے متعلق تمام اسلامی مطبوعات میں اس نقشے کا حوالہ دیا جاتا ہے لیکن اسی دوران یہودیوں کے اس سے بھی زیادہ وسیع تر عزائم کا ایک نقشہ خود یہودی ذرائع نے شائع کیا تھا جو اتفاق سے ایک مدت تک مسلمانوں کی نگاہوں سے اوجھل رہا۔ اور یہ نقشہ ثابت کرتا ہے کہ یہودی لیڈر پورے جزیرہ نمائے عرب پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

یہ نقشہ جس کا عکس اگلے صفحہ پر دیا جا رہا ہے ۱۹۲۲ء میں ایک یہودی تنظیم کی طرف سے مراکش کے یہودیوں میں تقسیم کیا گیا تھا اور اس منصوبے کے لئے ان کے چندے کی

ושמתי מקום לעמי לישראל
ונטעתיו ושכן תחתיו ולא ירגז
עוד ולא יסיפו בני־עולה לענותו
כאשר בראשונה:
שמואל ב ז׳ י׳

כי־לי הארץ
ויקרא כ״ה כ״ג

ארצך עמנו אל:

הים הגדול

מצרים

ים סוף
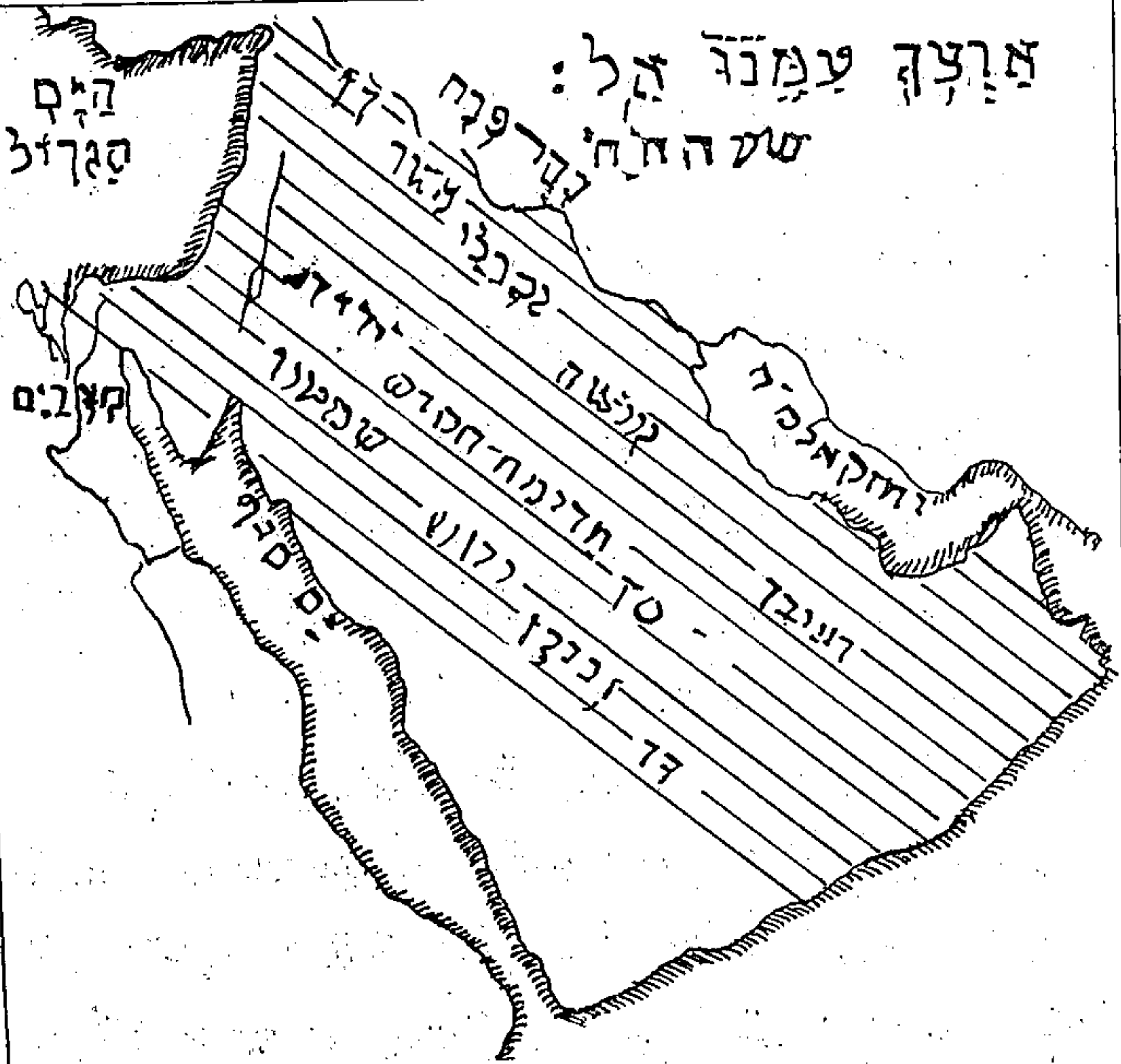
A JEWISH PROPAGANDA CARD

CIRCULATED IN MOROCCO

اپیل کی گئی تھی۔ نقشے کی پوری عبارت عبرانی زبان میں ہے حاشیہ کے اوپر کی سطریں تورات کی کتاب اسموئیل دوم سے ماخوذ ہیں اور ان کا ترجمہ یہ ہے۔

اور میں اپنی قوم اسرائیل کے لئے ایک زمین مقرر کروں گا انھیں وہاں پر اس طرح جماؤں گا کہ وہ ہمیشہ اپنے وطن میں رہیں اور کبھی انہیں وہاں سے ہٹایا نہ جاسکے۔ اور نہ ہی بدکاروں کی اولاد پہلے کی مانند ان پر مسلط ہو گی۔

نقشے کے حاشیئے میں اوپر دو خطوط کے درمیان توراۃ کی کتاب لاویوں کی یہ عبارت درج ہے " اس لئے کہ زمین میری ہے " پھر اس کے نیچے کونے میں کتاب یسعیاہ سے یہ جملہ نقل کیا گیا ہے : " یہ تیری سرزمین ہے اے عمانوئیل "

نقشے میں جزیرہ نمائے عرب پر خطوط یہ واضح کرنے کے لئے کھینچے گئے ہیں کہ یہ پورا علاقہ یہودیوں کے لئے ہے۔ ان خطوط کے درمیان اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے نام لکھے گئے ہیں۔

یہ نقشہ جس سازش کی نشان دہی کر رہا ہے اس کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں لیکن بدقسمتی سے مسلمان ممالک میں بھی ابھی تک مغربی افکار سے متاثر لوگ اس کی نزاکت کو پوری طرح محسوس نہیں کر رہے ہیں۔ دنیا کے ذرائع ابلاغ پر چونکہ یہودی ساہوکاروں کا بہت اثر ہے اس لئے ان کی سازشوں سے متعلق جب بھی کچھ کہا جاتا ہے تو بڑے عالمی اخبارات و جرائد میں ان باتوں کو بے بنیاد پروپیگنڈا قرار دیکر ٹال دیا جاتا ہے۔

دریں اثنا یہودی حلقۂ اثر اتنا وسیع ہو چکا ہے کہ دنیا کی بڑی حکومتیں اپنی پالیسیاں میں ان کا عمل دخل قبول کرنے پر مجبور رہیں۔

مندرجہ بالا نقشہ اور لٹریچر دیکھنے سے یہ بات نہایت وضاحت سے سامنے آتی ہے کہ اسرائیل دنیا کے مسلمانوں کو عموماً اور جزیرہ نمائے عرب کے عربوں کو خصوصاً صفحۂ ہستی سے ختم کرنے پر تلا ہوا ہے۔ اس جنگ میں اس نے مسلمانوں کا قتل عام اور ان کی بستیوں کو نیپام بموں سے بری طرح "تاخت تاراج" کیا ہے وہ بیت المقدس پر قبضہ جما کر بیٹھ گیا ہے اور مزید جارحیت پر آمادہ ہے وہ اقوام عالم کے سامنے خود کو جارح نہیں فاتح ثابت

کر رہا ہے اور مسلمانوں کے وہ علاقے جو اس نے جارحیت و تشدد سے ہتھیائے ہیں کسی صورت میں بھی ہاتھ سے چھوڑنے کو تیار نہیں اور نہ اقوام عالم کی طرف سے اس پر اتنا بین الاقوامی بوجھ ڈالا گیا ہے کہ وہ جارحیت سے باز آئے، غاصب نہ بنے اور عربوں کے غصب کئے ہوئے علاقے انھیں لوٹا دے۔ بیت المقدس کی بے حرمتی کرتے ہوئے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس نہ لگائے۔

بیت المقدس کی سرزمین کا ذرّہ ذرّہ مسلمانوں کے لئے نہایت ہی مقدس و محترم ہے یروشلم کے ساتھ مسلمانوں کی مذہبی و ملّی وابستگی ان کا جزوِ ایمان ہے۔ پیغمبروں کی یہ سرزمین ان کے عقاید جلیلہ و معرکہ کی آماجگاہ ہے۔ جس سے وہ کسی صورت میں بھی دستبردار ہونے کو تیار نہیں۔ دنیا کی کسی بڑی سے بڑی طاغوتی طاقت کا خونیں پنجہ مسلمانوں کے دلوں سے اس سرزمین کے مقامات مقدسہ کی عظمت و جبروت کے نقوش کرید کر نہیں مٹا سکتا۔

مسلمانوں کو اپنے قبلہ اول کی بازیابی اور عرب زمین کو صیہونیوں کے وجود سے پاک کرنے کے لئے اگر طور سینا سے جوئے خوں بھی کاٹ کر لانا پڑی تو وہ لائیں گے۔ اس معرکہ حق و باطل میں اگر آتش کدہ نمرود سے سرِ فلک شعلے اٹھ رہے ہیں تو اولاد ابراہیم بھی موجود ہے۔ مسلمان باطل سے دبنے والے نہیں ہیں۔ ہر دور کے نمرود و شداد ـــ فرعون و بخت نصر ان کا امتحان کر چکے ہیں اور اگر مزید کسی امتحان و آزمائش کا فرعونی و نمرودی طاقتوں کی طرف سے چیلنج ہے تو مسلمان اس چیلنج کو بھی قبول کرتے ہیں وہ بیت المقدس میں تلواروں کے سائے میں ایک بار پھر نمازِ عشق ادا کرنے کو تیار ہیں۔ وہ بیت المقدس کی آزادی کے لئے اپنی جان تک لڑا دیں گے۔ وہ پھر سر بکف معرکہ حق و باطل اور ہنگامہ حرب و پیکار میں اتر آئیں گے۔

اتحاد عالم اسلام کے تحفظ کے لئے ـــــ قیام امن کی خاطر ـــــ انسان کے بنیادی حقوق کی بحالی کے واسطے ـــــ !!!

جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے انسان کے بنیادی حقوق کا تصور ان کے لئے کوئی نیا تصور نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ دوسرے لوگوں کی نگاہ میں ان حقوق کی "تاریخ یو۔ این۔ او

کے چارٹر سے شروع ہوتی ہو یا انگلستان کے میگنا کارٹا (MAGNA CHARTA) سے اس کا آغاز ہوا ہو، لیکن مسلمانوں کے اس تصور کا آغاز بہت پہلے سے ہے۔ مسلمانوں کے لئے اس کی تکوین کسی لیگ یا سیکورٹی کونسل سے نہیں تکوین اسلام سے ہوئی تھی۔ ظہور اسلام سے ہوئی تھی۔

حرمت جاں یا جینے کا حق دوسرے انسانوں کی طرح مسلمانوں کو بھی حاصل ہے ہر انسان میں یہ سوچ فطری ہے۔ عین انسانی ہے۔ جیو اور جینے دو۔ اور اب مسلمان محکوم بن کر نہیں حاکم بن کر اپنی دنیا میں جئیں گے۔ مسلمان نہ کسی کو غلام بنانا چاہتے ہیں نہ کسی کا غلام بن کر جینا پسند کرتے ہیں۔ اسلام میں غلام بننے یا غلام بنانے کا کوئی تصور نہیں ہے اسلام اور پیغمبر اسلام غلاموں کو غلامی کی ذلت وظلمت سے نکال کر آقا بنانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ بعثت رسول اکرم صلعم بیخ کنی بدعت غلامی تھی۔

اسلام آیا تو اس نے دنیا کے ہر گوشے میں غلاموں کو نظام معاشرت کا ایک جز د حقیر دیکھا۔ یہ انسانی مساوات کا پیامبر اس انسانی ذلت کو کس طرح باقی رہنے دے سکتا تھا۔ اس نے متنبہ انسانوں کو للکارا اور کہا ذرا سوچو تو سہی کہ انسان کا دوسرے انسان کو اپنی ملکیت سمجھ لینا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ تمام انسان انسان ہونے کی حیثیت سے مساوی حیثیت رکھتے ہیں یہ انسانی شرف و تکریم کے خلاف ہے۔ کہ انسان کو انسان نہ سمجھا جائے۔ آزادی انسان کا شرف اولین اور اس کا پیدائشی حق ہے۔ انسانیت کی دنیا میں غلامی باقی نہیں رہ سکتی۔

مسلمان مذہباً اور فطرتاً صلح کل ہیں۔ دوسرے انسانوں پر چاہے وہ کسی بھی مذہب و ملت سے ہوں تلوار اٹھانا نہ تو اس کے مذہب میں شامل ہے اور نہ اس کے دین کی تعلیم۔

مسلمان کسی بھی قوم و ملت کے استحصال کے لئے توسیع پسندانہ عزائم نہیں رکھتے اور اس کے ساتھ ہی دنیائے اسلام کے کسی حصے کسی گوشے پر اغیار کے تسلط و اقتدار کو بھی برداشت نہیں کرتے۔

مسلمانوں کی ملی وحدت ـــــ اتحاد ـــــ یگانگت ـــــ یک جہتی ـــــ یکسانیت ان کا مسلک حیات اور فلسفہ حیات ہے۔ وہ اپنے اتحاد کو کسی قیمت پر اور کسی صورت میں بھی

پارہ پارہ نہ ہونے دیں گے۔ اتحاد ملت اسلامیہ کی یہ اینٹیں جو آپس میں پیوست ہو کر یکجا ہو رہی ہیں آنے والے وقت میں اسلامی عظمت و جبروت، شان و شوکت۔ ثروت و صولت۔ جلال و جمال کا ایک عظیم ہیکل تعمیر کریں گی۔

مسلمان خود ختم ہو جائیں گے لیکن اپنی اسلامی حیثیت کو ختم نہ ہونے دیں گے مسلمان بس مسلمان ہیں۔ ان کا دین اسلام ہے۔ مذہب اسلام ہے۔ لادینیت دراصل دینی لاقانونیت ہے جس کی اسلامی قوانین و ضوابط میں کوئی گنجائش نہیں۔ مسلمان اسلامی شعائر سے روگردانی نہیں ہمیشہ اسلامی شعائر کی بجاآوری کرتے رہیں گے۔

بیشتر اسلامی ممالک آزاد ہیں۔ خود مختار ہیں اور جو نہیں ہیں، وقت آگیا ہے کہ وہ بھی آزاد و خود مختار ہو جائیں گے ؎

شکست کھا کے رہے گی چراغ سے ہر شام

اس میں وہم و تشکیک کی گنجائش نہیں۔ یہ حقیقتیں مشکوکات نہیں یقینیات میں سے ہیں۔
آیئے! میری آنکھوں کے سفینوں میں چلے آیئے گا ؎

بیا در کشتیِ چشمم نشیں و سیرِ عالم کن

انقلابات و تبدلات کے نئے افق سے نیا آفتاب نکلا ہے۔ نیا سویرا۔ مسلمانوں کی نیند اگر موت کی نیند نہیں تو ان کو جاگ ہی جانا چاہیئے اور وہ جاگ گئے ہیں۔

یہ بیداری مسلمانوں کی دنیا میں اور ان کی زبان میں ایک عظیم انقلاب کا نام ہے۔ مسلمانوں کی دنیا میں ایک ایسے دور کا آغاز ہو چکا ہے کہ اس میں عہد گزریا عصر رومانی کا کوئی سامری سیاست کی شعبدہ بازی یا ذہن کی بازی گری نہ دکھلا سکے گا وہ لمحہ شوق وہ ساعت دیدار، جس کا مدت سے انتظار تھا دروازے پر دستک دے رہی ہے۔ وہ خواب جس کے شرمندہ تعبیر ہونے کی کوئی امید نہ تھی حقیقت کے ایک تاج محل میں ڈھل چکا ہے اخوت کی ایک جوئے شیر بن گیا ہے۔ مایوسیوں کے بادل چھٹ گئے ہیں۔ نصرت و کامرانی کا چاند نکل آیا ہے۔ اس سے پہلے جو کچھ ناممکنات میں سے تھا۔ اب ممکنات میں سے ہے اور تاحد ممکنات اجالا ہی اجالا ہو رہا ہے۔ گہری سوچوں کے اندھیرے

اور سناٹے دم توڑ چکے ہیں ۔ بطحا و یثرب سے ہوائیں گنگناتی چلی آتی ہیں ———

ترانہ ملت —— اسلام —— اخوت —— اتحاد —— تنظیم ——— تنظیم معاشرہ ——

تنظیم ذات ——— تنظیم خود ——— مسلمانوں کو منظم ہو جانا چاہیئے ۔

آزاد مسلمانوں کو محکوم مسلمانوں کے استخلاص کے لئے ان کے شانہ بشانہ لڑنے کو تیار رہنا چاہیئے ۔ مسلمانوں کو اپنی قوت و استعداد پر انحصار کرنا ہوگا ۔ زندہ و تابندہ اقوام عالم کی طاقت کا راز محض ان کے اسلحہ اور مال و دولت ہی نہیں ان کے اتحاد میں مضمر و مخفی ہے

جب کفر اسلام کو للکارنے لگے ۔ جب باطل حق پر اپنی تمام تر قوتوں کے ساتھ حملہ آور ہو جائے ۔ جب لادینیت اپنے تمام مادی وسائل تخریب و تباہی بروئے کار لاتے ہوئے دین حقہ پر یورش و یلغار کر دے ۔ جب اعلائے کلمۃ الحق کو ایک سیاسی جرم سمجھا جانے لگے ۔ اور دین الہیہ کی تبلیغ و اشاعت کی پاداش میں زبانیں کاٹ دینے اور گردنوں میں طوق و سلاسل ڈال دینے کی دھمکیاں ملنے لگیں ۔ جب کسی متنازعہ فیہ امر کو افہام و تفہیم سے طے کرنے کے سب دروازے بند و مسدود ہو جائیں اور حق و انصاف کا تقاضا پورا ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آئے ۔ جب عالمی ضمیر جھنجھوڑے جانے کے باوجود خواب غفلت سے بیدار نہ ہو ۔ جب صلح و آشتی کی ہر تحریک کچل دی جائے ۔ جب امن و امان کے پرچموں کو پھاڑ کر فتنہ و فساد کی آگ میں جلا دیا جائے ۔ جب صلح و آشتی کے لئے آگے بڑھے ہوئے ہاتھوں کو جھٹک کر انھیں تلواریں پکڑنے پر مجبور کر دیا جائے تو اس وقت جہاد فرض ہو جاتا ہے ۔

جہاد ——— جہاد نقطہ پرکار حیات ہے ۔ جہاد اسلام کی روح اور دین کا نقطہ ماسکہ ہے لیکن اس کے متعلق اس قدر غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں اور پھیلائی جا رہی ہیں کہ حقیقت جہاد گمراہی و لاعلمی کے پردوں میں چھپ گئی ہے لہذا حقیقت جہاد کا صحیح مفہوم قرآن کریم کی روشنی میں دیکھنے کے لئے ان پردوں کو اٹھانا ہوگا ۔ جو اس پہ ڈال دیئے گئے ہیں ۔

———

جہاد فی سبیل اللہ

لفظ جہاد کی تفسیر و تشریح یہاں اس لئے کی جاتی ہے کہ یہ لفظ جوش جنوں کا ہم معنی و ذومعنی نہ ہو کر رہ جائے اور پڑھنے سننے والوں کی آنکھوں کے سامنے یہ نقشہ یہ تصویر، یہ عکس، یہ نقش کھنچ کر رہ جائے یا وہ لوگ جہاد جن کے مذہب میں کوئی شئے نہیں ہے یہ سمجھنے لگیں کہ مذہبی دیوانوں کا ایک بپھرا ہوا گروہ یا جیس ننگی تلواریں ہاتھ میں لئے تکبیر کے نعرے لگاتا اور جہاد ا جہاد کا شور مچاتا خون ریزی کے لئے ــــ جدال و قتال کے لئے مخالفین پر متلاطم سمندر کی طرح چڑھا چلا آتا ہے کیونکہ مسلمان قوم کے متعلق پہلے ہی ایسے بہت سے خونچکاں افسانے اور دہشت ناک داستانیں تراشی جاچکی ہیں کہ یہ مصرعہ مشہور زمانہ ہے ؎

بوئے خوں آتی ہے اس قوم کے افسانوں سے

بہرحال جہاد فی سبیل اللہ کا ان خونچکاں افسانوں اور وحشت و بربریت کی داستانوں سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ذاتی غرض و غایت کے لئے جدال و قتال کے قصوں اور نسلی تفاخر و برتری کی خاطر قہر و غلبہ کے قصیدوں سے اس کا کوئی واسطہ ہے۔

جہاد کا ترجمہ خونریزی وہی شخص کرے گا جو فراست ایمانی اور بصیرت قرآنی سے بے بہرہ ہو گا۔ گمراہ ہو گا جس نے حقیقت قرآنی کو نہ سمجھا ہو گا۔ قرآن جہاد سے متعلق کھلے الفاظ میں یہ کہتا ہے کہ جنگ اور جہاد میں بڑا فرق ہے۔ بُعد مشرقین ہے۔

جہاد میں کسی کے سر پر تلوار کھینچ کر نہ تو بجبر و کراہ اس سے کسی چیز کو منوانا ہی جائز ہے اور نہ قوت کا ناجائز استعمال روا رکھا گیا ہے۔ اللہ جل جلالہ نے، جہاد ایک خالص دینی مسئلہ ہے اور اسلام مذہب نہیں دین ہے اور خاص خدا کا دین ہے جس میں دونوں عناصر

شامل ہیں مذہب اور حکومت بھی۔

اور خدا کے دین کا ترجمان ہے قرآن حکیم، جس نے اس ایک بڑے اہم دینی مسئلہ کی تفسیر و تشریح خدا کی زبان سے ——— اور ——— خدا کی زبان میں آیات متبرکہ و مقدسہ میں نہایت وضاحت سے کر دی ہے۔ اور یا پھر اس کے مطالب و معانی معلوم کرنے کے لئے اور قرآن شناسی کے لئے صاحب قرآن کی سیرت و حیات طیبہ پر غور کرنا ہوگا۔ جس کی ذات با برکات نے دین حق کی حمایت میں زخم کھاتے اور زخم لگاتے ہوئے معرکہ بدر و حنین میں امت کو یہ بتا دیا کہ جہاد کسے کہتے ہیں۔ اور یا پھر سید الشہدا سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام کے ان جہاد آفریں و جہاد افروز خطبات کو دیکھیں جو امام عالی مقام نے اپنے شرکائے جہاد سے ایمان افروز خطاب کرتے ہوئے میدان کربلا میں دیئے۔ ان سے آپ کا موقف ظاہر ہے کہ آپ نے حصول سلطنت کے لئے نہیں جنگ کی تھی بلکہ ایک جابر و قاہر سلطان اور اس کی سلطنت کے سامنے اعلائے کلمۃ الحق کیا تھا کہ مومن و مجاہد کبھی ایسی حکومت برداشت نہیں کرتا جو حدود اللہ سے تجاوز کر جائے۔ دین حق میں حدود اللہ سے کسی بات کا متجاوز ہونا کفر ہے۔ جسے داعی الی الحق کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

قرآن مجید نے عظمت اور بزرگی کے مدارج پر روشنی ڈالتے ہوئے واضح الفاظ میں بتایا کہ وہ لوگ جو غیر حق کے مقابلے میں صف آرا ہوتے ہیں اور خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ خدا کے نزدیک اعلیٰ تر مراتب کے حامل ہیں۔ بمقابل ان کے جو جہاد میں حصہ نہیں لیتے۔

لایستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر والمجاهدون فی سبیل اللہ باموالهم وانفسهم فضل اللہ المجاهدین باموالهم وانفسهم علی القعدین درجۃ وکلاً وعد اللہ الحسنیٰ وفضل المجاهدین علی اللہ دین اجراً عظیماً درجت منه ومغفرۃ رحمۃ وکان اللہ غفوراً رحیماً

(سورۃ النساء آیت ۹۵، ۹۶)

رجو لوگ معذور نہیں تھے اور جہاد سے رک کے بیٹھے رہے وہ ان لوگوں
کے برابر نہیں ہو سکتے جنھوں نے جان و مال سے خدا کی راہ میں جہاد کیا۔
خدا نے جانوں اور مالوں سے جہاد کرنے والوں کو گھر بیٹھنے والوں پر درجے
کے اعتبار سے فضیلت دی ہے۔ اور ویسے تو ہر نیک کام کرنے والے
کے لئے خدا نے ثواب کا وعدہ کیا ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں
کو جہاد نہ کرنے والوں پر بڑے اجر کے ذریعہ بزرگی دی ہے یہ خدا
کے مقرر کردہ درجے ہیں اور اس میں مغفرت اور رحمت کی نشانیاں ہیں اور
خدا بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے)

حدیث الجہاد رہبانیۃ الاسلام کے حوالے سے اس نکتہ کی صراحت کی گئی ہے کہ اسلام
میں ترک دنیا کی کوئی صورت اگر جائز ہے تو وہ یہ نہیں ہے کہ انسان دنیا کو ترک کرکے خانقاہ
نشینی یا حجرہ نشینی اختیار کرے بلکہ وہ صورت یہ ہے کہ انسان ترک دنیا کرکے شمشیر بکف
میدان میں نکل آئے اور غیر حق پر ٹوٹ پڑے۔ اس خصوص میں قرآن کا نقطہ نظر بھی
نہایت واضح ہے :

فلیقاتل فی سبیل اللہ الذین یشرون الحیوٰۃ الدنیا بالآخرۃ
ومن یقاتل فی سبیل اللہ فیقتل او یغلب فسوف نؤتیہ
اجراً عظیماً (سورہ النسا آیت ۷۴)

(وہ لوگ جنھوں نے آخرت کے بدلے میں دنیاوی زندگی بیچ ڈالی انھیں
چاہیئے کہ وہ خدا کی راہ میں جہاد کریں اور جو بھی راہ خدا میں جہاد کرے گا
تو چاہے وہ قتل ہوا یا غالب آیا۔ ہر حال میں خدا اسے عنقریب بہت
بڑا اجر دے گا)

جہاد مومن سنت پیغمبری ہے۔ اسوۂ شبیری ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جہاد
کی نوعیت دفاعی ہونی چاہیئے یا جارحانہ۔ تو قرآنی تعلیم کی رو سے جنگ و جہاد کی
دو صورتیں ہیں۔ محافظانہ اور مصلحانہ، جہاد کی نوعیت عام طور پر تو دفاعی ہے لیکن

بوقت ضرورت مصلحانہ بھی ہو سکتی ہے ۔ مثلاً اگر کسی قوم کی بد اخلاقی اس درجہ بڑھ جائے کہ اس سے دوسری قوموں کے اخلاق بگڑنے کا اندیشہ ہو تو ہمسایہ اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ بزور شمشیر اس قوم میں سے خرابی دور کرنے کے لئے اس پر خروج کرے چنانچہ شہید ملت سلطان ٹیپو نے مالابار کے وحشی باشندوں سے کہا تھا کہ تم لوگ بجائے برہنہ پھرنے کے کپڑے پہننا شروع کر دو ورنہ میں بزور شمشیر تمھیں کپڑے پہننے پر مجبور کروں گا ۔

اور جہاد کی موخر الذکر صورت یعنی مصلحانہ جہاد کے متعلق قرآن کا نقطہ نظر آیات ذیل سے واضح ہے جن میں نوع انسانی کی فلاح و بہبود کی خاطر اور انسانوں کو ظالم و جابر قوتوں سے رہائی دلانے کی خاطر جہاد کی تلقین کی گئی ہے :

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللّٰہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلہا واجعل لنا من لدنک ولیاً واجعل لنا من لدنک نصیراً ٥ (سورۃ النساء آیت ۷۵)

(اور تمھیں کیا ہو گیا کہ جہاد نہیں کرتے ، حالانکہ مظلوم و بے بس آدمی ، عورتیں اور بچے پکار رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس شہر سے جس کے رہنے والے ہم پر ظلم ڈھا رہے ہیں نکال اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی بنا کر بھیج دے اور اپنی طرف سے ہمیں کوئی مددگار عطا فرما)

انسان اور کائنات سے متعلقہ اسلام کا یہ بنیادی مفروضہ کہ فطرت میں خوف پایا جاتا ہے اور اسلام کا نصب العین انسان کو اس منفی قوت سے آزاد کرنا ہے ۔ انسان کی مابعد الطبیعاتی ماہیت سے متعلق بھی اسلام کے تصور کو واضح کر دیتا ہے کہ خوف وہ قوت ہے جو انسان پر حکومت کرتی اور اس کی شخصیت کی نشو و نما میں مزاحم ہوتی ہے تو پھر انسان اپنی ماہیت کے اعتبار سے قوت کی ایک اکائی ، ایک توانائی ، ایک عزم اور لامتناہی قوت کا ایک جزو مرہے جس کی تدریجی کشادگی اور پھیلاؤ ہی کو تمام انسانی

مساعی کا نصب العین ہونا چاہیئے ۔ دوسرے الفاظ میں انسانی شخصیت اسلام کے نقطہ نظر سے لاانتہا توانائی اور قوت حیات سے معمور ایک ایسا جوہر (ATOM) ہے جس کی مکمل کشادگی یا جس کی پوشیدہ توانائی میں دھماکا پیدا کرنا اسلام کے نزدیک انسان کے اخلاقی ارتقا کا نصب العین ہے ۔ اقبال نے انسان کی لاانتہا خفتہ توانائی کو بیدار کرنے والی اس تعلیم کا ذکر کیا ہے ؎

می کند اندیشہ را ہشیار تر
دیدہ بیدار را بیدار تر
اعتبار کوہ بخشد کاہ را
قوت شیراں دہد روباہ را
خاک را اوج ثریا می دہد
قطرہ را پہنائے دریا می دہد

اور یہی وہ رمز حیات ہے جس کو پالینے سے انسان مرد کامل ۔ مرد فقیر ۔ اور صاحب خودی ہوجاتا ہے ، صاحب سیف ہوجاتا ہے اس کی شخصیت دونوں اہم عناصر نار خودی اور نور خودی سے بہرہ اندوز ہوتی ہے اور پھر وہ ایک صاحب دل خانقاہ نشین ہی نہیں ہوتا بلکہ ایک صاحب دل حکمران ایک صاحب دل سپہ سالار بھی ہوتا ہے پھر وہ سوائے خدا کی ذات کے کسی سے خوف نہیں کھاتا ۔ اس کے سجدوں میں روح کائنات جنبش کرتی ہے پھر اس کی قوت و سطوت شورش عالم کا خاتمہ کرتی ہے ۔ اس مرد کامل کے یہ نمونے تو دو آنحضرت صلعم کی زندگی میں اور جناب حیدر کرار ۔ جناب شبیر اور جناب صدیق اکبر اور جناب فاروق اعظم کی حیات طیبہ میں موجود ہیں ۔ یہی وہ جوہر ہے جس کی مکمل کشادگی اور پوشیدہ توانائی میں جب دھماکا ہوا ۔ تو اس مسلک حیات سے حضرت عمر فاروق اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایسے فاتح عالم اور خیبر کشا مرد کامل کی شخصیت پیدا ہوئی ۔ اور جہاد ہی وہ دھماکا ہے اور رمز لا الہ الا اللہ اس کی محرک ۔

الجہاد سنام الدین — جہاد دین کا سب سے اونچا درجہ ہے۔ الحدیث
اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ اصطلاح جہاد فعل جاہَدَ سے مشتق ہے (مصدر جہد) جس کا مطلب ہے سعی بلیغ کرنا۔ قرآن مجید نے بھی جہاد کو سعی و کوشش کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ مثلاً سورۂ انعام میں دیکھئے۔ شریعت میں جہاد کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اللہ کی راہ میں اپنی بساط کے مطابق انتہائی کوشش کرے۔ اللہ کا دین پھیلائے اور اس کے کلمے کو دنیا بھر میں سربلند کرے۔ جو شخص جہاد کرے اس کا اجر یہ ہے کہ نجات حاصل کرے گا۔ اس لئے جہاد بہشت کی جانب خدا کی مقرر کی ہوئی راہ مستقیم ہے

اگر جہاد کا وسیع مفہوم یعنی سعی بلیغ پیش نظر رکھا جائے تو اس سے لازماً رزم و پیکار کے معنی نہیں نکلتے۔ اس لئے کہ اللہ کی راہ میں سعئ بلیغ پرامن ذرائع سے بھی ہو سکتی ہے۔ اور متشددانہ ذرائع سے بھی۔ جہاد کو مذہبی تبلیغ کی ایک شکل بھی قرار دیا جا سکتا ہے یہ تبلیغ رضامندانہ طریق پر بھی ہو سکتی ہے اور تلوار کے ذریعے بھی۔

فقہا نے مومن کے لئے فریضہ جہاد کی بجا آوری کے چار طریقے بتائے ہیں :—

جہاد بالقلب — جہاد باللسان — جہاد بالید اور جہاد بالسیف۔

قلبی جہاد یہ ہے کہ انسان شیطان کا مقابلہ کرے یہ جہاد آنحضرت صلعم کے نزدیک اس درجہ اہم تھا کہ اسے جہاد اکبر قرار دیا گیا۔ دوسرا زبان سے جہاد اور تیسرا ہاتھ سے جہاد' جہاد حق کی تائید و حمایت اور باطل کو مٹانے کے لئے کئے جاتے ہیں چوتھا جہاد جنگ کے مترادف ہے اس کا تعلق غیر مومنوں اور دشمنان دین کے خلاف لڑنے سے ہے۔

جنگ خواہ کسی قانونی نظام کے رسمی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے شروع ہو اور جاری رکھی جائے یا کسی خاص مذہب کے احکام یا معاشرے کے معمولات کے مطابق باقاعدہ اور مستقل ادارہ بن جائے تو یہ شروع ہو جاتی ہے۔ ایک گروہ کے خلاف دوسرے سے خون کا بدلہ لینے کے جوش و خروش میں کبھی یہی خیال کارفرما تھا ارسطو اپنی کتاب سیاسیات' میں بعض جنگوں کو طبعاً جائز و مشروع قرار دیتا ہے۔ رومیوں نے

اجرائے جنگ کے لئے ایک مجلس بنائی تھی جو بیس ممبروں سے مرکب تھی اور ایک آدمی اس کا صدر یا کارفرما تھا۔ اس کے لئے جنگ کے تمام اصول منضبط کر دیئے گئے تھے تاکہ کہیں راہ حق و انصاف سے انحراف کا امکان باقی نہ رہے قرون وسطیٰ کے مسیحی ملکوں میں سینٹ آگسٹائن اور ایسو وراشبیلی مشروعیت جنگ کے متعلق مسرو کے نظریے سے متاثر ہوئے۔ سینٹ ٹامس اکوئیناس اسلامی تصنیفات سے آگاہ تھا۔ اس نے مشروع جنگ کے متعلق جو نظریہ قائم کیا وہ اسلامی نظریہ جہاد کے اصول پر قائم تھا۔

گروشیئس کو موجودہ قانون اقوام کا بانی سمجھا جاتا ہے اس نے اپنا قانونی ڈھانچہ مشروع جنگ کے نظریہ قانون طبعی کے زیر اثر مرتب کیا۔ اگرچہ انیسویں صدی کا نظریہ جنگ سابقہ صدیوں کے نظریات کے مقابلے میں طبعی قانون سے کم متاثر ہوا۔ تاہم جنگ مشروع کا تصوّر پہلی عالمگیر جنگ کے بعد جنگ کو خلاف قانون قرار دینے کی شکل میں نمایاں ہوا اور کہا گیا کہ صرف جارحانہ اقدام کرنے والے کے خلاف جنگ کی اجازت ہونی چاہیئے اگرچہ یہ امر تصور جنگ کے ارتقا میں زمانہ قدیم سے بار بار سامنے آتا رہا ہے لیکن اسلام کے قانونی نظام میں اس نے خاص حیثیت اختیار کر لی۔ اس لئے کہ اسلام میں قانون اور مذہب کے درمیان اتحاد ہے قانون مقاصد دین کے حصول کا راستہ مقرر کرتا ہے اور مذہب قانون کے لئے سامان تصدیق بہم پہنچاتا ہے۔

مسلمانوں کے نظریہ قانون میں اسلام اور شرک یعنی خدا کی ذات میں کسی دوسری ذات کو شریک کرنا دنیا میں پہلو بہ پہلو نہیں رہ سکتے۔ امام اور ہر مومن کا فرض ہے کہ وہ کلمہ حق کے اعلاء کا سروسامان کرے وہ کتمان حق نہ ہونے دے۔ دوسرے لفظوں میں جہاد شرک کے خلاف ایک دستاویز ہے اور تمام غیر مسلموں کو اس کا ہدف بننا چاہیئے جو اسلام کو مسترد کریں۔ نیز ذمیوں کو جو جزیہ نہ دیں لہٰذا جہاد کو اسلام اور شرک کے درمیان ایک مستقل منازعت قرار دیا جا سکتا ہے۔

اسلام میں جہاد کو نہ صرف مشرکین کی تادیب کے لئے روا رکھا جاتا ہے بلکہ مصالح سلطنت کے لئے بھی۔ اس لئے کہ عمل جہاد میں وظیفہ جہاد بجائے خود مسلمانوں کی

برتری اور تسلط مضمر ہے اور کلمہ حق کی سربلندی کے ساتھ خدا کا سیاسی اقتدار بھی قائم ہوتا ہے۔
یہی وجہ ہے کہ جہاد اگرچہ بہت اہم ہے لیکن اسے پانچ ارکان اسلام میں شامل نہیں کیا گیا
کہ پانچ ارکان اسلام کا نفاذ لازماً حکومت کی طرف سے نہیں ہوتا لیکن جہاد خاص مقاصد کے
پیش نظر حکومت و امامت ہی کی طرف سے نافذ ہوتا ہے۔ فنی اصطلاحات میں ہم کہہ سکتے ہیں
کہ پانچ ارکان انفرادی فرائض ہیں ۔ فرض عین ہے : جیسے نماز روزہ، جن کی پابندی ہر مومن
پر فرداً و شخصاً فرض ہے۔ اگر وہ ان فرائض کو پورا نہ کرے تو تعزیر کا مستوجب ٹھہرے گا ۔
اس کے برعکس جہاد کو تمام فقہا اجتماعی فرض قرار دیتے ہیں۔ جو قوم پر بہ لحاظ قوم فرض ہے
مسلمانوں پر اچانک حملہ ہو جائے تو جہاد تمام مردوں، عورتوں اور بچوں پر یکساں فرض ہو جاتا
ہے گویا یہ فرض کفایہ ہے جو مسلمانوں پر اجتماعاً واجب ہے۔ اس سلسلے میں دو نکتے خاص اہمیت
رکھتے ہیں : اول مدعا یہ تھا کہ یہ فرض تمام مومنوں کے لئے لازماً ادا کرنا ضروری نہیں کس لئے
کہ تمام کے تمام مومنوں کی بھرتی فوج میں نہ ممکن العمل تھی اور نہ قرین مصلحت۔ بعض مومنوں کے
لئے غذا اور اسلحہ تیار کرنے میں مصروف ہو جانا ضروری تھا لشکر لے، اندھے اور بیمار جہاد
کے لئے بلائے نہیں جا سکتے۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ جہاد کو شخصی فریضے کی جگہ اجتماعی بنا دینے سے اس بات کا امکان
پیدا ہو گیا کہ جہاد پہلے امت اور پھر حکومت کے ہاتھ میں ایک موثر حربہ بن گیا اور اس اہم
فرض عامہ کے ادا کرنے کا جو اجر ہے اس پر بھی مذہب کے دونوں مستند ماخذوں یعنی قرآن و
حدیث میں خاص زور دیا گیا ہے۔ اور علمائے دین اپنے خطبات میں یہ حقیقت واضح کرتے
رہتے ہیں۔ جہاد میں شرکت کرنے والا مارا جائے تو شہید، زندہ رہے تو غازی۔ اور شریک
جہاد کے لئے بہشت کا حاصل ہونا بدرجہا یقینی۔ شہدا زندہ و جاوید ہیں۔ یوم حساب کو حساب
کتاب کے بغیر بہشت میں جائیں گے۔

روایت ہے کہ بہشت میں سو درجے ہیں جو اللہ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کے
لئے مہیا کئے ہیں اور جہاد میں مجاہد کی ایک ضرب کو سو سال کی عبادت سے افضل قرار دیا ہے
اور مجاہد کی یہ شان ہے کہ اللہ تعالے ان چنگاریوں کی قسم کھاتا ہے جو میدان جنگ میں

بھاگتے مجاہد کے گھوڑے کے سموں سے چھپڑوں سے ٹکراتے سے نکلتی ہیں۔

یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ جہاد تشدد کا کوئی وقتی مظاہرہ ہے بلکہ یہ توپیچ درپیچ عوامل کی پیداوار ایک ایسا عمل ہے جسے اسلامی عقائد اور فقہ نے تشدد کو ختم کرنے کے لئے تشکیل کیا۔ اس طرح جہاد کو اسلام کے حقیقی مقاصد کی تکمیل کا آلہ کار سمجھنا چاہیئے۔ اسلام کی عالمگیری اور آفاقیت کا ہمہ گیر عقیدہ سمجھنا چاہیئے جسے مومنوں پہ ایک مسلسل جنگ کی حیثیت سے واجب کر دیا گیا ہے تاکہ دارالسلام کی حفاظت کی جائے۔ اور دارالحرب کو جہاد کے ذریعے سے ناپید کر دیا جائے۔

فقہائے اسلام نے غیر مسلموں کے خلاف جہاد اور مسلمانوں کے خلاف جہاد میں فرق کیا ہے۔ خواہ وہ راہ ایمان سے منحرف ہو چکے ہوں یا انہوں نے اختلافی عقائد کا اظہار کرتے ہوئے امام اور اس کے نائبوں کی اطاعت سے سرتابی حاصل کر لی ہو۔ ایسے لوگوں کے خلاف جنگ و جہاد جائز ہے اور اس کو پانچ عنوانوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ ردّت ـــــ مذہب سے پھر جانے والوں کے خلاف جہاد
۲۔ بغی ـــــ سرکشی اور عصیان کے خلاف جہاد
۳۔ محاربین کے خلاف جہاد
۴۔ الرباط ـــــ سرحدوں کی حفاظت کے لئے جہاد
۵۔ اہل کتاب سے جہاد

ردّت دو شکلیں اختیار کر سکتی ہے ایک شکل یہ ہے کہ مسلمان اسلام سے روگرداں ہو جائے تاہم دارالحرب میں شامل نہ ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مومنوں کا گروہ اسلام کا حلقۂ ارادت گردن سے نکال پھینکے اور دارالحرب میں شامل ہو جائے۔ یا کسی علاقے میں اپنا مستقل دار بنا لے۔ اگر مرتدین اسلام کی طرف لوٹنے سے انکار کر دیں اور لڑائی شروع ہو جائے تو اس کے اجراء کے لئے وہی قواعد و ضوابط استعمال ہوں گے۔ جو دارالحرب میں رہنے والے لوگوں سے جنگ کے لئے ضروری سمجھے جاتے ہیں لیکن انھیں ان کی بیویاں اور لونڈیوں کو غلام نہ بنایا جائے گا۔ اور نہ ان کی جائدادیں ضبط ہو کر مال غنیمت متصور ہوں گی

البتہ جو جنگ میں مارے جائیں ان کی جائدادیں حکومت بطور" اپنے قبضے میں لے لے گی۔

ردّت کا نہایت اہم واقعہ وہ تھا جو آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد بعض قبائل عرب میں پیش آیا۔ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر نے پہلے انھیں دعوت دی کہ اسلام کی طرف لوٹ آئیں۔ جو نہ لوٹے ان سے سخت جنگ پیش آئی اور حضرت خالد بن ولید نے خاصی بڑی تعداد کو جلائے جانے کی سزا دی۔ اہل ردت کے قائدوں کو سخت ترین سزائیں دی گئیں ان میں سے اکثر کو قتل کر دیا گیا۔

بغی بھی دراصل شقاق ہی کی ایک شق ہے کہ اہل شقاق امام کی اطاعت کا جُوا اپنی گردنوں سے اتار نہ پھینکتے تھے۔ تو ان کے خلاف جنگ نہ کی جاتی تھی اور وہ دارالسلام میں امن کی زندگی بسر کرنے کے مجاز تھے۔ تاہم امام کا فرض قرار دیا گیا۔ کہ اہل بغی کو فہمائش و تفہیم کے ذریعے سے اختلاف دور کرتے اگر وہ انکار کرتے اور شریعت کی مطابقت کے لئے تیار نہ ہوتے تو ان کے خلاف جنگ کی جاتی۔

اس سلسلے میں خوارج کی مثال پیش کی جاسکتی ہے جب انہوں نے حضرت علی رض کے خلافت کے زمانے میں اختلاف کیا تو انھیں تین رعائتیں دی گئیں:

۱۔ وہ مسجدوں میں نماز ادا کرتے رہیں۔

۲۔ ان کے خلاف جنگ نہ کی جائے۔

۳۔ انھیں دارالسلام میں رہنے کی اجازت ہوگی۔

لیکن جب حضرت علی رض کے خلاف جنگ کرنے کے لئے تیار ہوگئے تو حضرت علی رض کو ان کے خلاف اقدام کرنا پڑا اور ان کی قوت کو جنگ نہروان میں کچل کر رکھ دیا گیا۔

جب اللہ کا رسول اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو امام یا خلیفہ اس کی جگہ لیتا ہے اس طرح عملاً امام ہی حکومت میں مرکز اختیار قرار پاتا ہے اور وہ اپنے احکام کے نفاذ کی غرض سے جہاد کا اعلان بھی کر سکتا ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ بغی شقاق وعلیحدگی کے معنی میں اختیارات امام کی نفی بن جاتی ہے۔

مومنوں میں سے جو لوگ جماعت کو چھوڑ کر الگ ہو جائیں اور رہزنی اختیار کر لیں۔ ان کے افعال کو سرقہ عظیم کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے ان سے سلوک کا قانون یہ بتایا ہے کہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی پر چڑھا دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سے کاٹے جائیں یا ان کو جلا وطن کر دیا جائے۔

ایسے گروہوں کے خلاف جنگ کے وقت امام انھیں باغیوں کے درجے میں رکھ سکتا ہے۔ یا نرمی اختیار کر سکتا ہے۔ یہ امر ان کے جرم کی نوعیت وحیثیت پر موقوف ہے۔ اہل کتاب یہودی، عیسائی اور صابی جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں مگر مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق انھوں نے آسمانی کتابوں میں تحریف کر لی اور خدا کے معتوب ہوئے۔ لہٰذا اہل کتاب کے ساتھ بھی مشرکوں کی طرح جنگ وجہاد کیا جا سکتا ہے۔

رباط کا مطلب یہ ہے کہ دارالاسلام کے سرحدی مقامات یا بندرگاہوں پر حفاظت کے لئے فوجیں بٹھائی جائیں۔ جہاد کی یہ قسم بھی قرآنی ہدایات پر مبنی ہے۔ تاہم یہ اسی زمانے میں ارتقا پذیر ہوئی جب مسلمان جارحانہ اقدامات کے بجائے مدافعت پر آ گئے تھے۔ قرآن مجید نے جارحانہ اقدام اور دفاع کے امتیازات سے قطع نظر کرتے ہوئے فرمایا کہ جہاں تک تمھارے بس میں ہے قوت پیدا کرکے اور گھوڑے تیار رکھ کر دشمنوں کے مقابلے میں سامان مہیا کئے جاؤ۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے بیان کیا کہ جہاد غیر مومنوں کے خلاف لڑنے کے لئے ہے اور رباط مومنوں کی حفاظت کے لئے۔ ہسپانیہ کے مسلمانوں کی نظروں میں رباط نے جہاد سے زیادہ اہمیت اختیار کر لی تھی۔ آنحضرت صلعم نے رباط کو جہاد پر ترجیح دی اور فرمایا رباط میں ایک رات بسر کرنا نماز و دعا میں ہزار راتیں بسر کرنے سے بہتر ہے۔

تو یہ ہے جہاد اور اس کی مختلف شکلیں جسے دشمنان اسلام نے جہاں تک ان سے ہو سکا ہے ان کو بگاڑنے کی کوششیں کی ہیں جبکہ وہ اسے مٹانے کی کوششوں میں ناکام رہے ہیں۔ لیکن اسلام اور اس کے نقطہ ماسکہ کے خلاف ان کی سازشیں ہنوز جاری ہیں۔ اسلام اور اس کے نقطہ ماسکہ جہاد کے خلاف ان کے مسموم پروپیگنڈا نے جدید تکنیکی و

میکانکی انداز و اسالیب اختیار کر لئے ہیں۔ اسلام اور اس کی روح جہاد سے انتقام لینے کی ایک صورت تو وہ ہے جو چنگیز و ہلاکو اور ہنی بال و اٹیلا ہن کی داستانوں کی صورت میں تاریخ کے صفحات پر آگ و خون کے حروف سے لکھی ہوئی ہیں اور لاشوں کے انبار اور جلی ہوئی مسمار بستیوں کے کھنڈر ان داستانوں کے ہیبت ناک عنوانات ہیں لیکن انیسویں صدی میں یہ داستانیں وحشت و بربریت کی یادگار سمجھی جانے لگیں۔ جبکہ انسان نے یہ سیکھا نہ تھا کہ اپنی وحشت و بربریت کے خونخوار چنگل کس طرح خداع و فریب کے مخملیں پنجوں میں چھپائے۔ جبکہ وہ یہ جانتا نہیں تھا کہ اپنی خون آشامیوں اور ظلم رانیوں کو کس طرح دکھاوے کی صلح و آشتی، مصنوعی انسان دوستی، اور جھوٹے امن و امان کے پُر فریب اور دل کش و دلفریب نقابوں اور حجابوں میں ڈھانپ لے۔ جبکہ اس نے اپنے ضمیر کے کینسروں اور روح کے ناسوروں کے گھناؤنے تعفن کو ماسک (MASK) کرنے کے فارمولے نہ سیکھے تھے۔ جب اس کی زہر میں بجھی ہوئی ننگی تلوار اور اس کی سیاست و فراست کو سکینڈل سازیوں کے سرابوں میں چھپانا نہ آتا تھا۔

لیکن جب انسان کی سیاست و فراست نے اپنی پرانی کینچلی اتار دی۔ اس کی عقل و حکمت اور دانش و بینش برگساں کے انسان کامل (The complette man) کے کائناتی ذہن کی طرح تدریجی عمل ارتقا (Progressive Avolution) اور انقلابی عمل ارتقا (Emergent Avolution) کی سیڑھیاں پھاندنے لگی۔ جب اس کی بربریت و بہیمیت پتھر اور دھات کے زمانے کی گپھاؤں کے اندھیروں سے نکل کر معاشرتی ارتقا کے اجالوں میں اتر آئی تو اس نے اس طرح برہنہ اپنی ہوس خون آشامی اور مردم خوری کو حماقت و بیوقوفی سمجھا اور اس نے محسوس کیا کہ اس کے بین الاقوامی ذہن کا فراڈ اور اس کی بین الاقوامیت کا ڈھونگ اب زیادہ دیر نہ چل سکے گا۔ اس نے محسوس کیا اور نہایت شدت سے محسوس کیا۔ کہ وہ اپنے غیر انسانی طرز عمل اور بہیمانہ رویے سے جو گھاؤ نسل انسانی کے وجود پر لگا رہا ہے اقوام عالم کے آپریشن تھیٹر میں اب نظروں سے اوجھل نہ رہ سکیں گے۔ اس نے سوچا اور مختلف پہلوؤں اور سمتوں سے سوچا کہ اس کی سیاست و

حکمت کی کوئی سائنٹیفک سرجری یعنی نفسی عمل جراحی اور اس کے مکروفریب کی فارمیسی کی کوئی میجک ڈرگ (MAGIC DRUG) ان کو پوشیدہ نہ رکھ سکے گی۔ اسے احساس ہوا اور بُری طرح احساس ہوا کہ اب ؎

رنگ اڑ جائے گا شگوفوں کا
اعتبار صبا کا نام نہ لو

تو اس نے اپنے خبث باطن کو چھپانے اور اپنی خون آشامی کی پردہ پوشی کے لئے ایسے ایسے ہتھیار اور ہتھکنڈے ہتھیالئے اور اپنے مختلف مہیب چہروں کو چھپانے کے لئے پلاسٹک سرجری اور میک اپ کے کچھ ایسے موثر و مفید فارمولے دریافت کرلئے کہ وہ دوسروں کا خون اس انداز سے پی جائے کہ خون کا دھبہ تک اس کے دامن و آستین پر کہیں نظر نہ آئے۔ اس کے ہونٹ اور دانت بالکل خشک رہیں اور ان پر خون کی سرخی کہیں دکھائی نہ دے وہ کھلے بندوں جارحیت کرے اور اس کی جارحیت پہ عدم جارحیت کا گماں ہو۔ وہ خود ہی نسل کشی (GENOCIDE) کے انسداد اور سزا دہی کے لئے کوئی عالمی قرارداد، کوئی بین الاقوامی قانون، کوئی عظیم انسانی منشور (MANIFESTO) بنائے اور خود ہی اس جرم کا ارتکاب کرتے ہوئے اس سکیل (SCALE) پر نسل کشی کرے کہ مذہبی جنون اور اعتقادی انتقام کے جوش و جذبہ میں ہزاروں انسانوں کا قتل عام کرتے ہوئے دودھ پیتے بچوں کو بھی زندہ نہ چھوڑے اور مجرم نہ گردانا جائے۔ کوئی عالمی عدالت، کوئی بین الاقوامی قانون تحفظ انسانیت، کوئی سخت گیر محتسب نہ تو اس کا احتساب کرے۔ اور نہ اس پر فرد جرم لگا سکے۔ وہ نہ صرف کسی فرد، کسی جماعت بلکہ پوری قوم، پورے ملک کو امدادی معاہدوں کی آڑ میں اس مشفقانہ انداز میں لوٹے کہ اس کی رہزنی، ڈکیتی اور قزاقی پر کسی کو شبہ تک نہ ہو۔

دور عقل و تدبیر کے فسوں ساز انسان کے انتقام و تخریب کی چالیں فسوں سازی کا ایک ایسا طلسم ہے۔ جس میں اقوام عالم یوں الجھی ہوئی ہیں۔ جیسے مکڑی کے جالے میں مکھیاں، اس بحر ظلمات کی موجوں میں نہ شور ہے نہ حرکت۔ نہ تلاطم اور نہ تموج، سطح پر سکوت۔ لیکن اس کی پہنائیوں میں اژدر و نہنگ پنہاں۔ ماسٹوڈون اور میگا تھریم قسم کے عظیم الجثہ

قلعہ نما جانور پوشیدہ، جو ایک قوم، ایک ملک کیا پورا برِ اعظم نگل جائیں لیکن نہ دیکھنے والی آنکھیں دیکھ سکیں اور نہ سننے والے کان سن سکیں۔

آج کے انسان کی اس پر سکوت و پر فریب شعبدہ بازی اور طریق تخریب و تباہی کا نام ہے پروپیگنڈا ـــ اس ذہنی بازی گری کو وہ سیاست کہتے ہیں۔ یہ وہ آتش فشاں ہے جس کی آتش خاموش ہے کہ نہایت خاموشی سے اندر ہی اندر تمام متاع دین و دانش کو راکھ کا ڈھیر بنا دیتی ہے۔ اور اس کے دہانے سے آگ کی ایک چنگاری اور دھوئیں کا ایک مرغولہ تک نہیں اٹھنے پاتا۔

یہ وہ مقتل خاموش ہے جس میں قتل ہونے والوں کی نہ چیخیں سنائی دیتی ہیں۔ اور نہ تڑپنے کی صدا آتی ہے۔ یہ وہ مرگھٹ ہے جس میں جلتے ہوئے مردے دکھائی نہیں دیتے۔ اس کے شعلوں میں نظر بندی کا کچھ ایسا ہی جادو ہے۔

یہ وہ خوفناک و منظم سازش ہے کہ جس کے ورغلانے اور بہکانے پر اب تک کئی ملتیں خودکشی کر چکی ہیں۔ درہم و دینار کی منڈی میں کئی مملکتوں کا دیوالہ نکل گیا ہے اور وہ بے بس ہو کر بیع ہونے پر مجبور ہو گئی ہیں۔ اس خوفناک و منظم سازش نے کئی تہذیبوں کو سرِ بازار ننگا نچایا ہے اور کئی ملکوں کو مع ان کی پوری آبادی کے مصلوب کر دیا ہے۔ اس منظم سازش کا جال کچھ اسطرح بُنا گیا ہے۔ کہ اس میں پھنسنے والے بتدریج آہستہ آہستہ، بلا شور و شغب غیر محسوس طور پر مسمرائز ہو جاتے ہیں۔ ان کی نگاہوں کے زاویے بدل جاتے ہیں۔ ان کی بیداری پر عدم بیداری کا گمان ہوتا ہے۔ یہی وہ سحر سامری ہے کہ جس کے اثر سے مسحور ہونے والوں کی آنکھیں اپنی ہیں لیکن دیکھتے کسی اور کی نظروں سے ہیں۔ کان اپنے ہیں، لیکن سنتے کسی اور کے آلہ صوت سے ہیں۔ دماغ اپنا ہے لیکن سوچ کسی دوسرے کی ہے۔

اسلام سے اپنی شکست کا انتقام لینے کے لیئے دشمنان اسلام نے اس سحر سامری سے بڑا کام لیا ہے۔ اور اسلام اور اس کے نقطہ ہائے جہاد کو اپنے پروپیگنڈا سے کچھ سے کچھ بنا کر رکھ دیا ہے۔ اور زبان و قلم سے اس کی ایسی تصویریں کھینچی ہیں کہ دنیا کی نظروں میں اسے نہایت ہی بھیانک اور خوفناک بنا کر رکھ دیا ہے۔ زمانہ کی جہالت اور تعصب نے

اسلام کے خلاف جو فرد جرم مرتب کی ہے۔ اس میں سر فہرست یہ لکھا ملتا ہے کہ اس میں دوسروں کو بہ جبر مسلمان کیا جاتا ہے۔ اسلام جہاد کے نام پر بزور شمشیر پھیلایا جاتا ہے جبکہ یہ جھوٹا الزام و اتہام ہے اسلام اور اس کی روح جہاد پر۔ اور حقیقت و واقعیت یہ ہے کہ قرآنی حکمت کے قیام و استحکام کے لئے مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے اور اس جدوجہد میں ایک مقام ایسا بھی آجاتا ہے جہاں جنگ ناگزیر ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم میں اس مسلسل جدوجہد کے لئے جہاد کا لفظ استعمال ہوا ہے اور جنگ کے لئے قتال کا۔ اس سے واضح ہے کہ اگرچہ قتال بھی جہاد ہی کا ایک گوشہ ہے۔ لیکن ہر جہاد قتال نہیں۔ اس فرق کو ملحوظ نہ رکھنے والے دانستہ یا نادانستہ جہاد کو قتال ہی کے معنوں میں لیتے ہیں اور قرآن کریم میں جہاد کی بڑی تاکید آئی ہے۔ بلکہ یوں کہیئے کہ مومن کی ساری زندگی جہاد ہی سے عبارت ہے اس لئے دشمنان اسلام یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ قرآن قدم قدم پر جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے

اب یہ دیکھئے کہ قرآن کریم میں سب سے پہلی مرتبہ قتال کی اجازت کہاں آئی ہے۔ نبی اکرم نے اپنی دعوت کا آغاز مکہ میں کیا اور وہاں جماعت کی تشکیل کی۔ اس میں قوت اور قہر و غلبہ کا استعمال بالکل نہ تھا۔ دین کو دلائل و براہین کی روشنی میں پیش کیا جاتا جو اسے قبول کرتا۔ کامل غور و خوض کے بعد دل کے پورے یقین کے ساتھ قبول کرتا۔ ابتدا میں قریش کی طرف سے اس کی مخالفت ہوئی اور مخالفت کی حد ہو گئی تو حضورؐ مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ لیکن قریش ایک لشکر جرار لے کر مدینہ کی طرف چڑھ دوڑے اور ایک ایسا وقت آگیا کہ مجاہدین کی یہ جماعت یا ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی یا میدان جنگ میں نکل کر اپنی سلامتی و بقا کی آخری کوشش کرتی۔ یہ پہلا موقعہ ہے جہاں انھیں جنگ کی اجازت دی گئی۔ اسلام دنیا میں مذہبی آزادی کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ وہ دنیا کی ہر ملت کو مذہبی آزادی دیتا ہے۔ تو وہ اپنی مذہبی آزادی کو بھی برقرار رکھنا اپنا حق سمجھتا ہے۔ وہ پہلے تو اس کے لئے افہام و تفہیم سے کام لے گا کہ اس کی دشمن قوتیں باز آجائیں لیکن انکار کی صورت میں اسلام میدان میں اتر آئے گا۔ کہ اس کے نزدیک حق و صداقت کی مدافعت میں جان دے دینا غیر اللہ کے نظام میں زندگی بسر کرنے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

مردِ مومن انسانی غلامی کی ناسازگار فضا میں سانس نہیں لے سکتا خواہ اُس میں دنیاوی معیار و میزان کی رو سے کتنا ہی امن کیوں نہ ہو۔ مومن کے دین میں محکومیت صرف خدا کے لئے ہے اب اور آگے بڑھیئے۔ جن غیر مسلم علاقوں میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت ہوگی وہاں لوگ اسلام قبول کرلیں گے۔ اور اگر ان پر کوئی قوم دست درازی کرے گی تو اسلامی مملکت پر ان کی امداد بھی فرض ہوگی۔ ایسے موقع پر اگر صلح و آشتی اور عہد و پیمان سے بات نہ سلجھے تو ان مظلومین کی حفاظت کرنے کے لئے جنگ لازم آئیگی۔ سورۂ نساء میں ہے :

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللّٰہ والمستضعفین من الرجال والنساء
والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا
واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا ہ

(اور مسلمانو! تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے حالانکہ کتنے ہی بے بس مرد اور عورتیں اور بچے ہیں جو ظالموں کے ظلم و تشدد سے تنگ آکر فریاد کر رہے ہیں)

اُن الفاظ میں قرآن مجید نے صاف طور پر بتا دیا ہے کہ اسلام محض چند مذہبی عقائد اور چند عبادات سے عبارت نہیں اور نہ چند دینی و دنیوی مراسم کا مجموعہ ہے بلکہ وہ ایک احسن و اکمل اجتماعی نظام (SOCIAL ORDER) اور ایک جامع سسٹم ہے جو زمین و زندگی کے تمام ظالمانہ اور مفسدانہ نظامات کو ختم کرنا چاہتا ہے اور ان کی جگہ ایک اصلاحی نظام و قانون نافذ کرنا چاہتا ہے جس سے تالیفِ معاشرہ اور تالیفِ ذات ہو سکے۔ اسلام اس نظام کو انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے سب سے بہتر سمجھتا ہے اور اس تخریب و تعمیر اور انقلاب و اصلاح کے لئے وہ کسی ایک قوم یا گروہ کو نہیں بلکہ کل انسانوں کو دعوت دیتا ہے کیونکہ اسلام ایک مذہب کا نام نہیں۔ مذہب کے معنی عام اصطلاح کے اعتبار سے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ محض ایک، مذہبی عقیدہ اور چند عبادات کا مجموعہ ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے تو مذہب واقعی ایک ذاتی معاملہ ہے اور ہر شخص کو کلی اختیار ہے کہ وہ جس عقیدے کو چاہتا ہے اپنائے اور جس کی جی چاہے عبادت کرے۔ اس طرح لفظ قوم جن معنوں میں مشتمل ہے

قوم کے معنی اس کے سوا اور کیا ہیں کہ قوم ایک متجانس گروہ اشخاص A Homogeneous group of men) کا نام ہے لیکن اسلام نہ تو ایک مذہب ہے اور نہ مسلمان ایک قوم۔ یہی وجہ ہے کہ جہاد کی ساری معنویت جس کی بنا پر اسے افضل العبادات کہا گیا ہے برقرار رہتی ہے۔

دراصل اسلام ایک انقلابی نظریہ و مسلک ہے جو تمام دنیا کے اجتماعی نظم و ضبط کو بدل کر اپنے نظریہ و مسلک کے مطابق اسے تعمیر کرنا چاہتا ہے اور مسلمان اس بین الاقوامی جماعت (International Revolution party) کا نام ہے جسے اسلام اپنے مقصود و مطلوب انقلابی نظام کو عمل میں لانے کے لئے منظم کرتا ہے اور جہاد اس انقلابی جد وجہد (Revolutionary Struggle) کا اور اس کے انتہائی صرف طاقت کا نام ہے۔ جو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اسلامی جماعت عمل میں لاتی ہے۔

تمام مقتدر و برگزیدہ علمائے دین اس پر متفق ہیں کہ دوسرے انقلابی مسلکوں کی طرح اسلام بھی عام مروج الفاظ کو چھوڑ کر اپنی ایک خاص اصطلاحی زبان TERMINOLOGY اختیار کرتا ہے کہ اس کے انقلابی تصورات عام تصورات سے مختلف و ممتاز ہو سکیں۔ لفظ جہاد بھی اسی مخصوص اصطلاحی زبان سے تعلق رکھتا ہے۔ اسلام نے حرب، جدال و قتال اور اسی نوعیت کے دوسرے عربی الفاظ جو جنگ کے مفہوم کو ادا کرتے ہیں، جہاد کے لئے قصداً ترک کر دیئے ہیں۔

لفظ جنگ قوموں اور سلطنتوں کی ان لڑائیوں کے لئے استعمال ہوتا رہا ہے اور اب تک ہو رہا ہے جو افراد اور جماعتوں کے اغراض و مقاصد کے لئے لڑی جاتی ہیں ان لڑائیوں کے محرک محض ایسے افراد و اشخاص یا اجتماعی اغراض و مقاصد ہوتے ہیں جن کے اندر کسی نظریے، نصب العین اور اصول کی حمایت کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ اسلام کی لڑائی چونکہ اس نوعیت کی نہیں اس لئے وہ یہ لفظ استعمال ہی نہیں کرتا۔ اس کے پیش نظر کسی قوم، کسی گروہ، کسی ہیئت اجتماعیہ کا مفاد نہیں ہے وہ اس سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا کہ زمین پر ایک سلطنت کا تسلط و اقتدار ہو یا دوسری کا قبضہ و غلبہ ہو اس کی دلچسپی

جس مقصد سے ہے وہ تو محض فلاح انسانیت ہے اور اس فلاح کے فروغ و فراز کے لئے وہ اپنا ایک خاص نظریہ، ایک مخصوص مطمح نظر اور ایک عملی مسلک رکھتا ہے اس نظریے اور مسلک کے خلاف جہاں جس کی حکومت ہو گی۔ اسلام قلت و کثرت کا کچھ خیال کئے بغیر اس سے متحارب و متصادم ہو گا۔ اور اس کی یہ حرب و ضرب جہاد ہو گی اور اس کے فروغ و فراز کے لئے اس کی نظر میں زمین کا کوئی ایک ٹکڑا نہیں پورا کرۂ زمین ہو گا تاکہ انسانیت کی فلاح کے لئے جس تبلیغ و اشاعت کا نام اسلام ہے اس سے تمام نوع انسانی مستفید و متمتع ہو اور اس مقصد کے حصول کے لئے جو طاقتیں انقلاب انگیز و انقلاب آفریں ہو سکتی ہیں۔ ان سب طاقتوں کے استعمال و عمل کا جامع و احسن نام اس کے پاس جہاد ہے اس ضمن میں زبان و قلم سے لوگوں کے نقطہ نظر کو بدلنا اور ان کے اندر ذہنی انقلاب پیدا کرنا بھی جہاد ہے۔ تلوار کے زور سے کہنہ و فرسودہ جابرانہ و ظالمانہ نظام زندگی اور نظام سلطنت کو بدل دینا اور نیا عادلانہ نظام مرتب و مروج کرنا بھی جہاد ہے اور اس کی تقویت و استحکام کے لئے مال صرف کرنا اور جسمانی کاوش و کوشش بروئے کار لانا بھی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

اور فی سبیل اللہ کی قید و پابندی اس کے ساتھ اس لئے ضروری ہے کہ اس سے خود کوئی دنیوی فائدہ مقصود نہیں بلکہ محض خدا کی خوشنودی حاصل کرنا مراد ہے۔ جب کوئی شخص یا گروہ نظام زندگی میں انقلاب پیدا کرنے اور اسلامی نظریے کے مطابق نیا نظام مرتب و متشکل کرنے کے لئے اٹھے گا تو اس کے قیام میں سرفروشی و جاں نثاری کے جو معرکے اور محاربے ہوں گے ان میں نفسانی غرض و غایت نہ ہو گی، اس کی سرفروشیوں، جاں نثاریوں اور محنتوں کا مدعا صرف یہ ہو گا کہ بندگان خدا کے لئے خدا کی زمین پر اور خدا کی عطا کی ہوئی زندگی میں عادلانہ نظام قائم و دائم ہو جائے اور اس کا معاوضہ و محنتانہ اس کے نزدیک صرف خدا کی خوشنودی ہو گا۔ قرآن کہتا ہے :

الذین آمنوا یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت ۝ (سورۂ نساء ۷۶)

جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں

وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں)

تو یہ ہے جہاد کا مفہوم اور فی سبیل اللہ کے معنی۔ اور اسلام کی دعوت انقلاب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ تمام انسانوں کو پکارتا ہے اس کا خطاب انسان سے بحیثیت انسان ہے۔ وہ خدائی لب ولہجہ میں بات نہیں کرتا۔ وہ کہتا ہے صرف خدا کی بندگی واطاعت کرو۔ خود تمہارے اندر خدائی وکبریائی کا جو داعیہ ہے اسے دماغ سے دور کر دو۔ حکومت سوائے خدا کے اور کسی کی نہیں ہے۔ احکم الحاکمین خدا ہے کسی انسان کو بالذات امر ونہی کا مالک ومجاز کرنا دراصل اسے خدائی میں شریک کرنا ہے۔ اور یہ شرک ہے۔ کفر ہے۔ دنیا میں یہی اصل بنائے فساد ہے۔ نہ خدا کی ہستی کو بھولو اور نہ اپنی حقیقت وماہیت کو۔ اللہ نے جس صحیح فطرت پر پیدا کیا اور زندگی گزارنے کو جو صراط مستقیم دکھائی ہے اس پر چلتے جاؤ۔ خدا فراموشی وخود فراموشی کا نتیجہ ذلت وظلمت ہے۔

اسلام کی دعوت توحید وخدا پرستی ایک مذہبی عقیدے کی دعوت نہیں بلکہ حقیقت میں ایک اجتماعی انقلاب (SOCIAL REVOLUTION) کی دعوت ہے اور انبیا علیہم السلام سب کے سب انقلابی لیڈر تھے۔ اور سیدنا ومولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے انقلابی لیڈر، لیکن جو چیز دنیا کے عام انقلابیوں اور ان خدا پرست انقلابیوں کے درمیان واضح خط امتیاز اور خط وضاحت کھینچتی ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے انقلابی خواہ کتنے ہی نیک نیت کیوں نہ ہوں عدل وتوسط کے صحیح مقام کو نہیں پا سکتے وہ یا تو خود مظلوم طبقوں میں سے اٹھتے ہیں یا ان کی حمایت کا جذبہ لے کر اٹھتے ہیں اور سارے معاملات کو انہی طبقوں کے نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ ان کی نظر غیر جانبدارانہ نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک طبقے کی طرف غصہ وغضب کا اور دوسرے طبقے کی طرف حمایت کا جذبہ لئے ہوئے ہوتی ہے۔ وہ ظلم کا ایسا علاج سوچتے ہیں جو نتیجۃً جوابی ظلم ہوتا ہے۔ ان کے لئے معتدل ومتوازن اجتماعی نظام قائم کرنا ممکن نہیں ہوتا لیکن انبیا علیہم السلام خواہ کتنے ہی ستائے ہوئے ہوں ان کی شخصی تحریک میں شخصی ردعمل نہیں ہوتا۔ وہ براہ راست خدا کی ہدایت کے تحت کام کرتے ہیں۔ وہ سفاکانہ، قوم پرستی (AGGRESSIVE NATIONALISM) کے علمبردار نہیں

ہوتے۔ وہ ایک عادلانہ نظام قائم کرتے آتے ہیں۔ اور تمام انسانوں کو حق کی دعوت دیتے ہیں
اور اسلام بھی اس تخریب وتعمیر، اور انقلاب و اصلاح کے لئے کسی ایک قوم یا گروہ
کو نہیں بلکہ تمام انسانوں کو دعوت دیتا ہے۔ یہ دعوت جو لوگ بھی قبول کرلیں وہ خواہ کسی
طبقے، کسی نسل، کسی قوم اور کسی ملک کے ہوں، یکساں حقوق اور مساویانہ حیثیت سے اسلامی
جماعت کے رکن بن جاتے ہیں اور اس طرح وہ بین الاقوامی انقلابی پارٹی وجود میں آتی ہے
جسے قرآن حزب اللہ کے نام سے یاد کرتا ہے اور جس کا دوسرا نام اسلامی جماعت یا امت
مسلمہ ہے۔ یہ حزب اللہ وجود میں آتے ہی اپنے مقصد وجود کی تحصیل کے لئے جہاد شروع
کردیتی ہے اور اس کے عین وجود کا اقتضا یہی ہے کہ غیر اسلامی نظام کی حکمرانی کو مٹانے
کی کوشش کرے اور اس کے مقابلہ میں تمدن و اجتماع کے اس معتدل و متوازن ضابطہ کی
حکومت قائم کرے۔ جسے قرآن ایک جامع الفاظ "کلمۃ اللہ" سے تعبیر کرتا ہے اور جہاد کے
سوا اس کی ہستی کا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔

اور جہاد ابھی جاری ہے ۔۔۔ جیسا کہ کرنل معمر القذافی نے قذافی اسٹیڈیم لاہور میں
تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"اے میرے عزیز بھائیو! آپ یہ مت سمجھئے کہ ہماری مشکلات اور مسائل
ختم ہو گئے ہیں۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم دشمن کی بازوں کا مقابلہ کرنے
کے لئے تیار رہیں۔" انھوں نے کہا:

"ایک دن ایسا بھی آئے گا، جب جہاد کی دعوت نئے سرے سے
دی جائے گی۔ اور ایسا زمانہ بھی آئے گا جب اسلام کی عزت اور
سربلندی دوبارہ قائم ہو جائے گی۔ ہمارے لئے یہ ضروری ہے، کہ
اسلام فتح پائے اور دشمنوں پر غالب رہے۔ ہم اس بات کے پابند
ہیں کہ ہم دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اور جہاد کرنے کی خاطر
ہر وقت تیار رہیں۔"

دیوارِ گریہ

بیت المقدس میں حرم شریف کی مغربی دیوار میں تقریباً پچاس فٹ کے ایک ٹکڑا دیوار کے متعلق اسرائیلی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ ہیکل سلیمانی کے باقیات میں سے ہے یہ اسی ہیکل کی ایک دیوار کا ٹکڑا ہے، چنانچہ اسرائیلی اس مقام پر آتے ہیں تو گریہ و بکا کرتے ہیں۔ اسی نسبت سے اس کا نام دیوار گریہ پڑ گیا ہے۔ لیکن اہل اسلام اس مقام کو البراق کہتے ہیں۔ کیونکہ شب معراج رسول خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلعم معراج پر جاتے ہوئے اسی جگہ براق سے اترے اور مسجد میں تشریف لے گئے اس جگہ کی نشان دہی کرنے کے لئے یہاں ایک گول کڑا لگا ہوا ہے۔

"تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب حضرت عمر بیت المقدس کی فتح کے بعد اس مقدس شہر میں داخل ہوئے دیوار گریہ کا کوئی وجود نہ تھا۔ ہیکل سلیمان کو تباہ و برباد ہوئے صدیاں گذر چکی تھیں اور شہنشاہ ہیرود نے اس جگہ جو عمارت تعمیر کرائی تھی وہ بھی ۷۰ء میں طیطس رومی کے ہاتھوں مکمل طور پر تباہ و برباد ہو چکی تھی اور اس کے جو آثار طیطس رومی کی دست برد سے بچ رہے انھیں ملکہ ہیلینا نے نیست و نابود کر دیا۔ قبتہ الصخرا خلیفہ عبدالملک اور مسجد الاقصےٰ خلیفہ ولید نے تعمیر کرائی۔ حرم شریف کی موجودہ چار دیواری ترکان عثمانی کے دور میں تعمیر ہوئی جو بعض قدیم آثارات پر اٹھائی گئی تھی۔

شاہ ہیڈرین نے ۱۳۵ء میں یہودیوں کو بیت المقدس سے نکالا تو صدیوں ان کا داخلہ اس مقدس شہر میں بند رہا۔ اور پھر ۱۰۴۱ء میں وہ عیسائی حکمرانوں سے اتنی اجازت حاصل کر پائے۔ کہ وہ نواحی پہاڑیوں سے بیت المقدس کو صرف دیکھ سکتے ہیں ان کا داخلہ اس شہر میں ممنوع تھا۔ لیکن انیسویں صدی میں اسرائیلیوں نے ترکوں سے درخواست کی کہ ان کا مذہب ان کو حرم سے باہر دیوار گریہ پر گریہ و زاری کا حکم دیتا ہے تو ترکوں

نے اسرائیلیوں کے مذہبی جذبات و احساسات کا احترام کرتے ہوئے ان کو مغربی دیوار کے باہر گریہ و زاری کی اجازت دے دی۔ لیکن حکم دیا کہ دیوار سے تیس فٹ دور رہیں۔

اور پھر جب ۱۸۳۱ء میں فلسطین اور شام پر حاکم مصر قابض ہو گیا تو قدیم بیت المقدس کی ہیئت میں نہایت تیزی سے تغیر رونما ہونے لگا۔ ملک میں انتشار و ابتری پھیل گئی تو فلسطین کے دروازے یہودی تاجروں، سیاحوں اور مبلغوں پر کھل گئے۔ مصری حکومت نے عیسائیوں اور یہودیوں کے بارے میں خاصی فراخ دلی سے کام لیا اور وہاں پہلا برطانوی قونصلیٹ قائم ہو گیا۔ جس کے قیام کا مقصد و مدعا یہودیوں کی نگرانی و حفاظت کرتے ہوئے انہیں عیسائی بنانا تھا اور اس پلان کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے وہاں ایک مخصوص بشپ کا تقرر کیا اور اس کے ساتھ ہی مصری حکومت پر یہ سیاسی دباؤ ڈالا کہ عیسائیوں کو بیت المقدس میں ایک پروٹسٹنٹ چرچ تعمیر کرنے کی اجازت دیدی جائے اور اجازت ان کو مل گئی۔

مصر کے دور اقتدار میں بیت المقدس میں یہودیوں کے دو گروہ تھے جن کی آپس میں مخاصمت و دشمنی چلی آتی تھی۔ ان دونوں گروہوں میں سے ایک سفاروم اور دوسرا اشکنازی کہلاتا تھا۔ سفاروم میں سپین سے ہجرت کر کے آنے والے یہودیوں کی اکثریت تھی اور دولت عثمانیہ کی رعایا تھے انہوں نے بڑی عیاری و مکاری سے کام لیتے ہوئے متصلہ عمارتوں کو چار کنیسوں میں تبدیل و تقسیم کر دیا۔ مگر ان کی چھت ایک ہی تھی جب کہ ترک حکام نے بھی ان کی نمائندگی کے لئے ایک ربی یعنی اسرائیلی مذہبی زعیت کے نمائندے کو تسلیم کر لیا۔ جسے بعد ازاں حیثیت ربی بنا دیا گیا۔

دوسرا گروہ جو اشکنازی کہلاتا تھا ان اسرائیلیوں کا تھا جو پروشیا، آسٹریا، پولینڈ اور روس سے آئے تھے اور جن کی حفاظت و نگرانی برطانوی امارت کے ذمہ تھی ان اسرائیلیوں نے اپنی غیر ملکی حیثیت چونکہ برقرار رکھی تھی اس لئے وہ عثمانی قوانین سے مستثنیٰ تھے انہوں نے غیر ملکی تحفظ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے شہر میں نئے کنیسے تعمیر کئے اور مسلم جائداد پر قابض ہونے کے لئے خرید و فروخت کی ایک خوفناک مہم شروع کر دی۔ جبکہ عثمانی قوانین

کی رو سے فلسطین میں کسی غیر ملکی کو جائداد خریدنے کی اجازت نہ تھی۔ اس لئے علی پاشا نے اسرائیلیوں کو بیاست کے بازار میں مسلم املاک کا سودا کرنے کی اجازت نہ دی تو اسرائیلیوں نے برطانوی قونصلیٹ کی وساطت سے مصری کمانڈر ابراہیم پاشا سے دیوار گریہ کو پختہ کرانے کی اجازت حاصل کر لی لیکن شہر کی مشاورتی کونسل اور شیخ المغاربہ نے اتنی شدید مخالفت کی کہ اسرائیلیوں کا یہ خواب بھی شرمندہ تعبیر نہ ہوا۔

شہر کی مشاورتی کونسل اور شیخ المغاربہ کی یہ مخالفت اپنی جگہ بالکل بجا تھی۔ کیونکہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے بیٹے الافضل نے باب المغاربہ کی بیرونی زمین جس میں مقام گریہ بھی شامل تھی مسلم اوقاف قرار دے دی تھی جو بالآخر شمالی افریقہ کے زائرین علما و صوفیاء کے لئے وقف ہو گیا۔ ۱۳۰۲ھ میں اس جگہ زائرین کے لئے ایک زاویہ بنایا گیا اور پھر اس کے بعد ۱۳۲۰ھ میں شعیب ابو مدین مغربی نے اس وقف میں شمالی و مغربی افریقہ کے زائرین اور طلباء کے زاویہ کے ساتھ رہائشی مکانات بھی تعمیر کئے۔ افریقی مسلمانوں کی مسجد اقصیٰ کے ساتھ عقیدت و ارادت کا یہ عالم تھا کہ سلطان مراکش علی ابن عثمانی المرینی نے ۱۳۲۵ھ میں خود کتابت کردہ قرآن مجید مسجد اقصیٰ کے لئے بھجوایا۔ اور ۱۶۴۰ء میں ابو مدین کی نگرانی میں باب المغاربہ کے باہر کی تمام زمین از سر نو مسلم وقف کی حیثیت سے رجسٹر کرائی گئی اور زاویہ ابو مدین کے شیخ نے افریقی مسلمانوں کی طرف سے لکھا کہ ان کے مقبوضات دیوار حرم سے متصل ہیں اور یہ وہی دیوار حرم ہے جہاں سرور کائنات شب معراج کو براق سے اترے، اور جہاں براق باندھا گیا۔ بلا جواز یہود کی اس علاقہ میں دخل اندازی افسوسناک ہے۔ لیکن یہ اجازت اس سے مشروط تھی کہ وہ یہاں کوئی شور و غوغا نہ کریں گے۔ اور نہ ان کو دیوار گریہ پختہ کرنے یا اس تک پختہ دیوار بنانے کی اجازت ہوگی زاویہ ابو مدین کے شیخ نے یہودیوں کی مکاری و عیاری کا پردہ چاک کرتے ہوئے یہ بھی لکھا کہ یہودیوں کی یہ سرگرمیاں ان کے کسی انتہائی مقصد کی ابتداء ہیں اور وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس کی تہ میں کسی خوفناک سازش کا آتش فشاں پھٹنے کے لئے اپنے لاوے کو متحرک کر رہا ہے یہ معاملہ بالآخر محمد علی پاشا کے روبرو پیش ہوا تو اس نے بیت المقدس کے

گورنر کو لکھا کہ مشاورتی کونسل کی رپورٹ سے واضح ہے کہ یہود جس جگہ کو پختہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں وہ حرم شریف سے متصل ہے۔ اور وہی جگہ ہے جہاں سرور کائنات کا براق باندھا گیا۔ اس کے لئے وہ ابو مدین کا وقف ہے نیز اس سے پہلے یہود نے کبھی اس جگہ کی مرمت نہیں کی۔ لہٰذا ان کو ایسا کرنے کی اجازت نہ دی جائے وہ یہاں شور و غوغا بھی بلند نہیں کر سکتے ان پر یہ واضح کر دیا جائے کہ انھیں صرف اس جگہ کی زیارت کی اجازت ہے۔

یہ یہودیوں کے لئے پہلی مستند دستاویز ہے جس کی رو سے ان کو کسی مسلم مقام مقدسہ کی عقیدت کے غور سے زیارت کرنے کی اجازت دی گئی۔ تو انہوں نے ۱۸۵۴ میں برطانوی قونصلیٹ کے توسل سے ایک تباہ شدہ عمارت کی جگہ معبد تعمیر کرنے کی اجازت حاصل کر لی کہ یہاں کبھی معبد تھا، جبکہ کسی زمانے میں بھی وہاں یہودیوں کا کوئی معبد نہ تھا۔ یہودیوں نے اس سلسلے میں جو دستاویزات پیش کیں جعلی تھیں۔ لیکن برطانوی سفیر نے اپنا پورا اثر و رسوخ استعمال کر کے یہودیوں کو قدیم معبد کی تعمیر نو کی اجازت دلوا دی اور یوں بیت المقدس میں یہودیوں کے دو معبد ہو گئے۔ جبکہ ۱۸۴۹ء کی مردم شماری میں برطانوی قونصل کی رپورٹ کے مطابق فلسطین میں یہودیوں کی تعداد تین ہزار تھی کیونکہ اس وقت تک ان کی فلسطین میں آمد انتہائی بیکسی کے عالم میں تھی۔ صرف بوڑھے یہودی اپنی زندگی کے آخری ایام سرزمین موسیٰ میں گزارنے آتے تھے لیکن جب ۱۸۸۱ میں روس سے یہودیوں کا انخلاء ہوا تو فلسطین میں ان کی آبادی بڑھنے لگی۔ تو خلافت عثمانیہ کو ایک حکم نامہ جاری کرنا پڑا، جس کی رو سے یہودیوں کی آباد کاری اور زمینوں کی خریداری پر وہاں پابندی لگا دی گئی۔ لیکن خلافت عثمانیہ اپنے اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکی۔ اور دس سال کے عرصہ میں یہاں بیشمار یہودی آباد ہو گئے۔ اور انہوں نے بیت المقدس میں شدید معاشی بحران پیدا کر دیا۔ جس سے خاص کر مسلمان بری طرح متاثر ہوتے۔ انھوں نے صدائے احتجاج بلند کی لیکن ان کی صدا صدا بصحرا ثابت ہوئی اور ۱۹۱۱ء میں اہل یہود دیوار گریہ کی زیارت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس جگہ اپنا تسلط جماتے کے پلان بنانے لگے۔ تو حکومت نے ایک نیا حکم نامہ جاری کر دیا جس کے اجراء و نفاذ سے یہودیوں کے پلان پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکے۔ لیکن پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۴ء میں

تاریخ بیت المقدس نے ایک اور کروٹ بدلی۔ عرب ترکوں سے باغی ہو گئے اور برٹش ایمپائر نے انھیں مکمل آزاد کر دینے کا ایک ایسا دام تزویر بچھایا کہ عرب اس میں پھنس گئے کہ بیت المقدس میں ترک کمانڈر جمال پاشا کی ہر اپیل بیکار ثابت ہوئی۔ جو اس نے بیت المقدس کو عیسائی اقتدار و تسلط سے بچانے کے لئے تمام مسلمانوں سے مشترکہ دفاع کی صورت میں کی۔ نتیجۃً جنرل الین بی شہر میں داخل ہو گیا تو برطانوی فوج کی دو یہودی بٹالینوں کے پہلے دستے نے اجتماعی طور پر شہر میں داخل ہوتے ہی دیوار گریہ پر واویلا کرتے ہوئے بڑا کہرام کا مظاہرہ کیا اور خود ویزمین نے لارڈ بالفور کے نام اپنے خط میں کہا کہ دیوار گریہ یہودیوں کے قدیم ہیکل کا حصہ ہے۔ اسے فوراً ہمارے حوالے کیا جائے۔

اس پر بیت المقدس کے فوجی گورنر رونالڈ سٹورس نے انتہائی محتاط انداز سے مغربی دیوار سے متصل مکانات کی خریداری کے لئے مفتی اعظم فلسطین کامل الحسینی سے رابطہ پیدا کیا۔ ان کا جواب یہ تھا کہ کسی مسلم اوقاف کی کوئی جگہ کسی بھی قیمت پر فروخت نہیں کی جا سکتی۔ خواہ خریدار مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ سٹورس نے ترغیب و تحریص کے سب ہتھکنڈے آزمائے لیکن گوہر مقصود اس کے ہاتھ نہ آیا تو یہودیوں نے ایک تحریک شروع کر دی۔ اور ایک مراکشی یہودی کو گراں قدر رقم پیش کرنے کے کلی اختیارات دیتے ہوئے شیخ کے پاس بھیجا تو مسلمانوں نے بھی احتجاجاً مظاہرے شروع کر دیئے کہ مسلمان اپنے اس مقام مقدسہ کو کسی صورت میں فروخت کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اسی اثنا میں ایک یہودی افسر یہودی بٹالینوں کے سپاہیوں کو مارچ کراتا ہوا دیوار گریہ تک لے گیا۔ مسجد اقصیٰ پر بزور شمشیر قبضہ کرنا چاہا تو مسلمانوں اور یہودیوں میں تصادم ہو گیا۔ مفتی اعظم پر فائرنگ کی گئی۔ جب کہ فلسطین کا انتداب برطانیہ کے حوالے ہو چکا تھا اور برطانیہ نے ایک صیہونی ہائی کمشنر سر ہربرٹ سموئیل کو وہاں مقرر کر دیا تھا۔ دیوار گریہ کے مسئلہ پر یہودیوں کے جذبات قابو سے باہر ہو رہے تھے۔ انہی دنوں سولہویں صیہونی کانفرنس زیورخ میں ہوئی۔ جس میں ایک قرار داد پاس کی گئی۔ جس میں کوتھل معاروی (دیوار گریہ) پر عبارت کو یہودیوں کا ناقابل انتقال حق قرار دیتے ہوئے دنیا بھر کے یہودیوں کو مشتعل و متشدد کرنے کی کوشش کی گئی کہ وہ دیوار گریہ

پر اپنا حق تسلیم کرانے کے لئے جان کی بازی لگا دیں۔ یہودیوں کے ہفتہ وار" فلسطینی ویکلی" اور عبرانی اخبار" دیر ہیوم" میں اس قرارداد کے حق میں اشتعال انگیز مضامین لکھے گئے۔ ہیکل کی تباہی کے دن کی یاد میں تل ابیب میں ہجانہ اور دوسری نیم عسکری تنظیموں کے چھ ہزار یہودی جوانوں نے مظاہرہ کیا اور ایک قرارداد میں دیوار گریہ پر قبضہ کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس کے کچھ دن بعد کئی سو یہودی جوان تل ابیب سے بیت المقدس پہنچے۔ اور ایک جلوس کی شکل میں عرب بازاروں سے گزرتے ہوئے دیوار گریہ تک گئے۔ جہاں انھوں نے دیوار گریہ پر صیہونی پرچم لہرا کر یہود کا قومی ترانہ گایا ــــــ "دیوار ہماری ہے" ــــــ

اس پر مسلمانوں کا مشتعل ہو جانا لازمی امر تھا۔ یوم میلاد النبی پر نماز جمعہ کے بعد مسلمانوں نے مسجد اقصیٰ کے شیوخ کی قیادت میں احتجاجی جلوس نکالا تو ہنگامہ ہو گیا۔ اور پھر یہ ہنگامے کئی روز تک جاری رہے۔ جن کی تحقیقات کے لئے برطانیہ نے مجلس اقوام کی منظوری سے ایک بین الاقوامی کمیشن قائم کیا، جس کے سربراہ سویڈن کے سابق وزیر خارجہ الئیل لرٹ گرین تھے۔ کمیشن نے یہودیوں اور عربوں کے موقف کی سماعت کے بعد اپنی رپورٹ پیش کر دی کہ سینکڑوں دستاویزات اور ہزاروں شہادتوں کی روشنی میں یہ بات نہایت وضاحت سے سامنے آئی ہے۔ کہ اس دیوار پر یہودیوں کا کوئی حق نہیں یہ ایک مسلم وقف کی ملکیت ہے اور مسلمانوں کے مقدس مقام حرم شریف کا حصہ ہے۔

کمیشن نے اپنی رپورٹ میں یہ بھی لکھا کہ ۶۳۲ء میں حضرت عمر اور عیسائی راہب صفرونیوس کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا۔ اس میں عیسائیوں نے یہ پابندی لگا دی تھی لہٰذا کمیشن نے اس جگہ کو قانونی طور پر مسلمانوں کی ملکیت قرار دیتے ہوئے یہودیوں کو یہاں تک صرف روایت پوری کرنے کے لئے پہنچنے کی اجازت دی۔ چنانچہ برطانیہ اور مجلس اقوام نے اسے تسلیم کر کے ایک عالمی دستاویز کی حیثیت دے دی اور ۱۹۳۱ء میں انتظامی کونسل نے اسے ایک قانونی شکل دے کر فلسطین میں نافذ کر دیا جبکہ دوسری عالمگیر جنگ میں یہودی جرمنی سے نکال دیئے جانے کی صورت میں جوق در جوق فلسطین میں پہنچنے لگے جہاں وہ یروشلم پر قابض ہونے کی تیاریاں کرنے لگے۔ اور ۵ جون ۱۹۶۷ء میں جنرل نارکس کے

حکم سے یہودیوں نے بیت المقدس کے میئر کی حیثیت سے بیت المقدس کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ مسلمان اپنے مقدس زیارات کے دفاع کے لئے بڑی پامردی سے لڑے لیکن اپنے سے کئی گنا طاقتور دشمن کی تباہ کاریوں سے مقدس مقامات کو مکمل تباہی سے بچانے کے لئے انھیں پسپا ہونا پڑا۔ تو اسرائیلی وزیر دفاع موشے دایان دیوار گریہ کے سامنے پہنچا تو اس نے وہی قدیم نعرہ لگایا " دیوار ہماری ہے "۔ اور عبرانی زبان میں ایک تختی لگا دی گئی ـــــ " بیت کنشت ـــــ ہیکل یہود "۔

یروشلم کے نئے شہر پر قبضہ کے فوراً بعد اسرائیلیوں نے اعلان کر دیا کہ ان کی جنگ اسلام اور اس کے مقدس مقامات کے خلاف ہے لہذا پرانے شہر میں داخل ہوتے ہی جو مسلمانوں کے قبضہ میں تھا اسرائیلیوں نے اندھا دھند بمباری کی۔ مسجد اقصےٰ کا مرکزی دروازہ مسمار کر دیا۔ ایک مینار گرا دیا۔ مسجد کے گنبد اور قبتہ الصخرہ کو شدید نقصان پہنچایا۔ مسجد اقصیٰ کی جگہ ہیکل سلیمانی تعمیر کرنے کے لئے ایک خصوصی فنڈ کا اجراء کیا۔ ۱۹۶۵ کے عالمی میلے منعقدہ نیو یارک میں یہودی ماہرین تعمیرات کی ایک کمیٹی نے ہیکل کے ایک تعمیراتی ڈیزائن کی نمائش کی اور اس کے ساتھ ہی مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ حرم شریف میں اسرائیلی رقص و سرود کی محفلیں ہونے لگیں۔ اسرائیلی اپنے کتوں کے ساتھ جوتے پہنے حدود مسجد میں گھومتے پھرتے اور یہودی جوڑے کھلے بندوں محو بوس و کنار نظر آتے۔ البراق شریف کے سامنے والے چوک تک ایک نیا اور کشادہ راستہ تعمیر کرنے کے لئے مسلم اوقاف کی ایک مسجد اور ۱۳۵ عمارتوں کو ڈائنامیٹ سے اڑا دیا۔ اسرائیلی ماہرین آثار قدیمہ کو مسجد اقصےٰ کے نیچے اور اس کے نواحی علاقے میں کھدائی پر لگا دیا گیا کہ وہ نئے ہیکل سلیمانی کی تعمیر نو کے لئے پرانے ہیکل سلیمانی کے آثار تلاش کریں۔ یروشلم سنڈے پوسٹ میں کھدائی کی تصویریں شائع کی گئیں۔ کھدائی کی مہم کی نگرانی پروفیسر بنجامین بازار کر رہا تھا۔ اس موقع پر فلسطین کے ربی اعظم (یہود کا سب سے بڑا مذہبی عہدہ) ابراہام اسحاق کک نے کہا کہ یروشلم کے بغیر صیہون اور ہیکل سلیمانی کے بغیر یروشلم کا تصور ناممکن ہے۔ اسی اثنا میں رومانیہ کے ربی اعظم ابراہام روزنباش نے مفتی اعظم فلسطین الحاج امین الحسینی کو ایک خط لکھا جس میں اس نے

مسجد اقصیٰ یہودیوں کے حوالے کرنے پر زور دیا اور ۱۹۴۸ء کی جنگ میں یہودیوں نے دوبارہ مسجد اقصیٰ پر زبردست بمباری کی اور مسجد کے گنبد اور قبۃ الصخرہ کو سخت نقصان پہنچایا ہزاروں یہودیوں نے اپنے آپ کو اس جنگ میں جھونک دیا تو فلسطینی حاجی کمان کے مسلح دستوں الجہاد، المقدس اور الاخوان نے ان کے ہر حملہ کو پسپا کر دیا۔ ہزاروں یہودی قتل ہوئے اور جو زندہ بچے پسپا ہو گئے۔ لیکن ۱۹۶۷ کی جنگ میں یہودیوں کو نہ صرف مسجد اقصیٰ ان کے قبضے میں چلی گئی بلکہ جبرون میں حضرت ابراہیمؑ کا حرم محترم بھی ان کے تصرف میں چلا گیا اس پر صیہونی پرچم لہرایا گیا اور یہودیوں نے جس وحشت و بربریت کا مظاہرہ کیا اس کا ذکر کرتے ہوئے بیت المقدس کے سابق میئر روحی الخطیب نے کہا کہ شہر کے مغربی حصہ میں اسرائیل نے مسلم اوقاف کے ۳۵۰ مکانات کو بل ڈوزروں سے زمین کے برابر کر دیا۔ مسجدوں اور گرجوں کی بے حرمتی شروع کر دی۔ اسرائیلی بریگیڈیر شلومو عدرین نے مسجد اقصےٰ کے بیرونی حصہ میں عبادت کی اور اعلان کیا کہ اس جگہ یہودی معبد تعمیر کیا جائے گا۔ کلیسائے نشور میں کھلی ڈاکہ زنی ہوئی اور حضرت مریم کے مجسمہ سے انتہائی قیمتی موتی چرا لیا گیا۔ اور پادریوں کو زدوکوب کیا گیا۔ اسرائیلی فوج کا ایک اور بریگیڈیر گورن اپنے ایک دستے کے ہمراہ قبۃ الصخرہ پر چڑھ گیا۔ یافہ گیٹ کو ڈائنامیٹ سے اڑا دیا۔ اسرائیلی حکومت نے ایک نیا قانون نافذ کر کے مسلم املاک ضبط کر لیں۔ یہ املاک حرم شریف کی جنوب مغربی دیوار اور آرمینی محلہ کے درمیان تھیں۔ ۶ ہزار مسلمان بے گھر ہو گئے۔

عیسائی مشن "یسوع کے حواری" کی رکن مسٹر میری تھریس جو ۵ رجون ۶۷ء کو بیت المقدس کے اس کانونٹ میں موجود تھی جسے زخمیوں کے لئے ہسپتال میں تبدیل کر دیا گیا تھا اسرائیلیوں کے ظلم وستم پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے اپنی ڈائری میں لکھا :

ہم زخمیوں کو فوری طبی امداد دینے کے سلسلے میں گلیوں میں نکلے۔ ہمارے چاروں طرف گولہ بارود کی بو فضا میں رچی ہوئی تھی۔ ہر طرف لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ معصوم بچوں کی لاشیں، عورتوں کی لاشیں، ایک جگہ لاشوں کا انبار لگا تھا اور تعفن سے سانس لینا دشوار ہو رہا تھا ہم ہیرود گیٹ کے قریب الزادیہ النہد پہنچے یہ پاکستانی زائرین کا

ہوسٹل تھا جو بمباری سے تباہ ہو رہا تھا۔ تین خستہ کمروں میں ایک سے زیادہ افراد شدید زخمی حالت میں پڑے تھے۔ ان کے جسم جلے ہوئے تھے۔ اور ان کے پیٹ پھٹے ہوئے تھے۔ اسرائیلیوں نے شہر میں مسلمانوں کی غریب ترین آبادی باب زرین کے قریب بھی خوب بم برسائے تھے۔

● ہم لاشوں کو دفنانا چاہتے تھے۔ ہمارے پاس کوئی گاڑی اور ایمبولینس نہ تھی آخر ہمیں ایک چھکڑا مل گیا جس میں کچھ لاشیں ڈال کر ہم قبرستان میں پہنچے تو یہودی حکام چیف ربی دایان اور ربی شکول، ایک کار میں آتے دکھائی دیئے انھوں نے ہمیں یہ لاشیں دفنانے سے روکا۔ لیکن جب وہ چلے گئے تو ہم نے ان لاشوں کو دفنا دیا۔

نابلس پر اسرائیل نے نیپام بم گرائے تھے زیتون کے درختوں کے جھنڈ میں ہم نے کئی سو خاندانوں کو دیکھا جنھیں ان کے گھروں سے نکال دیا گیا تھا اور ان کے گھر لوٹ لیئے گئے تھے۔

● جبرون کے علاقے میں سوریف کے گاؤں کو خالی کرا لیا گیا۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا۔ کہ ۱/۲ ۴ بجے تک گھروں سے نکل جائیں ورنہ ان کو زندہ جلا دیا جائے گا۔

● لطرون کے نواح میں تین دیہات بیت نوبا، یالو اور عمواس کو بل ڈوزروں سے پیوست زمین کر دیا گیا۔

● مقبوضہ علاقوں میں اسرائیلیوں کے داخلہ کے دن سے تمام موٹر گاڑیاں چوری ہو چکی تھیں سینکڑوں دکانیں لٹ چکی تھیں۔ یہودیوں نے گھڑیوں اور ٹرانسسٹروں کے لیئے افراد کو بے دریغ قتل کیا۔

● ایک اردنی بچہ چاکلیٹ لیئے جا رہا تھا۔ یہودی سپاہیوں نے اس سے چھیننا چاہا وہ ڈر کر بھاگا تو ایک یہودی سپاہی نے پیچھے سے گولی چلا کر اس کو ہلاک کر دیا۔

۲۱ اگست ۱۹۶۹ء کو دنیائے اسلام کا المناک ترین سانحہ رونما ہوا۔ مسجد اقصٰے میں آگ لگ گئی اور تین گھنٹے تک شعلے بھڑکتے رہے جس سے قبلے کی طرف چھت کا بڑا حصہ گر پڑا۔ مسجد کا یہ حصہ عین اس مقام پر تھا جہاں سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفر معراج کا آغاز فرمایا تھا اس کے قریب ہی دیوار البراق یعنی دیوار گریہ ہے سلطان صلاح الدین

کا یادگار منبر جل کر راکھ ہو گیا۔

بیت المقدس کی بلدیہ کے اسرائیلی چیرمین ٹیڈی کولیک کے اعلان کے مطابق ہر سال بیت المقدس میں دس ہزار یہودی خاندان بسائے جائیں گے اس غرض کے لئے شہر کے ارد گرد جبل المکبر سے لے کر جبل الزیتون اور سلوان تک نئے یہودی محلے بسائے جائینگے جبکہ اسرائیل اب تک ۲۰ نئی کالونیاں تعمیر کر چکا ہے اور مزید کالونیاں قائم کرنے کے پلان زیر غور ہیں۔ جو وادی اردن میں قائم کی جائیں گی۔ اسرائیلی نائب وزیر اعظم کے نام پر یغال ایلن اسکیم کے تحت دریائے اردن کے کنارے اور جولان کی پہاڑیوں پر عسکری اہمیت کی کالونیاں تعمیر کریگا۔ سینا اور غزہ کے علاقہ میں بھی کالونیاں قائم کی جائیں گی۔ جنھیں کیبوٹزا کہا جائے گا۔ رفع کے جنوب میں دو کالونیوں کے لئے نشان دہی ہو چکی ہے۔ ان میں سے ایک کا نام "ناحال سینا" ہو گا۔ جسے زرعی کالونی کی حیثیت دی جائے گی اور غیر موسمی پھل پیدا کئے جائیں گے اور دوسری "ناحال یام" ہو گی جسے ماہی گیر کالونی کا نام دیا جائیگا جس سے صاف ظاہر ہے کہ اسرائیل بیت المقدس سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں۔

اور ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم یہ فیصلہ کریں کہ اسلام کا جھنڈا سرنگوں نہ ہونے دیں گے جیسا کہ مجاہد ملت ضیغم اسلام صدر کرنل معمر القذافی نے قذافی سٹیڈیم میں اپنی تاریخی تقریر میں فرمایا "اسلام کی فتح ہو۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ کا حکم دنیا میں غالب آئے۔ اور اللہ ہی وہ طاقت ہے جو سب سے بڑی طاقت ہے نہ کہ دنیا کی بڑی طاقتیں۔"

صدر قذافی نے فرمایا "جہاد ابھی جاری ہے۔ جہاد ابھی ختم نہیں ہوا۔ اور اسلام کے دشمنوں کو نیچا دکھانا ہے۔ یہ بات ہمارے لئے باعث شرم ہو گی کہ اسلام حملہ نہیں کرتا بلکہ صرف مدافعت اور مزاحمت پر اکتفا کرتا ہے۔"

یقیناً یہ بات ہمارے لئے باعث شرم ہو گی کہ بیت المقدس پر اسلام کے دشمنوں کا قبضہ ہو اور اسلام حملہ نہ کرے اور پھر ایسی صورت میں جبکہ بیت المقدس کی اسلامی و شرعی حیثیت مسلمانوں پر اچھی طرح واضح ہو اور پھر ایسی صورت میں جبکہ اسلام کے دشمن جوتوں سمیت قبۃ الصخرا پر کھڑے ہو کر اسلام کو للکارتے ہوں مسجد اقصیٰ کو آگ لگا کر مسلمانوں کو چیلنج

کر رہے ہوں اور بیت المقدس کے تقدس و تطہیر کا تمسخر اڑا رہے ہوں۔

بیت المقدس — جو مسلمانوں کا قبلہ اول ہے جس سے چھ میل جنوب میں بیت اللحم ہے حضرت مسیح ناصری کی ولادت گاہ، جہاں اس کھجور کے درخت کا ایک حصہ اب تک کھڑا ہے جس کا پھل حضرت مریمؑ نے کھایا تھا اور جس کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالےٰ جل جلالہٗ نے وہ درخت معجزے کے طور پر پیدا کیا جبکہ اس علاقہ میں کھجور کا درخت نہیں ہوتا۔

جہاں حضرت داؤد کا مزار ہے۔ بیت المقدس سے بیت اللحم آئیں تو آدھا راستہ طے کرنے پر حضرت یوسف اور بن یامین کی والدہ اور حضرت یعقوب کی اہلیہ راحیل کا مقبرہ ہے۔

ہاں وہی بیت المقدس فلسطین میں مقدس ترین شہر — اور فلسطین — جس پر اس وقت دنیا کے مسلمانوں کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ جہاں طبریہ سے ۱۲ میل کے فاصلے پر ناصرہ ہے۔ حضرت مریم یہیں کی رہنے والی تھیں۔ اور حضرت عیسےٰ بھی یہیں رہے۔ جب یہودیوں نے حضرت مریم پر تہمت لگائی تو وہ یوسف نجار کے ساتھ مصر کو ہجرت کر گئیں اور آج وہی یہودی وہاں کے مسلمانوں پہ نہ جانے کیا کیا تہمتیں لگاتے ہوئے انھیں بہ نوک شمشیر وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور کر رہے ہیں۔

فلسطین — جس کے شہر رام اللہ کو سلیمان بن عبدالملک نے بسایا اور جامع دمشق کے مقابلہ کی جامع مسجد تعمیر کی۔ ابن بطوطہ جسے جامع ابیض کا نام دیتا ہے جہاں ۳ سو پیغمبر مدفون ہیں۔ اس کے قریب ہی حضرت صالحؑ کا مزار ہے۔

وہی فلسطین — جس میں بیت المقدس سے ۶ فرسنگ، جنوب کی طرف حبرون واقع ہے جہاں پچھلی دو جنگوں میں یہودیوں نے بے پناہ ظلم و ستم توڑ رہے ہیں۔ حبرون کو عرب مشہد خلیل کہتے ہیں۔ اسی شہر کی جامع مسجد میں حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب کی قبریں ہیں روایت ہے کہ حرم کی زمین حضرت ابراہیم نے حضرت سارہ کے انتقال پر خریدی تھی اور حضرت ابراہیم کی قبر کے گرد جو احاطہ ہے وہ وحی الٰہی کے ذریعے حضرت سلیمان نے تعمیر کرایا۔ یہودیوں نے جنگ ۶۷ء کے بعد سے حرم خلیل کو عجائب گھر میں تبدیل کر دیا ہے۔ جبکہ بعض روایات کے مطابق اس حرم میں ۷۰ ہزار انبیا مدفون ہیں۔ کتنی بدباطن اور روسیاہ

ہے وہ قوم جو خدا کے ایک برگزیدہ پیغمبر کے حرم کو عجائب گھر میں منتقل کردے اور ۱۰ ہزار انبیا کے مدفنوں کو ان کی تطہیر و تقدیس کا کچھ خیال نہ کرتے ہوئے دنیا کے عجائبات کے طور پر ان کی نمائش کرے۔ جبکہ وہ قوم خود فراعنہ مصر کے اہراموں میں حنوط کی ہوئی لاشوں کی طرح غفلت و جہالت کے تابوت میں پڑی ہوئی ہے، دنیا کے عجائبات میں سے ہے اور ایک زندہ لاش ہے۔ مردہ ہے لیکن اپنے آپ کو زندہ سمجھ رہی ہے جبکہ وہ زندہ نہیں ہے۔ کیوں کہ زندگی جس سے عبارت ہے وہ اس میں نہیں ہے۔ زندگی محض حرکت و حرارت ہی کا نام نہیں اگر زندگی محض حرکت و حرارت کا کرشمہ ہوتی تو پتھر بھی زندہ ہوتے جو اپنے اندر آگ چھپائے ہوئے ہیں۔ چوٹ پڑے تو ان سے چنگاریاں چھوٹ جاتی ہیں اگر زندگی فقط ہلنے جلنے پر موقوف ہوتی تو پھر گھاس کا وہ تنکا بھی زندہ سمجھا جاتا جو ہوا کے جھونکوں میں ہلورے لیتا چلا جاتا ہے۔

اور یہ قوم جو آج سے صدیوں پہلے گم کردہ راستے کی تلاش میں کچھ تو صحرائے سینا کے ہیبت ناک ویرانوں میں بھٹکتے ہوئے دم توڑ گئی تھی اور کچھ ہیکل سلیمان کے ملبے تلے دب کر دفن ہو گئی تھی۔ کچھ ہلاکت و تباہی سے بچ گئی ہے۔ انسانیت کے زمرے ہی سے خارج ہے۔ کیونکہ وہ جو کچھ کر رہی ہے مردود و معتوب مردہ اجسام کی ارواح خبیثہ اور بھوت پریت ایسا کیا کرتے ہیں۔ یہ وقت کی سفلہ پروری ہے اور اتفاقات زمانہ کی بات ہے کہ ارواح خبیثہ مسجد اقصےٰ میں اپنی تمام تر نجاستوں، خباثتوں اور غلاظتوں کے ساتھ وارد ہو گئی ہیں۔ ان کبوتروں پرستوں نے فلسطین کو اپنا مسکن بنا لیا ہے اور بیت المقدس کی مقدس سرزمین پر غول بیابانی اور عفریت جہنم منڈلاتے پھر رہے ہیں۔

وہی بیت المقدس ——— جس سے ۲۵ میل کے فاصلے پر سیدنا موسیٰ کی بستی ہے یہاں حضرت موسیٰ کا مزار ہے۔ اور سلطان صلاح الدین ایوبی کے عہد سے ماہ محرم میں حضرت موسےٰ کے مزار پر ہفتہ بھر میلہ لگتا ہے۔ جس میں اہل عرب، فن حرب کا مظاہرہ کرتے ہیں یہیں ان حربی مظاہروں میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے جلال و جبروت کو ایک بار پھر آشکار کرنا ہوگا۔ کُل کفر اپنی پوری طاغوتی و قہرمانی قوتوں کے ساتھ کُل ایمان کے مقابلہ میں میدان

کارزار میں ہے۔ یہیں کوندتی ہوئی شمشیروں کی جھنکار کو اس عرصہ تک خاموش نہیں ہونے دینا چاہیئے۔ جب تک کہ بیت المقدس میں صیہونی نعروں کی آوازیں ہمیشہ کے لئے خاموش نہ ہو جائیں۔ مسئلہ فلسطین عالم اسلام کی ملی حمیت و غیرت کا سوال ہے۔ سیدنا موسیٰ کے گلی کوچوں میں اگر ہمیں اپنے خون کی ندیاں بھی بہانا پڑیں تو بہائیں گے۔ دشمن دین خدا کے ساتھ اگر ہمیں سو سال بھی لڑنا پڑا تو لڑیں گے۔ جب تک دنیا میں ایک مسلمان بھی موجود ہے۔ یہ جنگ جاری رہے گی۔ ہم لڑیں گے، خدا کے دین کے لئے، ناموس مصطفےٰ کی خاطر ——— اس عقیدت و ارادت کے جوش میں جو ہمیں بیت المقدس کے ذرے ذرے سے ہے۔ ہم لڑیں گے، فلسطین کو صیہونی تسلط سے نکالنے کے واسطے۔

فلسطین ——— جہاں طبریہ میں راوی الاحادیث حضرت ابو ہریرہؓ اور لقمان حکیم کے مزارات ہیں۔ مزید براں ۷۰ پیغمبر یہاں مدفون ہیں۔ جنھیں یہودیوں نے شہید کیا اور شہیدوں کا لہو رائیگاں نہیں جایا کرتا۔ قدرت انکے قاتلوں سے قصاص لیا کرتی ہے۔ قدرت اپنے پیغمبروں، رسولوں، مرسلین اور نبیوں کا مذاق اڑانے اور انھیں قتل کرنے والوں کو بڑی عبرت ناک سزائیں دیا کرتی ہے۔ تاریخ عالم کے اوراق ابھی دھندلائے نہیں اور نہ ان کی عبارت ابھی تک مٹی ہے۔ بصارت میں اگر نقص ہو تو ماضی میں جو کچھ ہو چکا ہے تاریخ کی سیر بین سے حال میں وہ سب کچھ صاف صاف نظر آئے گا۔ ذرا دیکھئے تو یہی خدا نے اپنے پیغمبر صالح کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والوں کا کیا حشر تھا۔ حضرت لوط کے مہمان فرشتوں کو خوبرو لونڈے سمجھتے ہوئے فحش مذاق کرنے والوں اور پیغمبر کی پھبتیاں اڑانے والوں پر خدا نے کیسا خوفناک عذاب نازل کیا تھا۔ وہ کیسی بجلیاں تھیں جو ان پر چمکی تھیں وہ کیسے بادل تھے جو ان پر گرجے تھے۔ وہ کیسا بھونچال تھا جس نے سدوم عمورہ کی بستیوں کو برباد کرکے بھیانک بیابانوں اور ہولناک کھنڈروں میں بدل دیا تھا۔

اور پھر طوفان نوح ——— دیکھنے والوں نے دیکھا کہ پانی کی دھار تنور سے نکلنے لگی۔ اور قدیم محاورہ عرب میں تنور روئے زمین کو کہتے ہیں اور خدا نے موسلا دھار مینہ سے آسمان کے دروازے کھول دیئے۔ تو یہ پانی کی دھارا اتنے گہرے اور بسیط پانیوں میں

بدل گئی کہ توریت کا بیان ہے کہ روئے زمین کے جتنے بر اعظم اور جزیرے تھے سب غرق ہو گئے تھے۔ تمام اونچے پہاڑ جو آسمان کے نیچے ہیں سب چھپ گئے اور سب چرند پرند اور انسان ہلاک ہو گئے تھے۔ روئے زمین کے تمام موجودات جن میں جان تھی سب کے سب مٹ گئے فقط نوح اور جو ان کے ساتھ کشتی کے اندر تھے بچ رہے۔

واقعہ نوح کی ذیل میں تعلیم الٰہی کے خاص خاص پہلو یہ ہیں کہ مادہ کی گوناگوں صورت گری جب کسی قوم کو خدا سے بالکل غافل بنا دے۔ قانون الٰہی کی حدود ٹوٹنے لگیں، طغیان و سرکشی عام ہو جائے۔ خدائے واحد کی پرستش سے آشنا بھی سروکار نہ رہے کہ اس کی پرستش گاہوں کا ادب کیا جائے۔ جب تشدد و تباہ کاری، استبداد و مردم آزاری بڑھ جائے۔ مسجدیں گرائی جائیں، خانقاہیں بند کرائی جائیں تو خدائے بزرگ و برتر کی مخفی قوتیں جلال میں آجاتی ہیں اور قہر و عذاب بن کر نازل ہوتی ہیں وہ ہر جابر سے اس کے جبر کی فہمائش کرتی ہیں ہر ظالم سے مظلوم کے خون کی ایک ایک بوند کا حساب لیا کرتی ہیں، اور یہودیوں سے پہلے بھی کئی جابر و ظالم قومیں یہ حساب دے چکی ہیں کہ اب صفحہ دنیا پر ان کا نام بھی نہیں ہے۔ یہودیوں کو شہیدوں کے خون کا قصاص دینا ہو گا۔ حساب دینا ہو گا اور وہ شہید غزدہ خندق و خیبر کے ہوں یا طرابلس وگیلی پولی کے۔ وادی جولان کے ہوں یا کارگہ چونڈہ و باٹا پور کے، وہ زندہ جاوید ہیں۔ ان کا خون پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ جہاد ابھی جاری ہے۔ جہاد ابھی ختم نہیں ہوا اور اسلام کے دشمنوں کو نیچا دکھانا ہے۔ یہ بات مسلمانوں کے لئے باعث شرم ہو گی کہ اسلام حملہ نہیں کرتا۔ بلکہ صرف مدافعت اور مزاحمت پر اکتفا کرتا ہے۔ اسلام کا یہ حملہ اپنی پوری یورش کے ساتھ جاری رہے گا۔ جب تک کہ ظلم و استبداد کے آہنی استحکامات ریزہ ریزہ ہو کر زمین پر بکھر نہیں جاتے شہیدوں کے خون کا یہ سیلاب آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا جب تک کہ بیت المقدس کی آزادی کا آفتاب تازہ اس سے طلوع نہیں ہو جاتا۔

بیت المقدس سے نابلس کو جاتی ہوئی سڑک پر ایک قصبہ محرتا ہے جہاں ایک غار کے اندر ستر انبیاء مدفون ہیں پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پیغمبروں کی اس سرزمین کو ۔۔

فلسطین کو ایک ایسی قوم کے چنگل میں چھوڑ دیا جائے جس کے نزدیک انبیا کی تعظیم و تکریم کا کوئی مطلب و مفہوم ہی نہیں ہے۔

فلسطین — جس میں اعیرہ اس مقام کا نام ہے جہاں قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا اور وہ وقت دور نہیں جبکہ سرزمین فلسطین کا ذرہ ذرہ اسرائیلی وحشیوں اور درندوں کی قتل گاہ بن جائے گا۔ ان کا ظلم و جور ہی ان کو ہلاک کر دے گا۔ اور وہ شعلے جو مسجد اقصیٰ میں بھڑک اٹھے اسرائیلیوں کا مرگھٹ بنیں گے یہ آنے والے وقت کی پیش گوئی ہے یہ پیغمبروں کی سرزمین فلسطین کی آواز ہے۔

فلسطین — جہاں طبریہ اور عجلوں کے درمیان جبل طور پر دیر التجلی وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ کی صورت اپنے حواریوں کے روبرو تجلی الٰہی سے بدل گئی۔ یہاں صحرائے سینا میں طور سینا کی چوٹی پر دیر طور سینا وہ مقام ہے جہاں حضرت موسیٰ کو نبوت ملی اور سامری ساحر کے بچھڑے کو پوجنے والوں کے گلے میں ذلت و ظلمت کے طوق ڈالے گئے جہاں کلیم اللہ نے غش کھانے سے پہلے اللہ کی تجلی دیکھی لیکن وہ سیاہ باطن قوم جس میں موسےٰ اپنے بھائی ہارون کو اپنے نائب کی حیثیت سے رشد و ہدایت کو چھوڑ گئے تھے اس تجلی کو نہ دیکھ سکی اور ۴۰ سال صحرائے سینا کی بھول بھلیاں کے اندھیروں میں بھٹکتی رہی۔

وہی وادی سینا — وہی فلسطین — جس میں حطین وہ گاؤں ہے جس کے مشہور معرکہ ہلال و صلیب میں ۱۱۸۷ میں سلطان صلاح الدین غازی نے صلیبیوں کو نیچا دکھایا اور اس تاریخی فتح کی یاد میں قبۃ النصر کے نام سے ایک یادگار برج تعمیر کیا اور زمانے نے ہر دور میں کوئی نہ کوئی صلاح الدین ایوبی حق کے دشمنوں کو مصلوب کرنے کے لئے یا راہ حق میں مصلوب ہو جانے کو کبھی محمود غزنوی اور کبھی یاسر عرفات کے روپ میں پیدا کیا ہے جس کی تاریخی فتح کی تختی دیوار گریہ پر آویزاں ہو چکی ہے مگر جنھیں وہ نظر نہیں آرہی عنقریب ہی انھیں نظر آنے لگے گی فلسطین میں اسرائیلیوں کی رجعت قہقہری کا وہ لمحہ گریزاں وارد ہو چکا ہے جس سے یہ قوم صدیوں سے گریز کرتی اور فرار ہوتی چلی آرہی ہے مگر وہ لمحہ نشور صدیوں سے اس قوم کا تعاقب کرتا چلا آرہا ہے اور اپنی ٹاپوں کی دھمک سے اس پر رعشہ طاری کر رہا ہے

فلسطین مسلمانوں کا ہے مسلمانو آگے بڑھو۔قصر یعقوب ـــ اللجون ـــ الشجرہ ـــ وادی موسیٰ ـــ مسجد الیقین ـــ عکہ اور نابلس تمھیں پکار رہا ہے۔

قصر یعقوب ـــ یہ جگہ طبریہ سے بانیاس کے راستے پر واقع ہے یہاں حضرت یعقوب حضرت یوسف کے گم ہو جانے پر روئے تھے۔

اللجون ـــ یہی وہ شہر ہے جہاں مسجد ابراہیم ہے یہ مسجد ایک پتھر پر بنی ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس پر حضرت ابراہیم نے عصا مارا تھا تو پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا تھا یہ چشمہ آج تک جاری ہے۔

الشجرہ ـــ فلسطین میں وہ جگہ ہے جہاں حضرت صالح کے فرزند الصدیق کی قبر ہے یہاں ایک غار میں اسّی شہیدوں کی لاشیں ہیں۔

وادی موسیٰ بیت المقدس کے جنوب میں حجاز کی راہ پر واقعہ ہے اور اس وادی کے پہاڑ میں وہ پتھر ہے جس سے حضرت موسیٰ کی دعا پر بارہ چشمے جاری ہوئے تھے۔

مسجد الیقین ـــ حبرون سے ایک فرسخ کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے جس پر ابوبکر السباحی کی بنی ہوئی مسجد کھڑی ہے جسے مسجد الیقین کہتے ہیں۔کہتے ہیں کہ حضرت لوط نے اسی جگہ سے بلاد لوط کو جلتے دیکھ کر فرمایا تھا:

"میں گواہی دیتا ہوں کہ الیقین (یعنی خدا) کا وعدہ سچا ہے"

عکہ ساحل سمندر پر ہے حضرت صالح کی قبر یہاں پر ہی بیان کی جاتی ہے اس مقبرہ اور مسجد کے صحن میں ایک "ٹکڑہ" زمین ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہاں حضرت آدم نے کھیتی باڑی کی تھی۔ایک چشمہ ہے جسے عین البقر کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت آدم کا نکالا ہوا ہے۔

بیت المقدس سے دس میل کے فاصلے پر نابلس ہے جس کے متعلق فلسطین کے قدیم شہر سامرہ کے یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مقدس شہر یروشلم نہیں نابلس ہے اور سامرہ کی عبادت گاہ کہ زیم میں وہ قربان گاہ ہے جس کے بارے میں اہل سامرہ کا دعویٰ ہے کہ حضرت ابراہیم نے اسی جگہ حضرت اسحاق کو قربانی کے لئے پیش کیا اور قربانی مسلمانوں کے ارکان دین میں سے ہے۔مسلمان قربانی سے نہیں ڈرتا۔

یہ سنت ابراہیمی ہے اور ہر مسلمان اتباع سنت ابراہیم کے لئے اپنی جان و مال، اہل و عیال حتیٰ کہ اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہے۔ مسلمان فلسطین کی آزادی کے لئے جہاد کریں گے۔

الجہاد — الجہاد — الجہاد — !!!

اوروں کی جانیں ان کے قبضے میں ہوں گی۔ لیکن مسلمانوں کی جانیں اسلام کے قبضے میں ہیں۔ مسلمانوں کے سر گردنوں پر نہیں ہر وقت ان کی ہتھیلیوں پر رہتے ہیں۔

عشق و محبت کا اصلی مقام وہ ہے جہاں پہنچ کر نفس اپنے کو فنا کر دیتا ہے اور پھر دست محبوب میں محض ایک آلہ بے روح بن کر رہ جاتا ہے۔ محبوب کی خواہش اس کی خواہش اور محبوب کی مرضی اس کی مرضی بن جاتی ہے اور محبت کرنیوالا اپنے محبوب کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کرتا۔ زلیخا مصر کو ابھی یہ درجہ حاصل نہیں ہوا تھا۔ ورنہ اپنی ذلت و رسوائی کے خوف سے، یوسف کنعاں کو قید و بند میں نہ دھکیلتی۔ محبت کی شرط اولین فنافی المحبوب ہو جانا ہے اور اس کے مسلک میں سکون بحر کا انتظار روا نہیں بلکہ اس میں کود پڑنے کا وقت تو وہ ہوتا ہے جبکہ طوفان و تلاطم اپنی پوری طاقتیں صرف کر رہا ہو ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

ایمان باللہ فی الحقیقت اللہ کی محبت ہی کا نام ہے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض بغیر کامل ایمان باللہ کے ادا نہیں ہو سکتا۔ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ۔ مومن کی یہ تعریف ہے کہ خود اس کی نہ کسی کے ساتھ دوستی نہ دشمنی۔ خدا کا دوست اس کا دوست اور خدا کا دشمن اس کا دشمن۔

یہودیوں کی مقدس کتاب تلمود میں تو شاید یہ عہد و پیمان نہ ہو لیکن اسلام میں تو جان عزیز دینا وہ پہلا عہد ہے جس کے بغیر وہ کسی کا ہاتھ ہی اپنے ہاتھ میں نہیں لیتا۔

تیر و سنان و خنجر و شمشیرم آرزوست
با من میا کہ مسلک شبیرم آرزوست
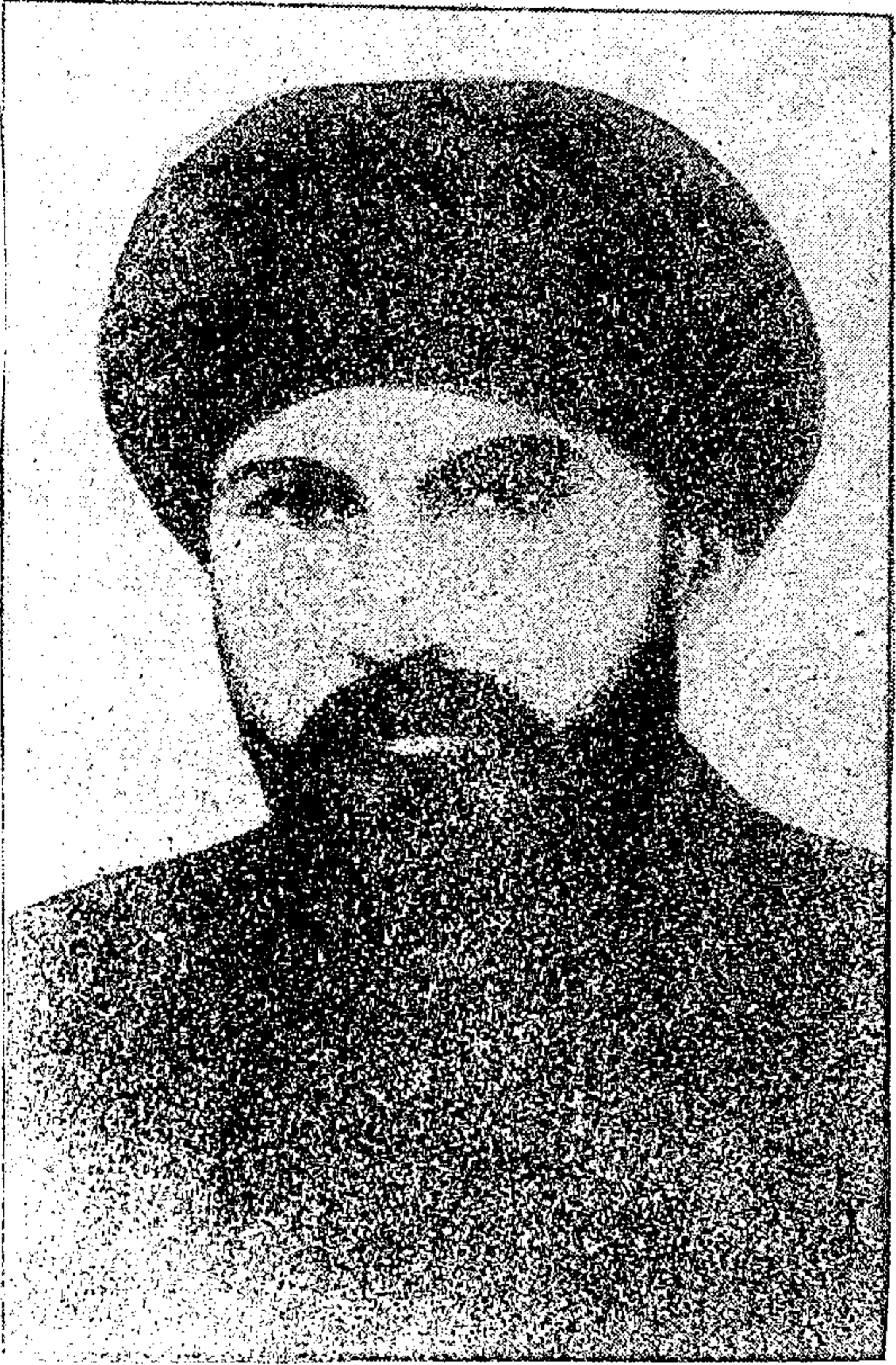
اتفاق ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات قائم کرنے اور ایک دوسرے کے قریب تر ہوتے
کا نام ہے ـــــــ سید جمال الدین افغانی

میرا مذہبی عقیدہ یہی ہے کہ اتحاد ہو گا اور دنیا ایک دفعہ پھر جلال اسلامی کا نظارہ دیکھے گی

حکیم الامت علامہ اقبال

ایک خواب جو حقیقت میں ڈھل گیا
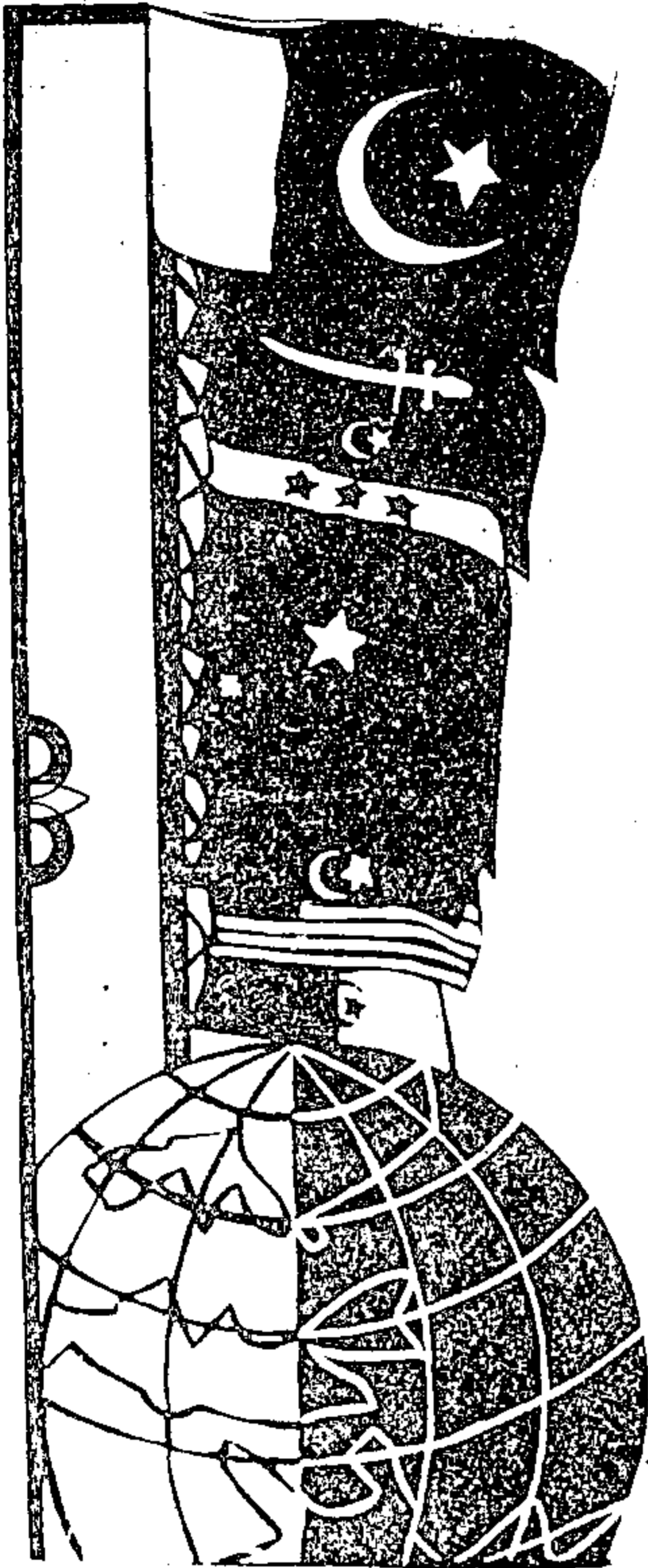
ربط و ضبطِ ملتِ بیضا ہے مشرق کی نجات
ایشیا والے اس نکتے سے ہیں اب تک بے خبر
پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصارِ دیں میں ہو
ملک و ملت ہے فقط حفظِ حرم کا اک ثمر
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

(علامہ اقبال)

زعمائے ملت عالم اسلام کے اتحاد کے خواب ایک مدت سے دیکھتے چلے آئے ہیں سید جمال الدین افغانی اور علامہ اقبال بھی یہی خواب دیکھتے رہے۔ ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی میں علامہ اقبال کے خیالات نے اہم کردار ادا کیا۔

اتحاد اسلامی کے اولین داعی سید جمال الدین افغانی کو پون صدی گزر چکی ہے لیکن بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ اب سے تقریباً تیس سال پہلے لاہور کے مسلمانوں نے ان کے تابوت کی زیارت کی۔ اور نماز جنازہ ادا کی۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ سید جمال الدین افغانی نے ۹ مارچ ۱۸۹۷ء کو استنبول میں انتقال کیا۔ جسے اس زمانہ میں قسطنطنیہ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور خلافت عثمانیہ کا دارالخلافہ تھا۔

دوسرے دن انھیں اسی شہر کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ چالیس سال بعد افغانستان میں یہ تحریک اٹھی کہ ان کی نعش کا تابوت منگوا کر کابل میں دفن کیا جائے اور ان کی شان کے مطابق ایک مقبرہ تعمیر کیا جائے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں ترکیہ اور افغانستان کے درمیان بات چیت ہوئی۔ اور ترکیہ نعش کو افغانستان کے حوالے کرنے پر رضامند ہو گیا۔ یہ تابوت برعظیم کے راستے لایا گیا ۲۶ دسمبر ۱۹۴۴ء کو لاہور پہنچا تو مسلمانوں نے اس کا زبردست استقبال کیا اور تابوت کو ایک رات کے لئے علامہ اقبال کے مقبرہ میں رکھا گیا۔ دوسرے دن تابوت کو جلوس کے ساتھ برکت علی اسلامیہ ہال بیرون موچی دروازہ میں پہنچایا گیا وہاں بھی ہزاروں مسلمانوں نے اس کی زیارت کی۔ دوسرے دن افغانستان کے نمائندے اسے کابل لے گئے۔

سید جمال الدین افغانی کے بارے میں یہ تنازعہ ابھی تک باقی ہے کہ وہ کہاں پیدا ہوئے لیکن کسی سیاسی مصلحت کی بنا پر انھوں نے افغانی کہلانا پسند کیا۔ بہرحال انھوں نے یہ کہہ کر اپنی زندگی میں ہی یہ مسئلہ حل کر دیا تھا۔

"میرے بارے میں یہ بات چنداں اہمیت نہیں رکھتی کہ میں کہاں پیدا ہوا اور میں افغانی ہوں یا ایرانی۔ کیونکہ میں مسلمان ہوں۔ اس لئے ملت

اسلامیہ کا ایک فرد ہوں۔"

سید جمال الدین تین مرتبہ ہندوستان آئے اور لاہور سے گزرے لیکن انھیں یہاں قیام نہ کرنے دیا۔ شاید اس لیئے کہ یہاں برطانوی راج نیا نیا قائم ہوا تھا اور انگریز نہیں چاہتے تھے کہ سید جمال الدین پنجاب کے مسلمانوں کو اپنے خیالات سے متاثر کریں۔

قومیت کا عقیدہ جس کی بنیاد نسل اور جغرافیائی حدود ملک پر ہے۔ دور جدید میں دنیائے اسلام میں استیلا حاصل کر کے ابھرنے لگا اور مسلمان عالمگیر اخوت کے نصب العین کو نظر انداز کر کے اس عقیدے کے دام تزویر میں پھنسنے لگے۔ جو قومیت کو ملک و وطن کی حدود میں مقید ہونے کی تعلیم دیتا ہے۔ تو اس فتنہ ارتداد کو روکنے کے لئے سب سے پہلے سید جمال الدین افغانی نے عملی قدم اٹھایا۔ انھوں نے عالم اسلام کے تمام ملکوں کے دورے کیئے۔ اور کوشش کی کہ ہر ملک کے مسلمان باشندوں کو خالص اسلامی تعلیم کی روح سے آشنا کیا جائے۔ اور ان کو تیار کیا جائے۔ کہ وہ اسلامی اتحاد کی بنیاد پر مغرب کی لادینیت کے حملے کو روکیں۔ لیکن مغربی اقوام کو مسلمانوں کے اس اتحاد سے خطرہ لاحق ہو گیا۔ اور انھوں نے سید جمال الدین افغانی کے خلاف پان اسلام ازم۔ (PAN ISLAMISM) کی تحریک شروع کرنے کا الزام لگایا۔ دراصل ان کی کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں کا اتحاد ختم ہو جائے۔ اس اصطلاح پان اسلام ازم کی تشریح علامہ اقبال رح نے بڑی عمدگی سے پیش کی ہے:

فرماتے ہیں:

"جہاں تک مجھے علم ہے یہ لفظ پہلے پہل ایک فرانسیسی اخبار نویس نے گھڑا تھا۔ جس کا مقصد یورپ کو مسلمان اقوام کے اتحاد کے خیالی اندیشے سے متنبہ کرنا تھا۔ اس سے یہ مراد تھی کہ دنیا کی مسلمان حکومتیں یورپ کی حکومتوں کے خلاف ایک متحدہ محاذ بنانا چاہتی ہیں"۔

جبکہ سید جمال الدین افغانی کے نزدیک اس اصطلاح کا مفہوم یہ تھا کہ افغانستان

متحد ہو جائیں تاکہ مغربی اقوام کا استیلاء کے خاطر خواہ طریقے سے مقابلہ
ں ایک دفاعی انتظام تھا لیکن سید جمال الدین افغانی کی کوششیں کامیاب نہ
یں اغیار کی چالوں نے بہت جلد اسلامی دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مغربی قوتوں
نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر ان کی ملی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی اور مسلمان
ایک دوسرے سے بیگانہ ہونے چلے گئے۔ عربوں کو عربوں سے لڑا دیا۔ اور یونانیوں
کو اناطولیہ پر یلغار کرنے کی ترغیب دی۔ جس سے اسلامی دنیا کے حالات اور زیادہ خراب
ہو گئے۔ تو اقبال نے مسلمانوں کی اس زبوں حالی سے متاثر ہو کر "خضر راہ" لکھی۔ جس میں ایک
ذیلی عنوان "دنیائے اسلام" تھا۔

لے گئے تثلیث کے فرزند میراث خلیل
خشت بنیاد کلیسا بن گئی خاک حجاز
حکمت مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی

اس زبوں حالی اور مغربی انداز فکر کی اندھی تقلید سے چھٹکارا پانے کے لئے اقبال
نے مسلمانوں کو متحد ہو جانے کا پیغام دیا۔ جاوید نامہ میں اسی موقف کی تشریح جمال الدین
افغانی کی زبان سے پیش کی۔ اقبال کا وہی خواب ایک حقیقت میں ڈھل چکا ہے ایک دھندلا
سا خواب جس کو قائد اعظم محمد علی جناح نے پاکستان کی شکل دی۔

اقبال کو عالم اسلام کے مسائل سے گہری دلچسپی تھی۔ جب بھی عالم اسلام پر کوئی افتاد
آئی اقبال متاثر ہوئے انہوں نے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ فلسطین کا مسئلہ ہو یا طرابلس
کا۔ ترکی کا مسئلہ ہو یا سوڈان کا اقبال کی ہمدردیاں ان کے لئے وقف تھیں۔ اٹلی نے
طرابلس پر حملہ کر دیا تو عربوں نے انور پاشا اور شیخ سنوسی کی قیادت میں اعلان جہاد کر دیا
اقبال نے اس جنگ سے بے حد اثر قبول کیا۔ انہوں نے دو نظمیں لکھیں۔ پہلی نظم شاہی
مسجد میں پڑھی گئی۔ اقبال نے سرکار دو عالم کی بارگاہ اقدس میں طرابلس کے شہیدوں کے
خون کا نذرانہ پیش کیا ؎

حضور دہر میں آسودگی نہیں ملتی

"تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی
ہزاروں لالہ و گل ہیں ریاض ہستی میں
وفا کی جس میں ہو بُو وہ کلی نہیں ملتی
نظر کو آپ کی آگ آبگینہ لایا ہوں
جو چیز اس میں ہے جنت میں نہیں ملتی
جھلکتی ہے تیری امت کی آبرو اس میں
طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

جس وقت یہ نظم بادشاہی مسجد میں پڑھی گئی تو ہنگامہ برپا ہو گیا۔ ہزاروں اشخاص بیقرار ہو گئے۔ سب کی آرزو یہی تھی کہ اس پیش کش میں ان کا خون گرم شامل ہو۔ دوسری نظم فاطمہ بنت عبداللہ کے متعلق ہے۔ چودہ سال کی یہ عرب لڑکی طرابلس کے غازیوں کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہوئی۔ اقبال نے فاطمہ کو پرزور الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے ۔

فاطمہ تو آبروئے امت مرحوم ہے
ذرہ ذرہ تیری مشت خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت حور صحرائی تیری قسمت میں تھی
غازیان دین کی سقائی تیری قسمت میں تھی

اقبال کو فلسطین کے مسئلہ سے گہری دلچسپی تھی ۔ وہ یہود کی سازشوں سے خوب آشنا تھے ۔ ان پر یہ حقیقت بھی آشکار تھی ۔ کہ مغربی دنیا میں یہود کا غلبہ ہے اقبال نے سالہا سال عربوں پر زور دیا کہ فلسطینی عربوں کو اپنی نجات کے لئے مغربی طاقتوں کا سہارا نہیں لینا چاہیئے بلکہ خود جدوجہد کرنی چاہیئے۔ اقبال کو فلسطین جانے کا موقعہ ملا تو انہوں نے دیکھا کہ فلسطینی عربوں نے اپنے خون جگر سے شمع آزادی کو فروزاں رکھا ہے انہوں نے فلسطینی عربوں کے جوش و خروش اور اخلاص کا مشاہدہ کیا۔ اقبال نے جو رائے قائم کی وہ آج برسوں کے بعد صحیح ثابت ہوئی۔

بیت المقدس میں ۱۹۲۱ء میں سید امین الحسینی مفتی اعظم فلسطین کی دعوت پر موتمر

عالم اسلامی کا اجلاس ہوا۔ اس اجتماع میں عالم اسلام کے جلیل القدر اکابر نے شرکت کی۔ عراق سے مشہور مجتہد آیت اللہ کاشف، ایران سے ضیا الدین طباطبائی (جو بعد میں ایران کے وزیر اعظم ہوئے) شام سے شکری القوامی، لبنان سے ریاض الصلح، مصر سے علوبہ پاشا، حجاز سے سعید شامل ہوئے۔ ترکستان سے ایاز بے الحاقی، برصغیر سے علامہ اقبال، مولانا شوکت علی، مولانا شفیع دواری اور مولانا غلام رسول مہر نے شرکت کی۔ اسلامی دنیا کے مہر و ماہ اس میں شامل تھے۔ علامہ اقبال نے اس اجلاس کی کاروائی میں بڑے ذوق و شوق سے حصہ لیا۔ اس اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اقبال نے کہا:

مسلمانوں کو اس وقت میں جس شدت سے اتحاد کی ضرورت ہے اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔ مسلمانان عالم اور اسلام کو جو مسائل اور خطرات درپیش ہیں ہم ان کا مقابلہ صرف اتحاد ہی کے ذریعے کر سکتے ہیں۔ اقبال موتمر عالم اسلامی کے نائب صدر منتخب ہوئے۔ موتمر عالم اسلامی سے اقبال کے روابط زندگی کے آخری لمحات تک قائم رہے۔ ۱۹۳۸ء میں مفتی اعظم فلسطین برصغیر پاک و ہند کے دورے پر آئے تو اقبال سے لاہور میں ملے۔ وہ اقبال کی شخصیت اور تعلیمات سے بے حد متاثر ہوئے۔ اقبال نے موتمر عالم اسلامی کے اجلاس سے واپسی پر لاہور میں فرمایا:
"سفر فلسطین میری زندگی کا نہایت دلچسپ واقعہ ثابت ہوا۔ وہاں متعدد اسلامی ممالک مثلاً مراکش، مصر، یمن، شام، عراق، جاوا اور انڈونیشیا کے نمائندوں سے ملاقات ہوئی۔ شام کے نوجوانوں سے مل کر میں خاص طور پر متاثر ہوا۔ مقامی جماعتی اختلافات کے باوجود موتمر عالم اسلامی شاندار طریقے پر کامیاب ہوئی۔ اس اجتماع میں اکثر اسلامی ملکوں کے نمائندے شریک ہوئے۔ اسلامی اخوت اور اسلامی ممالک کی آزادی کے مسائل پر مندوبین نے بے حد جوش و خروش کا اظہار کیا۔ عرب پیدائشی مقرر اور خطیب ہیں۔ اور یہ غالباً ان کی زبان کی خصوصیت ہے۔

ترکی کے مشہور مجاہد غازی رؤف نے ۱۹۲۵ میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں علامہ اقبال کی زیر صدارت اتحاد اسلامی کے موضوع پر تقریر کی۔ علامہ اقبال نے اتحاد اسلامی کے حق میں پرزور تقریر کی۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے وطنیت کے مغربی تخیل کا ذکر کرتے ہوئے اس

لاہور

شہر ——— اسلام

لاہور کو دنیائے اسلام کی تاریخ میں خصوصی اہمیت حاصل رہی ہے۔ کیونکہ یہی وہ سرزمین ہے جہاں خاکساروں نے تحریک اٹھائی۔ جس کا واحد نصب العین تھا غلبہ اسلام۔ اس نیم عسکری تحریک میں لاکھوں باوردی خاکسار اور جانباز شامل تھے۔ جو پشاور سے کولمبو تک اور کولمبو سے رنگون تک پھیلے ہوئے تھے۔ اور اپنے بانی اور امیر علامہ عنایت اللہ المشرقی کے حکم پر کٹ مرنے کو تیار رہتے تھے۔ اسی شہر کی سرزمین خاکساروں کے خون سے لالہ رنگ ہوئی۔ اسی شہر میں مسجد شہید گنج کی تحریک اٹھی جس میں بیسیوں مسلمان نوجوانوں نے سینے تان کر گولیاں کھائیں اور جام شہادت نوش کیا۔ اور ہزاروں مسلمانوں نے قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں اسی شہر میں مجلس احرار اسلام نے جنم لیا۔ جو برِ صغیر مسلمانوں کی سب سے پہلی سیاسی جماعت تھی اور جس کا نصب العین حکومت الٰہیہ کا قیام تھا اسی جماعت کے پرچم تلے چالیس ہزار مسلمان کشمیر کے مسلمانوں سے انصاف کرانے کی خاطر ہنسی خوشی پس دیوار زنداں چلے گئے۔ یہ لاہور ہی تو ہے جس کے دروازہ کے باغ میں امیر شریعت لسان العصر سید عطا اللہ شاہ بخاری اور امام الکلام مولانا ظفر علی خاں آنجہانی کی شعلہ بار تقریریں گونجیں ——— یہ پنجاب ہی کی سرزمین تھی جہاں ایسی مذہبی تحریکیں اٹھیں جن کے عقاید سے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن جنھوں نے قرآن حکیم کو دنیا کی بہت سی زبانوں میں ترجمہ کر کے ساری دنیا میں پھیلا دیا اور

دور دراز مقامات پر تبلیغی مشن قائم کئے - انگریزی زبان میں اسلام پر جتنی کتابیں لاہور میں چھپیں - اس کی مثال دنیائے اسلام کا کوئی شہر پیش نہیں کر سکتا - اسی شہر سے جماعت اسلامی کی دینی تحریک ابھری جس نے بعد میں سیاسی پارٹی کا رنگ لے لیا اور "طلوع اسلام" کی دینی تحریک کی قیادت بھی اسی سرزمین کے ایک فرزند کے ہاتھ میں ہے - اس کا آغاز دہلی سے ہوا - لیکن آخر کار لاہور اس کا مرکز بنا -

تحریک پاکستان کا اوّلین مرکز بھی لاہور ہی تھا - حضرت علامہ اقبال نے پہلی مرتبہ علیحدہ اسلامی مملکت کے تصوّر کو ایک محکم نظریاتی رنگ دیا - انہی نے حضرت قائدِ اعظم کو مسلسل خطوط لکھ کر اس کی طرف راغب کیا - انہی نے پنجاب کے مسلم طلباء کی تحریک کو آمادہ کیا کہ وہ علیحدہ اسلامی مملکت کے قیام کو اپنا نصب العین بنائیں -

چودھری رحمت علی بھی سرزمین پنجاب ہی سے تعلق رکھتے تھے جنھوں نے کیمبرج سے تحریک پاکستان کا آغاز کیا - اسی شہر میں ان کے ساتھیوں نے مجلس کبیر پاکستان کی بنیاد رکھی - اور اس کے حق میں رائے عامہ پیدا کی - اور آخر کار اسی شہر میں آل انڈیا مسلم لیگ نے قرار داد پاکستان منظور کی اور یوں برعظیم کے مسلمانوں میں ایک عظیم ذہنی انقلاب برپا کر دیا - آنے والے سالوں میں یہی شہر تحریک پاکستان کا سب سے بڑا مرکز بن گیا - اور یہیں اس تحریک کے حق میں سول نافرمانی کی جو تحریک چلی اس میں ہزار ہا مسلمانوں نے جیل خانے بھر دیئے اور تشکیل پاکستان کے سلسلے میں سرزمین پنجاب ہی کے مسلمانوں کو ایک ہولناک خونیں غسل سے گزرنا پڑا - پاکستان کی تحریک حقیقت میں اتحاد عالم اسلامی کی تحریک ہی کا ایک جزو تھی - کیونکہ ہر شخص اور ہر رہنما اور ہر کارکن کے ذہن میں یہی جذبہ کارفرما تھا - کہ پاکستان بن گیا تو دنیائے اسلام کے ساتھ رابطے کے دروازے کھل جائیں گے' اور سچ پوچھئے تو لاہور کی مسلم سربراہ کانفرنس انہی کے خواب کی تعبیر کے اولین مرحلے کی غماز ہے -

برعظیم کے مسلمانوں نے ۲۲-۱۹۲۱ء میں تحریک خلافت کے سلسلے میں جو بڑی بڑی قربانیاں دیں اور جس میں پنجاب کے مسلمان پیش پیش رہے - اس کا واحد مقصد یہ تھا کہ خلافت کے روپ میں عالم اسلامی کے اتحاد کی علامت کو برقرار رکھا جاتے - ترکیہ نے خلافت منسوخ

کر دی تو اس سے مسلمانوں میں اضطراب اور مایوسی کی لہر دوڑ گئی۔ اس بحرانی دور میں حضرت علامہ اقبال نے مسلمانوں کے سامنے یہ نئی سوچ پیش کی کہ ضروری نہیں خلافت کسی فرد میں مرتکز ہو۔ انہوں نے اجتہاد سے کام لیتے ہوئے "اسلامی ممالک کی برادری" اور "انجمن اقوام" کا تصور پیش کیا اور اس طرح اتحاد عالم اسلامی کی تحریک میں نئی جان ڈال دی اور نہ صرف محض ایک تصور پیش کیا۔ بلکہ اپنے کلام کے ذریعے سے مسلمانوں کے دلوں کو گرمایا اور تڑپایا اور انھیں اس نصب العین کی طرف بڑھنے کی ترغیب دی۔ انھوں نے اسلامی ممالک میں بیداری کی ہر تحریک کا خیر مقدم کیا اور اس طرح دنیائے اسلام کے ساتھ یہاں کے مسلمانوں کا رابطہ مستحکم کرنے کی ہر ممکن سعی کی۔ جن لوگوں نے اقبال کی نثری اور شعری تخلیقات کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے وہ اس حقیقت سے خوب آشنا ہیں کہ اس وقت اتحاد عالم اسلامی کی تحریک جن خطوط پر چل رہی ہے وہ اقبال کے منشا کے عین مطابق ہے۔

پاکستان بننے کے بعد تو دنیائے اسلام سے تعلقات کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہو گیا لیکن آج کی نسل کو یہ معلوم نہیں کہ غلامی کے زمانے میں بھی لاہور دنیائے اسلام کے ساتھ ثقافتی رشتوں میں پیش پیش تھا۔ اب سے ساٹھ سال پہلے ترکیہ کا قونصل مقیم بمبئی بہ نفس نفیس لاہور پہنچا اور اس نے خلیفۃ المسلمین کی طرف سے بادشاہی مسجد کے لئے ایک بیش قیمت قالین پیش کیا۔ ۱۹۲۲ء میں ترکیہ کے نامور رہنما اور سابق وزیر اعظم روف بے جامعہ ملیہ اسلامیہ میں لیکچروں کے بعد لاہور پہنچے تو اہل دانش اور عوام نے ان کی پذیرائی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ تین سال بعد ترکیہ کی مشہور خاتون رہنما خالدہ ادیب خانم بھی جامعہ ملیہ اسلامیہ (دہلی) میں خطبات دینے کے بعد لاہور پہنچیں تو مسلمانوں نے انھیں سر آنکھوں پر بٹھایا۔

افغانستان اور لاہور کے درمیان رشتہ تو بہت گہرا رہا۔ جب ۱۹۲۸ء میں ایک ڈاکو بچہ سقہ نے غازی امان اللہ خان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا تو لاہور میں انگریزوں کے خلاف مظاہرے ہوئے۔ کیونکہ انھیں شبہ تھا کہ اس انقلاب کے پس پردہ برطانیہ کی سازش کارفرما ہے۔ نادر شاہ غازی برسر اقتدار آئے تو لاہور کے مسلمانوں نے ان کے ساتھ حسن عقیدت کے مظاہرے کئے۔ ۱۹۳۳ء میں حضرت علامہ اقبال سید راس مسعود اور سید سلیمان ندوی

کی معیت میں افغانستان گئے اور وزارت معارف کو تعلیمی نظام کے سلسلے میں ایک مکمل لائحہ عمل تیار کر کے دیا۔ حضرت علامہ نے نادر شاہ غازی کی خدمت میں قرآن پاک پیش کیا اور دونوں پر رقت کا عالم طاری ہو گیا۔ نادر شاہ غازی کے بھائی شاہ ولی خان اور شاہ محمود خان یورپ کے دورے سے واپسی پر لاہور کے ریلوے سٹیشن سے گزرے۔ تو ہزارہا مسلمانوں نے ان کا استقبال کیا۔ اور پڑوسی مسلمان ملک سے محبت کا بے پایاں مظاہرہ کیا۔ علامہ اقبال نے وفات پائی تو ان کی قبر کا تعویذ افغانستان سے آیا۔ اس میں سنگ مرمر کی بیشمار سلیں شامل تھیں۔ جن پر قرآنی آیات کندہ تھیں۔ سلوں کی تعداد کا اندازہ اس بات سے کیجیے گا کہ ان کا وزن ڈیڑھ سو من تھا۔ اور پچیس صندوقوں میں بند تھیں۔ ۱۹۴۵ء میں افغانستان سے ایک ثقافتی وفد لاہور آیا جس میں سید قاسم رشتیا، شاغلی عبدالحی حبیبی (صدر پشتو ٹولنہ) اور عبدالرحمٰن پژواک (ناظم شعبہ اطلاعات) شامل تھے۔ اسمبلی کے حالیہ اجلاس میں پاکستان کے خلاف نازیبا کلمات کہے۔ لاہور کے اخبار نویسوں نے اس وفد کے اعزاز میں ایک زبردست پارٹی دی اور دوسرے اداروں نے بھی خیر مقدم کیا۔ ایران کے ساتھ بھی لاہور کے ثقافتی رشتے قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۲۹ء میں تہران کے روزنامہ "شفق سرخ" کے نمائندہ خصوصی آقائے یحییٰ تہرانی لاہور آئے۔ اور انہوں نے مسلمانوں کی سیاسی تحریکوں کے بارے میں مسلمان صحافیوں کے ساتھ تبادلہ خیالات کیا۔ دوسری عالمی جنگ کے دوران میں جب سوویٹ یونین اور برطانیہ کی فوجوں نے ایران پر قبضہ کر لیا اور رضا شاہ پہلوی کو گدی سے اتار کر ان کے فرزند محمد رضا پہلوی کو تخت پر فائز کر دیا تو ڈیفنس آف انڈیا رولز کی سخت دفعات کے باوجود "انقلاب" میں والد مرحوم عبدالمجید سالک نے ایک تیز اور ترش اداریہ چھاپ دیا۔ جس کا عنوان تھا "ایران کی غیر جانبداری کا حشر" اس پر حکومتی حلقوں میں بہت لے دے ہوئی۔ اور سر سکندر حیات نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔ ۱۹۴۴ء میں ایران سے ایک ثقافتی وفد لاہور پہنچا۔ جس میں آقائے علی اصغر حکمت، آقائے رشید یاسمی اور آقائے پور داؤد شامل تھے۔ اس وفد کے اعزاز میں لاہور کی مجالس نے بہت سی تقریبات کا اہتمام کیا۔ ۱۹۴۶ء میں آقائے علی اصغر حکمت علامہ اقبال کے مزار کے لیے ایک ایرانی قالین حکومت ایران کی طرف سے تحفے کے طور پر لائے۔ ان کے ساتھ تہنیا اور

اکابر بھی موجود تھے۔ ان سب کے اعزاز میں پنجاب یونیورسٹی نے ایک شاندار دعوت دی۔ اور علامہ اقبال کی کتابوں کا ایک سیٹ پیش کیا۔

اب سے چالیس برس پہلے مصری سیاستدان علوبہ پاشا لاہور آئے۔ یہ وہی بزرگ ہیں جو بعد میں کچھ عرصہ پاکستان میں مصری سفیر کے عہدے پر فائز رہے انہوں نے لاہور میں بہت سے جلسوں سے خطاب کیا۔ ۱۹۴۶ء میں مصر کے مشہور سیاستدان عبدالوہاب عزام بے لاہور آئے۔ اور حکومت مصر کی طرف سے علامہ اقبال کے مرقد کے لئے ایک مرمریں لوح مزار پیش کی۔ جس پر عزام بے کے دو نہایت بدیع شعر کندہ تھے۔ چالیس برس پہلے مفتی اعظم امین الحسینی بھی تشریف لائے۔ انہوں نے بہت سے جلسوں سے خطاب کیا اور مسئلہ فلسطین پر روشنی ڈالی۔ اس سے پہلے ۱۹۳۲ء میں علامہ اقبال نے فلسطین میں مؤتمر عالم اسلامی میں شرکت فرمائی اور اس کی مجلس عاملہ کے رکن بھی نامزد ہوئے۔

غرض لاہور ہمیشہ سے اتحاد عالم اسلامی کی تحریک کا ایک اہم مرکز رہا ہے اور یہ اس کی خوش نصیبی ہے کہ دنیائے اسلام کے سربراہوں کی سب سے بڑی کانفرنس اسی شہر میں ہوئی۔

ملت کے نشان

شوکت اسلام کا فقید المثال مظاہرہ
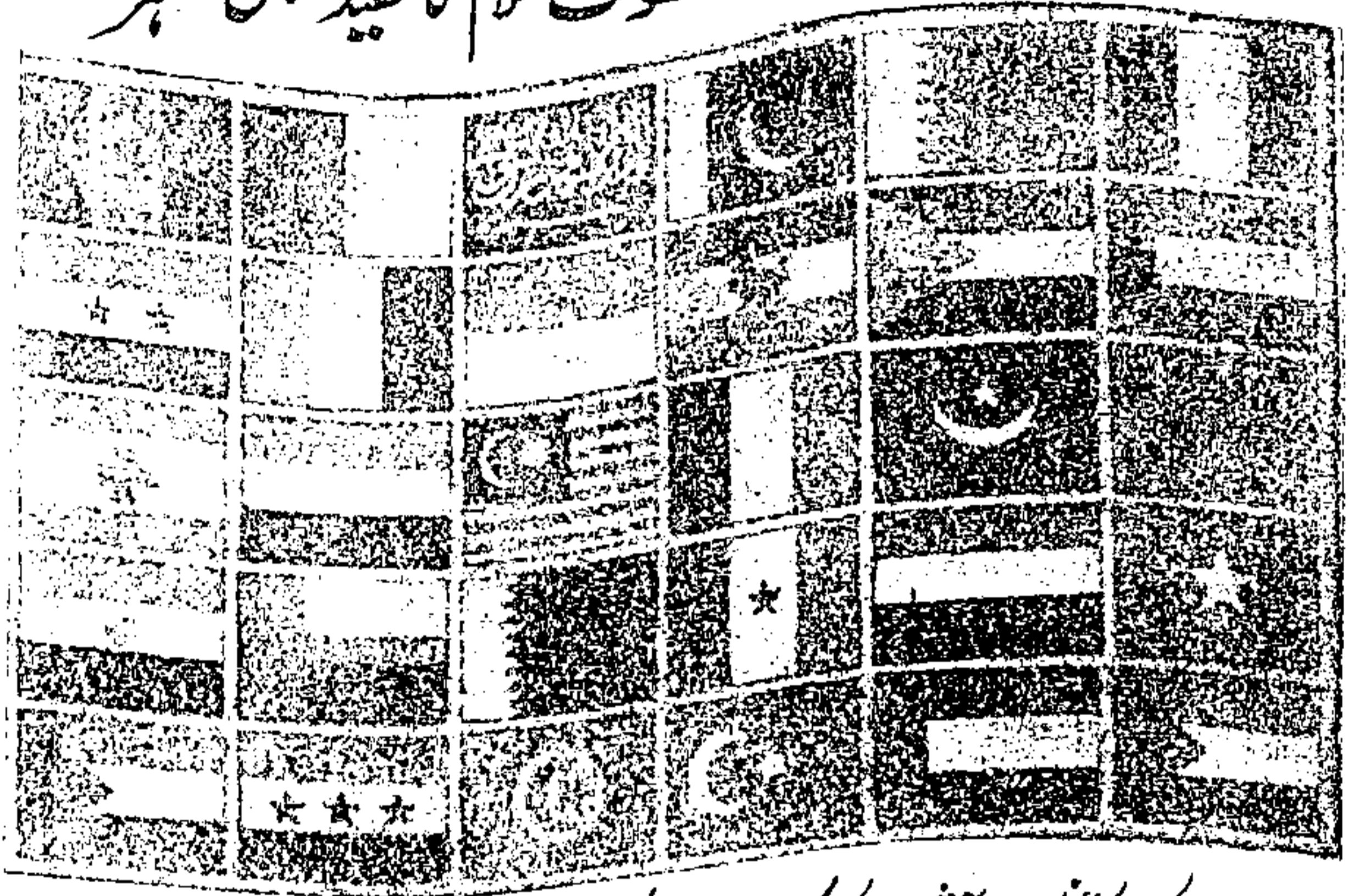
اسلامی ممالک کی عظمت و حشمت کی کہانی، ان کے پرچموں کی زبانی:

سلام ان پرچموں کو سلام جو اسلامی اتحاد و اتفاق کے ضامن ہیں۔

سلام ان پرچموں کو سلام جن کی ہیبت و جبروت سے دشمنان اسلام کے جگر پاش پاش ہو جاتے ہیں

سلام ان پرچموں کو سلام جو اسلامی عظمت و حشمت کے امین ہیں۔

سلام ان پرچموں کو سلام، جن کے گوناگوں رنگوں کی شفق سے دنیائے اسلام میں ایک نئی سحر طلوع ہو رہی ہے۔

سلام ان پرچموں کو سلام جو دنیائے اسلام میں اجالوں کے نقیب ہیں۔

بہاروں کے سب پھول اور آسمان کے سب چاند تارے ان پرچموں پر نثار۔

اتحاد بین المسلمین زندہ باد

پائندہ باد

ترکی
سعودی عرب
پاکستان
تیونس
بحرین
مراکش
لیبیا
الجزائر
عمان
افغانستان
لبنان
کویت

اسلامی
ممالک
کے
قائدین

کرنل معمر قذافی چیرمین انقلابی کونسل
لیبیا
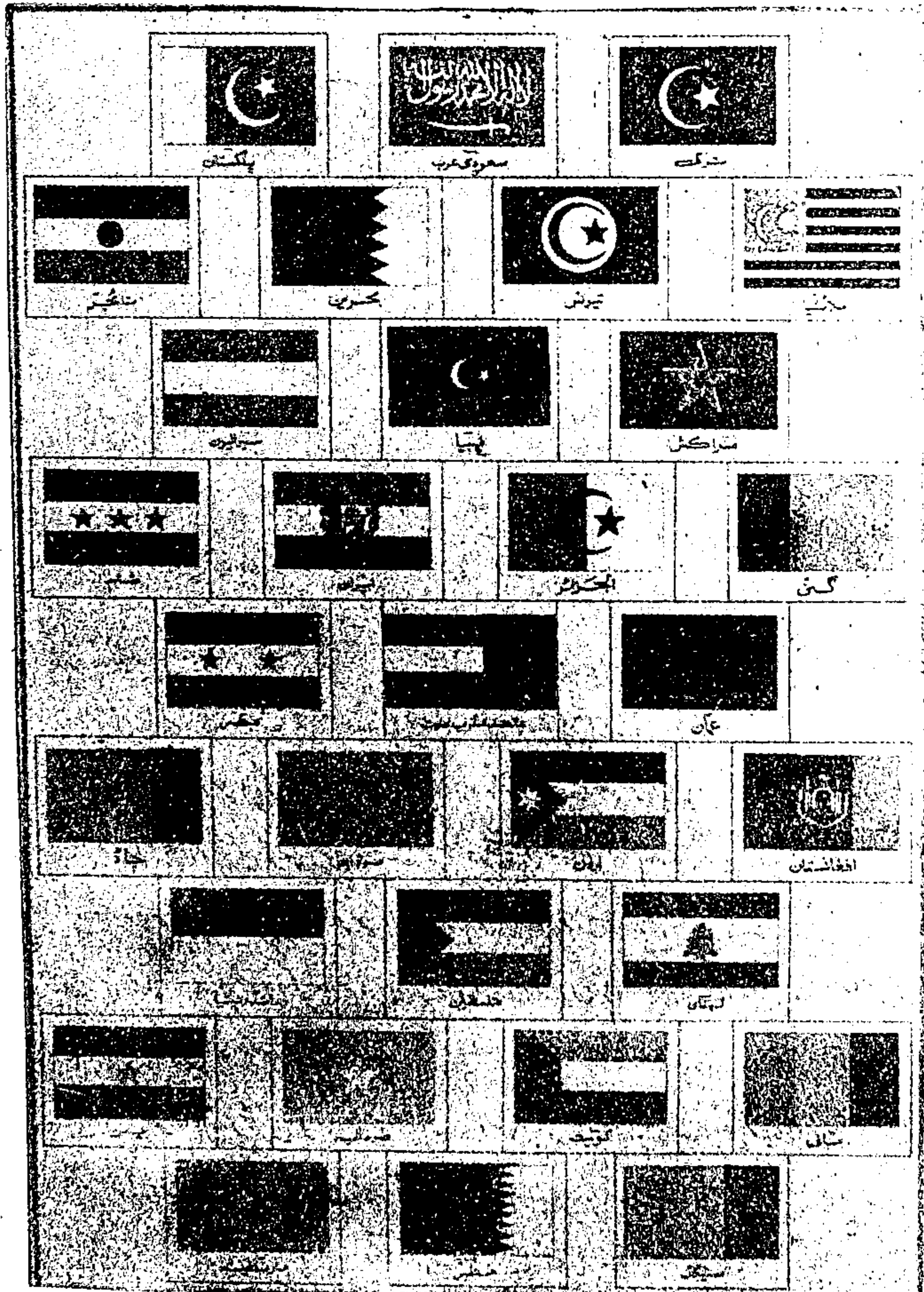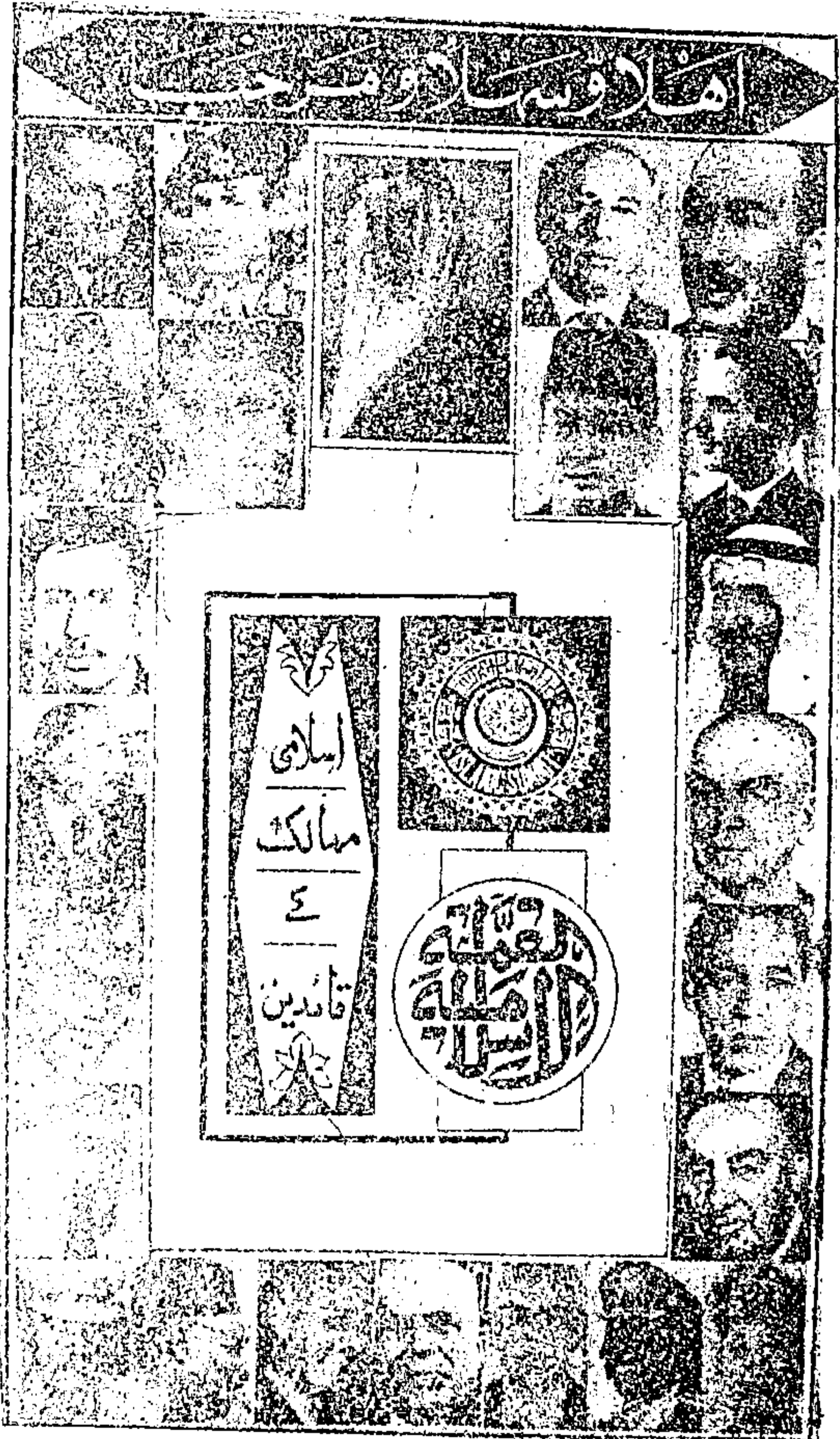
شاہ فیصل بن عبدالعزیز شاہ
سعودی عرب

جناب ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم
اسلامی جمہوریہ پاکستان

محمد رضا پہلوی آریا مہر
شہنشاہ ایران

جناب انور السادات صدر عرب جمہوریہ مصر

جناب فخری کوروترک صدر ترکی

ہواری بومدین صدر عوامی جمہوریہ الجزائر

شاہ حسین شاہ اردن

جناب فضل الٰہی چودھری صدر
اسلامی جمہوریہ پاکستان

جناب سلیمان فرنجیہ صدر
جمہوریہ لبنان

جناب حسن التہامی سیکرٹری جنرل
اسلامی سیکرٹریٹ

جنرل سہارتو صدر جمہوریہ انڈونیشیا

جناب حبیب بورقیبہ
صدر تونس

جناب حافظ الاسد صدر عرب جمہوریہ
شام

میجر جنرل جعفر نمیری صدر جمہوریہ
سوڈان

شیخ صباح السلام الصباح امیر مملکت
کویت

جناب سید قابوس بن سعید
سلطان اومان

شیخ خلیفہ بن حماد الثانی
امیر قطر

ڈاکٹر سیاکا پی سٹیونز صدر جمہوریہ
سیرالیون

ناگس ٹاٹا مبلبے صدر جمہوریہ چاڈ

شاہ حسن ثانی شاہ مراکش

میجر جنرل محمد سیاد برے صدر جمہوریہ
صومالیہ

جناب لیوپولڈ سیڈار سنگھیر صدر
جمہوریہ سینیگال

سیری پاڈو کا باگنڈا یانگ سربراہ
ملائشیا

سردار محمد داؤد، سربراہ مملکت و وزیر اعظم
جمہوریہ افغانستان

جناب مختار الداوہ صدر
ماریطانیہ

الحاج دیوری ہامانی صدر
جمہوریہ نائیجر

شیخ عیسےٰ بن سلیمان الخلیفہ امیر
مملکت بحرین

قاضی عبدالرحمٰن بن یحییٰ الاریانی صدر جمہوریہ یمن

شیخ زید بن سلطان النہان صدر متحدہ عرب امارات
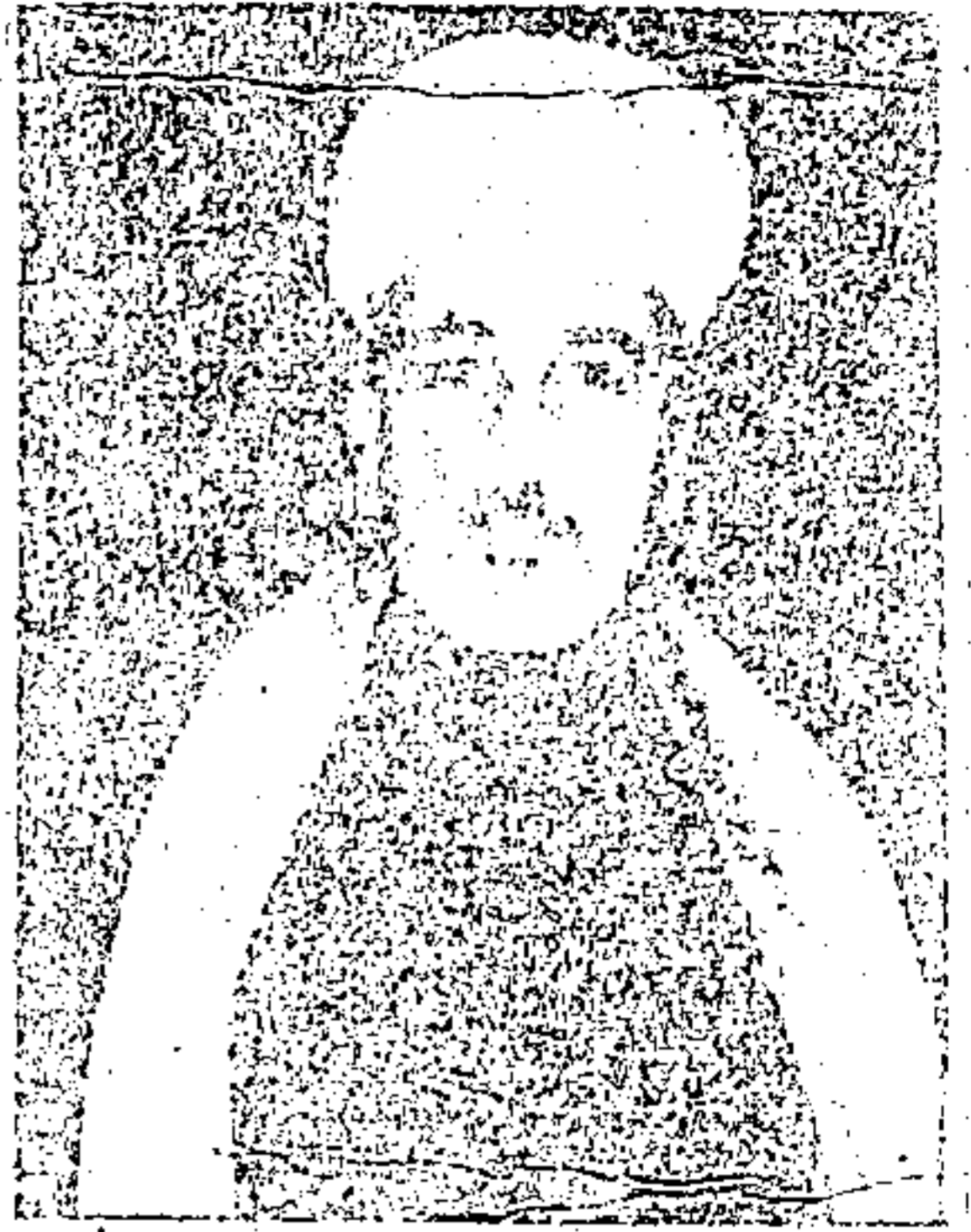
شیخ مجیب الرحمٰن

ہدی ابیض

یاسر عرفات
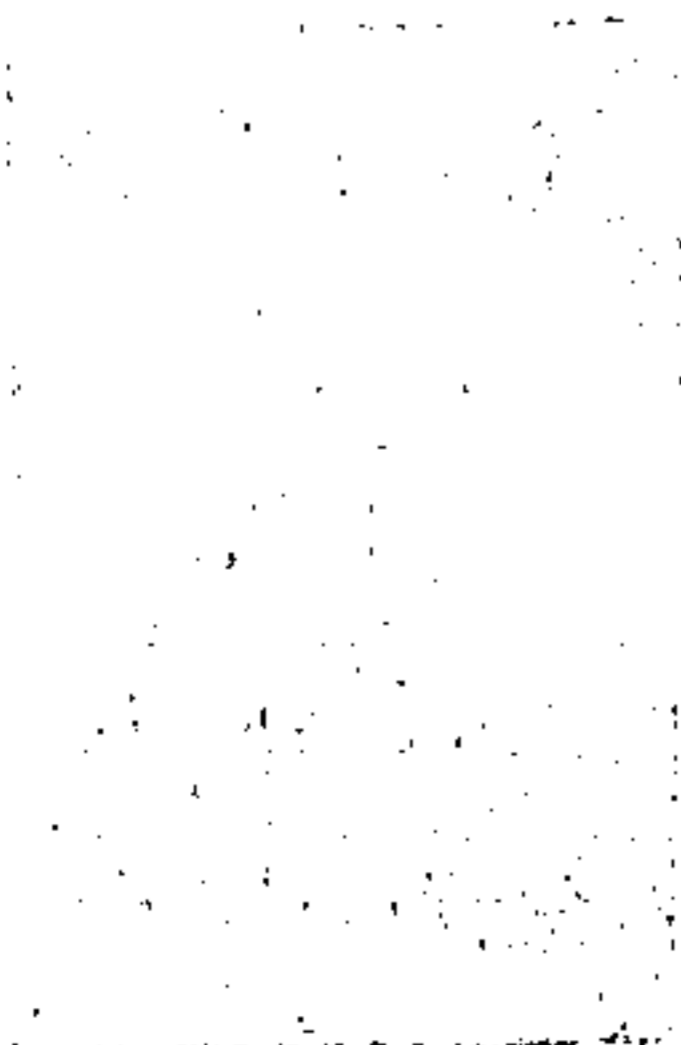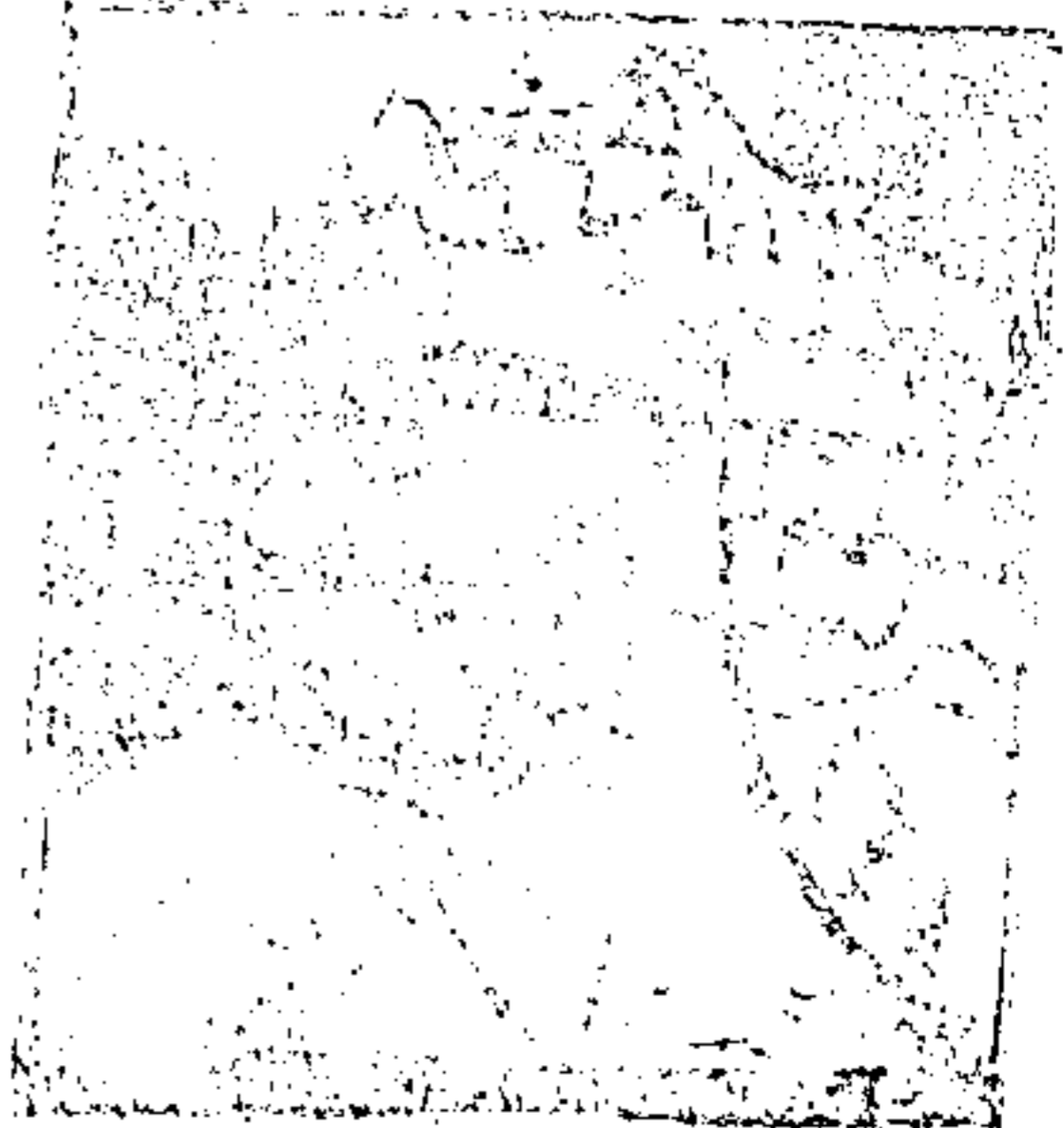
اسلامی ممالک کے موجودہ سربراہوں کے حالاتِ زندگی

بحرین — سعودی عربیہ
ماریطانیہ — صومالیہ — الجیریا
شارجاہ
چڈ — گینی — سرالیون
دوحا — کویت — نائیجیر — ایران — لیبیا
شمالی یمن — ابوظہبی — لبنان — شام
اومان — ملائیشیا — مسقط
پاکستان — انڈونیشیا — سوڈان — ترکی
دوبئی — اردن — افغانستان — سینیگال
قطر — مراکش — تیونس — مصر
مالی — یوگینڈا

پاکستان اور پاکستانیوں کے لئے یہ بات باعث فخر و انبساط ہے کہ ان کو ۳۰ اسلامی ملکوں کے سربراہوں اور وفود کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ رباط کے بعد لاہور کو اسلامی سربراہ کانفرنس کے مقام انعقاد کا اعزاز حاصل ہوا۔ تاریخ کی آنکھوں نے دیکھا ہے کہ اسلامی ممالک آپس میں لڑتے رہے ہیں۔ اور ہنوز لڑ رہے ہیں۔ یہ کبھی برطانوی استعمار کا شکار ہوتے۔ اور کبھی امریکی سامراج کی بھینٹ چڑھے۔ کبھی سوشل سامراج کے آتش کدے میں جھونکے گئے ہر سامراج نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے ہی کیا۔ آج اگر دیکھا جائے تو اسلامی دنیا کے کتنے ہی

چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو چکے ہیں۔ دنیا کے اہم ترین جغرافیائی خطوں میں ہونے اور دنیا کے اہم ترین اقتصادی ہتھیار تیل رکھنے کے باوجود وہ ایک مضبوط بلاک نہیں بن سکے۔ ان کی اپنی کوئی حیثیت نہیں۔ سیاسی ہمدردیوں اور اقتصادی وابستگیوں کے اعتبار سے وہ مختلف بلاکوں میں بٹے ہوئے ہیں اس صورت حال میں ظاہر ہے کہ ان کی پالیسیوں میں یک جہتی نہیں آسکتی۔ جغرافیائی اعتبار سے مسلم ممالک افریقہ اور ایشیا میں ایک ایسے حصے پر مشتمل ہیں جسے تیسری دنیا بھی کہا جا سکتا ہے گزشتہ ربع صدی تیسری دنیا کے بیدار ہونے اور اپنے اقتصادی حقوق کی بحالی کے لئے جدوجہد کا زمانہ ہے۔ افریقہ کے بیشتر اسلامی ممالک نے اسی عرصے میں آزادی حاصل کی۔ ان ممالک میں بار بار متحد ہونے کی تحریکیں بھی چلیں۔ مسلم ممالک صرف مذہب کے اعتبار سے ایک نہیں بلکہ سیاسی اعتبار سے بھی ان کے دشمن ایک ہیں۔ اگرچہ ان کے نام اور شکلیں مختلف ہیں۔ لیکن ان کا مقصد ایک ہی ہے کہ وہ اسلامی ملکوں میں انتشار پیدا کرتے رہیں۔ ان کے عوام کا استحصال کریں اور اقتصادی طور پر ان ملکوں کو ابھرنے نہ دیں ان کے پیداواری ذرائع اور معدنیاتی خزانوں پر اپنا قبضہ جمائے رکھیں۔ ایسی صورت حال میں عالم اسلام کو ایسی مضبوط سیاسی، اقتصادی اور عسکری پالیسیاں وضع کرنی چاہئیں۔ جن سے نہ صرف اجتماعی مسائل حل ہوں بلکہ ملکوں کے انفرادی مسائل بھی حل ہو سکیں۔ اسلامی ملکوں کے سربراہوں پر اپنے عوام اور خدائے بزرگ و برتر دونوں کی طرف سے یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ملکوں کے استحکام اور عوام کی خوشحالی کے لئے جدوجہد کریں اور عملی پالیسیاں طے کریں۔

عالم اسلام میں اس وقت عالمی طور پر مسلمہ جو مدبر اور سیاست دان برسر اقتدار ہیں وہ یہ ہیں اور ان کے حالات زندگی درج ذیل ہیں:

افغانستان

افغانستان کے موجودہ سربراہ محمد داؤد خاں ہیں ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سردار محمد عزیز خاں تھا۔ ابتدائی تعلیم امینیہ کالج کابل میں پائی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے فرانس چلے گئے۔ واپس آکر فوج کی ملازمت کی اور اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ ۱۹۳۲ء میں وہ ننگرہار

کے جی او سی بنے۔ ۱۹۳۵ میں قندھار کے جی او سی ہوئے۔ ۱۹۳۹ میں کابل فوج کے جی او سی مقرر ہوئے۔ اس دوران وہ ننگرہار قندھار کے گورنر تھے۔ اور مشرقی صوبے کے سپریم گورنر ہوئے۔ ۱۹۴۶ میں وزیر دفاع ہوئے۔ اور ۱۹۵۳ء میں وزیر اعظم ہو گئے۔ ۱۹۶۳ تک افغانستان کے وزیر اعظم رہے۔ بعد کو استعفیٰ دے دیا۔ اس دوران انہوں نے افغانستان کی سیاسی سماجی اور اقتصادی ترقی میں خاصا حصہ لیا۔ جولائی ۱۹۷۳ میں شہنشاہیت کے خاتمے کے بعد وہ سربراہ مملکت اور وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ وزارت دفاع اور وزارت خارجہ کے قلم دان بھی ان ہی کے پاس ہیں۔

الجزائر

الجزائر کے سربراہ مملکت حواری بومدین ہیں آپ ۱۹۲۵ء میں گیلمہ انالیس میں پیدا ہوئے تیونس میں زیتونیہ مسجد میں تعلیم پائی۔ بعد ازاں قاہرہ کی الازہر یونیورسٹی میں طالب علم رہے۔ ۱۹۵۵ء میں سٹرایم بوموت کی جگہ ولیایا کے کمانڈر مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۸ء میں کرنل کے عہدے پر فائز ہوئے۔ مارچ ۱۹۶۰ء میں تیونس میں ان کو قومی آزاد فوج کا چیف آف جنرل سٹاف بنایا گیا۔ ستمبر ۱۹۶۲ء میں قومی دفاع کی وزارت کا قلمدان سنبھالا۔ ستمبر ۱۹۶۲ میں نائب صدر ہوئے اور جون ۱۹۶۵ء میں فوجی انقلاب برپا کیا۔ یہ انقلاب بغیر خون بہائے ہوا۔ اور حواری بومدین انقلابی کونسل کے صدر اور وزراء کی کونسل کے صدر مقرر ہوئے انہوں نے ستمبر ۱۹۷۳ء میں الجزائر میں منعقد ہونے والی غیر جانبدار ممالک کی کانفرنس کی صدارت کی۔ انہوں نے غیر جانبدار ممالک کی سیاست کا اہم رول ادا کیا۔ جبکہ وہ چوتھی غیر جانبدار ممالک کی کانفرنس کے صدر بھی تھے۔ انہوں نے غیر جانبدار دنیا اور تیسری دنیا اور افریقی عوام کے ساتھ ساتھ مشرق وسطیٰ کے مسائل کے لئے بھی رائے عامہ ہموار کی۔ ان کو چھٹی عرب کانفرنس کا اکتوبر ۱۹۷۳ء میں صدر مقرر کیا گیا تھا۔ جناب بومدین اسلامی اتحاد کے بھی زبردست ہمنوا ہیں۔

متحدہ عرب امارت

متحدہ عرب امارت کے سربراہ شیخ زیاد ہیں ۔ ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوئے ۔ وہ شیخ عیسیٰ بن نہیان کی اولاد ہیں جو ابوظہبی کی النہیان حد کے بانی تھے۔ ان کے عزیزوں میں ایک بزرگ تھے۔ ان کا نام شیخ زیاد دی گریٹ تھا انہوں نے ہی اس ملک کی سیاسی اور اقتصادی ترقی کی طرف توجہ دی تھی۔ اور وہ ۱۸۵۵ء سے ۱۹۰۹ء تک یہ کام بڑی دلچسپی سے کرتے رہے شیخ زیاد ۱۹۴۵ء میں مشرقی صوبے کے گورنر مقرر ہوئے ۔ اور بیس سال تک اس عہدے پر قائم رہے اس دور میں انہوں نے بہت سے سیاسی اور اقتصادی ترقی کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا۔ اتنے طویل عرصے تک صحراؤں میں رہتے ہوئے وہ بدوؤں کے بہت قریب رہے ان کی زندگی اور رسوم سے واقفیت حاصل کی اور بدوؤں میں ان کو رتبہ بلند ملا ۔ ۱۹۴۸ء میں انہوں نے یورپ کا دورہ کیا۔ مشرقی صوبے میں انہوں نے زراعت کی ترقی کے لئے کامیاب منصوبہ بندی کی ۔ غریب کسانوں کی مدد کی ۔ ان کا اصول یہ تھا کہ وہ امیر ترین زمینداروں کو بلا کر حدیث کی روشنی میں غریبوں کی امداد کی تلقین کرتے اور ان لوگوں کو کہتے کہ وہ غریبوں کو بغیر معاوضہ لئے آبپاشی کی سہولتیں فراہم کریں ۔

وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنا کر لوگوں کو ہدایت کرتے تھے :

DO NOT DENY ANYONE WATER LEST.

PASTURES SHOULD NOT GROW.

کسی کو پانی دینے سے انکار نہ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری چراگاہیں اور کھیت خشک سالی کا شکار ہو جائیں ۔

بحرین

بحرین کے سربراہ مملکت ہز ہائی نس شیخ عیسیٰ بن سلمان الخلیفہ ہیں ۔ ۳ ۔ جولائی ۱۹۳۳ء کو جبرہ میں پیدا ہوئے ۔ یہ مقام بحرین کے مغربی علاقے ماناما میں واقع ہے ۱۹۵۳ء میں

ان کے والد شیخ سلیمان بن حماد الخلیفہ نے ان کو شیخ مقرر کیا۔ کیونکہ وہ لندن گئے تھے اس دوران انہوں نے اچھا اثر و رسوخ دکھایا اور نظام سلطنت خوب چلایا۔ آپ ۱۹۵۶ سے ۱۹۶۱ تک ماناما میونسپل کونسل کے چیرمین رہے۔ ۳۱ جنوری ۱۹۵۸ کو بحرین کے ولی عہد بنے۔ ۲ر نومبر ۱۹۶۱ کو والد کے انتقال کے بعد شیخ مقرر ہوئے۔ چالیس دن کے سوگ کے بعد آپ ۱۶ دسمبر ۱۹۶۱ کو مکمل طور پر سربراہ مملکت ہو گئے۔ ۱۹۶۸ میں انہوں نے پہلی مرتبہ بحرین کی دفاعی فوج کا قیام کیا۔ ستمبر ۱۹۶۹ میں انہوں نے سرکاری حیثیت سے امریکہ، برطانیہ اور فرانس کا دورہ کیا ۱۹۷۰ میں انہوں نے ایک بورڈ آف ڈائریکٹر بنایا۔ جس کے چیرمین ان کے بھائی شیخ خلیفہ بن سلیمان الخلیفہ تھے۔ یہ ڈائریکٹرز ایڈوائزر اور ایڈمنسٹریٹرز کے عہدوں پر ترقیاتی کام کرتے رہے کیونکہ اس وقت تک بحرین مکمل طور پر آزاد نہ تھا۔ ۱۹۶۸ اور ۱۹۷۰ میں انہوں نے سعودی عرب، ایران، مصر، کویت اور متحدہ عرب جمہوریہ کا سرکاری دورہ کیا اور کئی اسلامی کانفرنسوں میں شرکت کی۔

مصر

عرب جمہوریہ مصر کے سربراہ انور السادات ہیں۔ طلعہ صدریہ میں ۲۵ر دسمبر ۱۹۱۸ کو پیدا ہوئے ان کے والد میڈیکل ملٹری سروس میں ملازم تھے۔ ۱۹۳۸ میں ملٹری اکیڈیمی سے گریجویٹ ہونے کے بعد وہ سگنل کور میں ملازم ہوئے انہوں نے ۱۹۵۲ کے انقلاب تک بہت اہم اور خفیہ سرکاری کام کئے تھے۔ اس سے پہلے وہ کئی دفعہ گرفتار ہوئے اور فوج سے نکال دیئے گئے کیونکہ وہ سیاسی کاموں میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ ۱۹۵۰ میں دوبارہ کیپٹن کے عہدے پر بحال ہو گئے۔ ۲۳ر جولائی ۱۹۵۲ کو انقلاب کے وقت ریڈیو اور ٹی وی پر قبضہ کرنے کا کام سونپا گیا۔ اور کہا گیا کہ وہ لوگوں کو انقلاب کی نوعیت سے آگاہ کریں۔ اس کے بعد وہ منسٹر اسٹیٹ ہوئے اور نیشنل کانگریس کی کمیٹی کے رکن بنے۔ ۷ر اگست ۱۹۵۷ کو نیشنل یونین کے سیکرٹری جنرل مقرر ہوئے۔

انور السادات ایک روزنامے "الجمہوریہ" کے انچارج تھے۔ اور ۱۹۵۶ سے پہلے اور بعد

میں ان کے مضامین بھی اس میں شائع ہوتے تھے - ۲۲ جولائی ۱۹۶۵ میں قومی اسمبلی کے صدر منتخب ہوئے - ۱۹۶۸ تک اس عہدے پر فائز رہے - ۲۰ فروری ۱۹۶۱ کو افرو ایشین کونسل کے چیرمین ہوئے - اسی سال وہ قومی اسمبلی کے وفد کے ساتھ روس کے دورے پر گئے ۱۹۶۲ میں صدارتی کونسل کے چیرمین بنے - اور ۱۹۶۸ میں اعلیٰ انتظامی کمیٹی کے رکن بن گئے - جمال عبدالناصر پر کتاب لکھی جس میں انہوں نے ناصر کے ساتھ اپنے چالیس سالہ روابط کی باتیں لکھیں - دو اور کتابوں کے مصنف بھی ہیں - ۲۰ دسمبر ۱۹۶۹ کو جمال عبدالناصر نے ان کو نائب صدر کے عہدے پر مامور کیا - اکتوبر ۱۹۷۰ میں وہ صدر منتخب ہوئے - ان کی شادی مسز جہاں صفسوت رؤف سے ہوئی - ان کے سات بچے ہیں جن میں ایک لڑکا ہے -

ایران

ہز امپیریل میجسٹی محمد رضا شاہ پہلوی شہنشاہ آریہ مہر ۲۶ اکتوبر ۱۹۱۰ء کو تہران میں پیدا ہوئے ان کے والد رضا شاہ دی گریٹ نے ان کو پہلوی خاندان کا ولی عہد مقرر کیا - شہنشاہ ۱۹۲۵ میں ولی عہد ہوئے - آپ نے تہران میں ابتدائی تعلیم حاصل کی - اس کے بعد سوئٹزرلینڈ میں باقی تعلیم حاصل کی - پانچ سال تک آپ سوئٹزرلینڈ میں مقیم رہے - اس کے بعد آپ نے ملٹری اسٹاف کالج سے ۱۹۲۸ میں گریجویشن کیا - اس کے بعد آپ امپیریل ایرانین آرمڈ فورسز کے انسپکٹر بنائے گئے - اکیس برس کی عمر میں ۱۷ ستمبر ۱۹۴۱ کو آپ نے عہد حکومت سنبھالا - یہ دور ایران کی تاریخ کا اہم ترین دور تھا بلکہ یوں کہا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا کہ وہ دور ایران کا مشکل ترین دور تھا - آپ نے ایران کی سلامتی اور خودمختاری کے لئے بہت کام کیا -

آپ نے ملک کی سماجی اور اقتصادی ترقی کے لئے فروری ۱۹۵۰ میں اصلاحی منصوبہ شروع کیا - سینٹ کا اجلاس بلایا اور اس میں قوم کو اصلاحی منصوبوں سے آگاہ کیا - اسی مہینے میں تیل کی صنعت کو قومیانے کے پارلیمانی بل پر دستخط ہوئے - ۱۹۵۱ میں شاہ نے دو ہزار بستیوں میں جتنی بھی شاہی ملکیت کی زمین تھی وہ کسانوں میں تقسیم کر دی - حقیقت یہ ہے کہ شہنشاہ کے دور میں ایران میں بڑی ترقی ہوئی ہے -

اپنے والد کی سوانح حیات لکھنے کے علاوہ شہنشاہ نے دو اور کتابیں بھی لکھی ہیں ۔ ان کی کتاب "مشن فار مائی کنٹری" ایک اچھی کتاب ہے جس سے ایک بادشاہ کی ذاتی زندگی کے حالات معلوم ہوتے ہیں جو انھوں نے بہت ہی کھل کر بیان کئے ہیں ۔ دوسری کتاب کا نام ہے "سفید انقلاب"، اس کتاب کو دنیا بھر میں پسند کیا گیا ۔ اور جس سے جدید ایران کے بارے میں جملہ معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں ۔

اردن

اردن کے شاہ حسین عربوں اور مسلمانوں کے اہم فرد ہیں ۔ انہوں نے ہاشمی سلطنت کے تاج کی سربراہی سولہ برس کی عمر میں سنبھالی ۔ یہ دور مشرق وسطی کے لئے بہت مشکل دور تھا ۔ شاہ حسین کا شجرہ پیغمبر اسلام ؐ سے ملتا ہے ۔ وہ عمان میں ۱۴ نومبر ۱۹۳۵ کو پیدا ہوئے ۔ ان کے دادا شاہ عبداللہ ان کے والد شاہ طلال اور ان کی والدہ ملکہ زین نے ان کی تربیت کی انہوں نے پانچ برس کی عمر سے نیشنل اسکول آف چلڈرن عمان سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا ۔ اس کے بعد اسلامک ایجوکیشن کالج عمان میں پڑھتے رہے ۔ مذہبی تعلیم ان کے دادا شاہ عبداللہ نے اپنی نگرانی میں دلوائی ۔ شاہ حسین وکٹوریہ کالج اسکندریہ میں پڑھتے رہے ۔ بعد کو ہارورڈ پبلک اسکول لندن میں داخل ہوئے ۔ ۱۸ اگست ۱۹۵۲ میں وہ حکمران ہوئے ۔ فوجی تربیت انہوں نے سینڈ ہرسٹ ملٹری کالج لندن سے حاصل کی ۔ ہوائی جہاز اڑانا ان کا خاص شوق ہے ۔ فوٹو گرافی، گھڑ سواری، کشتی رانی بھی کرتے ہیں ۔ عربوں کی تاریخ اور ادب سے بھی شغف رکھتے ہیں ۔ مئی ۱۹۵۳ میں انہوں نے آئینی سربراہ کی حیثیت سے کام شروع کیا ۔ اور اردن کی قومی اسمبلی بنائی ۔ یہ جمہوری کام انہوں نے نومبر ۱۹۵۲ میں کیا ۔ اردن کی فوج کے سپریم کمانڈر بھی ہیں ۔ اسی حیثیت سے انھوں نے فوج کو بڑی ترقی دی ۔ وہ یہودی سازشوں کے خلاف ہر وقت چوکنے رہتے ہیں ۔ مشرق وسطی کی سیاست میں انہوں نے ہمیشہ اہم کردار ادا کیا ہے ان کی شادی ملکہ عالیہ سے ۲۴ دسمبر ۱۹۷۲ میں ہوئی ۔

کویت

کویت کے سربراہ شیخ صباح السلام المبارک الصباح ہیں جو امیر آف کویت کہلاتے ہیں صباح خاندان کے بارھویں سربراہ ہیں۔ ۱۹۱۵ء میں پیدا ہوئے۔ ان کی تعلیم عربوں کی روایات کے تحت قرآن حکیم اور عربی زبان سے شروع ہوئی۔ ۱۹۲۸ء میں ان کے والد نے ان کو پولیس فورس کا صدر مقرر کیا تھا۔ اکیس برس میں انہوں نے بہت کام کیا۔ اور پولیس کو جدید تربیت دی۔ اس کے بعد وہ وزیر داخلہ مقرر ہوئے۔ پبلک ہیلتھ کے محکمے کے صدر بھی رہے۔ جبکہ ان کا عہدہ وزیر کا تھا۔ اکتوبر ۱۹۶۱ء میں وہ محکمہ امور خارجہ کے پہلے صدر بنے۔ جنوری ۱۹۶۲ء میں ان کو وزیر خارجہ بنایا گیا۔ یہ پہلی کابینہ تھی جو آئین ساز اسمبلی کے تحت بنی۔ اور منتخب ہوئی تھی۔ یہ آئینی اقدامات شاہ مبارک مرحوم اور برطانیہ کے درمیان ہونیوالے معاہدے کے اختتام پر ہوئے۔ ۲۴ فروری ۱۹۶۲ء میں ان کو وزراء کی کونسل کا نائب صدر بنایا گیا ۱۹۶۴ء میں انہوں نے حکومت بنائی۔ اور ۲۴ نومبر ۱۹۶۵ء کو شاہ کویت کے انتقال کے بعد ان کو امیر بنا دیا گیا۔ اور انہوں نے آئینی امیر کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ وہ ایک نامور امیر ہیں۔ اور کویت کی برطانیہ سے آزادی کے حصول میں ان کا بڑا حصہ ہے۔

لبنان

لبنان کے سربراہ سلیمان کالابان فرنجیہ ۱۴ جون ۱۹۱۷ء کو شمالی لبنان کے علاقے زغرتہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق لبنان کے ایک ایسے خاندان سے ہے جس نے لبنان کی تاریخ میں ہمیشہ اہم کردار ادا کیا ہے انھوں نے طرابلس اور انٹورا کالج میں تعلیم پائی۔ وہ طرابلس میں زغرتہ واٹر ورکس سپلائی کے سپرنٹنڈنٹ رہے انھوں نے ایسے سماجی کاموں میں ہمیشہ دلچسپی لی وہ لبنان کی پارلیمنٹ کے رکن زغرتہ سے منتخب ہوئے اور ۱۹۶۱ء میں چیمبر آف ڈپٹیز کے رکن منتخب ہوئے۔ ان کو بہت سے عہدوں پر کام کرنا پڑا۔ ۱۹۶۸ء میں عبدالیعقی کی کابینہ میں وزیر داخلہ رہے۔ ۷۰-۱۹۶۹ء میں وہ اقتصادیات کے وزیر تھے۔

جب انھوں نے صدارتی انتخاب لڑا۔ اور ۷ اگست ۱۹۷۰ء میں صدر لبنان ہوئے۔

لیبیا

کرنل معمر القذافی لیبیا کی انقلابی کمانڈ کونسل کے چیئرمین ہیں اور لیبیا کے صدر ہیں وہ سیرت میں ۱۹۴۱ء میں پیدا ہوئے۔ یونیورسٹی آف لیبیا بن غازی میں ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۳ء تک پڑھتے رہے۔ اور بن غازی کی رائل ملٹری اکیڈیمی سے گریجویشن کیا۔ ۱۹۶۵ء میں فوجی کمیشن کے بعد سگنلز کور میں تعینات ہوئے۔ برطانیہ میں بھی فوجی تربیت حاصل کی۔ لیبیا میں انقلاب کے وقت وہ بن غازی میں تھے۔ انقلاب کے بعد کیپٹن کے عہدے سے ترقی پاکر کرنل بن گئے۔ اور جب ان کو انقلابی کونسل کا چیئرمین چنا گیا۔ تو ان کو کرنل کے عہدے پر ترقی مل گئی۔ قذافی پکے مسلمان ہیں۔ وہ عید کی نماز پڑھاتے ہیں اور خطبہ بھی دیتے ہیں۔ اسلامی اتحاد کے زبردست حامی ہیں۔

ماری طانیہ

ماری طانیہ کے سربراہ مختار داداہ ہیں ۲۵ دسمبر ۱۹۲۴ء میں پیدا ہوئے۔ فرانس میں تعلیم پائی۔ مشرقی زبانوں کی تعلیم بھی پائی۔ ۱۹۵۷ء میں کونسلر منتخب ہوتے۔ اسی سال آپ کو ماریطانیہ کی کونسل میں نائب صدر بنایا گیا۔ اور وزارت تعلیم دے دی گئی۔

۱۹۵۹ء میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوتے۔ ۱۹۶۱ء میں جب آئین نافذ ہوا تو وہ صدر منتخب ہوئے اور ماریطانیہ کی پیپلز پارٹی کے جنرل سکرٹری منتخب ہوتے۔ ۱۹۶۶ء میں دوبارہ صدر ہوئے اور ۱۹۷۱ء میں پھر پانچ برس کے لئے صدر منتخب ہوتے آپ افریقی اتحاد کی تنظیم کے صدر بھی ہیں۔

مراکش

مراکش کے سربراہ شاہ حسن دوم ہیں۔ ۹ جولائی ۱۹۲۹ کو رباط میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۱ء

میں قانون کی ڈگری حاصل کی۔ فرانسیسی اور عربی زبانوں پر عبور رکھتے ہیں۔ ۹ر جولائی ۱۹۵۷ء کو تاجپوشی ہوئی۔ حکومت کی رائل کونسل میں ۲۷ر جولائی ۱۹۶۰ کو نائب صدر ہوئے۔ ستمبر ۱۹۶۰ء میں وزیر اعظم کی حیثیت میں اقوام متحدہ میں مراکش کے وفد کی قیادت کی۔ مارچ ۱۹۶۱ء میں مراکش کے سربراہ مقرر ہوئے۔

آپ اسلامی اتحاد کے زبردست علمبردار ہیں اور پہلی اسلامی سربراہ کانفرنس آپ نے رباط میں کرائی تھی جو ان کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ جس میں اسلامی سکریٹریٹ بنانے کی تجویز پاس ہوئی تھی۔

عمان

سلطنت عمان کے سربراہ سید قابوس بن سعید ہیں۔ ۱۹۲۸ء میں پیدا ہوئے۔ سینڈھرسٹ لندن سے فوجی تربیت حاصل کی۔ جولائی ۱۹۷۰ء میں حکومت سنبھالی۔ وزیر اعظم بھٹو کے بہت مداح ہیں۔

پاکستان

پاکستان کے صدر فضل الٰہی چودھری ۱۰ر اگست ۱۹۷۳ کو صدر بنے۔ گجرات میں یکم جنوری ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۷ء میں علی گڑھ سے ایم اے اقتصادیات اور قانون کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۲۹ء میں گجرات میں وکالت شروع کی۔ ۱۹۴۴ء میں گجرات مسلم لیگ کے صدر ہوئے پنجاب اسمبلی کے رکن رہے۔ راست اقدام کی تحریک میں جیل گئے۔ ۱۹۵۱ء میں پنجاب اسمبلی کے رکن رہے۔ ۱۹۵۶ء میں مغربی پاکستان اسمبلی کے اسپیکر ہوئے۔ ۱۹۶۲ء میں پھر اسمبلی کے رکن بنے۔ ۱۹۶۴ء میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر رکن منتخب ہوئے۔ قومی اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر ہوتے ۱۹۶۹ء میں وزیر اعظم بھٹو نے بحالی جمہوریت کی تحریک چلائی تو ان کے جھنڈے تلے آ گئے اور ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں گجرات سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۲ء میں قومی اسمبلی کے اسپیکر ہوئے اور بعد کو صدر منتخب ہو گئے۔ یہ انتخاب پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر ہوا۔

قطر

قطر کے سربراہ شیخ الخلیفہ بن حماد الثانی ہیں۔ ۱۹۷۲ء تک قطر کے وزیر اعظم تھے۔ ستمبر ۱۹۷۱ء میں برطانیہ سے الگ ہوئے تو ان کے خاندان نے ان کو سربراہ مقرر کیا۔ اور پر سکون انقلاب کے تحت حکومت پر انہوں نے قبضہ کر لیا۔

سعودی عرب

سعودی عرب کے سربراہ شاہ فیصل ہیں انہوں نے بہت کم عمری میں حکومت کے کاموں میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ ۱۹۲۱ء میں ان کے والد نے عسیر کی بغاوت کو فرو کرنے بھیجا تھا۔ ۱۹۲۳ء میں طہامہ اور عسیر کے کمانڈر انچیف بنائے گئے۔ آپ خادم الحرمین الشریفین بھی کہلاتے ہیں۔ سعودی عرب میں اسلامی آئین نافذ کر رکھا ہے اور اپنے ملک کی ترقی میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔ تیل کے ذخائر زیادہ ہیں۔ اب عربوں کے اتحاد کے تحت انھوں نے امریکا کو تیل کی سپلائی بند کر دی ہے اسلامی اتحاد کے علمبردار ہیں۔

سوڈان

سوڈان کے سربراہ میجر جنرل غفار نمیری ہیں۔ اومدرمان میں جنوری ۱۹۳۰ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم یہیں حاصل کی، قرآن کی تعلیم بھی پائی۔ ۱۹۴۹ء میں گریجویشن کیا۔ فوجی تعلیم بھی پائی۔ اور ۱۹۵۲ء میں لیفٹیننٹ ہوئے۔ ان کے پاس اعلیٰ فوجی ڈگریاں بھی ہیں ملٹری سائنس کے ماہر ہیں۔ ۲۵ مئی ۱۹۶۹ء سوشلسٹ انقلاب برپا کیا۔ اور صدر بنے۔ آپ فوج کے کمانڈر انچیف بھی ہیں۔ اور انقلابی کونسل کے صدر بھی، وزارت دفاع بھی خود سنبھالے ہوئے ہیں۔ ۱۹۷۱ء میں دوبارہ صدر منتخب ہوئے ہیں۔

شام

شام کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل حافظ الاسد ہیں ۱۹۳۱ء میں جبلہ کے مقام پر پیدا ہوئے ۱۹۵۲ء

میں وہ شام کی ہوائی فوج میں بھرتی ہوئے تھے۔ روس میں اعلیٰ فوجی تربیت حاصل کی۔ ۱۹۵۸ء میں جب مصر سے شام کا الحاق ہوا۔ تو آپ قاہرہ میں تھے۔ بعث پارٹی میں شمولیت کی مارچ ۱۹۶۳ء میں فوجی انقلاب کے ذریعے بعث پارٹی کو اقتدار میں لائے۔ تو ان کو فضائیہ کا کمانڈر انچیف مقرر کیا گیا۔ فروری ۱۹۶۶ء میں وزیر دفاع ہوئے اسی سال لیفٹننٹ جنرل بنائے گئے نومبر ۱۹۷۰ء میں وزیر اعظم اور وزیر دفاع ہوئے۔ اور مارچ ۱۹۷۱ء کے انتخابات میں صدر بنائے گئے۔

تیونس

تیونس کے سربراہ حبیب بورقیبہ ہیں ۳ راگست ۱۹۰۳ء میں مونسائر میں پیدا ہوئے۔ عربی اور فرانسیسی ادب اور کلچر کے دلدادہ ہیں انہوں نے تیونس کی ترقی میں خاصا حصہ لیا۔ جہالت کے خلاف تحریک چلائی دو شادیوں کا رواج ختم کیا۔ اب لیبیا سے الحاق کر لیا ہے تاکہ ترقیاتی منصوبے کامیاب ہوں۔

ترکی

ترکی کے سربراہ فخری کرورک ہیں استنبول میں ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئے نیوی سکول سے ۱۹۲۳ء میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے فارغ ہوئے اور نیوی سکولوں میں ماسٹری کرتے رہے ۱۹۲۵ء میں برلن میں ملٹری اٹیچی رہے۔ ۱۹۲۶ء میں روم میں اسی عہدے پر فائز رہے۔ لیفٹننٹ کمانڈر کے عہدے ملے۔ ۱۹۴۲ء اور ۱۹۴۳ء میں برلن اور اسٹاک ہوم میں ملٹری اٹیچی رہے۔ ۱۹۴۵ء نیول وار اکیڈیمی کے کمانڈر تھے۔ ۱۹۵۳ء میں وائس ایڈمرل ہوئے۔ ۱۹۵۴ء میں جنرل سٹاف کے محکمہ کے صدر رہے۔ ۱۹۵۶-۵۷ء میں باسفورس اور درہ دانیال کے افسر اعلیٰ تھے۔ اس کے بعد ۱۹۵۷ء میں ایڈمرل بنا دیئے گئے بعد ازاں بحریہ کے کمانڈر انچیف ہو گئے۔ ۱۹۶۰ء میں وہ ریٹائر ہو گئے اور ماسکو میں سفیر بنا کر بھیجے گئے اس کے بعد حکومت نے ان کو ہسپانیہ میں سفیر بنا کر بھیجنا چاہتی تھی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ ۱۹۶۸ء میں صدر جمہوریہ نے ان کو سنیٹر بنایا۔ ۱۹۷۳ء میں صدر مملکت منتخب ہو گئے۔

اسلامی ممالک کا تعارف

لاہور میں منعقد ہونے والی مسلم سربراہ کانفرنس عالم اسلام کے اتحاد کی جانب ایک اہم قدم ہے۔ مسلم ممالک کے سربراہوں کی یہ دوسری کانفرنس ہے۔ پہلی کانفرنس بیت المقدس کی مسجد اقصٰی میں آتشزدگی کے واقعہ کے فوراً بعد مراکش کے دارالحکومت رباط میں ستمبر ۱۹۶۹ء میں منعقد ہوئی تھی۔ اس کانفرنس کے بعد مسلم ممالک کے اتحاد اور تعاون کی طرف ایک مستقل قدم کے طور پر اسلامی ممالک کا ایک مرکزی سیکرٹریٹ قائم کیا گیا۔ اسلامی سیکرٹریٹ کے زیر اہتمام مسلم ممالک کے وزراء خارجہ کی چار کانفرنسیں منعقد ہو چکی ہیں۔ جن میں سے دوسری کانفرنس کراچی میں دسمبر ۱۹۷۰ء میں منعقد ہوئی تھی۔ لاہور میں ۲۱ فروری سے منعقد ہونے والی

اسلامی کانفرنس سے قبل ۱۸ فروری کو وزرار خارجہ کا اجلاس بھی منعقد ہو گا۔ دنیا کے تیس مسلم ممالک کے سربراہ، وزیر اعظم اور وزرا خارجہ لاہور کانفرنس میں شرکت کریں گے۔

ذیل میں ان ممالک کے تعارف کے سلسلہ میں بنیادی معلومات اور اعداد و شمار پیش کئے جا رہے ہیں۔ جن ملکوں کے نام کے سامنے (✲) نشان بنا ہوا ہے۔ وہ اسلامی سیکرٹریٹ کے رکن نہیں ہیں اور جن کے نام کے سامنے (+) نشان بنا ہوا ہے ان کی آبادی کی اکثریت اگرچہ مسلمان ہے لیکن ان کے سربراہ غیر مسلم ہیں۔ توقع ہے کہ اسلامی کانفرنس میں ان ملکوں کے مسلم وزرا شریک ہوں گے۔

نام ملک	طرز حکومت	دارالحکومت	سربراہ کا نام	آبادی	رقبہ
افغانستان	جمہوریہ	کابل	سردار محمد داؤد	۱ کروڑ ۸۰ لاکھ	۲۵۳۸۶۱ مربع میل
ابوظہبی	بادشاہت	ابوظہبی	شیخ زید بن سلطان النہان سربراہ امارات متحدہ عربیہ	۲ لاکھ	۳۲۲۷۸ "
اردن	"	عمان	شاہ حسین بن طلال	۲۶ لاکھ	۳۷۵۰۰ "
انڈونیشیا	جمہوریہ	جکارتہ	صدر جنرل سہارتو	۱۲ کروڑ ۵ لاکھ	۷۳۵۸۶۵ "
الجزائر	"	الجزائر	صدر ہوری بومدین	۱ کروڑ ۵۲ لاکھ	۹۱۹۵۹۱ "
اومان	بادشاہت	مسقط	سلطان سید قابوس بن سعید	۷ لاکھ	۸۲۰۰ "
ایران	"	تہران	شہنشاہ محمد رضا شاہ پہلوی	۳ کروڑ ۵۰ لاکھ	۶۳۶۲۹۳ "
بحرین	"	مناما	شیخ عیسیٰ بن سلیمان الخلیفہ	۲ لاکھ ۲۰ ہزار	۲۳۱ "
بنگلہ دیش ✲	پارلیمانی جمہوریہ	ڈھاکا	صدر ڈاکٹر محمد اللہ وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمن	۷ کروڑ	۵۵۱۲۶ "
پاکستان	"	اسلام آباد	صدر چودھری فضل الٰہی وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو	۶ کروڑ ۵۰ لاکھ	۳۱۰۴۰۳ "
ترکی	"	انقرہ	صدر فہری کوروترک وزیر اعظم بلند جودت	۳ کروڑ ۷۶ لاکھ	۳۰۱۳۰۲ "

نام ملک	طرز حکومت	دارالحکومت	سربراہ کا نام	آبادی	رقبہ
تونس	جمہوریہ	تونس	صدر حبیب بورقیبہ	۵۳ لاکھ	۶۳۳۷۸ مربع میل
جنوبی یمن ✲	"	مدینۃ الشعب	سالم ربیع علی	۱۵ لاکھ	۱۱۲۰۰۰ "
سعودی عرب	بادشاہت	ریاض	شاہ فیصل بن عبدالعزیز	۸۰ لاکھ	۸۷۰۰۰۰ "
سوڈان	جمہوریہ	خرطوم	صدر جعفر النمیری	ایک کروڑ ۷۰ لاکھ	۹۶۷۵۰۰ "
سیرالیون †	"	فری ٹاؤن	صدر سیاکا سٹیونس	۲۶ لاکھ	۲۷۶۹۹ "
سینیگال †	"	ڈاکر	صدر لیوپولڈ سینگھور	۴۱ لاکھ	۷۵۷۵۰ "
شاد (چاڈ)	جمہوریہ	لامے	صدر فرینکوائے ٹمبل بائے	۳۸ لاکھ	۴۹۵۷۵۳ "
شام	"	دمشق	صدر حافظ الاسد	۶۶ لاکھ	۷۲۲۳۳ "
صومالیہ	"	مغادیشو	صدر جنرل محمد سعید باری	۲۹ لاکھ	۲۴۶۲۰۱ "
عراق ✲	"	بغداد	صدر احمد البکر	ایک کروڑ ۱۰ لاکھ	۱۷۳۲۵۹ "
قطر	بادشاہت	دوحا	خلیفہ بن حماد الثانی	۱ لاکھ ۲۰ ہزار	۴۰۰۰ "
کویت	"	کویت	شیخ صباح السالم الصباح	۱۰ لاکھ	۱۷۸ "
گنی	جمہوریہ	کناکری	صدر احمد سیکو طور	۴۱ لاکھ	۹۴۹۲۵ "
لبنان	پارلیمانی جمہوریہ	بیروت	صدر سلیمان فرنجی وزیر اعظم تقی الدین الصلح	۲۹ لاکھ	۴۱۰۵ "
لیبیا	جمہوریہ	طرابلس	صدر معمر القذافی	۲۶ لاکھ	۶۷۹۳۵۸ "
ماریطانیہ	"	نواکچوٹ	صدر مختار الداده	۱۲ لاکھ ۵۰ ہزار	۴۱۹۲۳۱ "
مراکش	بادشاہت	رباط	شاہ حسن ثانی	۱ کروڑ ۵۰ لاکھ	۱۷۲۸۳۴ "
مالی	جمہوریہ	بماکو	صدر موسیٰ طور	۵ لاکھ ۲۶ ہزار	۴۶۴۰۰۰ "

نام ملک	طرزِ حکومت	دارالحکومت	سربراہ کا نام	آبادی	رقبہ
مصر	جمہوریہ	قاہرہ	صدر انور سادات	۳ کروڑ ۵۰ لاکھ	۳۸۶۱۰۰ مربع میل
ملائشیا	وفاق	کوالالمپور	سربراہ تنکو اے حلیم وزیر اعظم تنکو عبدالرزاق	ایک کروڑ ۱۰ لاکھ	۱۲۸۴۳۰ "
نائجیریا	جمہوریہ	لاگوس	صدر لیفٹیننٹ یعقوبو گوان	۵ کروڑ ۸۰ لاکھ	۳۵۶۶۶۹ "
نائیجر	"	نیامے	صدر الحاج دائیوری حمانی	۴۲ لاکھ	۴۸۹۱۰۹ "
یمن (شمالی)	"	صنعاء	صدر قاضی عبدالرحمان الاریانی	۹۴ لاکھ	۷۵۲۸۹ "

عالمِ اسلام

المملكة العربية السعودية

تمام قوانین کی اساس قرآن حکیم کے احکام پر ہے

سعودی سلطنت جزیرہ نمائے عرب کی پوری وسطی سطح مرتفع پر محیط ہے

المملکۃ العربیۃ السعودیہ (سعودی عرب) تقریباً بیالیس سال قبل ۱۸ ستمبر ۳۲ء کو شاہ عبدالعزیز ابن سعود کی انتھک مساعی کے نتیجے میں معرض وجود میں آئی۔ شاہ عبدالعزیز بڑے جہاندیدہ اور بیدار مغز راہنما تھے۔ انہوں نے جزیرہ نمائے عرب کو انتشار اور بے اتفاقی کی گرفت سے نکالا۔ اور ایک متحدہ اور مستحکم حکومت سے منسلک کیا۔ سعودی عرب اپنے باعزم اور سادگی پسند فرمانروا شاہ فیصل کی قیادت میں ہمہ جہتی ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ یہ ایک اسلامی مملکت ہے۔ اور یہاں تمام انفرادی اور اجتماعی قوانین کی اساس قرآن حکیم کے احکام ہیں۔ سعودی عرب کا پرچم بھی اسلام کے بنیادی اصولوں کا مظہر ہے۔ اس پر کلمہ طیبہ درج ہے

سعودی عرب کی مملکت جزیرہ نمائے عرب کے ۹/۱۰ حصے پر مشتمل ہے اس کا رقبہ ۸ لاکھ ۷۰ ہزار مربع میل اور آبادی ایک کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ اس کے شمال میں اردن، عراق اور کویت، جنوب میں یمن اور عدن اور جنوب مغرب میں بحیرہ احمر اور شمال مشرق میں خلیج فارس اور اومان واقع ہیں۔ سعودی عرب کی مملکت جزیرہ نمائے عرب کی پوری وسطی سطح مرتفع پر محیط ہے۔ دو بڑے شہر مکہ معظمہ اور ریاض ہیں جو علی الترتیب حجاز اور نجد کے مرکزی مقام ہیں۔ دوسرے اہم شہر جدہ (بندرگاہ) مدینہ منورہ، بریدہ، طائف اور اینزہ ہیں۔ ریاض میں شاہ سعود یونیورسٹی ہے جس کے تحت آرٹس، سائنسی مضامین، کامرس، ادویہ سازی اور اسلامیات سے متعلق تعلیم دینے کا وسیع انتظام ہے۔ اس غرض سے متعدد کالج قائم ہو چکے ہیں۔ مدینہ منورہ میں اسلامی یونیورسٹی قائم ہے جس میں پوری دنیا نے اسلام
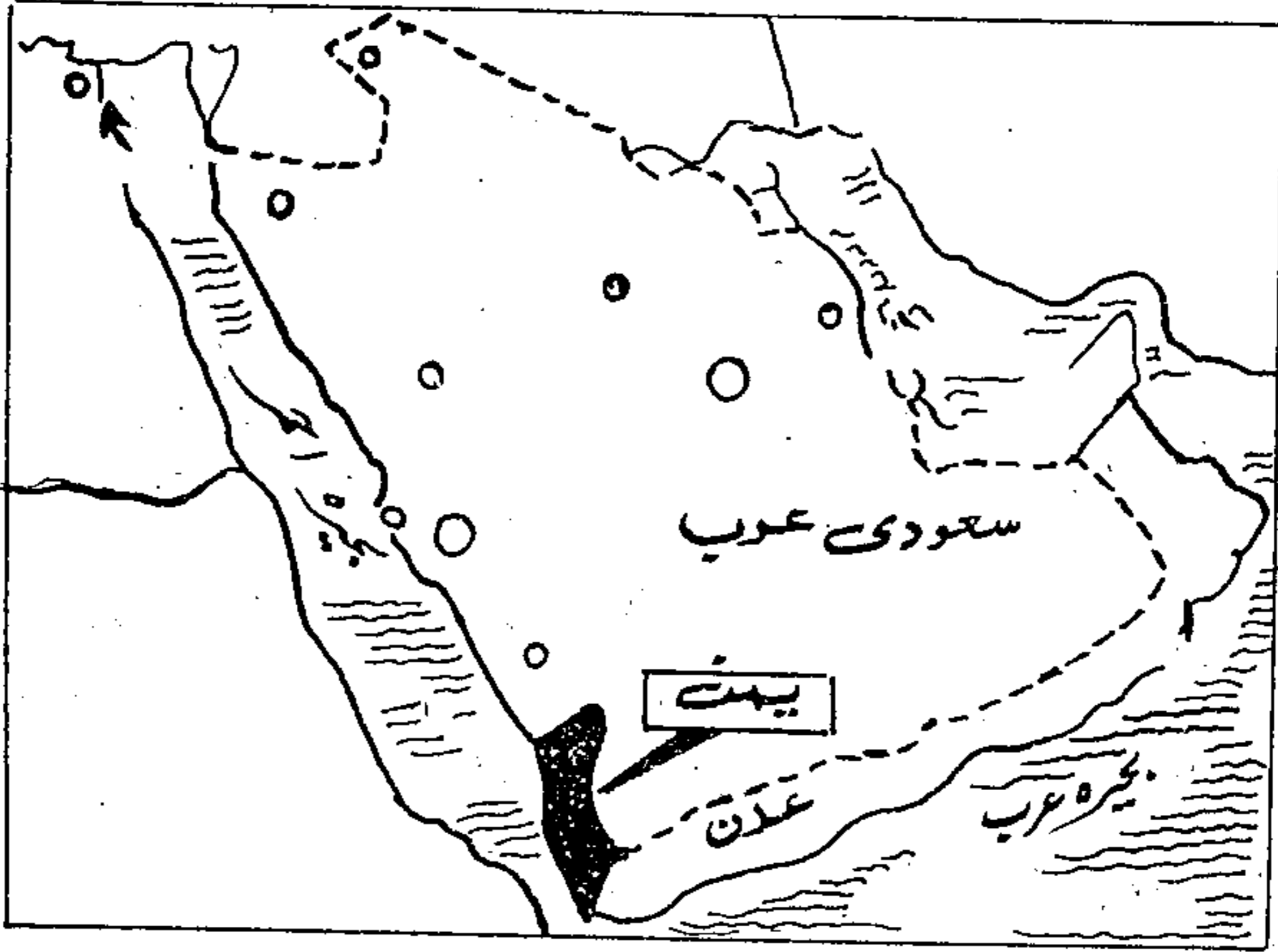
کے طلبا تحصیل علم کر رہے ہیں۔ سعودی عرب کی مملکت کے قیام کے بعد سے جزیرہ نمائے عرب نے زندگی کے ہر شعبے میں نمایاں ترقی ہے۔ اس کی قومی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ تیل کی صنعت ہے۔ جو آرامکو کے تعاون سے چل رہے ہیں۔ اس صنعت سے کم و بیش بیس ہزار افراد وابستہ ہیں۔ سعودی عرب میں تیل کے سب سے بڑے ذخائر ہیں اور تیل پیدا کرنے والے ممالک میں امریکا، روس کے بعد اس کا نمبر آتا ہے۔ تیل کی پیداوار زیادہ تر خلیج فارس کے قریبی علاقوں میں ہوتی ہے۔ اور تیل زیادہ تر مغربی یورپ کے ملکوں کو برآمد کیا جاتا ہے۔ پیداوار کی کل مالیت ۴ ارب ڈالر سالانہ سے زائد اور عالمی پیداوار کا ۱۱ فیصد حصہ ہے۔ ۱۹۷۳ء میں سعودی عرب نے آرامکو سے ۲۵ فیصد حقوق ملکیت حاصل کر لئے تھے۔ اور ۱۹۸۱ء تک ۵۱ فیصد حقوق حاصل کرلے گی۔ تیل کی آمدنی سے حکومت کے بہت سے مصارف، داخلی تعمیری کاموں کا خرچ اور شہریوں کے لئے مفت طبی امداد کے اخراجات پورے ہوتے ہیں تمام درجوں کی تعلیم مفت ہے۔ قومی آمدنی کا دس فیصد تعلیم پر خرچ ہو رہا ہے۔ آبادی تقریباً پوری کی پوری مسلمان ہے۔ ۷۳-۱۹۷۲ء میں فوج کی تعداد ۴۱ ہزار کے لگ بھگ تھی اور اس کے پاس کچھ ٹینک، ساحلی گشتی کشتیاں اور تقریباً ۷۵ لڑاکا طیارے تھے۔ تیل کی پیداوار کے سوا سعودی عرب ایک زرعی ملک ہے۔ البتہ حال ہی میں سونے چاندی اور خام لوہے کے

ذخائر دریافت ہوئے ہیں اس کے علاوہ تانبے، نمک، اور جپسم کے وسیع ذخائر بھی یہاں موجود ہیں۔ غذائی پیداوار کھجوریں، گندم، جو، پھل، کھالیں اور اون ہیں۔ بہت سے لوگوں کا ذریعہ معاش اونٹوں، گھوڑوں، گدھوں اور بھیڑ بکریوں کی پرورش ہے۔ کچھ کھالیں اون اور گوند برآمد کی جاتی ہیں۔

سعودی حکومت کو اقوام متحدہ کی فنی امداد حاصل ہے۔ اب سیمنٹ بھی تیار ہونے لگا ہے۔ فولاد کے کارخانے بھی قائم کئے گئے ہیں زراعت کے فروغ کا اہتمام بھی کیا گیا ہے کھیتوں کی آبپاری کے لئے آبی وسائل کو بھی ترقی دی جا رہی ہے اور بند تعمیر کئے جا رہے ہیں۔ ملک میں مواصلات کا نہایت عمدہ نظام مکمل ہو چکا ہے۔ دو بڑے ہوائی اڈے دہران اور جدّہ میں ہیں جو بین الاقوامی ٹریفک کی آمد و رفت کا بڑا ذریعہ ہیں۔ جدّہ جو بحیرہ احمر کے کنارے پر واقع ہے ملک کی بڑی بندرگاہ بھی ہے۔ جدّہ سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو پکی سڑکیں جاتی ہیں اور دارالحکومت ریاض سے دمام اور راس تنورہ (خلیج عرب) تک ریل کی واحد پٹری بھی موجود ہے۔ ریل تیل کے چشموں کے علاقے سے ہوتی ہوئی گزرتی ہے۔

جزیرہ نمائے عرب کی جدید تاریخ کا آغاز ۱۷۴۶ء سے ہوتا ہے جب سعودی خاندان کے محمد ابن الوہاب نے نجد کے علاقے پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ انھوں نے اتنی طاقت حاصل کر لی تھی کہ ترک جو اس وقت عرب پر قابض تھے۔ ان سے خائف رہنے لگے۔ اور ترک گورنر محمد علی نے ان پر چڑھائی کر دی۔ اس جنگ میں عربوں کو شکست ہوئی اور ۱۸۹۱ء میں ان کا شیرازہ منتشر ہو گیا لیکن ۱۹۰۲ء میں عبداللہ سعود نے دوبارہ ریاض پر قبضہ کر لیا۔ ۱۹۱۳ء میں مشرقی صوبہ الحسا بھی ترکوں سے آزاد کرا لیا گیا۔ ۱۹۱۴ء میں شریف مکہ محمد حسین نے سلطان حجاز ہونے کا اعلان کر دیا اور کچھ عرصہ بعد انہوں نے اپنے آپ کو خلیفہ قرار دے لیا۔ ابن سعود نے اس کی مخالفت کی۔ نوبت جنگ تک پہنچی جو شریف کی شکست پر منتج ہوئی اس طرح ۲۵ء میں پورا حجاز اور ۲۶ء تک عسیر کا بڑا حصہ بھی سلطان عبدالعزیز ابن سعود کے قبضے میں چلا گیا۔ اب نجد اور حجاز پر ان کی فرمانروائی تھی۔ سعودی عرب اقوام متحدہ اور عرب لیگ کا رکن ہے۔ موجودہ شاہ نے ۱۲ نومبر ۶۵ء کو سعودی عرب کے فرمانروا کی حیثیت سے زمام اقتدار سنبھالی تھی۔

ابتدا میں سعودی عرب کی موجودہ حکومت کا دائرہ اختیار صرف نجد تک محدود تھا۔ لیکن اب اس کے رقبہ کا پھیلاؤ فرانس، بیلجیم، جرمنی اور سوئٹزرلینڈ کے مجموعی رقبہ سے بھی زیادہ ہے اس کے مورث اعلیٰ کا نام محمد بن سعود تھا۔ یہ نہایت نیک اور پابند شریعت حکمران تھے عرب کے مشہور مصلح شیخ محمد عبدالوہاب نجدی اور امیر محمد بن مسعود ہم عصر تھے۔

محمد عبدالوہاب ۱۷۰۳ء میں نجد کے ایک عینیہ میں پیدا ہوئے اعینیہ میں ان کے والد عبدالوہاب عبدہٗ قضا پر متمکن تھے۔ اس کے بعد وہ حریملا چلے گئے۔ محمد عبدالوہاب نے مکہ اور مدینہ میں تعلیم حاصل کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے عربوں میں تبلیغ و اصلاح کی سرگرم کوششیں کیں۔ ۱۷۴۰ء میں ان کے والد محترم قاضی عبدالوہاب حریملا میں انتقال کر گئے۔ تو لوگوں نے ان کی سخت مخالفت شروع کر دی۔ اور ان کے درپے قتل ہو گئے۔ مخالفت کی شدت کے پیش نظر وہ عینیہ چلے گئے۔ وہاں بھی آرام نہ ملا تو درعیہ منتقل ہو گئے وہاں امیر محمد بن مسعود حکمران تھے۔ ۱۷۴۰ء میں امیر موصوف ان کی دعوت اصلاح میں شامل ہو گئے، اور باقاعدہ ان کے حلقہ بیعت میں شرکت اختیار کر لی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب قبائل میں ان کا اثر و رسوخ بہت بڑھ گیا۔ ایک طرف شیخ محمد بن عبدالوہاب جہاد باللسان میں مصروف تھے تو دوسری جانب امیر محمد بن مسعود کی تلوار حمایت حق کے لئے میان سے نکل آئی تھی۔ اب محمد بن عبدالوہاب کا حلقہ بیعت بھی وسعت پذیر ہونے لگا۔ اور محمد بن سعود کا دائرہ حکومت بھی پھیلتا چلا گیا اور عرب قبائل جہالت کی تاریکی سے نکل کر اسلامی تعلیم کی ضیا پاشیوں سے بہرہ مند ہونے لگے چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں امیر محمد بن سعود نے اپنا پایہ تخت درعیہ کے بجائے ریاض کو قرار دے لیا۔ اسی اثنا میں شرفا مکہ نے ان کو فریضہ حج ادا کرنے سے روک دیا۔ محمد بن سعود حمایت حق میں مصروف تگ و تاز تھے کہ ۱۷۶۵ء میں اپنا کام ادھورا چھوڑ کر انتقال کر گئے۔

عبدالعزیز بن محمد بن سعود

محمد بن سعود کے انتقال کے بعد انکے بیٹے عبدالعزیز بن محمد بن سعود ان کے جانشین ہوئے انہوں نے امارت نجد کے حدود کو بہت وسیع کر دیا۔ الحسا اور قطیف پر قابض ہو کر خلیج

فارس کے ساحل کے تمام علاقے کو اپنے زیرنگیں کر لیا۔ ان کی گرفت اتنی مضبوط تھی اور انتظامی معاملات میں اس قدر ماہر تھے کہ ترک ان کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہو سکے۔ عراق کے ترک گورنر عثمان پاشا ان پر حملہ آور ہوئے۔ مگر ناکام ہوئے۔ بالآخر ان سے صلح پر مجبور ہوئے۔ ۱۷۹۸ء میں ان کی فتوحات کے بڑھتے ہوئے سیلاب سے شریف مکہ اتنے مرعوب ہوئے کہ انھیں حج کی اجازت دینا پڑی۔ کربلا، طائف، بحرین ان کے زیر تسلط آ گئے۔ اور شریف مکہ سے باقاعدہ لڑائی کے بعد اگلے سال ایک فاتح کی حیثیت سے فریضہ حج ادا کیا۔ امیر عبدالعزیز ایک روز درعیہ کی مسجد میں نماز عصر ادا کر رہے تھے کہ ایک شخص عبدالقادر نے انھیں شہید کر دیا۔ یہ حادثہ ۱۸۰۳ء کو پیش آیا۔

سعود بن عبدالعزیز

ان کے بعد ان کے بیٹے سعود بن عبدالعزیز نے زمام اقتدار سنبھالی۔ یہ اپنے بہادر باپ کے صحیح جانشین تھے انہوں نے ۱۸۰۵ء میں مکہ اور مدینہ پر قبضہ کر لیا۔ اور شریف غالب کو ان کی اطاعت کرنا پڑی۔ ان کے دائرہ فتوحات کی وسعتوں سے انگریز بھی سخت پریشان ہوئے چنانچہ انگریزی حکومت نے سلطان سعود بن عبدالعزیز کے مخالفوں کی حفاظت کے لئے ایک جنگی بیڑا روانہ کیا جس نے رؤس الخیمہ پر قبضہ کر کے سعودی بیڑے کو برباد کر دیا۔

۱۸۱۰ء میں سلطان سعود نے شام پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ ۱۸۱۲ء میں سلطان محمد علی پاشا خدیو مصر نے ان کے مقابلے کے لئے فوجیں روانہ کیں۔ اور شدید مقابلہ کے بعد اس کے بیٹے طوسون پاشا نے ۱۸۱۲ء اور ۱۸۱۳ء میں مدینہ اور مکہ فتح کر لئے۔ محمد علی خود جدہ آیا مگر صلح نہ ہو سکی۔ نجدیوں نے بہادری سے مخالفین کا مقابلہ کیا۔ ان لڑائیوں کے دوران ہی میں ۱۸۱۴ء میں سلطان سعود کا انتقال ہو گیا۔

عبداللہ بن سعود

سعود کی وفات کے بعد ان کا بیٹا عبداللہ عہدہ امارت پر فائز ہوا۔ یہ بھی بڑا بلند

حوصلہ اور جری انسان تھا۔ اس نے مخالفوں کا جوانمردی سے مقابلہ کیا۔ لیکن مخالفین کی یلغار اتنی سخت تھی کہ ان کے حملوں کا سلسلہ اتنا تیز تھا کہ امیر عبداللہ کو شدید نقصان اٹھانا پڑا۔

۱۸۱۵ء میں محمد علی پاشا کا بیٹا طوسون بہت بڑی فوج کے ساتھ حملہ آور ہوا اور مارچ کے مہینے میں نجد میں داخل ہو گیا اور الراس پر قبضہ کر لیا۔ لیکن الراس کے مقام پر ان کے اور سلطان بن سعود کے درمیان صلح ہو گئی۔ مگر یہ صلح عارضی ثابت ہوئی۔ ۱۸۱۶ء میں محمد علی پاشا کے دوسرے لڑکے ابراہیم پاشا نے مصری فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لی۔ وہ ایک سال کی مسلسل خونریز جنگ کے بعد درعیہ پہنچ گیا۔ ۱۸۱۸ء میں نجد کے دارالسلطنت ریاض پر قابض ہو گیا۔ اور اس نے سلطان عبداللہ بن سعود اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خاندان کو گرفتار کر کے قاہرہ بھیج دیا۔ ۱۸۲۰ء میں امیر عبداللہ' ان کے خزانچی اور سیکرٹری کو میدان ایا صوفیہ میں پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔

ادھر ۱۸۱۹ء میں طوسون نجد سے واپس لوٹا اور اس کے چند ہی روز بعد سلطان عبداللہ کے بھائی مشاری نے درعیہ پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔ لیکن اسے بھی گرفتار کر لیا گیا۔

اس دوران میں عبداللہ بن محمد کا لڑکا ترکی آیا۔ اور اس نے اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا۔ لیکن محمد علی پاشا کی فوج نے اس کو بھی وہاں سے نکال دیا۔ ۱۸۲۲ء میں دیر ترکی پھر میدان میں نکلا اور محمد علی خدیو کی فوج پر حملہ کر کے اس کو سخت پریشانی میں مبتلا کر دیا اور اپنی حکومت قائم کر لی۔

چند سال بعد ترکی کو ایک اور امیر نے قتل کر دیا۔ اور خود حکمران بن بیٹھا لیکن ترکی کے بیٹے فیصل نے دوبارہ اپنی آبائی سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ یہی وہ فیصل ہے جس سے خاندان سعود کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔

امیر فیصل اور اس کی اولاد

امیر فیصل دو قسم کی مشکلات میں محصور تھا ایک طرف اس کے بیرونی مخالف تھے اور

دوسری طرف خود اس کے خاندان میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ یہ متواتر پانچ سال سویز میں نظر بند رہا۔ آخر مجبور ہو کر اس نے ترکوں اور مصریوں سے تعلقات استوار کر لئے۔ ۱۸۶۶ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کے بیٹوں کے درمیان جھگڑے شروع ہو گئے پہلے سعود امیر بنا۔ پھر اس کے بھائی عبداللہ نے مسند امارت سنبھالی۔ اس کے بعد عبدالرحمن اس منصب پر فائز ہوا۔ لیکن امیر عبدالرحمن بھی اطمینان سے حکومت نہ کر سکا۔ بالآخر ۱۸۸۸ء میں اسے اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر کویت میں پناہ لینا پڑی۔ سعودی عرب کے موجودہ حکمران جلالۃ الملک فیصل کے والد محترم جلالۃ الملک عبدالعزیز اسی امیر عبدالرحمن کے فرزند ارجمند تھے امیر عبدالرحمن کے کویت جانے کے بعد ان کے بھائی عبداللہ امیر ہوئے لیکن برائے نام اہل اختیار و حائل کے امیر ابن رشید کے ہاتھ میں تھے۔

جلالۃ الملک عبدالعزیز بن عبدالرحمن

اس خاندان کی تاریخ مسلسل جدوجہد اور تائید حق و صداقت کی بہادرانہ مساعی سے بھرپور ہے۔ سلطان عبدالعزیز اس خاندان کے ایک نہایت شجاع اور عظیم الشان روایات کے حامل فرد تھے۔ ان کی ولادت ۲۳ نومبر ۱۸۸۰ء (۲۰ ذی الحجہ ۱۲۹۷ھ) کو دولت سعودیہ کے دارالحکومت ریاض میں ہوئی۔

جب ان کے والد امیر عبدالرحمن نجد سے نکل کر شیخ کویت کے ہاں پناہ گزین کی حیثیت سے گئے تو ان کی عمر آٹھ یا نو برس کی تھی۔ امیر عبدالرحمن نے دو مرتبہ شیخ کویت کی اولاد سے حائل کے رشیدی خاندان سے معرکہ آرائی کی۔ لیکن ناکام رہے اور نجد فتح نہ کر سکے۔ عبدالعزیز سب واقعات سے باخبر تھے۔ اور اپنے آبائی وطن کو واپس جانے اور کھوئی ہوئی سلطنت کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے انتہائی بے تاب تھے آخر اپنے اس عظیم مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

فتح ریاض

انہوں نے کس طرح بے سروسامانی کے عالم میں عزم ریاض کیا اور اس پر کس طرح

اپنی فتح کے جھنڈے گاڑے۔ اور اس کو تسخیر کیا۔ یہ ایک محیر العقول اور تعجب انگیز واقعہ ہے اور یہ سب کچھ محض توکلاً علی اللہ ہوا۔ ۱۹۰۱ کے موسم بہار میں جبکہ عبدالعزیز کی عمر ابھی بیس سال سے آگے نہ بڑھی تھی وہ تین چار مجاہدوں کے ساتھ صحرائی علاقہ میں نکل گیا۔ ۱۱ر جنوری ۱۹۰۲ء کو عید الفطر کی نماز ریاض سے قریب ایک مقام ابو عفان میں ادا کی۔ اس وقت صرف دو سو آدمی ساتھ رہ گئے تھے۔ عید کے دوسرے روز ۱۲ر جنوری کو اس نے اچانک ریاض کا قصد کر لیا۔ سورج غروب ہوا تو دوسو میں سے صرف ۴۰ آدمی ساتھ لئے۔ ۱۶۰ افراد کو ایک جگہ ٹھہرا دیا اور تاکید کر دی کہ اگلے دن دوپہر تک ہماری طرف سے کوئی اطلاع نہ پہنچے تو سمجھ لینا کہ ہم اپنے وطن عزیز کو غلامی سے نجات دلانے کی کوشش میں موت کا لقمہ اجل بن گئے ہیں پھر بعجلت تمام کویت چلے جانا۔

رات کی تاریکی بڑھی تو یہ ۴۰ جانباز مجاہد ریاض پہنچے۔ وہاں عبدالعزیز نے ۲۵ آدمیوں کو روک کر اپنے بھائی محمد بن عبدالرحمٰن کو ان کا امیر مقرر کیا انھیں بھی تاکید کر دی کہ ہمارے متعلق کوئی خبر نہ ملے۔ تو واپس کویت چلے جانا۔ صرف ۱۵ آدمیوں کو ہمراہ لیا۔ اور مسافر کی حیثیت سے ریاض میں داخل ہوا۔ رات قلعہ کے سامنے ایک مکان میں گزاری۔ سب لوگ تمام رات قہوہ پیتے اور تلاوت کرتے رہے۔ فجر کی نماز پڑھ کر قلعہ پر حملے کی تیاری کر لی۔ جونہی قلعہ کا دروازہ کھلا، رشیدی حاکم باہر نکلا۔ عبدالعزیز نے اپنے ساتھیوں کو اشارا کیا اور بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اس پر جا گرا۔ حاکم مارا گیا۔ اور عبدالعزیز شہر پر قابض ہو گیا۔ جو کارنامہ ہزاروں جنگ جوؤں کے لشکر انجام نہ دے سکے تھے۔ عبدالعزیز نے صرف پندرہ افراد کے ساتھ انجام دے دیا۔

عرب خصوصاً نجد کے عرب شجاعت و مردانگی کے پیکر تھے لیکن ۱۵ آدمیوں کو لے کر ریاض جیسے شہر کی تسخیر میں کامیاب ہو جانا خود ان کے نزدیک بھی حیرت انگیز موقعہ اور حیران کن کارنامہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جلالۃ الملک عبدالعزیز کی زندگی جرات و شجاعت کے اس قسم کے کارناموں سے لبریز ہے۔

حجاز پر قبضہ

۱۹۲۴ء میں سلطان عبدالعزیز نے شریف حسین کو مکہ سے نکال باہر کیا اور ۱۹۲۵ء کو وہ ایک فاتح کی حیثیت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ حجاز پر قبضہ کا مطلب یہ ہے کہ حرمین شریفین کی خدمت کا اعزاز بھی انھیں حاصل ہوا۔ ۱۹۲۷ء میں وہ نجد و حجاز کے فرمانروا قرار دیئے گئے اور انھیں بین الاقوامی حیثیت کا بہت بڑا حکمران تسلیم کیا گیا۔

طرز حکومت

انھوں نے سعودی عرب میں اسلامی طرز حکومت قائم کی۔ ان کی حکومت سے پہلے پورے حجاز میں بدامنی پھیلی ہوئی تھی اور حاجیوں کے قافلے رہزنوں کے ہاتھوں ہمیشہ خطرات میں گھرے اور لوٹ مار کا شکار ہوتے رہتے تھے۔ لیکن انھوں نے جس انداز کی حکومت کی طرح ڈالی۔ اس سے لوٹ کھسوٹ اور بدامنی کا قطعی خاتمہ ہوگیا۔ اب پورے سعودی عرب میں کوئی کسی خطہ میں چلا جائے۔ کسی نوع کے خطرے سے دوچار نہیں ہوگا۔ سیاسیات عالم پر وہ گہری نظر رکھتے تھے۔ عمر بھر اتحاد عرب کے لئے مساعی اور تمام عرب ممالک میں اسلامی اسلوب حکومت کے قیام کے لئے کوشاں رہے۔

ان کی ایک بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ اپنے والد محترم امیر عبدالرحمٰن کا انتہائی احترام کرتے تھے۔ ریاض فتح کیا تو اپنی امارت کا اعلان نہیں کیا بلکہ والد کی خدمت میں عرض کی۔ کویت سے تشریف لا کر مسند حکومت پر متمکن ہو جائیں۔ وہ تشریف لائے مگر زمام حکومت اپنے ہاتھ میں نہیں لی۔ بلکہ اس کی ذمہ داریاں اپنے سعادت مند بیٹے کے سپرد کر دیں۔

امیر عبدالرحمان کا انتقال ۱۹۲۸ء میں ہوا۔ وہ اسی اثنا میں ہمیشہ اپنے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوتے اور نہایت ادب و احترام سے معاملات حکومت میں ان سے مشورے لیتے رہے۔ سلطان عبدالعزیز ۹ نومبر ۱۹۵۳ء کو ۷۲ برس کی عمر پا کر سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض میں فوت ہوئے۔

سعود بن عبدالعزیز

سلطان عبدالعزیز کی وفات کے بعد ان کے بڑے لڑکے سعود بن عبدالعزیز رونق آرائے سلطنت ہوئے۔ جب ان کی بادشاہت کا اعلان ہوا تو ان کی عمر ۵۱ برس کی تھی وہ ۱۲ جنوری ۱۹۰۲ کو اس رات کویت میں پیدا ہوئے جس رات ان کے والد محترم سلطان عبدالعزیز نے چند ساتھیوں کی معیت میں ریاض پر قبضہ کیا تھا۔ ۱۱ سال حکمران رہنے کے بعد انھوں نے تمام اختیارات حکومت اپنے چھوٹے بھائی فیصل بن عبدالعزیز کے سپرد کر دیئے۔ اور خود سلطنت کی ذمہ داریوں سے ۶ نومبر ۱۹۶۴ کو علیحدگی اختیار کر لی۔ اب سعودی عرب کے حکمران جلالۃ الملک فیصل بن عبدالعزیز ہیں۔

فیصل بن عبدالعزیز

جلالۃ الملک فیصل بن عبدالعزیز شوال ۱۳۲۴ھ (۱۹۰۶) کو پیدا ہوئے ۱۹۳۰ میں آپ کو سعودی عرب کا وزیر خارجہ مقرر کیا گیا۔ اور ۱۹۵۳ میں ولی عہد سلطنت بنایا گیا اور ۱۹۶۱ء میں ان کے سپرد جلالۃ الملک نائب کی ذمہ داریاں سپرد کی گئیں۔

شاہ فیصل کی زندگی محتاط اور محنت و مشقت سے بھرپور ہے وہ اپنے وقت کا زیادہ حصہ دفتر یا مکان پر ملکی معاملات پر غور و فکر میں صرف کرتے ہیں۔ کاغذات خود پڑھتے اور ضروری احکام اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں۔ وہ جمہوریت کے حامی ہیں۔ اور عالمی سیاست کے نشیب و فراز پر پورا عبور رکھتے ہیں۔ وہ شاہانہ زندگی سے گریزاں اور سادگی پسند ہیں اجتماعی اور ملکی مسائل ان کا اصل موضوع ہیں۔ عرب رواج کے بالکل برعکس انھوں نے صرف ایک شادی کی ہے۔ جدہ اور ریاض وغیرہ میں ان کی رہائش گاہ غیر ضروری سامان آرائش سے خالی ہے۔ یہ خالص اسلامی اسلوب فکر کے موید ہیں اور تکلفات سے پاک زندگی بسر کرتے ہیں ؎

عرب
جمہوریہ لیبیا

لیبیا شمالی افریقہ کا ایک اسلامی ملک ہے جس کے شمال میں بحیرہ روم، مشرق میں مصر اور سوڈان جنوب اور جنوب مغرب میں چاڈ، نائیجر، مغرب میں الجزائر اور شمال مغرب میں تونس واقع ہے۔ اس کا ساحل ایک ہزار ایک سو میل لمبا اور مجموعی رقبہ ۶ لاکھ ۷۹ ہزار ۳ سو اٹھاون مربع میل ہے۔

آبادی ۱۹۷۲ کے اعداد و شمار کے مطابق ۲۰ لاکھ ۸۰ ہزار ہے جس میں غالب اکثریت عربوں کی ہے۔ طرابلس اور بن غازی ملک کے دو دارالحکومت ہیں۔ جو ہر دو سال کے بعد ایک دوسرے کی جگہ لیتے ہیں۔ عالم اسلام کا یہ واحد ملک ہے جس کے دو دارالحکومت ہیں ملک کا بیشتر حصہ ویران اور غیر آباد ہے۔ پورے ملک میں ایک بھی دریا نہیں ہے۔ اس کا ایک مقام عزیزیہ دنیا کا گرم ترین مقام کہلاتا ہے۔ ویسے موسم گرما میں یہاں کا درجہ حرارت ۱۰۵ سے ۱۲۵ تک ہوتا ہے۔

لیبیا بیسویں صدی کی دوسری دہائی تک عثمانی سلطنت میں شامل تھا لیکن ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے فرانس کے ساتھ ساز باز کر کے لیبیا پر قبضہ کر لیا۔ یہ ۱۹۱۰ کا واقعہ ہے کہ فرانس نے جو اس وقت تونس پر بھی قابض تھا اٹلی کے ساتھ وعدہ کیا کہ اگر اٹلی مراکش میں فرانس کے اقتدار کو تسلیم کر لے تو وہ لیبیا میں اٹلی کی بالادستی کی مخالفت نہیں کرے گا۔ چنانچہ اس مفاہمت کے نتیجے میں لیبیا ۱۹۱۲ میں اٹلی کی فوجیں گھس آئیں۔ لیکن سنوسی قبائل نے ان کا ناک میں دم کر دیا جس کے باعث اطالوی کبھی لیبیا میں قدم نہ جما سکے۔ ۱۹۴۱ میں لیبیا دوسری عالمگیر جنگ کا اکھاڑہ بن گیا اور اس جنگ میں جو لیبیا کے لئے بے مقصد تھی بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔ اس جنگ میں برطانوی جرنیل منٹگمری، جرمن جرنیل رومیل اور امریکی جرنیل آئزن ہاور نے عالمی
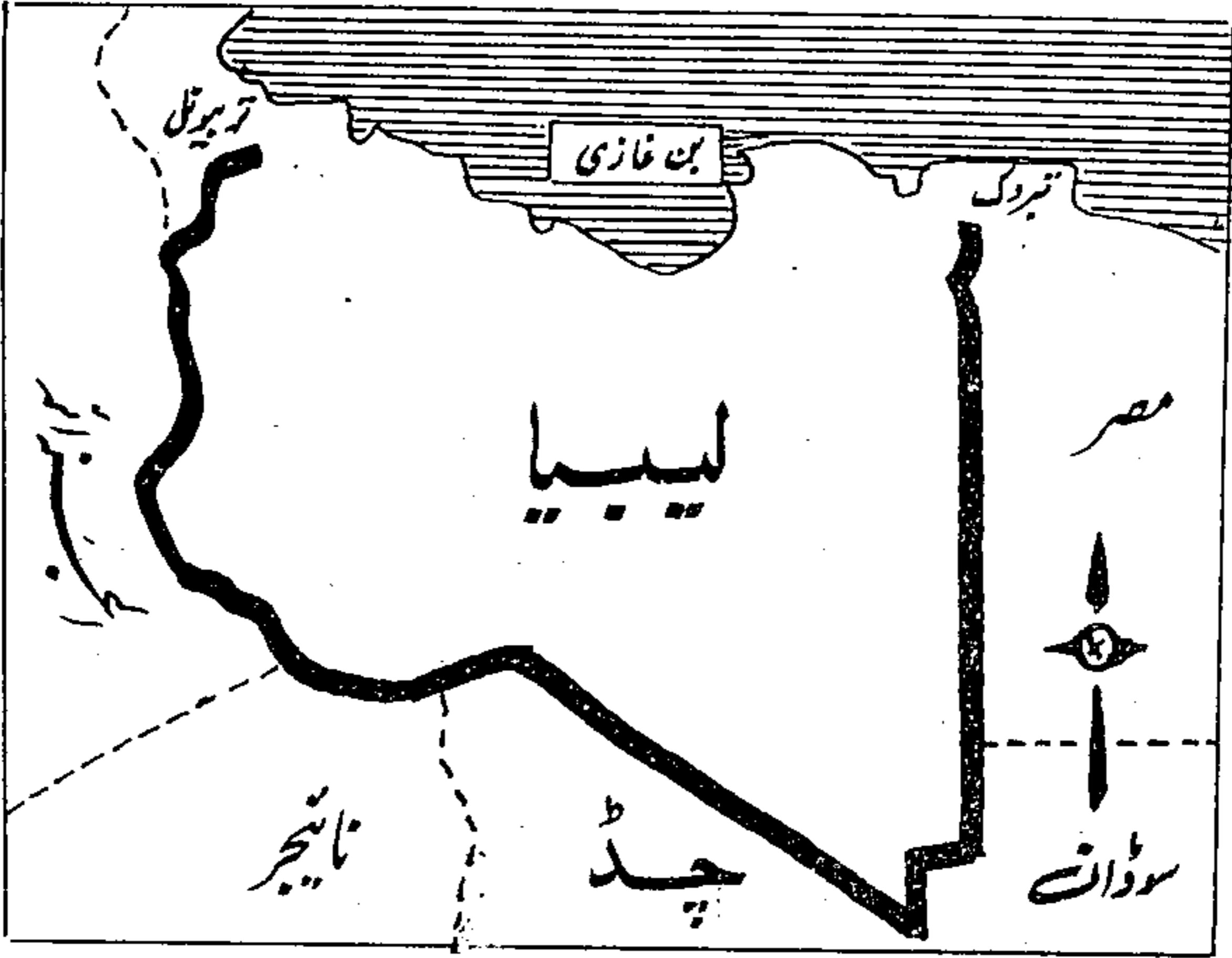
شہرت حاصل کی۔ ۱۹۴۲ء میں دوسری عالمگیر جنگ کے دوران انگریزوں نے سنوسیوں سے وعدہ کیا کہ جنگ کے بعد انھیں کامل آزادی دے دی جائے گی مگر جب جنگ ختم ہوئی تو یہ وعدہ ایفا نہیں کیا گیا۔

دوسری جنگ عظیم میں اٹلی کی شکست کے نتیجے میں نوآبادیاں بھی اس کے قبضے سے نکل گئیں۔ اس وقت اقوام متحدہ کے سامنے جو اہم مسائل تھے۔ ان میں سے ایک مسئلہ سابقہ اطالوی نوآبادیات کے مستقبل کا تھا۔ اقوام متحدہ میں لیبیا کے مستقبل کے بارے میں بڑی بحثیں ہوئیں فرانس نے لیبیا کو اپنی تولیت میں لینے کی کوشش کی۔ مگر جب اسے اپنی یہ خواہش پوری ہوتی نظر نہ آئی تو اس نے لیبیا واپس اٹلی کی تحویل میں دینے کی تجویز پیش کر دی۔ امریکہ نے رائے دی کہ لیبیا کو آزاد کرنے کی بجائے اقوام متحدہ اسے اپنی تولیت میں لے لے۔ برطانیہ اسے اپنی تولیت میں رکھنے پر مُصر تھا مگر مصر اس کی آزادی کا طالب تھا۔

آخر نومبر ۱۹۴۹ء میں اقوام متحدہ نے فیصلہ کیا کہ لیبیا کو آزاد کر دیا جائے۔ نتیجتہً ۲۴ دسمبر ۱۹۵۱ء کو لیبیا کی آزادی کا اعلان ہو گیا۔ اور ۲ جنوری ۱۹۵۲ء سے لیبیا ایک آزاد ملک کہلانے لگا۔ آزادی سے قبل طرابلس اور سائرے نیکا کے علاقوں پر برطانوی اور فیزان پر فرانس کی حکومت

تھی۔ لیبیا کو یورپ اور مشرق وسطےٰ اور مشرق بعید کے درمیان ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے
اس کے ساحلی ٹھکانوں سے بحیرہ روم کی موجوں پر حکومت کرنے، اردگرد کے علاقوں پر چھا
جانے اور مشرق و مغرب کی درمیانی راہوں کو محفوظ کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اس ملک کی یہی
جغرافیائی اور عسکری اہمیت ہی ماضی میں اسے استعماری طاقتوں کا نشانہ حرص و آز بناتی رہی ہے
بہرصورت لیبیا کو آزادی تو ملی لیکن یہاں شاہ ادریس سنوسی کے زیر قیادت موروثی بادشاہت قائم
ہو گئی۔

لیبیا کے تیل کے وسیع ذخائر پر شاہ کو تصرف حاصل تھا۔ ان ذخائر کو ترقی دینے اور ان
کی آمدنی کو لیبیا کے عوام یا عربوں کی بہبود پر خرچ کرنے میں وہ ہمیشہ تامل رہے ہیں۔ کرنل
قذافی اور ان کے ہم خیال افسروں کے لئے یہ صورت حال بیحد تکلیف دہ تھی۔ وہ جانتے تھے
کہ لیبیا کو بادشاہت سے نجات دلا کر ہی داخلی اور بیرونی استحصال کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ
انھوں نے شاہ کا تختہ الٹنے کا منصوبہ بنایا جسے وہ آزاد فوجی افسروں کے گروپ کی مدد سے یکم
ستمبر ۶۹ کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہو گئے اور منصب صدارت پر فائز ہوئے۔

برسراقتدار آنے کے فوراً بعد انھوں نے فلاح کے لئے دوررس اقدامات شروع کئے انقلاب
کے اس منصوبے پر عمل درآمد کا آغاز کرتے وقت اس میں شریک نوجوان افسران کے اس گروہ نے
حلف اٹھایا تھا وہ دینی تعلیمات پر سختی سے عمل پیرا رہیں گے۔ باقاعدگی سے نماز ادا کریں گے۔
اور کسی غیر عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گے۔

کرنل قذافی کا مطمع نظر یہ ہے کہ لیبیا غیر ملکی اثر سے کاملاً آزاد رہے۔ عرب ممالک میں
اتحاد و مودت کے رشتے استوار ہوں۔ عرب علاقوں کو اسرائیلی قبضے سے نجات مل جائے۔ اور
انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسلامی تعلیمات اور اصولوں کی سختی سے پیروی کی جائے۔ وہ اب
تک ان اصولوں پر سختی سے کاربند ہیں۔

لیبیا میں سیاسی انقلاب کے بعد گزشتہ اپریل میں معاشرتی اور ثقافتی انقلاب کا بھی آغاز
کیا گیا۔ اسلامی احکام کے منافی تمام قوانین منسوخ کر دیئے گئے اور اسلامی تعلیمات سے روگردانی
پر متعدد افراد جیل بھیج دیئے گئے۔ انقلابی نوجوانوں نے قحبہ خانے بند کر دیئے۔ نائٹ کلب

ختم کر دیئے، یورپی عورتوں اور ان تمام غیر ملکی باشندوں کو جو ملک میں بے حیائی پھیلانے کا ذریعہ بنتے ملک سے نکال دیا گیا۔ شراب پر پابندی لگ گئی اور مخرب اخلاق لٹریچر کی اشاعت مسدود کر دی گئی۔ لیبیا کئی دوسرے ملکوں میں اسلامی تحریکوں کی مالی مدد بھی کر رہا ہے اور اس نے ۱۹۷۰ء میں جس طرح پاکستان کی مدد کی وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔

معاشی مسائل

لیبیا بنیادی طور پر زرعی ملک ہے تاہم ۱۹۵۷ء میں تیل کے وسیع ذخائر کی دریافت کے بعد ملک میں خوش حالی کا نیا دور شروع ہو چکا ہے اور سکولوں، ہسپتالوں اور بجلی گھروں کا جال بچھ چکا ہے ہر شہری کے لئے تعلیم اور طبی امداد مفت ہے۔

دفاع

۱۹۷۰ء میں لیبیا نے فرانس سے جیٹ طیارے خریدے اور روس سے ٹینک اور دوسرے ہتھیار حاصل کیے۔ ۱۹۷۳ء میں مسلح افواج کی تعداد ۲۵ ہزار تھی۔

انقلاب کے بعد لیبیا زرعی میدان میں

لیبیا کا تقریباً ۴۰ فیصد رقبہ زرعی ہے۔ جہاں مختلف قسم کی اجناس خاص طور پر پھل پیدا ہوتے ہیں۔ لیبیا کا انگور انقلاب سے قبل تک پورے یورپ کے لئے شراب کشید کرنے کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ انقلاب کے بعد تمام معدنی اور زرعی وسائل خود مقامی عوام کے ہاتھ میں آئے تو ان کی طرف خاص توجہ دی گئی۔ برطانیہ، فرانس اور اطالین باشندوں کو وہاں سے نکال پھینکا گیا۔ تاکہ مقامی لوگوں کو ان سے پوری طرح استفادہ کرنے کا موقعہ حاصل ہو زرعی ترقی کے لئے انقلابی کونسل نے خاص انتظامات کیے۔ جدید طرز کے زرعی آلات و اوزار درآمد کیے گئے۔ بڑا مسئلہ ان کے استعمال کا تھا۔ لوگوں کو مقامی طور پر اس سے روشناس کرانے کے ساتھ ساتھ پورے ملک میں جگہ جگہ زرعی سکول، کالج اور یونیورسٹیاں قائم کی گئیں تاکہ آنے

والی نسلیں بہتر طور پر زرعی میدان میں آ سکیں ملک میں شجر کاری کی ہمت افزائی کی گئی کسانوں کو آسان شرائط پر عام قرضے دیئے گئے ۔جدید آلات کے استعمال کے مواقع فراہم کئے گئے اور آب پاشی کے نظام کو بہتر بنایا گیا ۔

لیبیا صنعتی میدان میں

انقلاب سے قبل تک ملک میں صرف انہی کارخانوں کا وجود نظر آتا تھا جن سے غیر ملکی نو آباد کار پوری طرح استفادہ کر سکیں ۔مقامی مزدوروں کی حالت بہت خستہ تھی۔ مزدوروں نے اپنے حقوق کے لیے اگرچہ انتھک تگ و دو کی تھی لیکن وقتاً فوقتاً لیبر قوانین میں تبدیلی کے باوجود مزدوروں کو وہ حیثیت نہ مل سکی تھی ۔جس کے وہ مستحق تھے ۔ علاوہ ازیں صنعت بھی چنداں قابل ذکر نہ تھی ۔

انقلاب سے ملک میں جہاں دیگر شعبوں میں زندگی کی لہر دوڑا دی تھی ۔ وہاں صنعتی میدان میں بھی نمایاں ترقی ہوئی ۔تیل کی صفائی کے لئے آئل ریفائنریاں قائم کی گئیں تاکہ کم قیمت پر خام مال کی فروخت کی بجائے لیبیا کا تیل اپنی پوری قیمت پر فروخت کیا جا سکے ملک میں کیمیکل طرز اور بے شمار دوسرے صنعتی کارخانے قائم کئے گئے جس سے مقامی آبادی کے لئے روزگار کے وسیع مواقع فراہم ہوئے ۔

تیل

لیبیا تیل کی پیداوار میں دوسرا بڑا ملک ہے ۔ وہ نہ صرف کثرت سے تیل پیدا کرتا ہے بلکہ اس کے تیل کا معیار بھی سب سے اعلیٰ ہے ۔ قدرت کے اس عطیہ سے غیر ملکی نو آباد کاروں نے پورا فائدہ اٹھایا ۔ [illegible] غیر ملکی یہ دولت لوٹتے رہے اور مقامی عوام بڑی بے کسی سے تماشہ دیکھتے رہے ۔ انقلاب کے فوراً بعد حکومت نے اس ادارہ کی طرف توجہ دی ۔سب سے پہلا کام جو کیا گیا ۔ وہ یہ تھا کہ تمام غیر ملکی تیل کمپنیوں کے اکاون فی صد حصے قومیا لئے گئے اس کے بعد ان کمپنیوں کے مالیاتی امور کی دیکھ بھال بھی ایک قومی

ادارے کے سپرد کر دی گئی ہے۔ جسے نیشنل آئل کارپوریشن کا نام دیا گیا۔ ۸ / اکتوبر ۱۹۷۲ کو قانون کی رو سے تمام پیداوار کی دولت کا کنٹرول اور منصوبہ بندی اس ادارے کے سپرد کر دیئے گئے اس ادارے کے اہم فرائض یہ ہیں :

۱ ۔ تیل کی پیداوار میں وسعت دینے کے اقدامات کرے گا۔

۲ ۔ اپنے شہریوں کو تربیت دے کر کام پر لگائے ۔

۳ ۔ کمپنیوں پر مالیاتی اور ٹیکنیکل کنٹرول قائم کرے ۔

۴ ۔ پٹرولیم کے معاملات پر تحقیق اور مطالعے کے کام کو آگے بڑھائے ۔

پٹرولیم کی صنعت میں زیادہ سے زیادہ مقامی آبادی کو کھپانے کے لئے نیشنل پٹرولیم انسٹی ٹیوٹ قائم کیا گیا ۔

لیبیا کی عورت

لیبیا میں عورت کو تقریباً وہی حقوق و آزادیاں حاصل ہیں جو سرور دو عالم کی تعلیمات سے انھیں ملی تھیں اسے تعلیم حاصل کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے ۔ وہ صنعتی اور زرعی میدان میں حصہ لے سکتی ہیں ۔ حکومت نے ایسی خواتین کی بہت حوصلہ افزائی کی ہے جو ملکی ترقی میں حصہ لینے کے لیے آگے بڑھیں ۔ کیونکہ لیبیا کی سرزمین فاطمہ بنت عبداللہ کی سرزمین ہے پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ لیبیا کی خواتین اپنے ملک کی ترقی میں حصہ نہ لیں ۔ وہ اپنی تمام تر استعداد اور صلاحیتیں ملکی وسائل کو ترقی دینے میں صرف کر رہی ہیں ۔ البتہ غیر ملکی تسلط کی وجہ سے عورت کی آزادی نے جو بے راہروی کے اثرات مرتب کئے تھے ان کا سد باب کیا گیا ہے انھیں ان حدود میں رہ کر آزادی سے بہرہ ور کا موقع دیا گیا ہے جو اسلام نے وضع کی ہیں ۔

لیبیا کی خارجہ پالیسی اور پاکستان

کرنل معمر القذافی کے انقلاب کے بعد لیبیا کی خارجہ پالیسی میں اہم تبدیلیاں آئی ہیں ۔ لیبیا نے اسلامی دنیا کے اتحاد کے لئے جو کوششیں کیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں

لیبیا عرب قومیتوں کے نظریئے کا حامی ضرور ہے لیکن وہ مقدم حثییت اسلامی نظریے کو دیتا ہے۔ جب بھی کوئی اسلامی ملک غیر ملکی جارحیت کا نشانہ بنا۔ لیبیا پہلا ملک تھا، جس نے اپنے تمام وسائل اس کے حوالے کر دینے کی پیش کش کی۔ پاکستان جب جارحیت کا شکار ہوا تو لیبیا نے اس کا زبردست اثر لیا۔ کرنل معمر القذافی نے بین الاقوامی اعتبار سے جارحیت پر بھرپور وار کئے۔ اور پاکستان کے لئے اپنے پورے وسائل وقف کر دیئے۔ لیبیا کا یہی وہ بے لوث تعاون تھا جس نے اسلامیان پاکستان کے دل موہ لئے اور لاہور شہر کا مشہور سٹیڈیم قذافی سٹیڈیم کہلانے لگا۔ اس موقع پر پاکستان میں لیبیا کے متعلق جو جذبات دیکھنے میں آئے شاید اس کی مثال ملتی ہو۔ لیبیا کی دوستی کا یہ جذبہ جو صرف اسلامی رشتے کی وجہ سے تھا دیکھنے کے لائق تھا۔

لیبیا بڑی طاقتوں سے دوستی کا خواہش مند ضرور ہے لیکن وہ اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ کوئی خواہ مخواہ کسی کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرے اسی لئے لیبیا کی یہ کوشش رہی ہے کہ عرب اتحاد کے ذریعے ان بڑی طاقتوں کو اکھاڑ پھینکا جائے لیبیا ہی وہ ملک ہے جس نے عربوں کو تیل کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی اور اسے ہتھیار بنانے کا مشورہ دیا وہ روس اور امریکہ کی چودھراہٹ کا سخت مخالف ہے۔ لیبیا کے ہی اس مشورے پر عربوں نے اس بے پناہ طاقت کی اہمیت کو تسلیم کرایا۔ علاوہ ازیں اسلامی ممالک کے اتحاد کے لئے لیبیا کی کوششیں ہر لحاظ سے قابل ذکر ہیں۔

لاہور میں اسلامی کانفرنس کے قیام کو لیبیا نے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے اسلامی دنیا کے مل بیٹھنے کا یہ موقع جو انھیں ایک دوسرے کے بہت قریب لائے گا۔ ایک نئے باب کا آغاز ثابت ہو گا جو مسلسل باہمی تعاون میں مدد دے گا۔ لیبیا نے گرمجوشی کے ساتھ اس کانفرنس میں شریک ہونے کا اعلان کیا ہے۔ پاکستان کے عوام لیبیا کی مسلسل اتحاد کی مساعی کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

انسانی تاریخ کی قدیم ترین سیاسی اور حکمران فراعنہ اپنے زمانے میں بڑے بڑے اہرام
تعمیر کر چکے تھے اور عہد عتیق کا مصر دنیا کو آبپاشی اور منظم کاشت کاری کے کئی درس دے
چکا تھا۔ بازنطینی دور میں مصر کو حضرت عمرو بن العاص نے اسلام کے خلیفہ ثانی حضرت عمر بن
خطاب کے زمانہ خلافت میں دنیائے اسلام کا حصہ بنا دیا اور مصر اسلام کے زیر آکر سرتا
سر عربیت اور اسلامیت کے قالب میں ڈھل گیا۔ اس کے بعد اس پر کئی دور گزرے، قاہرہ
فاطمی خلافت کا صدر مقام بنا۔ اسی زمانے میں الازہر کی عظیم الشان مسجد کی تعمیر ہوئی۔ بعد ازاں
خلیفہ العزیز فاطمی نے اس مسجد کے ساتھ ایک دارالعلوم بنوایا جو اب الازہر یونیورسٹی کے نام
سے مشہور ہے۔ ۱۱۷۱ء میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے آخری فاطمی خلیفہ کو اقتدار سے ہٹا کر
مصر کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور اس طرح مصر پر صلیبی حملہ آوروں کے قبضے کا خطرہ ہمیشہ کے
لئے ٹل گیا۔

۱۲۵۰ء میں ایک نیا خاندان مصر پر حکمران ہوا۔ جو تاریخ میں مملوکی خاندان کے نام سے پکارا
جاتا ہے۔ ۱۵۱۷ء میں مصر خلافت اسلامیہ کا ایک صوبہ بن گیا۔ خلافت عثمانیہ کے دور انحطاط
میں دارالخلافت کی طرف سے مصر میں متعین ہونے والے گورنر نیم خود مختاری کی طرف بڑھتے
رہے۔ اور آخر مصر پر ایک بار پھر مملوک قابض ہو گئے۔ ۱۷۹۸ء میں نپولین نے مصر پر حملہ
کیا اور اسے طویل عرصہ کے لئے یہاں جلاوطنی کی سی زندگی گزارنی پڑی۔ اس حملے نے
مملوکوں کو کمزور کر دیا اور ۱۸۰۵ء میں البانوی نژاد محمد علی مصر کا عامل مقرر ہوا۔ جس نے بہت
جلد مرکز سے کٹ کر اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اسے مصر میں محمد علی الکبیر کے نام سے
یاد کیا جاتا ہے۔

محمد علی نے اپنے عہد میں کپاس کی پیداوار کو بہت ترقی دی اور مصر کو اقتصادی طور
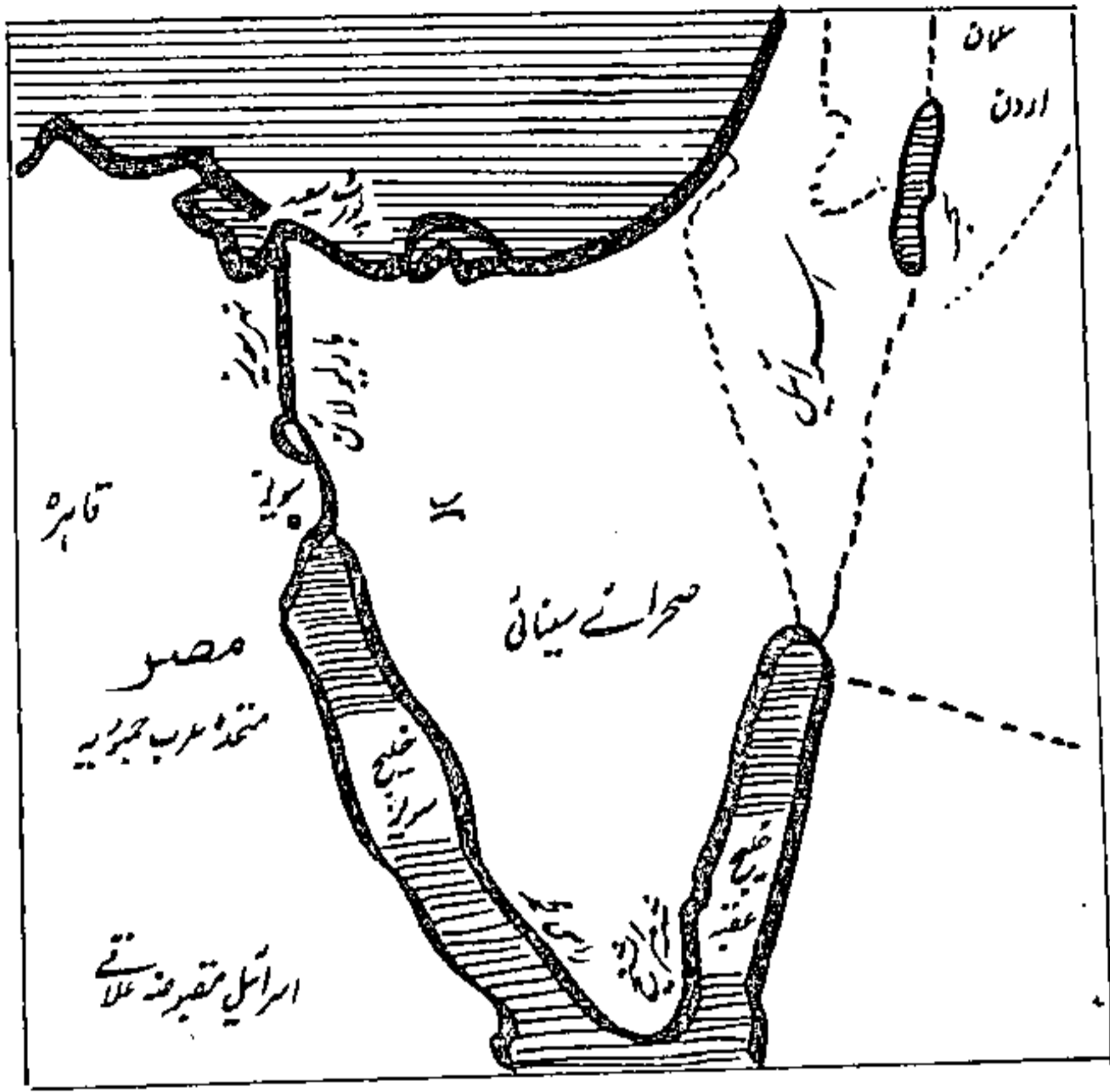
پر بہتر بنانے کے لیئے اسے صنعتی دور میں داخل کرنے کی کوشش کی۔ جو مغربی ملکوں کی سیاست کیوجہ سے ناکام ہو گئی محمد علی کو وہ دور ملا جب مغربی اقوام مشرق وسطی اور برصغیر پر تسلط جمانے کی سرتوڑ کوششیں کر رہی تھیں۔ انگلستان، فرانس اور زارشاہی روس کے درمیان اقتدار کی جنگ زوروں پر تھی۔ اور یہ علاقہ اس جنگ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ ۱۸۶۹ء میں نہر سویز تیار ہوئی۔ اس نہر نے مصر کو بین الاقوامی تجارت کا ارزاں ترین اور قریب ترین راستہ بنا دیا۔ اور مصر کی یہی حیثیت اس کے لیئے لاتعداد خطرات پیدا کرنے کی وجہ بن گئی۔ انگلستان اس وقت کی سب سے بڑی عالمی بحری طاقت کی حیثیت سے ۱۸۸۲ء میں مصر پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ قبضہ پہلی جنگ عظیم تک برقرار رہا۔ اس دوران مصر کی وہی حالت رہی جو کسی نوآبادی کی ہو سکتی ہے اس کے ردعمل میں قوم پرستی کا جذبہ پیدا ہوا۔

۱۹۲۲ء تک مصر میں آزادی کی تحریک زور پکڑ گئی۔ جس کو ٹالنے کے لیئے انگلستان نے مصر کو خود مختاری دی جو برائے نام تھی۔ وفد پارٹی جو اس وقت مصر کی آزادی کی جنگ لڑ رہی تھی۔ پہلے سعد زاغلول اور پھر نحاس پاشا کی قیادت میں کام کرتی رہی۔ فوجی قوم پرست بھی اس جماعت سے وابستہ تھے۔ ان کی جدوجہد کا نتیجہ ۱۹۳۶ء میں اینگلو مصری معاہدے میں چند اہم تبدیلیوں کی صورت میں سامنے آیا۔ نئے معاہدے کے تحت برطانیہ صرف چند مخصوص علاقوں میں خاص طور پر نہر سویز کے علاقے میں اپنی فوج رکھنے کا مجاز قرار پایا۔ اسی سال

فاروق اول تخت نشین ہوا۔ اڈ میں حکومت مصر نے ۱۹۳۶ء کے معاہدے کو منسوخ کر دیا۔

۲۳ جولائی ۱۹۵۲ء میں "آزاد افسروں کی مجلس" کے عنوان سے متحد ہونے والے انقلاب پسند افسروں نے نہایت خاموشی اور کسی خون خرابے کے بغیر شاہ فاروق کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ اور ان کے لڑکے کو تخت پر بٹھا دیا۔ جس کی عمر سات ماہ کی تھی۔ شاہ فاروق جلا وطن کر دیئے گئے۔

۱۸ جون ۱۹۵۳ء کو جمہوریت کے قیام کا اعلان کر دیا گیا۔ اور گروپ کے لیڈر جنرل محمد نجیب نے صدارت کا عہدہ سنبھالا۔ ۱۹۵۴ء میں جنرل نجیب کو اقتدار سے ہٹا دیا گیا اور ان کی جگہ لیفٹننٹ کرنل جمال عبدالناصر مسند صدارت پر متمکن ہوئے۔ صدر ناصر نے آغاز میں امریکہ اور برطانیہ کے ساتھ ابتدائی معاہدے کئے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ فوجی اور اقتصادی امداد کے لئے روس کے ساتھ بھی گفت و شنید کا آغاز کر دیا۔ صدر ناصر کی خارجہ پالیسی کے اس رخ کو کند کرنے کے لئے امریکہ نے اسوان ڈیم کی تعمیر کے لئے وہ امداد منسوخ کر دی جس کا وعدہ کیا گیا تھا۔

صدر ناصر نے امریکہ کے اس دباؤ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور مصر کی آزادی اور خود مختاری کی تکمیل کے لئے پہلا قدم اٹھایا۔ یعنی نہر سویز پر متعین برطانوی فوجوں کو مصر کی سرزمین سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ یہ ۱۹۵۴ء کا واقعہ ہے یہ ان معاہدوں کی تنسیخ کا اعلان تھا جو صدر ناصر کے ابتدائی دنوں میں برطانیہ کے ساتھ ہوئے تھے اس کے تھوڑے عرصے بعد یعنی ۲۶ جولائی ۱۹۵۶ء میں نہر سویز کو قومی ملکیت میں لے لیا گیا۔

برطانیہ اور دوسرے یورپی ممالک نے صدر ناصر کے اس اقدام کے جواب میں جو کارروائی کی وہ اسرائیل کے چہرے پر سے نقاب اٹھا دیتی ہے۔ نہر سویز کو قومی ملکیت میں لینے کے فوراً بعد اسرائیل نے مصری فدائین کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ دونوں کے درمیان جھڑپیں شروع ہوئیں اور بالآخر ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو اسرائیل نے مصر پر حملہ کر دیا۔ اس جنگ کو دوسری عرب اسرائیل جنگ کہا جاتا ہے۔ اس سے قبل ۱۹۴۸ء میں پہلی عرب اسرائیل جنگ ہوئی تھی۔ دوسری عرب اسرائیل جنگ جو نہر سویز کے

قومی ملکیت میں آجانے کے ردعمل کے طور پر عربوں پر ٹھونسی گئی۔ پہلی جنگ سے کہیں وسیع پیمانے پر شروع ہوئی تھی۔ تقریباً ساٹھ ہزار اسرائیلی فوجی جزیرہ نمائے سینائی میں گھس آئے۔ برطانیہ اور فرانس (نہر سویز کے سابق حصہ داروں نے دونوں کو الٹی میٹم دیا اور جنگ بند کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ مصر قدرتی طور پر اس مداخلت کو برداشت کرنے پر تیار نہ تھا۔ صدر ناصر نے اس الٹی میٹم کو مسترد کر دیا اور خدشے کے عین مطابق برطانیہ اور فرانس نے متحد ہو کر مصر پر حملہ کر دیا لیکن جلد ہی امریکہ اور روس نے اقوام متحدہ کے ذریعہ مداخلت کی۔ نتیجے میں فرانس، برطانیہ اور اسرائیل کی فوجیں سرحدوں سے پیچھے ہٹ گئیں۔ یکم فروری ۱۹۵۸ کو مصر اور شام نے متحدہ جمہوریہ کے زیرعنوان ادغام کا اعلان کر دیا۔ جون ۱۹۶۷ کے اوائل میں اسرائیل نے مصر پر حملہ کر دیا اور نہر سویز کے کنارے تک جزیرہ نمائے سینائی پر قبضہ کر لیا۔ ۸ جون ۱۹۶۷ کو جنگ بند ہوئی۔

سربراہ مملکت کا سوانحی خاکہ

مسٹر انورالسادات دسمبر ۱۹۱۸ میں تالا ڈسٹرکٹ کے گاؤں مت ابوالکوم (زیریں مصر) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد میڈیکل ملٹری سروسز میں ملازم تھے۔ ۱۹۳۸ میں ملٹری اکیڈیمی سے گریجویشن کرنے کے بعد انورسادات کا تقرر سگنل کور میں ہوا وہ انقلاب ۵۲ میں کئی خفیہ سرگرمیوں میں شریک رہے۔ اور کئی بار اپنی سیاسی سرگرمیوں کی بنا پر گرفتار بھی ہوئے، اور فوج سے بھی معطل کئے گئے۔ بہرحال ۱۹۵۰ میں ایک بار پھر سگنل کور میں بحیثیت کیپٹن واپس آئے۔

یوم انقلاب ۲۲ جولائی ۵۲ء کو انھیں نشریاتی اداروں اور ٹیلی وژن پر قبضہ کا حکم ملا۔ انھوں نے عوام کو انقلاب کے بارے میں آگاہ کرنے کے لئے پہلا بیان نشر کیا۔ ان کو وزیر مملکت اور پھر قومی کانگریس کی کمیٹی کا سیکرٹری جنرل مقرر کیا گیا۔ ۱۷ اگست ۵۷ کو قومی یونین کا سیکرٹری جنرل مقرر کیا گیا۔ انورسادات روزنامہ الجمہوریہ کے سربراہ رہے اور ۱۹۵۶ کے دوران ان کے مقالے پابندی سے شائع ہوتے تھے۔

۲۲ جولائی ۱۹۶۰ء میں انھیں قومی اسمبلی کا صدر منتخب کیا گیا۔ انور السادات اس عہدے پر ۶۸ء تک کام کرتے رہے۔ ۲۰ فروری ۱۹۶۱ کو انھیں افرو ایشین استحکام کونسل کا چیرمین مقرر کیا گیا اسی سال انہوں نے قومی اسمبلی کے اس وفد کی قیادت کی جو روس کے دورے پہ گیا تھا۔ ۶۲ء میں انور السادات کو صدارتی کونسل کا رکن منتخب کیا گیا۔ اور ۶۸ء میں اعلیٰ انتظامی کمیٹی کے رکن منتخب ہوئے۔

صدر انور سادات نے بہت سفر کئے اور کئی موقعوں پر بین الاقوامی کونسل میں اپنے ملک کی نمائندگی کی۔ وہ رباط اسلامی کانگریس کے چیرمین تھے۔ انقلاب کے فوراً بعد انھوں نے یمن کے علاوہ عرب اور افریقی ممالک کا دورہ کیا۔ صدر انور السادات نے ۱۹۶۶ء میں امریکا کا ۶۷ء میں روس کا دورہ کیا۔

انقلاب مصر کے موقعہ پر ایک فوجی ہیڈ کوارٹر میں شاہ فاروق کے وفادار فوجی افسروں اور کابینہ کا اجلاس ہو رہا تھا اس اجلاس میں شریک ہونے والے تمام افراد کو گرفتار کرنے کی ذمہ داری دو مصری انقلابی فوجی افسروں پر ڈالی گئی۔ عبدالحکیم عامر اور انور سادات جب یہ دونوں افسر کمرے کے دروازے پر پہنچے تو محافظ نے انھیں روکا۔ عبدالحکیم عامر تو ایک خفیہ کوڈ سنا کر اندر چلے گئے لیکن انور سادات کو وہ خفیہ کوڈ یاد نہ رہا اس لئے وہ باہر ہی کھڑے رہے۔ عبدالحکیم عامر نے اندر جا کر تمام افسروں کو گرفتار کر لیا۔ اور یوں انقلاب مصر بپا ہو گیا۔ اس واقعہ کا ذکر خود انور سادات نے اپنی کتاب میں کیا ہے جو انھوں نے انقلاب مصر کے بارے میں لکھی ہے۔

انور السادات مرحوم صدر ناصر کے خاص رفقاء میں شمار ہوتے تھے اور ہر مشکل گھڑی میں ان کے ساتھ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ کرنل ناصر نے برسر اقتدار آ کر انور سادات کو اپنی کابینہ میں شامل کر لیا۔ اور وہ تمام عرصہ کے دوران مصر کی حکومت سے وابستہ رہے۔ جب صدر ناصر انتقال فرما گئے تو انور سادات کو ان کی جگہ مصر کا صدر بنا دیا گیا۔ وزیر اعظم علی صابری تھے۔ جو صدر ناصر کے انتہائی قریبی ساتھیوں میں سے خیال کئے جاتے تھے۔ تمام اختیارات بھی ان ہی کے پاس تھے اور مصر کے اصلی حاکم بھی وہی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ علی صابری نے

انور السادات کو مصر کا صدر اس لئے بنایا کیونکہ ان کے خیال میں انور سادات ایک بے ضرر آدمی تھے جو کسی کے راستے کا روڑہ بننے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ لیکن علی صابری نے انور سادات کا اندازہ غلط لگایا۔ اقتدار حاصل کرنے کے بعد صدر سادات نے علی صابری اور ان کے ساتھیوں کو برطرف کر دیا۔ انھیں عرب سوشلسٹ یونین سے بھی نکال دیا۔ اور جیل میں ڈال دیا۔ مصر کی سیاست میں علی صابری کو روس کا حامی خیال کیا جاتا تھا اس لئے ان کی برطرفی اور گرفتاری کو مصر میں روس کے اثر و نفوذ پر ایک کاری ضرب سمجھا جانے لگا۔

جب صدر انور سادات نے اپنا عہدہ سنبھالا تو مصر انتہائی ناساعد حالات سے دو چار تھا۔ مصر کی وہی حالت تھی جو جنگ میں ایک شکست خوردہ ملک کی ہوتی ہے جون ۱۹۶۷ء کی جنگ میں مصر کو انتہائی تباہ کن شکست ہوئی تھی۔ مصری فوج کا شیرازہ بکھر چکا تھا اور اس کے جوانوں اور افسروں کے حوصلے انتہائی پست تھے۔ کروڑوں ڈالر کا اسلحہ جنگ میں ضائع ہو چکا تھا یا دشمن کے ہاتھ لگ چکا تھا۔ عام مبصرین کی بھی یہی رائے تھی کہ مصری فوج کو جنگ ۱۹۶۷ء سے پہلے کی صورت حال پر جانے کے لئے بھی کم از کم پانچ سال درکار تھے۔ پورا صحرائے سینائی، شرم الشیخ اور غزہ جیسے اہم علاقے دشمن کے قبضے میں تھے۔ اور اسرائیلی افواج نہر سویز کے مشرقی کنارے پر مورچے سنبھالے کھڑی تھیں۔ فوجی محاذ کے علاوہ اقتصادی محاذ پر بھی صورت حال انتہائی خراب تھی۔ نہر سویز مصر کی آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ تھی۔ لیکن جنگ کی وجہ سے بند پڑی تھی۔ اور اس کی بندش سے مصر کو ہر سال کروڑوں ڈالر کا نقصان برداشت کرنا پڑ رہا تھا۔ اس کے علاوہ جنگ ۶۷ء کے بعد پورے ایک سال تک مصر اور اسرائیل کے درمیان محدود پیمانے پر جھڑپوں اور فضائی جنگ کا جو سلسلہ جاری رہا اس سے بھی مصر کی معیشت پر بہت برا اثر پڑ رہا تھا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ملک کو دفاعی لحاظ سے مضبوط کرنے کے لئے اور دشمن سے دو دو ہاتھ کرنے کی خاطر مصر کو اپنی آمدنی کا ایک کثیر حصہ دفاع اور فوجی تیاریوں پر خرچ کرنا پڑ رہا ہے ان حالات میں بیروزگاری، مہنگائی اور افراط زر کے مسائل انتہائی پریشانی کا باعث بن رہے تھے۔

جامع الازہر

جامع ازہر دنیائے اسلام میں ایک عظیم و قدیم ترین اسلامی درسگاہ ہے

۷۲-۱۹۷۱ کے اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ الازہر یونیورسٹی میں ۲۴۸۲۷ طلبا ہیں جن میں سے ۱۶۹۲ غیر ممالک سے آئے ہوئے ہیں جو تقریباً ۵۹ ملکوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ جامعہ ازہر نے ان غیر ممالک سے آئے ہوئے طلبا کے لئے معاشی اور رہائشی سہولتوں کی فراہمی کا انتظام کر دیا۔ پہلے یہ طلبا گیلریوں اور برآمدوں میں رہتے تھے۔ ان کے لئے ایک آبادی تعمیر کی گئی ہے۔ جو محلہ عباسیہ قبیلہ میں واقع ہے اور جامع الازہر کو جانے والی بڑی سڑک پر واقع ہے یہ بستی تقریباً تین فدان قطعہ زمین پر تعمیر کی گئی ہے اور عمارتی رقبہ بیس فدان ہے جبکہ باقیماندہ دس فدان باغیچوں اور پارکوں اور سڑکوں میں جو ان عمارتوں کے درمیان سے گزرتی ہیں۔ استعمال کیا گیا ہے اس آبادی کا سنگ بنیاد ۱۹۵۴ء میں رکھا گیا۔

الازہر کا قانون یونیورسٹی سطح کی تعلیمات میں انقلابی تبدیلیوں تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ اس میں الازہر کے تعلیمی اداروں کو بھی شامل کیا گیا ہے جو الازہر کے تعلیم کی بنیاد سمجھے جاتے ہیں۔ قرآن مجید حفظ کرانے والے مدارس کو ان طلبا کی نسبت سے جو الازہر کے اعدادیہ تعلیمی اداروں میں داخلہ کے لئے آتے ہیں پہلا مرحلہ قرار دیا گیا ہے۔

جہاں تک الازہر کے تعلیمی اداروں میں ابتدائی شعبوں کا تعلق ہے تو وہ اب اعدادی ادارے بن گئے اور ثانوی شعبے الازہر کے ثانوی تعلیمی ادارے، اعدادی اداروں کی تعلیمی مدت تین سال اور ثانوی تعلیمی اداروں کی تعلیمی مدت ۴ سال ہے یہ ادارے وزارت تربیت و تعلیم کے عام نصاب کے ساتھ ساتھ طالب علموں کو اسلامی ثقافت سے لیس کرتے ہیں الازہر کی اعدادی درس گاہ کا طالب علم عام ثانوی مدارس میں داخلہ لے سکتا ہے۔ اس طرح الازہر کی ثانوی درسگاہوں کا طالب علم مصر کی دوسری یونیورسٹیوں میں داخلہ لے سکتا ہے جمہوریہ مصر میں الازہر کی اعدادی درس گاہوں کے طلبا کی تعداد ۱۹۴۸۷ ہے اور طالبات کی تعداد ۹۴۳ ہے

جبکہ ازہر کے ثانوی اداروں کے طلبا کی تعداد ۸۷۹۷۱ ہے اور طالبات کی تعداد ۱۶۵۰ ہے۔
جس طرح یونیورسٹی میں لڑکیوں کا کالج بن گیا ہے اسی طرح ان کے لئے اعدادی اور ثانوی درس گاہیں بھی بن گئی ہیں المعارف میں لڑکیوں کی ثانوی درس گاہ میں جو ۱۹۶۲ء میں تعمیر کی گئی تھی تقریباً ایک ہزار طالبات ہیں۔ اور اعدادی درس گاہ میں ۴۷۳ طالبات ہیں۔
طالبات مخصوص لباس پہنتی ہیں جو اسلامی روایات کے مطابق ہے۔ درس گاہ کے شیخ نے بتایا کہ گزشتہ سال ثانوی امتحان میں کامیابی صد فی صد تھی یہ ایسی کامیابی ہے جو عام تعلیم کے کسی ثانوی مدرسہ میں حاصل نہیں ہوئی۔
طالبات کو دینی علوم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ آج جمہوریہ مصر میں لڑکیوں کے لئے الازہر کے تین تعلیمی ادارے ہیں۔ پہلا تعلیمی ادارہ المعادی میں دوسرا طنطا اور تیسرا بالائی مصر میں سوہاج میں۔

یہ ہے ازہر یونیورسٹی کا ایک سرسری جائزہ جو ایک ایسی اسلامی یونیورسٹی ہے جس نے گزشتہ ایک ہزار سال سے علم اور دین اسلام کی نشر و اشاعت کی امانت اٹھا رکھی ہے اور اس امانت کا پورا حق ادا کر رہی ہے ؂

ملائشیا

تیرہ ریاستوں پر مشتمل ایک وفاق

ملائشیا ایک وفاق ہے جو تیرہ ریاستوں کیداہ، جوہور، کیلانتان، ملاکا، نیگری سمبیلان پہانگ، پینانگ، پیراک، پرلیس، سیلانگور اور ترنگانو (مغربی ملائشیا) اور صباح اور سارا واک (مشرقی ملائشیا) پر مشتمل ہے۔ وفاق کا قیام ۱۶ ستمبر ۱۹۶۳ء کو عمل میں آیا تھا اور اس میں ملایا سنگاپور برطانوی شمالی بورنیو (جس کا نیا نام صباح رکھا گیا) اور سارا واک شامل ہوئے تھے۔ برطانیہ ۵۷ء میں ملایا پر اپنے قبضے سے دست بردار ہو گیا تھا۔ اور اس کے بعد اس نے شمالی بورنیو، سارا واک اور سنگاپور پر بھی اپنا قبضہ ختم کر دیا۔

نیا وفاق برطانوی دولت مشترکہ کا رکن ہے۔ ۹ اگست ۱۹۶۵ء کو سنگاپور وفاق سے الگ ہو کر آزاد مملکت بن گیا لیکن اس نے ملائشیا سے اپنے فوجی روابط برقرار رکھے وفاق سے سنگاپور کی علیحدگی ملائشیا اور سنگاپور کے حکام کے درمیان ایک سمجھوتے کے تحت اس خیال سے ہوئی کہ اس طرح سنگاپور کی غالب قدیم چینی آبادی اور وفاق کی ملائی آبادی کے درمیان جس کے ہاتھوں میں وفاقی حکومت کا کنٹرول تھا۔ کشیدگی کی فضا ختم ہو سکے گی۔ سنگاپور کی علیحدگی کے بعد ملائشیا میں ملائی آبادی کا تناسب ۴۴ فیصد اور قدیم چینی آبادی کا تناسب ۳۴ فیصد ہو گیا۔ باقی آبادی بھارتیوں، پاکستانیوں اور انڈونیشیوں اور دوسرے لوگوں پر مشتمل ہے اسی فیصد سے زائد آبادی ملایا میں رہتی ہے۔ وفاقی دارالحکومت کوالالمپور اور سرکاری زبان ملائی ہے۔

ملایا کے پرانے وفاق میں ۱۱ ریاستیں تھیں جہاں آزادی کے بعد آئینی بادشاہت قائم تھی۔ سارا واک شمالی مغربی بورنیو میں سابق برطانوی نوآبادی تھی نئے وفاق کو انڈونیشیا نے تسلیم نہیں کیا تھا۔ فلپائن بھی وفاق کے مخالفوں میں تھا لیکن ۱۱ اگست ۱۹۶۶ء کے

ایک معاہدہ کے تحت ملائشیا اور انڈونیشیا کے تعلقات بحال ہو گئے تعلقات کی کامل بحالی ۲۱ اگست ۶۷ کو ہوئی۔ مشرقی ملائشیا جو صباح (دارالحکومت کوٹا کینا بالو) اور سارا واک (دارالحکومت کوچنگ) پر مشتمل ہے۔ جزیرہ بورنیو کے شمال ساحل پر واقع ہے۔ اور اس کی آبادی ۱۷ لاکھ ۲۰ ہزار (۷۲ء) اور رقبہ ۷۷۲۳۸ مربع میل ہے۔

مغربی ملائشیا کا رقبہ تقریباً ۵۲ ہزار مربع میل ہے۔ وفاق ملائشیا کا مجموعی رقبہ ایک لاکھ ۴۰ ہزار مربع میل ہے۔ ملائشیا جغرافیائی محل وقوع کے اعتبار سے ہندوستان اور چین کے درمیان مختصر ترین بحری راستے کے قریب واقع ہے اس کے دو منطقوں (مشرقی اور مغربی) کو بحر جنوبی چین ۴۰۰ میل تک ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے۔ شمال میں تھائی لینڈ کے ساتھ مغربی ملائشیا کی زمینی سرحد ملتی ہے۔ جنوب میں ایک مختصر بحری راستے کے ذریعہ اس کا جمہوریہ سنگاپور کے ساتھ رابطہ ہے۔ مغرب میں ملاکا کی کھاڑی کے پار انڈونیشی جزیرہ سماٹرا واقع ہے مشرقی ملائشیا کے شمال مشرق کی جانب فلپائن ہے۔ وفاقی دارالحکومت کوالالمپور کا رقبہ ۳۶ مربع میل ہے پچھلی ایک صدی کے اندر یہ ملائشیا کا سب سے بڑا اور گنجان آبادی والا شہر بن چکا ہے۔ آبادی اس وقت تقریباً ۵ لاکھ ہے۔
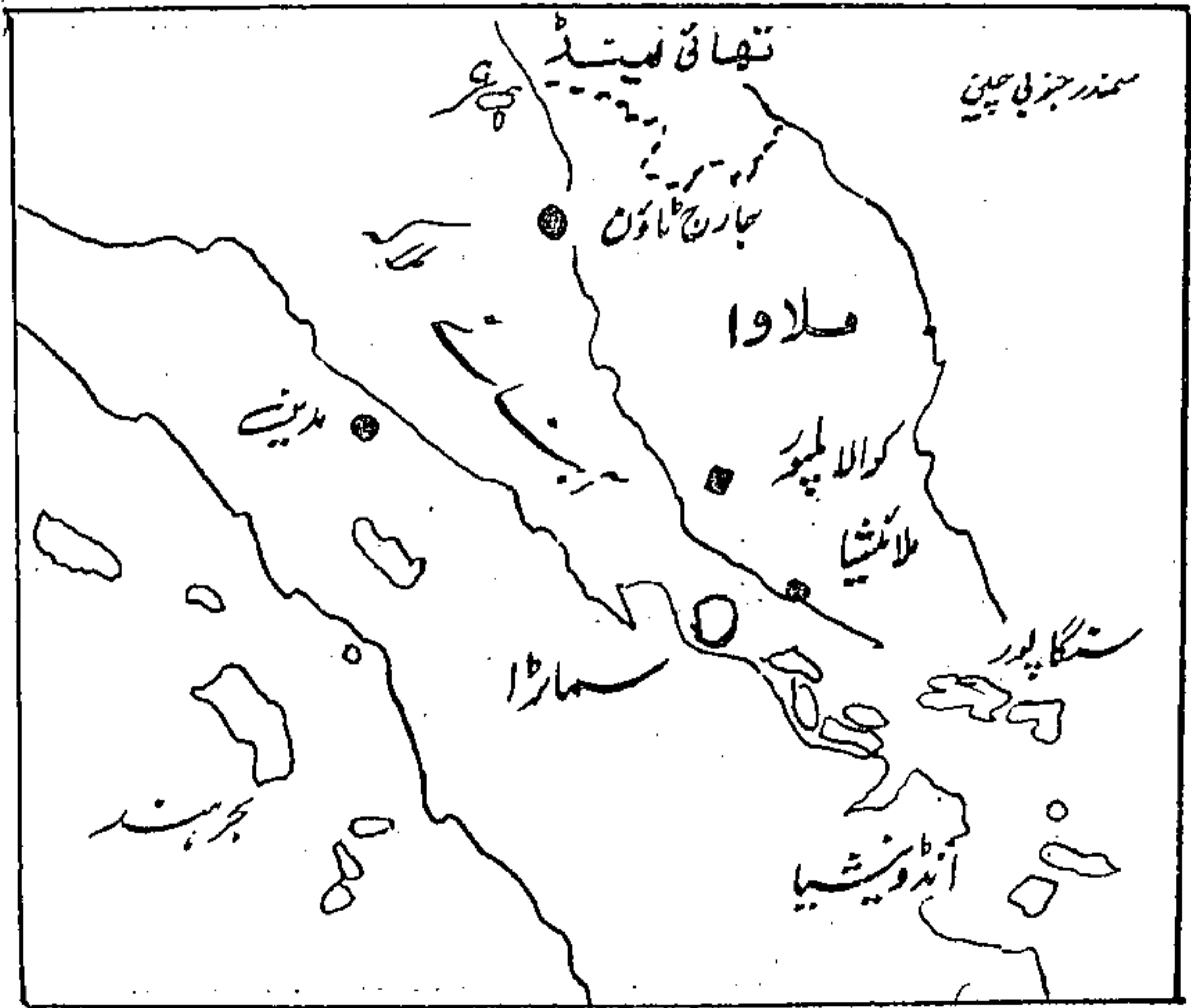
تاریخی پس منظر

آثار قدیمہ کی تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ ساراواک کے غاروں میں انسان کی بود و باش پچاس ہزار قبل مسیح بھی تھی۔ عیسوی کیلنڈر کے آغاز کے ساتھ ہی یہاں لوہے کے زمانہ کی بستیاں قائم ہوگئیں اور جنوبی چین اور ہندوستان سے آنے والے مسافروں کے ذریعہ جنوبی جوہر اور مغربی بورنیو میں سانتو بونگ کی بستیوں کے ساتھ تجارتی روابط قائم ہو گئے تھے۔

اسلامی اثر

اس کے بعد ملائشیا کی تاریخ مختلف بدھ اور ہندو سلطنتوں کی تاریخ سے مربوط ہے جو اس منطقے کے مختلف حصوں میں مختلف ادوار میں قائم رہیں۔ اسلام کے اثرات یہاں ۸۷۸ء میں پہنچے۔ بعض مورخین کی رائے میں آبادی کے بڑے حصے نے ۱۲۰۴ء یا اس کے قریبی دور میں اسلام قبول کیا اس طرح اسلام یہاں کی معاشرتی اور سیاسی زندگی کی ایک نئی طاقت بن گیا۔ اس صدی کے آغاز میں ریاست ترنگانو میں پتھر کی ایک تختی ملی تھی۔ جس پر ایک ملائی عبارت عربی رسم الخط میں لکھی ہوئی پائی گئی۔

۷۰۲ھ (۱۳۰۲ء) درج ہے اس طرح یہ باور کرنے کی وجوہ موجود ہیں کہ اسلام ملائشیا میں چاروں جانب سے پہنچا۔ تاہم تاریخی ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام یہاں عرب اور ہندوستانی مسلمان تاجروں کے ذریعے پھیلا۔ پندرھویں صدی کے آغاز میں سماٹرا کے ایک شہزادہ پرمیشور نے ملاکا کی سلطنت قائم کی۔ ۱۴۱۴ء میں اس نے اسلام قبول کر کے اپنا نام محمد سکندر شاہ رکھ لیا۔ اس طرح ملاکا اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا اہم مرکز بن گیا اور اس کے ذریعے جنوب مشرقی ایشیا کے دوسرے حصوں میں بھی اسلام کی روشنی پھیلی۔

اسلام کے پرچم تلے ملاکا کے چین، ہندوستان اور اسلامی دنیا سب سے تجارتی تعلقات تھے اور یہاں خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ ۱۵۱۱ء میں پرتگالیوں نے ملاکا پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ملائشیا میں یورپی اثر و اقتدار کے نفوذ کا نقطہ آغاز بن گیا۔

۱۶۴۱ء میں چھ ماہ کے محاصرے کے بعد ملا کا ولندیزیوں کی جھولی میں چلا گیا۔ بالآخر ۱۸۲۴ء میں ولندیزیوں نے ایک اور برطانوی مقبوضہ علاقہ کے عوض اس کا قبضہ انگریزوں کو دے دیا۔ جزیرہ نما ملایا میں برطانیہ کا مفاد ابتداً تجارتی نوعیت کا تھا۔ ۱۷۸۶ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے سلطان کیداہ سے جزیرہ پینانگ کا قبضہ حاصل کر لیا۔ بعد ازاں ۱۸۱۹ء میں سنگا پور میں ایک فیکٹری کا قیام عمل میں آیا اس طرح ۱۸۲۴ء تک ایسٹ انڈیا کمپنی پیناںگ، ملاکا اور سنگا پور پر قابض ہو چکی تھی۔

۱۸۶۷ء میں ان جزائر کا نظم و نسق انڈیا آفس سے دفتر نو آبادیات کو منتقل کر دیا گیا ۱۸۷۴ء میں ملایا کی ریاستوں کے بارے میں برطانوی حکومت کی پالیسی میں تبدیلی عمل میں آئی کیونکہ اس کے تجارتی مفادات کو مسلسل خانہ جنگی اور بحری قزاقوں کے ہاتھوں سخت خطرات لاحق تھے۔ چنانچہ برطانوی ریذیڈنٹ مقرر کئے گئے جو سلطان کو مذہب اور مقامی رسم و رواج سے متعلق مسائل کے سوا باقی تمام امور پر مشورہ دیتے تھے۔

۱۸۹۵ء میں پیراک، سیلانگور، نیگری سمبلان اور پہانگ کی ریاستوں نے ایک وفاق قائم کر لیا۔ ۱۹۰۹ء میں سیام نے ایک معاہدہ کے ذریعے کیداہ، پرلس، کیلانتان اور ٹرنگانو کے حقوق انگریزوں کو منتقل کر دیئے۔ ۱۹۱۴ء میں جوہور بھی اس گروپ میں شامل ہو گیا یہ پانچوں ریاستیں وفاق ملایا میں شامل تو نہ ہوئیں تاہم مشترکہ گورنر جنرل اور برطانوی حکام کے آزادانہ تبادلہ کے ذریعے ان ریاستوں اور وفاق کے درمیان رابطہ قائم رہا۔ ۱۸۴۱ء میں ایک برطانوی سیاح کو ساراواک کا وائسرائے بنا دیا گیا۔ ۱۸۸۸ء میں ساراواک برونی اور شمالی بورنیو (صباح) زیر حفاظت علاقے قرار دیئے گئے۔ دوسری عالمگیر جنگ میں ملایا اور بورنیو پر جاپانیوں کا قبضہ ہو گیا جو ۱۲ ستمبر ۱۹۴۵ء کو ختم ہوا اور ۱۹۴۶ء میں ملایا کی یونین قائم ہوئی اور ملا کا اور پیناںگ بھی ملائی ریاستوں سے آملے۔ ۱۹۴۸ء میں یہاں ایک نئے وفاق کا قیام عمل میں آیا۔ جنگ کے بعد ۱۹۴۸ء سے لے کر ۱۹۶۰ء تک ملایا میں ہنگامی حالت نافذ رہی۔ ۱۹۶۰ء میں جب سرکاری فوج کمیونسٹ باغیوں کا مکمل قلع قمع کرنے میں کامیاب ہو گئی تو ہنگامی حالت ختم کر دی گئی۔ ہنگامی حالت کے دوران ہی ۱۹۵۵ء میں نیا آئین نافذ کیا گیا جس کی رو سے حکومت کا

اختیار عوام کے منتخب نمائندوں کو مل گیا۔ وفاق کے پہلے عام انتخابات جو ۱۹۵۵ء میں ہوئے تھے۔ الائنس پارٹی (متحدہ جماعت) کو جس میں تین جماعتیں شامل ہیں ۵۲ منتخب نشستوں میں سے ۵۱ نشستیں حاصل ہوئیں تنکو عبدالرحمن نے جو متحدہ جماعت کے قائد تھے وزیر اعظم اور وزیر خارجہ کی حیثیت سے فرائض سنبھالے۔ آپ ملایا کے لئے سیف گورنمنٹ اور آزادی حاصل کرنے کی غرض سے ایک وفد لیکر لندن گئے۔ ان کا یہ مشن کامیاب رہا اور ۳۱ اگست ۱۹۵۷ء کو ملایا آزاد ہوا۔ ادھر ستمبر ۱۹۶۲ء تک شمالی بورنیو اور ساراواک کی اسمبلیوں نے نئے وفاق میں شمولیت کی منظوری دیدی۔ ۱۶ ستمبر ۶۳ کو وفاق ملائشیا قائم ہونے پر تنکو عبدالرحمن اس کے بھی وزیر اعظم اور وزیر خارجہ رہے

صنعتیں

ربڑ، ٹین، عمارتی لکڑی، خام لوہا اور ناریل اہم پیداوار ہیں کل برآمدات میں ربڑ کا حصہ ۴۳ فیصد اور ٹین کا ۱۳ فیصد ہے۔ ٹین کی کل عالمی پیداوار کا ۳۲ فیصد ملائشیا میں پیدا ہوتا ہے دیگر زرعی پیداوار چاول، چینی، کالی مرچ اور کافور پر مشتمل ہے۔ چھوٹی صنعتوں میں ربڑ کی اشیا، برتن، سیمنٹ، فرنیچر، اینٹیں، ٹائلیں، صابن کھاد شامل ہیں۔

مذہب اور زبان

ملائی اور بعض دوسرے مسلم ہیں دوسرے لوگ بودھ عیسائی اور ہندو ہیں ملائی قومی زبان ہے اور مغربی ملائشیا کی سرکاری زبان بھی مشرقی ملائشیا میں ملائی اور انگریزی سرکاری زبانیں ہیں۔

دفاع

۱۹۷۱ء میں ملائشیا کی مسلح افواج کی تعداد ۵۰ ہزار تھی۔ برطانیہ، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کی کچھ افواج بھی ملائشیا کی دفاعی ضروریات پوری کرتی ہیں۔

الجزائر کی آزادی کی خونچکاں داستان
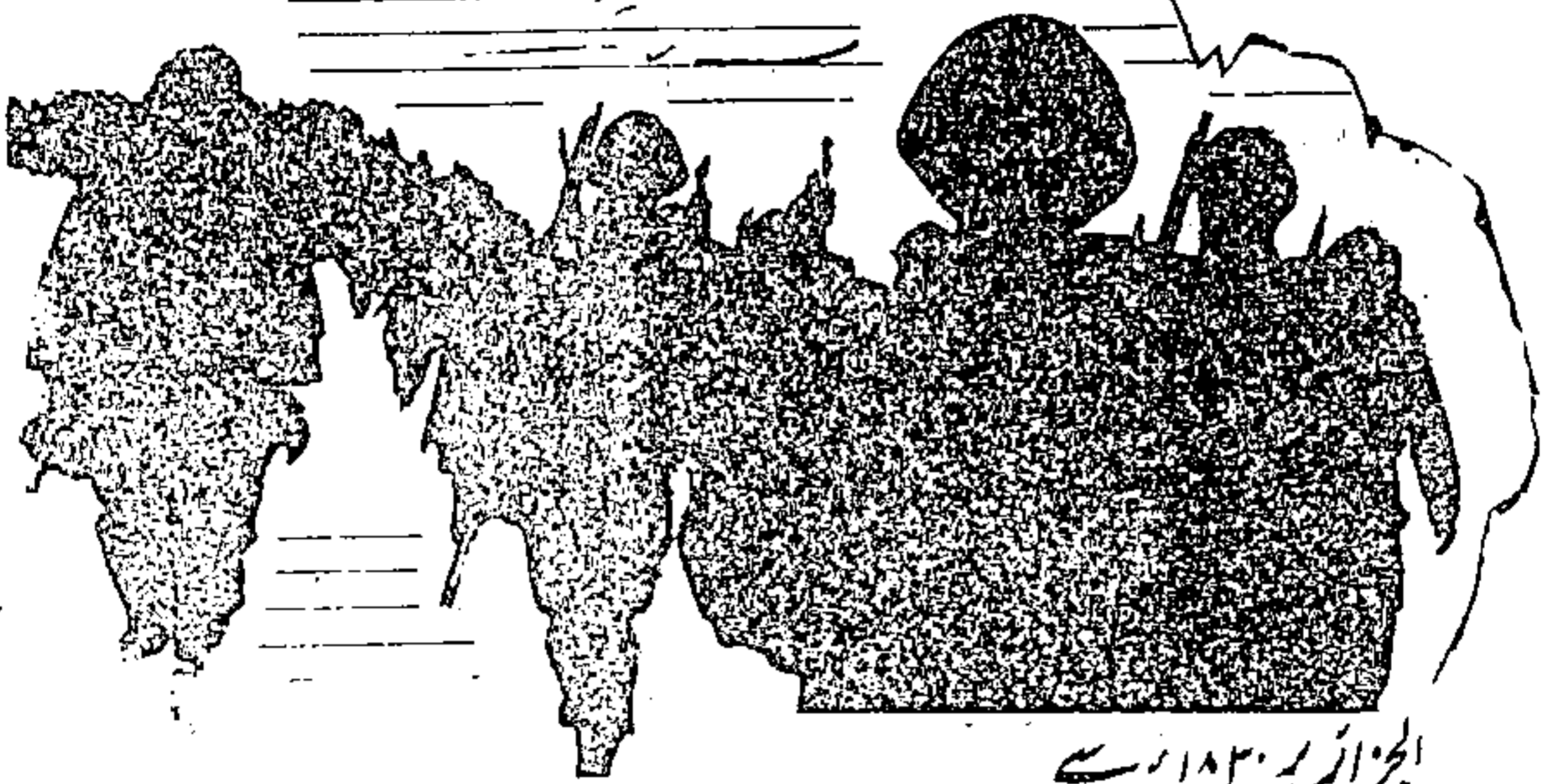
الجزائر پر ۱۸۳۰ء سے فرانسیسی سامراج کی حکومت تھی۔ دوسری عالمی جنگ سے پہلے یہاں کی پسماندہ اور غیر منظم آبادی نے کئی بار قومی آزادی کے لئے جنگیں لڑیں۔ لیکن چونکہ اس کے پاس تنظیم و تحریک کا کوئی خاص سامان نہ تھا اس لئے سامراج ہر بار اسے تشدد سے دبا دیتا تھا۔

دوسری عالمی جنگ کے بعد شمالی افریقہ میں فرانس کی پوزیشن بہت کمزور ہو گئی۔ جس کی وجہ سے الجزائر میں تحریک آزادی کا باقاعدہ آغاز ہو گیا۔ فروری ۱۹۴۳ میں الجزائر کی لبرل بورژوائی نے ایک مینی فیسٹو تیار کیا۔ جس میں الجزائر کی داخلی خودمختاری کا مطالبہ کیا گیا تھا اور ملک کو آزاد مسلم ریاست قرار دینے کی تجویز پیش کی گئی تھی مارچ ۱۹۴۴ میں اس مینی فیسٹو کے حمائیوں نے منظم طور پر جدوجہد آزادی کا آغاز کر دیا۔

مئی ۱۹۴۵ء کو جب ساری دنیا کے اتحادی ممالک "وکٹری ڈے" منا رہے تھے۔ الجزائر میں اچانک ہمہ گیر بغاوت پھوٹ پڑی۔ فرانسیسیوں نے اس بغاوت کو دبانے کے لئے زبردست تشدد کیا۔ جس کے نتیجے میں کم و بیش ۴۰۰۰۰ افراد موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔

نومبر ۱۹۵۴ء سے لے کر مارچ ۶۲ء تک یعنی پورے ۷ سال تک الجزائری قوم پرستوں اور فرانسیسی سامراجیوں میں زبردست خونی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ جس میں ہزارہا محب وطن شہید ہوئے۔ فرانس اپنے مخصوص اقتصادی، سیاسی اور عسکری مفادات کی خاطر الجزائر سے کسی قیمت پر دستکش نہ ہونا چاہتا تھا۔ الجزائر کے صحرا میں فرانسیسیوں نے تیل کے عظیم ذخیرے دریافت کر لئے تھے۔ وہ ان پر اپنی اجارہ داری قائم رکھ کر سرمایہ دار دنیا میں اپنی پوزیشن مضبوط بنانا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ الجزائر کے فرانسیسی آباد کار جو ملک کے تمام اقتصادی اداروں پر قبضہ کئے ہوئے تھے اپنے مفادات کو کسی قیمت پر چھوڑنا نہ چاہتے تھے۔ فرانسیسی حکومت کی پالیسی پر ان کا بڑا اثر تھا اور وہ الجزائر کو ہمیشہ غلام رکھنے کے لئے حکومت پر زور دیتے رہتے تھے۔

الجزائر کی قومی آزادی کی تحریکوں میں قومی سرمایہ داروں نے رہبرانہ کردار ادا کیا ۴۶ء میں جب فرانس کی آئین ساز اسمبلی کے انتخابات ہوئے تو الجزائر کی ڈیموکریٹک یونین نے ۱۳ نشستوں میں سے ۱۱ نشستیں جیت لیں۔ اسی سال چھوٹے تاجروں، دستکاروں، دانشوروں اور الجزائر کی کمیونسٹ پارٹی ۱۹۲۰ء میں بنی تھی۔ شروع شروع میں یہ پارٹی فرانسیسی کمیونسٹ پارٹی سے علیحدہ ہو کر خود مختار ہو گئی۔ ۱۹۴۶ء میں اس نے ایک منشور کے ذریعے الجزائر کو جمہوری خود مختار ریاست بنانے کا مطالبہ کر دیا۔ اس نے آزادئ الجزائر کے لئے تمام قومی جماعتوں کو متحد کرنے کی کوشش کی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۵۱ء میں "سیاسی آزادی کی حفاظت کا محاذ" قائم ہو گیا۔ ۱۹۵۰ء کے میونسپل انتخابات اور ۱۹۵۱ء کے پارلیمانی انتخابات میں کمیونسٹ پارٹی نے بہت سی نشستوں پر قبضہ کر لیا۔

جولائی ۱۹۵۴ء میں جمہوری آزادی کی فتح کا محاذ ٹوٹ گیا۔ اور اس کے بعض رہنماؤں نے مل کر "اتحاد و عمل کی انقلابی کمیٹی" کی بنیاد رکھ دی۔ اس کمیٹی نے یکم نومبر ۱۹۵۴ء کو

فرانسیسیوں کے خلاف عام بغاوت کروا دی۔

اس بغاوت کے فوراً بعد نیشنل لبریشن فرنٹ" قائم ہو گیا۔ جس نے مختلف گوریلا دستوں کو نیشنل لبریشن آرمی کی شکل میں منظم کر دیا۔ کمیونسٹ پارٹی کے حریت پسند جو فرانسیسی سامراجیت کے خلاف علیحدہ جنگ جاری رکھے ہوئے تھے۔ جولائی ۱۹۵۶ کو نیشنل لبریشن آرمی میں مدغم ہو گئے۔

قبیلیہ کا علاقہ جس میں الجزائر کے ایک تہائی باشندے آباد ہیں بہت جلد نیشنل لبریشن آرمی کے قبضے میں آ گیا۔ فرانسیسی سامراج نے قوم پرستوں کی کامیابیوں کے پیش نظر الجزائری فوج کی تعداد کو بڑھانا شروع کر دیا۔ ۱۹۵۷ء میں الجزائر میں ۴۵۰۰۰۰ فرانسیسی فوج تھی۔ ۵۹ء کے آواخر تک اس کی تعداد ۷۰۰۰۰۰ تک بڑھا دی گئی۔ فرانسیسی فوج کے مظالم سے دنیا بھر میں تہلکہ مچ گیا۔ الجزائر کا مسئلہ کئی بار یو این او میں پیش ہوا۔ لیکن فرانسیسیوں نے یو این او کے فیصلوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے الجزائر پر تسلط جاری رکھا۔

یکم جولائی ۱۹۵۸ء کو چارلس ڈیگال فرانس میں برسر اقتدار آ گیا اس نے ۱۶ ستمبر ۱۹۵۹ء کو اعلان کیا کہ ریفرنڈم کے ذریعے الجزائریوں کی رائے معلوم کی جائے گی کہ آیا وہ فرانس کا حصہ بنکر رہنا چاہتے ہیں یا اس سے بالکل علیحدگی چاہتے ہیں۔

چارلس ڈیگال کا ریفرنڈم کا اعلان دراصل سیاسی چال تھی ورنہ حکومت فرانس کا اصل مقصد یہ تھا کہ الجزائری رہنماؤں سے سیاسی مصالحت کے ذریعے جنگ بند کرائی جائے۔

الجزائر کی عارضی حکومت نے اپنا ایک وفد مصالحت کی بات چیت کے لئے فرانس بھیجا۔ وہاں جا کر وفد کو معلوم ہوا کہ حکومت فرانس الجزائر کا حق خود ارادیت قریباً قریباً تسلیم ہی نہیں کرتی اور اپنی یک طرفہ شرطیں منوانا چاہتی ہے۔ چنانچہ یہ مصالحانہ کانفرنس کسی نتیجے پر پہنچنے سے پہلے ہی ختم ہو گئی۔

الجزائریوں کی جدوجہد آزادی جوں جوں طول پکڑتی جا رہی تھی دنیا کی رائے عامہ الجزائر کے حق میں ہوتی جا رہی تھی۔ ۱۵ دسمبر ۱۹۶۰ کو یو این او کی سیاسی کمیٹی نے واضح اکثریت سے ایک قرارداد منظور کی جس میں الجزائر کے حق خود ارادیت کو تسلیم کیا گیا تھا۔

۱۹۶۱ میں حکومت فرانس نے ایک بار پھر الجزائر کی عارضی حکومت سے مصالحانہ گفت و شنید کرنے کا اعلان کیا۔ اب اس بار الجزائریوں کے سامنے دو صورتیں پیش کی گئیں۔ پہلی صورت یہ تھی کہ الجزائر فرانس کے ساتھ بدستور ملحق رہے اور دوسری صورت یہ تھی کہ اگر وہ فرانس سے الگ ہو جائے تو الجزائر کا صحرائی علاقہ جو پورے ملک کا ۴/۵ حصہ ہے اور جو تیل کے ذخیروں اور معدنیات سے مالا مال ہے فرانس کے قبضے میں رہے چونکہ یہ دونوں صورتیں حریت پسندوں کو قبول نہ تھیں اس لئے مصالحت کی کانفرنس ناکام ہو گئی۔

۱۹۶۱ کے موسم گرما میں الجزائر کی نئی عارضی حکومت بنی۔ جس کا سربراہ یوسف بن خدہ تھا اس حکومت نے اپنے بیان میں کہا:

"ہم اس لئے جنگ نہیں لڑتے کہ ہم جنگ پسند ہیں بلکہ جنگ ہم پر ٹھونس دی گئی۔ ہم اگرچہ جدوجہد کے ذریعے اپنی منزل حاصل کرنا چاہتے ہیں اس کے باوجود ہم امن کی بات چیت کے لئے بھی تیار ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ حکومت فرانس الجزائر کے بارے میں اپنا منفی رویہ ترک کر دے"۔

نئی عارضی حکومت اور حکومت فرانس کے درمیان مصالحت کی بات چیت "معاہدہ ایویان" پر منتج ہوئی یہ معاہدہ الجزائر کی عظیم فتح تھی۔ معاہدہ ایویان کی رو سے طے پایا کہ الجزائری رہنما اور فرانسیسیوں پر مشتمل ایک عارضی انتظامیہ کمیٹی ترتیب دی جائے۔ جو جنگ بندی کے بعد چھ ماہ کے اندر اندر آزادی الجزائر کے مسئلے پر ملک میں ریفرنڈم کرائے۔

اس معاہدے کی رو سے یہ بھی قرار پایا کہ الجزائر فرانک کرنسی کے زون میں رہے اس کے ذریعے "فرانک زون" میں تقسیم کیا جائے اور ۳ سال کے اندر فرانسیسی فوج الجزائر سے نکل جائے۔

معاہدہ ایویان کے مطابق ۱۹ مارچ ۶۲ کو الجزائر میں ریفرنڈم کرایا گیا عوام نے ۹۹ء۲ فیصد ووٹ آزادی الجزائر کے حق میں ڈالے۔ ۲۰ ستمبر ۶۲ کو الجزائر میں آئین ساز اسمبلی کے انتخابات ہوئے جس میں نیشنل لبریشن نے زبردست اکثریت حاصل کی۔ ۲۵ ستمبر ۶۲ میں نیشنل اسمبلی نے باقاعدہ طور پر آزادی الجزائر کا اعلان کیا اور دنیا کے نقشے پر حکومت الجیریا وجود میں آ گئی۔

الجزائر شمالی افریقہ کی سوشلسٹ جمہوریہ اور اس وسیع و عریض خطے کا جزو ہے جسے تاریخ میں مغرب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے - اور جو لیبیا سے لے کر مراکش تک پھیلا ہوا ہے بحیرہ روم کے جنوب میں شمالی افریقہ میں جو ملک واقع ہیں - ان میں الجزائر کو مرکزی حیثیت ہے - اس کے مشرق میں لیبیا اور تیونس اور مغرب میں مراکش واقع ہیں - اور شمال میں بحیرہ روم ہے - جنوب میں اس کی حدیں مالی اور نائیجر سے ملتی ہیں - اس کا رقبہ ۹۱۹۳۸۸۲ مربع میل اور آبادی ایک کروڑ باون لاکھ ستر ہزار ہے -
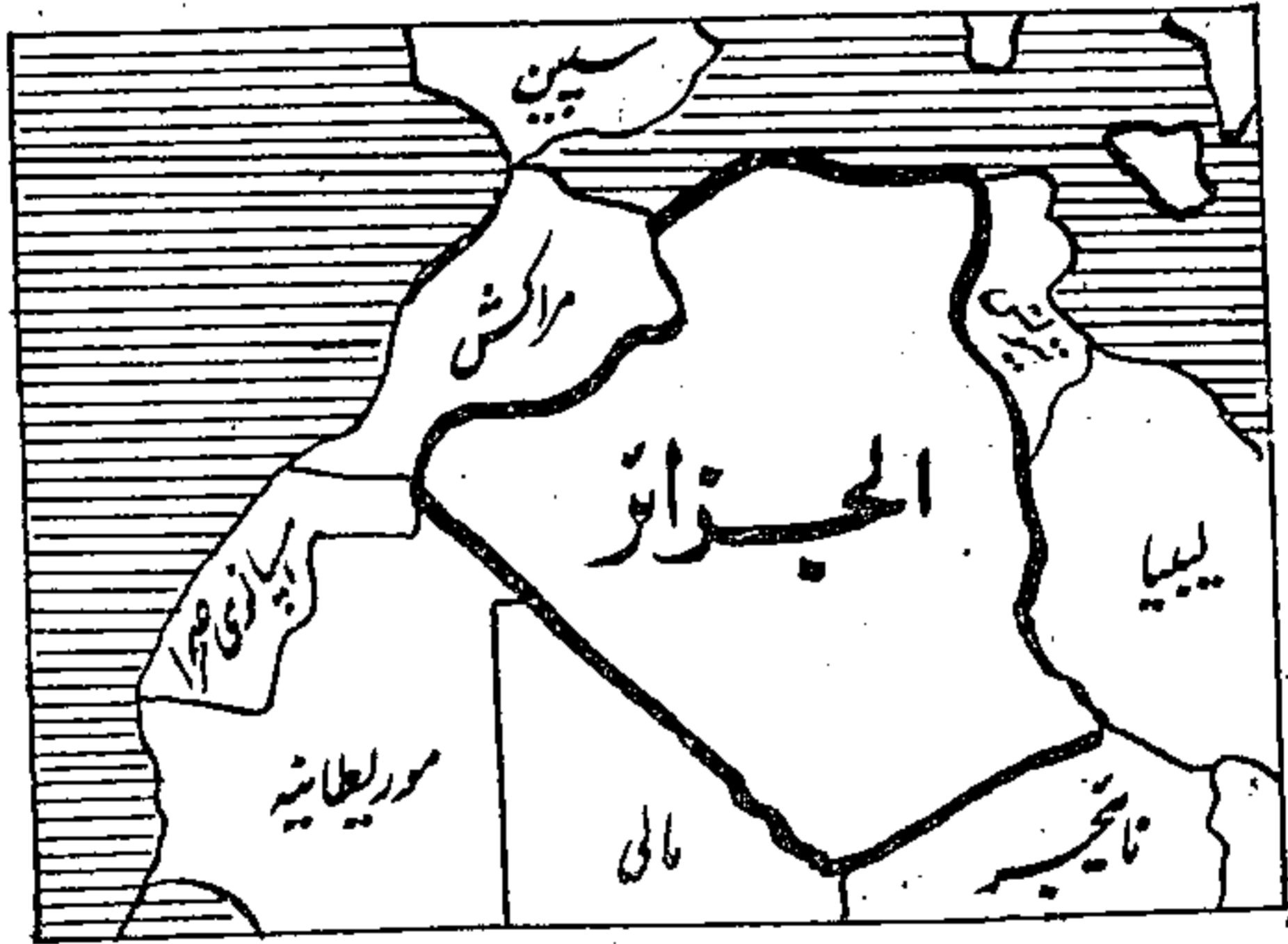
الجزائر کے قدیم باشندے بربر قوم سے تعلق رکھتے تھے آج بھی یہاں کے آداب و رسوم اور لوک گیتوں میں بربر تمدن کی جھلک نظر آتی ہے -

الجزائری فوج کی تنظیم میں جتنا حصہ بومدین کا ہے کوئی دوسرا رہنما اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا - بومدین ہی نے ۶۲ء کے موسم گرما میں الجزائر کے اس وقت کے وزیر اعظم یوسف بن خدہ کا تختہ الٹا تھا اور پھر ستمبر ۶۲ء میں جب باغی فوجوں نے الجزیرہ پہ قبضہ کر لیا - تو یہ بومدین ہی تھے جنھوں نے صدر بن بیلا کے اقتدار کی حفاظت کی - اور باغی عناصر کو ختم کر دیا تھا

صدر بومدین نے ستمبر ۱۹۷۳ء میں الجزائر میں غیر جانبدار ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس کی صدارت کی تھی - غیر جانبدار ممالک کے ترجمان اور غیر جانبدار ملکوں کے سربراہوں کی چوتھی کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے انہوں نے مشرق وسطیٰ کے مسئلے پہ

تیسری دنیا اور افریقی رائے عامہ کی تنظیم میں بڑا اہم کردار انجام دیا۔ آپ اکتوبر ۱۹۷۳ء میں عرب سربراہوں کی چھٹی کانفرنس کے صدر بھی منتخب ہوئے تھے یہ کانفرنس بھی الجزائر میں ہوئی تھی۔

اہم شخصیات

تحریک آزادی کے جدید دور کی شخصیات میں صدر بومدین کے علاوہ احمد بن بیلا، یوسف بن خدہ، کریم بالقاسم، فرحت عباس اور حریت پسند خاتون جمیلہ کی شخصیات خاصی نمایاں ہیں۔ تحریک آزادی کے قدیم دور کے رہنماؤں میں امیر عبدالقادر، مکرانی، بوعمامہ اور ایک مجاہدہ فاطمہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

دارالحکومت الجزیرہ سب سے بڑا شہر ہے دوسرا بڑا شہر اوران ہے۔

الجزائر معدنیات کی دولت سے مالا مال ہے جن میں قدرتی گیس اور تیل سب سے اہم ہیں دنیا بھر کے گیس کے ذخائر کا دس فیصد حصہ الجزائر میں ہے۔ ان ذخائر سے صنعتی ترقی میں بڑی مدد مل رہی ہے اور معدنیات لوہا، فاسفیٹس، جست، سیسہ، پارہ، تانبہ، سرمہ ہیں۔ ۱۹۷۰ء میں تیل کی پیداوار ۴۷ کروڑ ٹن تھی۔ تیل کی پیداوار میں الجزائر دنیا کا دسواں بڑا ملک ہے۔ زرعی پیداوار میں گندم، جو، مکئی، آلو، تمباکو، کھجور، انار اور انجیر شامل ہیں تجارت زیادہ تر فرانس کے ساتھ ہے۔

آزادی سے قبل تقریباً ۱۰ لاکھ یورپی باشندے تھے جو زیادہ تر الجزائر میں پیدا ہوئے تھے۔ آزادی کے بعد ان کی تعداد گھٹ کر ۸۰ ہزار رہ گئی ہے۔ اس وقت عرب اور بربر آبادی کی اکثریت ہے اور یہ سب مسلمان ہیں۔

دفاع

۷۳-۱۹۷۲ء میں بری فوج کی تعداد ۵۳ ہزار تھی ہوائی فوج کی تعداد ۴ ہزار اور بحری فوج کی ۳۲۰۰۔ روس کی امداد سے مسلح افواج کی توسیع اور جدید خطوط پر ان کی تنظیم کا سلسلہ جاری ہے۔

ایران

ایران کی موجودہ سلطنت کی بنیاد شہنشاہ ایران کے والد بزرگوار رضا شاہ پہلوی نے رکھی۔ ایران ۱۶ لاکھ ۴۲ ہزار ۸ سو ۶۰ مربع میل رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ ۱۹۶۶ کی مردم شماری کے مطابق اس ملک کی کل آبادی ۲ کروڑ ۵۷ لاکھ ۸۱ ہزار اور نوے باشندوں پر مشتمل ہے۔ ایران تیل کی پیداوار اور دوسرے میدانوں میں ترقی کی بدولت دنیائے اسلام کے درمیان ایک بڑی معاشی طاقت کی حیثیت سے ابھر رہا ہے سال ۱۹۷۰ میں ایران اپنی قومی پیداوار میں ترکی کے بعد دوسرے درجے پر رہا۔

ایران کی خام تیل اور پٹرول کی پیداوار میں ۱۹ فیصد اضافہ ہو چکا ہے اور اب وہ ۱۹۷۱ سے ایک ارب ۶۶ کروڑ ۷۰ لاکھ بیرل تیل سالانہ پیدا کر رہا ہے جو دنیا کے تیل کی مجموعی پیداوار کا ۹ فیصد اور مشرق وسطیٰ میں تیل کی کل پیداوار کا ۲۸ فیصد ہے اس تیل کی ۱۸ فیصد مقدار کو ملکی کارخانوں میں صاف کیا جاتا ہے۔ اور بقیہ تیل برآمد کیا جاتا ہے ۱۹۷۰ کے آخر تک گزشتہ نو سالوں میں تیل کی برآمد میں بہت اضافہ ہوا ہے اور ۱۹۷۰ء میں ایران نے غیر ممالک کو ایک ارب ۶۶ کروڑ ۵۰ لاکھ بیرل تیل برآمد کیا ہے۔ اسوقت ایران کی نیشنل آئل کمپنی قدرتی گیس کے وسائل اور پیٹرو کیمیکل صنعتوں کو ترقی دینے میں مصروف ہے۔

نیشنل آئل کمپنی نے نیشنل پیٹرو کیمیکل کمپنی اور نیشنل گیس کمپنی کے نام سے دو اور ذیلی کمپنیاں قائم کی ہیں نیشنل آئل کمپنی تیل کے صارف ممالک میں تیل صاف کرنے کے کارخانے قائم کرنے کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے تیل صاف کرنے کے دو کارخانے پہلے ہی بھارت اور جنوبی افریقہ میں قائم کر دیئے گئے ہیں اور یورپ میں بھی اس قسم کے کارخانے قائم

کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ایران میں محفوظ گیس کے ذخائر بھی موجود ہیں جن کی مقدار دنیا کی گیس کا دس فیصد ہے ملک بھر میں قدرتی گیس کی بنیاد پر متعدد پیٹرو کیمیکل گیس پلانٹ لگائے جا رہے ہیں اس کے علاوہ ۱۹۷۰ء سے پائپ لائن کے ذریعے روس کو بھی قدرتی گیس فراہم کی جا رہی ہے۔ علاوہ ازیں توقع کی جا رہی ہے کہ ۷۶-۱۹۷۵ء میں ایرانی گیس کی برآمد ایک کروڑ کیوبک میٹرز تک پہنچ جائے گی جس سے ایران کو ۷ کروڑ ڈالر کا بیرونی زرمبادلہ حاصل ہوگا اور یہ زرمبادلہ روسی قرضے سے قائم کردہ اصفہان سٹیل ملز کا قرض ادا کرنے میں استعمال کیا جائے گا۔

قدرتی گیس کی ایک بڑی مقدار کو سیال حالت میں تبدیل کرنے کے لئے بھی ملک میں تین پلانٹ قائم کئے گئے ہیں۔ ستمبر ۱۹۷۱ء میں طے پانے والے ایک معاہدے کے تحت اگلے ۲۰ سالوں میں ایران، جاپان کو ۴۰ سے ۶۰ لاکھ ٹن سیال گیس برآمد کرے گا۔

۱۹۶۰ء کے بعد فنی مہارت، افراد قوت قدرتی وسائل اور تیل کی بڑھتی ہوئی آمدنی کے باعث ایران کی صنعتی پیداوار میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے نیشنل آئل کمپنی کے تعاون سے ملک کی صنعتی پیداوار ۱۲ فیصد سالانہ بڑھ رہی ہے جس میں اب کمپنی کا حصہ ۱۵ فیصد تک پہنچ گیا ہے اس لئے اب ملکی برآمدات کا ۴۲ فیصد حصہ تیل کی مصنوعات کی بجائے دوسرے سامان اور اشیاء پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ فولاد، سٹیل، تانبے، المونیم مشینری کے فاضل پرزوں اور ٹرانسپورٹ کے آلات بنانے کی صنعتوں کی توسیع و ترقی کا کام بھی جاری ہے۔

ملک میں فولاد اور کوئلے کی دریافت بھی صنعت کاری کے پروگرام کو تقویت بخشنے کا باعث بنی ہے۔ ملک میں ۴۰ کروڑ ٹن تانبے کے ذخائر بھی دریافت کئے گئے ہیں۔ توقع ہے کہ ایک لاکھ ۶۰ ہزار ٹن تانبے کی پیداوار سال ۱۹۷۴ء میں شروع ہو جائے گی۔ جب کہ ایران میں المونیم کا منصوبہ پہلے ہی پاکستان، ترکی اور ایک بیرونی کمپنی کے تعاون سے شروع کیا جا چکا ہے۔

ملک کی زرعی پیداوار بڑھانے کے لئے نیشنل آئل کمپنی نے ۷۲-۱۹۷۱ کے دوران زرعی میدان میں ۱۲ ہزار ۸ سو ۷۷ بائیس ریال خرچ کئے ہیں - اس وقت ایران میں زیادہ تر گندم، چاول، بنولہ، گنا، سرسوں، چائے اور تمباکو کی کاشت کی جا رہی ہے -

اہم شہر

مشہور شہر تہران ایران کا دارالحکومت ہے - اس کے علاوہ دوسرے بڑے شہروں میں اراوان، البورز، تبریز، اصفہان، زاہدان اور کیرمان کے نام قابل ذکر ہیں -
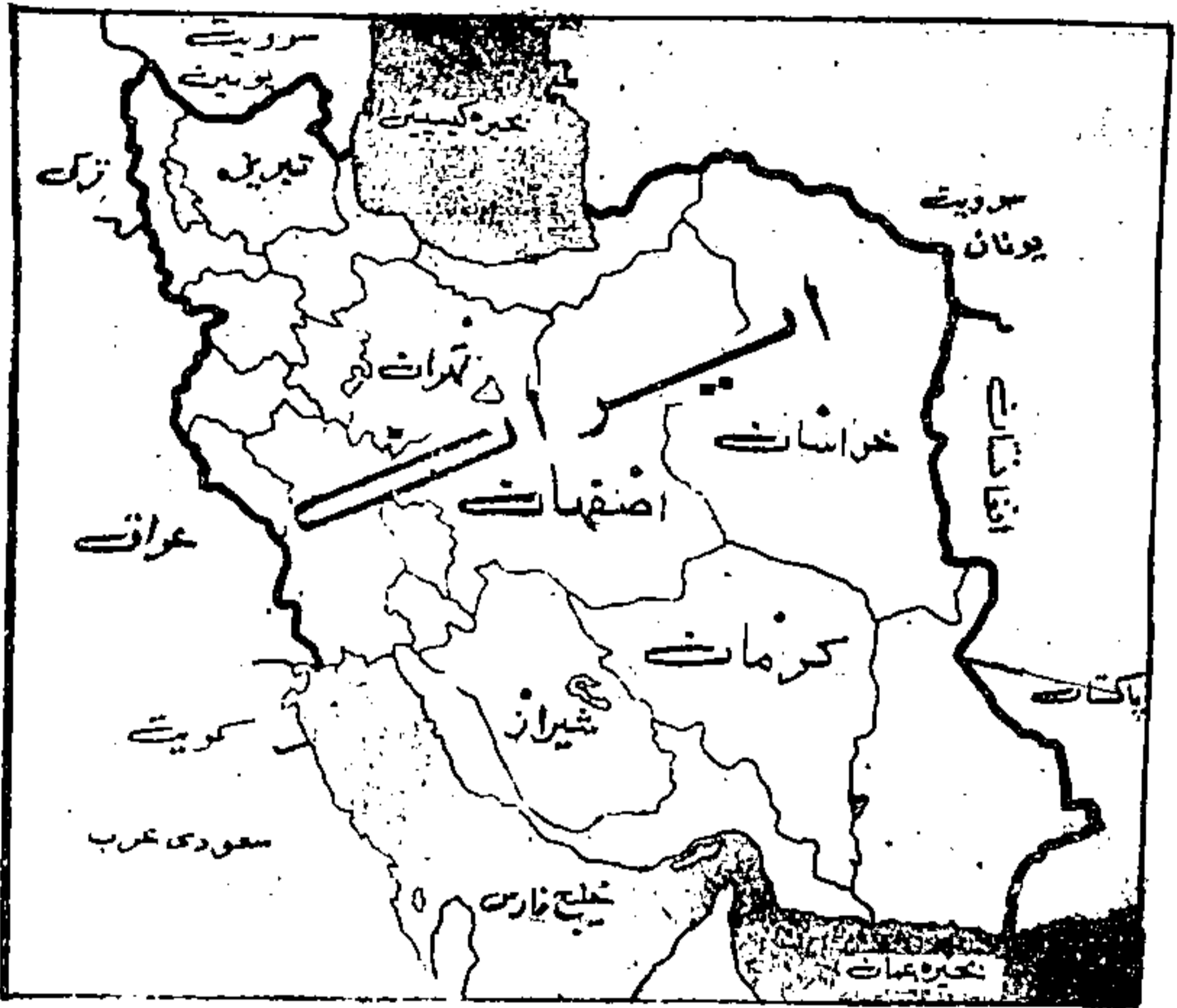
سربراہ مملکت

ایران کے موجودہ سربراہ مملکت شہنشاہ محمد رضا شاہ پہلوی آریا مہر ہیں وہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۱۹ء میں تہران کے شہر میں پیدا ہوئے - ۲۴ اپریل ۱۹۲۵ کو انھیں جانشینی کا تاج پہنایا گیا - ایرانی تخت کے جانشین شہزادے کی حیثیت سے انہوں نے ۶ برس سے ۱۲ برس کی عمر کے دوران تہران کے پرائمری مدرسے میں بنیادی تعلیم مکمل کی - بعدازاں انہیں اعلیٰ تعلیم

دلانے کے لئے ۵ برس سوئٹزرلینڈ رکھا گیا۔ سوئٹزرلینڈ سے تاریخ معاشرتی تحریکوں اور جدید اقتصادی علوم میں دسترس حاصل کرنے کے بعد جب وہ واپس ایران لوٹے تو انھیں دو سالہ فوجی تربیت حاصل کرنے کے لئے ۱۹۲۸ تک سٹاف کالج میں رہنا پڑا۔ فارغ التحصیل ہونے پر انھیں ایران کی شاہی مسلح افواج میں انسپکٹر کے عہدے پر تعینات کر دیا گیا۔ بعد ازاں ایرانی تاریخ کے نازک ترین دور میں ۱۷ ستمبر ۱۹۴۱ کو شہزادہ رضا کو ۲۲ برس کی عمر میں ایرانی تخت کی ذمہ داری سنبھالنا پڑی۔ تاہم جلد ہی شہنشاہ رضا شاہ پہلوی نے آزادی علاقائی سالمیت اور ایران کے قومی اتحاد کو مستحکم کر کے اپنے پختہ یقین اور صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔

۱۹۵۰ء میں شہنشاہ ایران نے نمائندہ حکومت کی طرف ایک قدم بڑھاتے ہوئے سینٹ کے پہلے اجلاس کا افتتاح کیا اور پھر اسی مہینے تیل کی صنعت کو قومیانے کے لئے ایک پارلیمانی بل پر دستخط کئے۔

بعدازاں شہنشاہ نے مزید اصلاحات کا آغاز کرتے ہوئے ۱۹۵۱ء میں ریاست کی ملکیت ۲ ہزار دیہاتوں کی اراضی کسانوں میں فروخت اور تقسیم کر دی۔ غرض کہ ایران نے شاہی حکومت کے تحت ہر شعبہ ہائے زندگی میں حقیقی ترقی کی ہے۔ شہنشاہ ایران "میرے ملک کا مقصد" اور "سفید انقلاب" نامی دو مشہور کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔

نائیجیریا کی داستانِ آزادی

دوسری عالمی جنگ کے فوراً بعد مغربی افریقہ کی برطانوی نوآبادیات میں جب تحریکِ آزادی شروع ہوئی تو نائیجیریا بھی پورے طور پر اس کی لپیٹ میں آگیا۔

نائیجیریا میں پہلی قومی سیاسی پارٹی ۱۹۴۴ء میں بنی اس پارٹی کا نام نائیجیریا اور کیمرون کی نیشنل کونسل تھا اور اس کا بنیادی مقصد جدوجہد کے ذریعے نوآبادی نظام کا قلع قمع کرنا اور نائیجیریا کے لئے مکمل قومی آزادی حاصل کرنا تھا۔ اس کونسل میں عورتوں، نوجوانوں اور مزدوروں کی تنظیمیں شامل تھیں۔ بعد میں اس تنظیم کے دروازے عوام پر بھی کھول دیئے گئے۔ ویسٹ افریقن پائیلٹ اس تنظیم کا آفیشل اخبار تھا جو بڑی شد ومد کے ساتھ آزادی نائیجیریا کی حمایت کرتا ہے۔

نائیجیریا کی تاریخ میں پہلی عام ہڑتال مختلف ٹریڈ یونینوں نے جون ۱۹۴۵ء میں منظم کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حکومت نے مزدوروں کو زیادہ اجرت اور بہتر اقتصادی حالات کے مطالبے ٹھکرا دیئے تھے۔ اس ہڑتال کی وجہ سے صنعت ریلوے، تعمیرات اور جہاز رانی کا سب کام رک گیا۔ ہڑتالی مزدوروں نے غیر متوقع پامردی اور حوصلے کا ثبوت دیا۔ یہ ہڑتال پورے ڈیڑھ ماہ تک جاری رہی اور آخر کار اس وقت ختم ہوئی جب نوآبادیاتی

حاکموں نے مزدوروں کے مطالبات پورے کرنے کا وعدہ کر لیا۔ اس ہڑتال کے نتیجہ میں مزدوروں کی اجرتوں میں پچاس فیصد کا اضافہ ہوا۔ اس ہڑتال میں کم و بیش ۱۵۰۰۰۰ مزدوروں اور دفتری ملازموں نے حصہ لیا۔

۱۹۴۵ء میں عام ہڑتال نے نائیجیریا کی تحریک آزادی پہ گہرے نقوش مرتب کئے اس ہڑتال نے ثابت کر دیا کہ نائیجیریا کے مزدور ملک کی بہت بڑی فعال طاقت تھے اور ان کی عملی شمولیت کے بغیر نوآبادیاتی نظام کو شکست دے کر آزادی حاصل کرنا بہت مشکل تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نائیجیریا اور کیمرون کی قومی کونسل نے جو عموماً قومی سرمایہ داروں پر مشتمل تھی مزدوروں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور یوں ملک کی ٹریڈ یونین تحریک پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گئی۔

افریقیوں کے مطالبہ آزادی اور بڑھتے ہوئے سیاسی میلانات کی وجہ سے نوآبادیاتی حاکموں نے تحریک آزادی کو دبانے کے طور طریقوں پہ غور کرنا شروع کر دیا۔ برطانوی حکومت کا خیال تھا اگر ملک میں آئینی اصلاحات نافذ کر دی جائیں اور انتظامی اداروں میں افریقیوں کی نمائندگی بڑھا دی جائے۔ تو بہت ممکن ہے کہ افریقیوں کی سیاسی بے چینی دور ہو جائے اور وہ مطالبہ آزادی سے دست بردار ہو جائیں چنانچہ جنگ کے خاتمہ پہ گورنر رچرڈ نے برطانوی حکومت کے سامنے آئینی اصلاحات کی ایک تجویز پیش کی جسے عرف عام میں رچرڈ کا آئین کہتے ہیں۔ اس آئین کی رو سے نائیجیریا کو شمالی مغربی اور مشرقی تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ہر حصے کی اپنی اسمبلی تھی۔ اور اسے مقامی مسائل حل کرنے کا پورا اختیار تھا نائیجیریا کی لیجسلیٹو کونسل کے کل ۴۵ اراکین تھے۔ جن میں ۲۸ افریقی تھے۔ کونسل کی حیثیت محض ایک صلاح کار تنظیم کی تھی گورنر اس کے کسی بھی فیصلے کو کالعدم قرار دے سکتا تھا ایگزیکٹو کونسل (حکومت) کے اختیارات حسب سابق تھے اور اس پہ برطانوی حکومت چھائے ہوئے تھے۔ نائیجیریا کا یہ نیا آئین یکم جنوری ۱۹۴۷ء کو نافذ العمل ہو گیا۔

اس موقع پہ برطانوی حکومت نے اس آئین کی بڑھ چڑھ کر تعریف کی اور اسے نائیجیریا کی آزادی کی طرف ایک عظیم قدم قرار دیا۔ حقیقت میں یہ آئین بالکل غیر موثر تھا اور اس سے

نائجیریا کی مکمل آزادی کا کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب اس پر بحث ہو رہی تھی تو نائجیریا اور کیمرون کی کونسل نے اسے غیر اہم قرار دیا۔ اور اس کے بنیادی نکتوں پر کڑی تنقید کی۔ مارچ ۱۹۴۵ میں کونسل نے اس آئین کو نائجیریا کے مفادات آزادی کے خلاف قرار دے دیا اور مطالبہ کیا کہ لیجسلیٹو کونسل کے اراکین کو گورنر نامزد نہ کرے بلکہ انھیں عوامی رائے کے ذریعے منتخب کیا جائے۔ تاکہ لیجسلیٹو کونسل ایک منتخب اور مضبوط ادارے کی تشکیل اختیار کر سکے۔

حکومت برطانیہ نے ان تمام ترمیموں کو یکسر نامنظور کر دیا جس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ نوآبادیاتی حاکم نائجیریا کو آزاد کرانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ برطانیہ کے غیر مصالحانہ رویے سے بددل ہو کر نائجیریا کے محب وطن عناصر نے ۱۹۴۷ء میں رچرڈ آئین کے خلاف پورے ملک میں مظاہرے شروع کر دیئے۔ ۴۸ء تک یہ مظاہرے اتنی شدت اختیار کر گئے کہ حکومت رچرڈ آئین پر نظرثانی کرنے کے لئے مجبور ہو گئی۔

برطانیہ کی اس منفی پالیسی کی وجہ سے نائجیریا کے علیحدگی پسندوں کو اپنی اپنی سیاسی پارٹیاں ترغیب دینے کا موقع مل گیا۔ مارچ ۱۹۵۰ء میں" اوبا قامی" کی قیادت میں" گروہ عمل" (ACTION GROUP) کے نام سے ایک پارٹی وجود میں آ گئی۔ یہ پارٹی نائجیریا کی مرکزی وفاقیہ کو ختم کرنا چاہتی تھی اور مغربی نائجیریا کے لئے مکمل آزادی کی خواہاں تھی۔ ۱۹۵۱ء میں احمد دبیلو کی قیادت میں شمالی عوامی کانگریس کے نام سے ایک اور پارٹی بن گئی جو نائجیریا کی فوری آبادی کے خلاف تھی۔ اور شمالی علاقے کے زمینداروں کے حقوق کی محافظ تھی۔

ان دو پارٹیوں کے وجود میں آنے سے نائجیریا کے محب وطن عناصر کی یک جہتی اور ان کے جہاد آزادی کو سخت نقصان پہنچا۔ نائجیریا اور کیمرون کی نیشنل کونسل کی ہر دلعزیزی قدرے ماند پڑ گئی اور سامراجی طاقتوں کو زندہ رہنے کے لئے چند دن اور مل گئے۔

ان تمام نامساعد حالات کے باوجود ۱۹۵۳ء تک انقلابی اور محب وطن طاقتیں اپنے آپ کو دوبارہ منظم کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ اور انہوں نے متحدہ طور پر نائجیریا کی مکمل آزادی کا مطالبہ شروع کر دیا اس مطالبہ کی حمایت میں ملک کے نچلے طبقوں اور ملازم پیشہ

لوگوں نے مسلسل جدوجہد کا آغاز کر دیا۔ اور وقفہ وقفہ بعد کامیاب ہڑتالیوں کا سلسلہ چل نکلا آخر ۵۶ میں نائیجیریا کی مکمل آزادی کا مطالبہ نائیجیریا کے وفاقی ایوان نمائندگان میں بھی پیش ہو گیا۔

اس موقع پر شمالی عوامی کانگرس نے آزادی نائیجیریا کے مطالبے کی سخت مخالفت کی لیکن "ادیافامی" کے گروہ عمل اور نائیجیریا اور کیمرون کی کونسل نے متحد ہو کر ملکی آزادی کی مہم کو اس قدر ہمہ گیر بنا دیا کہ دور دور مضافات تک پھیل گئی۔

مارچ ۱۹۵۷ء میں وفاقی ایوان نمائندگان نے دوبارہ آزادی نائیجیریا کا مطالبہ پیش کر دیا۔ اس بار عوامی دباؤ کی وجہ سے تمام سیاسی پارٹیاں فوری آزادی کے مسئلہ پر متحد ہو گئی تھیں اس لئے برطانیہ ان میں پھوٹ ڈالنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ آخر اکتوبر ۱۹۵۸ء میں نوآبادیاتی سیکرٹری لی نوکس بائیڈ نے اعلان کر دیا کہ اکتوبر ۱۹۶۰ کو حکومت برطانیہ نائیجیریا کے مطالبہ آزادی کو تسلیم کر لے گی۔

۱۹۵۹ء میں سارا نائیجیریا نئے انتخابات کی تیاریوں میں مصروف رہا یہ انتخابات ۱۲ دسمبر کو منعقد ہوئے اور ان میں تین سیاسی جماعتوں یعنی گروہ عمل، شمالی عوامی کانگریس اور نائیجیریا اور کیمرون کی کونسل نے حصہ لیا۔ شمالی حصہ میں جہاں نائیجیریا کے نصف سے زیادہ لوگ آباد ہیں۔ شمالی عوامی کانگریس کے نمائندوں نے اکثریت حاصل کی۔

انتخابات کے بعد وفاقی پارلیمنٹ میں سب سے بڑی پارٹی شمالی عوامی پارٹی تھی اس نے ۳۱۲ نشستوں میں سے ۱۴۲ نشستیں حاصل کیں۔ نائیجیریا اور کیمرون کی کونسل ۸۹ نشستیں حاصل کر سکی اور گروہ عمل ۷۳۔

انتخابات کے بعد مرکز میں شمالی عوامی کانگریس اور نائیجیریا اور کیمرون کی کونسل کے نمائندوں نے حکومت بنائی اور گروہ عمل، سرکاری حزب اختلاف قرار پائی۔ شمالی عوامی کانگرس کا رہنما احمد بلیوا وزیر اعظم بنا اور نائیجیریا اور کیمرون کی کونسل کا نمائندہ نامدی آزی کیوے اسمبلی کا سپیکر مقرر ہوا۔

۱۶ جنوری ۱۹۶۰ کو ایوان نمائندگان نے برطانوی حکومت سے آزادی نائیجیریا کا

وعدہ پورا کرنے کو کہا۔ لندن کے پاس اب کوئی چارہ نہ تھا۔ سوائے اس کے کہ نائیجیریا کے اعلان آزادی پر مہر تصدیق ثبت کر دے۔ چنانچہ یکم اکتوبر ۱۹۶۰ کو نائیجیریا سامراجی غلامی کی زنجیریں توڑ کر آزاد ہو گیا۔

نائیجیریا افریقہ میں خشکی سے گھرا ہوا ملک ہے اس کا رقبہ ۱۸۷۰۰۰۰ مربع کلومیٹر اور آبادی ۳۹ لاکھ ہے۔ آبادی کا ۵۰ فیصد حصہ کام کاج میں حصہ لیتا ہے۔ محنت مزدوری کے لیئے نائیجیر اور اس کے ہمسایہ ملک نائیجیریا، گھانا، آئیوری کوسٹ، مالی، سنیگال اور گنی کے مابین آبادی کا تبادلہ عام ہوتا رہتا ہے۔ قومی آمدنی کا ۵۹ فیصد زراعت سے حاصل ہوتا ہے۔ ٹرانسپورٹ، تجارت اور ملازمتوں سے ۲۹ فیصد آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ اور کان کنی کا قومی آمدنی میں ۱۲ فیصد حصہ ہے۔ زیر کاشت رقبے کے تقریباً ۹۰ فیصد حصہ پر خوراک میں کام آنے والی فصلیں کاشت کی جاتی ہیں۔ نقد آور اور برآمد کرتے والی فصلوں میں مونگ پھلی اور کپاس ہیں۔ معدنیات میں کاسیٹرائیٹ، جپسم، چونے کا پتھر، سلیشیا اور سونا شامل ہیں۔ دیگر معدنیات جو دریافت ہو چکی ہیں۔ وہ لوہا، کوئلہ، مینگانیز، لیتھم اور تیل ہیں نائیجر میں مصنوعات کا مقام قومی آمدنی میں صرف ۱۰ فیصد ہے بڑی بڑی صنعتیں زرعی مال کو تیار کرتے والی صنعتیں کیمیائی، الیکٹریکل اور مکینیکل سامان تیار کرنے والی فیکٹریاں اور چند دوسری صنعتیں ہیں۔

سربراہ مملکت

نائیجر کے سربراہ مملکت ڈیوری ہامانی ہیں وہ ۱۶ جون ۱۹۱۶ء کو سوڈور (نیامے) میں پیدا ہوئے انہوں نے ولیم فانٹی ٹیچر ٹریننگ کالج سے ڈگری حاصل کی جو کہ مغربی افریقہ میں تعلیمی سرگرمیوں کے لیئے بہت مشہور کالج ہے کچھ عرصہ تک انہوں نے پیرس میں ملازمت بھی کی۔ جب وطن واپس آئے تو ایک سیاستدان کی حیثیت سے انہوں نے جلد شہرت حاصل کر لی۔ ان کے زمانے میں نوآبادیاتی تسلط کے خلاف ایک بھرپور جدوجہد کا آغاز ہوا۔ اس تحریک کو چلانے کے لیئے ایک رابطہ کمیٹی تشکیل دی گئی۔ مسٹر ہامانی اس رابطہ کمیٹی کے سیکرٹری مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۶ میں فرانس کی قومی اسمبلی میں نائیجر کے لیئے نشست پر انھیں ڈپٹی بھی چن لیا گیا۔

لیکن ۱۹۵۱ء میں فرانسیسی نوآبادکاروں نے ان کے انتخاب کو منسوخ کر دیا۔ اس کے بعد انھوں نے درس تدریس کا کام دوبارہ شروع کر دیا اور نیامے میں وہ ہیڈ ماسٹر لگ گئے لیکن ۱۹۵۶ء میں وہ فرانسیسی قومی اسمبلی میں ڈپٹی بن کر پھر پہنچ گئے۔ نائیجر کو جمہوریہ قرار دینے سے قبل ہامانی نے پبلک زندگی کے بہت سے اہم عہدوں پر خدمات سرانجام دیں۔ ۱۸ نومبر ۱۹۵۶ء کو وہ نیامے کے سٹی کونسلر منتخب ہوئے۔ ۵۷ میں فرانسیسی قومی اسمبلی کے نائب صدر منتخب ہوئے اور ۵۹-۱۹۵۸ء میں وہ یورپی پارلیمانی یونین کے ممبر بنے۔ ۱۹۵۹ء میں وہ جمہوریہ مالی کی قانون ساز اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور ۱۹۶۵ء میں انہیں جمہوریہ نائیجر کا صدر منتخب کر لیا گیا۔

۶۸ء میں انھیں افریقہ اور مالاگاسی کامن آرگنائزیشن کا صدر چن لیا گیا۔ وہ یورپی مشترکہ منڈی میں ۱۸ افریقی ممالک کی نمائندگی کے لئے بھی مقرر کئے گئے جن کی نمائندگی انہوں نے روم، برسلز، لکسمبرگ، ہیگ اور پیرس میں کی۔ اکتوبر ۱۹۷۰ء میں انھیں جمہوریہ نائیجر کا پھر صدر چنا گیا۔ اور ۱۷ اپریل ۷۳ء کو انھیں ویسٹ افریقن اکنامک کمیونٹی کا چیئرمین منتخب کیا گیا۔

کیمرون

کیمرون کی اسلامی ریاست نائیجیریا کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ یہ ملک جولائی ۱۹۶۰ء میں آزاد ہوا۔ ۱۸۸۴ء میں استعمار کیمرون میں قابض ہو گیا تھا۔ کیمرون کے مشرق میں وسطی افریقہ جمہوریہ، مغرب میں بحر اوقیانوس، شمال میں شاد اور نائیجیریا اور جنوب میں گیبان واقع ہیں۔ اس ملک کا بیشتر حصہ استوائی خطے میں واقع ہے۔

جمہوریہ انڈونیشیا — آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک :

انڈونیشیا نے ۱۷ اگست ۱۹۴۵ کو استعماریت کے پنجہ استبداد سے نجات حاصل کی اور اعلان آزادی کیا۔ آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک اور سب سے بڑا مجمع جزائر ہے۔ انڈونیشیا کے عوام کو آزادی کی منزل تک پہنچنے کے لئے بے پناہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن کسی مرحلے پر ان کے پائے استقامت پر لغزش نہیں آئی۔ ولندیزیوں کی غلامی سے نکلے تو جاپان کا تسلط ہو گیا۔ حریت پسند انڈونیشی عوام نے جاپان سے گلو خلاصی کرائی تو سامراجیوں نے انہیں پھر طوق غلامی پہنانا چاہا۔ مگر بہادر انڈونیشی عوام نے بھرپور مزاحمت اور مقاومت کے بعد ان کی تمام سازشوں کو ناکام بنا دیا۔ انڈونیشی انقلاب پسندوں نے چھاپہ مار جنگ کی طرح ڈالی۔ اور جگہ جگہ مورچے قائم کر کے سامراج کے خلاف وہ خشکی، سمندر اور فضا میں نبرد آزما رہے۔ یہ مسلح جدوجہد پانچ برس تک جاری رہی جس کے نتیجے میں ولندیزیوں کو سپر انداز ہونا پڑا۔ دسمبر ۱۹۴۹ میں ہیگ کی گول میز کانفرنس میں ولندیزیوں نے انڈونیشیا کی آزادی تسلیم کر لی۔

انڈونیشیا پہلے ولندیزی مشرقی الہند (نیدرلینڈز ایسٹ انڈیز) کہلاتا تھا۔ خط استوا پر ایشیا کے جنوب مشرق اور آسٹریلیا کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ اس میں شامل جزائر کی تعداد ۱۳ ہزار ۶۲۲ ہے۔ سب سے بڑے جزائر جاوا (دنیا کے نہایت گنجان آباد علاقوں میں سے ایک، جہاں ایک مربع میل میں ۱۵ سو افراد آباد ہیں)، سماٹرا، کالیمنتان (بورنیو کا بیشتر حصہ)، سلاویسی (سیلی بیز) اور مغربی اریان (اریان جایا، نیو گنی کا نصف مغربی حصہ) ہیں۔ دوسرے جزائر میں بانگکا، بلیٹن، مدورا، بالی، لمبوک، سمباوا اور تیمور (جزوی طور پر) شامل ہیں۔

انڈونیشیا میں بہت سی نسلوں کے لوگ آباد ہیں جن میں سے اہم نسلوں کی تعداد کم از کم ۱۱ ہے۔ دارالحکومت جکارتہ (جزیرہ جاوا) ہے جسے ولندیزیوں کے دور میں بٹاویہ کہا جاتا تھا۔ انڈونیشیا کا مجموعی رقبہ ۷ لاکھ ۳۵ ہزار ۸ سو ۶۵ مربع میل ہے آبادی ۱۲ کروڑ ۵ لاکھ کے لگ بھگ ہے۔

چودھویں صدی میں یہاں ہندو اور بدھ آباد تھے۔ پندرھویں صدی میں یہاں مسلمان آئے اور انہوں نے اپنی حکومت قائم کی۔ سولہویں صدی میں پرتگیزی آئے اور انہوں نے گرم مسالے کی تجارت شروع کی۔ سولہویں صدی کے اواخر میں ولندیزی اور انگریز یہاں آئے۔ ۱۶۰۲ء سے ۱۷۹۸ء تک کے عرصے میں ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی نے انڈونیشیا کے جزائر پر تفوق حاصل کر لیا۔ اور پھر ۱۹۴۵ء تک ولندیزی اس ملک پر قابض رہے۔

۱۷ اگست ۱۹۴۵ء کو انڈونیشیا نے ہالینڈ کی غلامی سے نجات حاصل کی۔ انڈونیشیا کی تحریک آزادی کی ابتدا ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ جب قوم پرستوں کی ایک جماعت بودی اوتمو قائم ہوئی اس کے رہنما ڈاکٹر سترسو مرحوم تھے۔ یہ دراصل دانش وروں کی جماعت تھی جنوری ۱۹۱۱ء میں حاجی شمس نے مذہبی بنیادوں پر ایک جماعت "شرکت اسلام" کی بنیاد رکھی اس جماعت نے تھوڑی ہی مدت میں عوام میں زبردست مقبولیت حاصل کر لی۔ ۱۹۲۲ء میں ولندیزیوں نے متعدد قومی رہنماؤں کو گرفتار کر لیا اور ملک پر آمرانہ قوانین مسلط کر دیئے۔ کچھ عرصہ بعد ڈاکٹر سوکارنو نے ایک الگ جماعت بنائی جس کا نعرہ تھا انڈونیشیا مردیکا (آزاد انڈونیشیا) ڈاکٹر سوکارنو کی کوششوں سے مختلف سیاسی جماعتیں متحدہ محاذ میں شامل ہو گئیں اور انہوں نے مل کر آزادی کی جدوجہد کو تیز کر دیا۔ اور ڈاکٹر سوکارنو ۱۶ دسمبر ۱۹۴۹ء کو صدر منتخب ہوئے ۱۵ اگست ۱۹۵۰ء کو سولہ خود مختار ریاستوں کو ملا دیا گیا اور پورے ملک میں وحدانی حکومت قائم کر دی گئی۔ یکم مئی ۱۹۶۲ء کو مغربی اریان بھی انڈونیشیا کے حوالے کر دیا گیا جسے ہالینڈ نے انڈونیشیا کے حوالے کرنے کے بجائے اقوام متحدہ کی تحویل میں دے رکھا تھا۔

۱۸ مئی ۱۹۶۳ء کو صدر سوکارنو عمر بھر کے لئے صدر بنا دیئے گئے۔ جنوری ۶۵ء میں انڈونیشیا اقوام متحدہ سے الگ ہو گیا۔ اور اسی سال فوج نے صدر سوکارنو کو معزول کر دیا

انہوں نے تینے برس تک نظر بندی میں رہ کر ۲۱ر جون ۷۰ کو انتقال کیا۔ مارچ ۱۹۶۶ میں جب طلباء نے مظاہرے شروع کئے۔ اور بائیں بازو سے تعلق رکھنے والے وزراء کی برطرفی کا مطالبہ شدت اختیار کر گیا تو سہارتو نے جو ۶۲ میں فوج کے کمانڈر انچیف بنائے گئے تھے انڈونیشیا میں امن و امان کی بحالی کا فرض بھی سنبھال لیا۔

۶۷ میں انھوں نے انڈونیشیا کے قائمقام صدر کی حیثیت سے فرائض سنبھالے۔ ان کا درجہ مسلح افواج کا جنرل تھا ۲۷ مارچ ۶۸ کو وہ جمہوریہ انڈونیشیا کے صدر منتخب ہوتے اور مارچ ۷۳ میں انھیں دوبارہ اس منصب کے لئے منتخب کیا گیا۔ ۱۱ راگست ۶۶ کو انڈونیشیا اور ملائشیا نے ایک معاہدے کی رو سے باہمی مخالفت کی پالیسی ختم کر دی۔ ۲۸ ستمبر کو انڈونیشیا دوبارہ اقوام متحدہ کا رکن بن گیا اور امریکا نے اس کی اقتصادی امداد بحال کر دی۔

قدرتی وسائل

انڈونیشیا کا شمار ان ممالک میں ہوتا ہے۔ جو قدرتی وسائل کی دولت سے نہایت درجہ مالا مال ہیں۔ یہاں ٹین، تیل اور کوئلہ کے وسیع ذخائر پائے جاتے ہیں اور باکسیٹ، مینگنیز تانبہ، نکل، سونے اور چاندی کے ذخائر بھی کافی مقدار میں ہیں۔ زراعت پہ آبادی کے ۸۰ فیصد حصے کا انحصار ہے۔

زرعی پیداوار میں چاول، ربڑ، چائے، کھوپا، چقندر، سویابین، مکئی، کافی، تمباکو اور کالی مرچ شامل ہیں صنعتی پیداوار بھی ترقی پر ہے۔ سب سے بڑی صنعت سوتی کپڑے کی ہے۔ دوسری صنعتوں میں مصنوعی کھاد، کاغذ، بھاری ٹائر ٹیوب، بائیسکل ٹیوب، بلب اور بیٹریاں وغیرہ شامل ہیں۔

خام تیل کی پیداوار تیزی سے بڑھ رہی ہے اور نئے چشمے دریافت ہوتے ہیں تیل کی آمدنی برآمدات کی کل آمدن کا ۲۵ فیصد ہے۔ اس کے بعد ربڑ اور عمارتی لکڑی کا نمبر ہے انڈونیشیا تیل پیدا کرنے والا گیارھواں بڑا ملک ہے۔

جمہوریہ ترکیہ — اس کا ایک حصہ یورپ اور دوسرا ایشیا میں ہے

جمہوریہ ترکیہ ڈھائی ہزار سالہ پرانی تہذیب کا حامل ملک ہے۔ ترکیہ کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے۔ کہ وہ وزارتی سطح پر دنیائے اسلام کی کسی کانفرنس میں شرکت کر رہا ہے۔ ترکیہ نے ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو اپنے عظیم رہنما غازی مصطفےٰ کمال پاشا (اتاترک) کی قیادت میں جمہوریہ کا درجہ حاصل کیا تھا۔ ترکوں نے جمہوریت کی منزل تک پہنچنے میں جس جد و جہد اور عزم و استقلال کا مظاہرہ کیا۔ اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

ڈھائی ہزار سال پرانی تاریخ سے جو کتابوں میں درج ہے یہ پتہ چلتا ہے کہ ترک اس تمام عرصے میں خود مختار رہے اور ان کی شجاعت بہادری اور بے خوفی کی داستانیں یورپ، ایشیا اور افریقہ کے گوشے گوشے میں سنی اور سنائی گئی ہیں یوں تو ترکوں کے مختلف قبائل اپنے اپنے سرداروں کی قیادت میں پہلے بھی خاصی شہرت حاصل کر چکے تھے لیکن جب ۱۲۹۹ء میں عثمانی ترکوں کا ستارہ چمکا تو یورپ اور ایشیا کے سنگم پر ایک ایسی سلطنت اور حکومت معرض وجود میں آئی جو روم الکبریٰ سے بھی زیادہ طاقتور اور پرشکوہ تھی۔ اور جب ملت اسلامیہ کی خلافت کا اعزاز بھی انھیں حاصل ہوا تو تمام دنیا کے مسلمانوں کی نگاہیں ان کی طرف جم گئیں۔ اور وہ مسلمانوں کی عظمت و وقار کے علمبردار بن گئے۔ ان کی خوشی عالم اسلام کی خوشی اور ان کا غم عالم اسلام کا غم بن گیا۔

"تاریخ میں سب سے پہلے لفظ ترک کا استعمال چھٹی صدی عیسوی میں ملتا ہے۔ چینی مورخوں نے وسط ایشیا میں ایک مضبوط سلطنت کا ذکر کیا ہے۔ جس کی بنیاد ان لوگوں نے رکھی جنھیں ترکیو کہتے ہیں۔ مشرق قریب کے مسلمانوں سے میل جول کے اثرات کے تحت انہوں نے مذہب اسلام اختیار کیا۔ اور خلافت کے زمانے میں بڑی تعداد میں ملازمت حاصل

کرکے فوج میں اعلیٰ اعزازات حاصل کئے اور بعد میں حکمران ہو گئے۔ گیارھویں صدی میں خلافت کے مشرقی علاقے میں خاندان سلجوق نے ایک عظیم سلطنت کی بنا رکھی اس کے بعد عثمانیوں کی حکومت قائم ہو گئی۔ مملوک سلطنت کو تباہ کرکے سلطان سلیم اول نے شام اور مصر کو عثمانی سلطنت میں شامل کیا۔ اس سلطنت کی حکومت تین براعظموں پر تھی ساری سلطنت میں امن اور خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ علوم و فنون نے ترقی کی۔ ترک افواج اور ترکیہ کی بحری طاقت مغربی طاقتوں کے لئے بڑا چیلنج تھا۔ چھ سو سال سے زائد عرصہ تک ایک مضبوط حکومت نے سلطنت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں رکھنے کے بعد ۱۷ ویں صدی میں عثمانی بادشاہت کا زوال شروع ہو گیا۔ ۱۸ ویں صدی میں روس اور آسٹریا کا بلقان اور بحیرہ اسود پر تسلط ہو گیا۔ ۱۹ ویں صدی میں انگلستان اور فرانس نے روس کے خلاف ترکی کی مدد کرکے اپنا اثر

قائم کر لیا۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ عثمانی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

نئے دور کا آغاز

ترکوں میں بھی اب جذبہ بیداری پیدا ہو گیا تھا سلطان عبدالحمید نے اصلاحی اقدامات کے مطالبات مسترد کر کے انھیں قوت کے بل پر اقتدار حاصل کرنے پر مجبور کر دیا اس طرح نوجوان ترکوں (ینگ ٹرکش) کی حکومت قائم ہو گئی۔ لیکن پہلی جنگ عظیم میں کچھ ایسا ہونے لگا کہ ساری دنیا انھیں مٹانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ یوں تو یہ جنگ ۱۹۱۸ء ہی میں ختم ہو گئی تھی لیکن ترکیہ کو تباہ و برباد کرنے اور اس کا نام و نشان مٹانے کا سلسلہ جنگ کے بعد بھی جاری رہا۔ اس جنگ میں ترکوں کو فلسطین، شام اور عراق کے بڑے حصے سے نکلنا پڑا

اتاترک

پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی تو اتاترک صوفیہ میں ملٹری اتاشی کے عہدے پر فائز تھے ان کی اپنی درخواست پر انھیں واپس استنبول بلایا گیا۔ اور جنگی خدمات سپرد کی گئیں۔ انیسویں ڈویژن کمانڈر کی حیثیت میں ۱۵ء میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کا بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا۔ اور آبنائے باسفورس کی کامیاب مدافعت کی۔ دارالحکومت کو حملہ آوروں سے آزاد کرانے پر انھیں جنرل کے عہدے پر ترقی دی گئی۔ ۱۹۱۶ء میں انھیں مشرقی محاذ پر بھیجا گیا۔ جہاں انھوں نے روسی فوج کو شکست دے کر ترکیہ کا مقبوضہ علاقہ آزاد کرا لیا بعدازاں وہ متوازی عارضی حکومت کے قائد بن گئے اور ۲۰ء میں انگورہ میں ترکیہ کی پہلی اسمبلی کے صدر منتخب ہوئے۔ ۲۱ء میں ان کی قیادت میں ترکوں نے یونانیوں کے خلاف جنگ چھیڑی جنھوں نے ایشیائے کوچک کے بہت بڑے علاقے پر قبضہ کر رکھا تھا۔ ایک سال کے اندر یونانی فوج ترکیہ کی سرحدوں سے باہر نکال دی گئی۔ ۲۶ راگست ۲۲ء کو ترکوں نے مصطفیٰ کمال اتاترک کی قیادت میں ایک عظیم یلغار کا اہتمام کیا جس نے یونانی فوجوں کو بحیرہ روم میں دھکیل دیا۔ یوں ترک کامل فتح سے ہم کنار ہوتے۔

اتاترک کی قیادت میں جو کامیابیاں ہوئیں ان کی بدولت ترکیہ کا اقتدار اور وقار بحال ہو گیا اور بیرونی طاقتوں کے اثرات ختم ہو گئے ۔

غازی مصطفےٰ کمال اتاترک اور دوسرے ترک رہنماؤں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ شہنشاہیت کا زمانہ لد چکا ہے ۔ اور جو قوم گزشتہ ۲½ ہزار سال سے حریت آزادی کی آغوش میں پرورش پا رہی ہے اسے ایک جمہوری نظام ہی راس آ سکتا ہے ۔ چنانچہ اس نصب العین کو سامنے رکھ کر انہوں نے ۲۹ اکتوبر ۲۳ء کو ترکیہ جمہوریہ کا درجہ دینے کا اعلان کیا اور خود اس کے پہلے صدر بنے ۔ وزیر اعظم کا انتخاب اکثریتی پارٹی سے کیا جاتا ہے ترکیہ کی اہم سیاسی جماعتوں میں (عدنان مندریز مرحوم کے حامیوں کی جماعت) جسٹس پارٹی، ڈیموکریٹک پارٹی ۔ ری پبلکن پیپلز پارٹی، نیشنل الائنس پارٹی، کسان قومی پارٹی اور نیو ترکیہ پارٹی شامل ہیں ۔ ری پبلکن پیپلز پارٹی جس کی بنیاد اتاترک نے ۲۲ء میں رکھی تھی ۔ ۵۰ء تک مسلسل برسر اقتدار رہی اور بعد میں ۶۱ء سے فروری ۶۵ء تک تمام مخلوط حکومتوں میں غالب حصہ دار کی حیثیت سے شامل رہی ۔ سابق وزیر اعظم عصمت انونو جو گزشتہ سال ۲۶ دسمبر کو انتقال کر گئے تھے ۔ ۴۶ء میں اس کے صدر بنے تھے ۔ عصمت انونو اتاترک کے قریبی ساتھیوں میں شامل تھے ۔ غازی مصطفےٰ کمال جمہوریہ کے صدر منتخب ہوئے ۔ تو عصمت انونو وزیر خارجہ مقرر ہوئے ایک سال بعد آپ نے ترکیہ کی وزارت عظمیٰ سنبھالی اور ۹ نومبر ۳۸ء کو مصطفےٰ کمال انتقال کر گئے تو عصمت انونو ان کے جانشین مقرر ہوئے عصمت انونو ۵۰ء تک صدر رہے ۔ آپ کے بعد جلال بایار ترکیہ کے صدر منتخب ہو گئے ۔ ۶۱ء کے انتخابات میں عصمت انونو کی جماعت کو ۱۷۳ نشستیں حاصل ہوئیں اور مخلوط کابینہ بنانی پڑی تاہم وزارت عظمیٰ کا منصب عصمت انونو ہی کو ملا ۔ بالآخر ۶۵ء میں انھیں اقتدار سے الگ ہونا پڑا اس کے بعد وہ حزب مخالف کے لیڈر کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے رہے

ترکیہ ایک ایسا ملک ہے جو آج بھی دو بر اعظموں میں پھیلا ہوا ہے اس کا ایک حصہ ایشیا میں اور دوسرا یورپ میں ہے اس کی سرحدیں بلغاریہ اور یونان سے ملتی ہیں ۔ ترکیہ کا جو حصہ ایشیا میں ہے اس کی سرحدیں بحیرہ روم، شام، عراق، بحیرہ اسود، روس اور ایران سے ملتی ہیں یہ حصہ یورپی حصہ سے بہت بڑا ہے ۔

جمہوریہ سوڈان

سرکاری نام : جمہوریہ سوڈان

محل وقوع : اس کے شمال میں عرب جمہوریہ مصر، مشرق میں ایتھوپیا، جنوب میں کینیا، یوگنڈا اور کانگو اور مغرب میں چاڈ اور لیبیا واقع ہیں۔

رقبہ : سوڈان کا رقبہ ۹۶۷۵۰۰ مربع میل ہے۔ مصر اور سوڈان کے درمیان کوئی پہاڑ یا دوسری قدرتی سرحد موجود نہیں ہے جو ان دونوں کو باہم جدا کر سکے۔ رقبہ کے اعتبار سے یہ افریقہ کا سب سے بڑا ملک ہے۔

آبادی : تقریباً ۱½ کروڑ

دارالحکومت : خرطوم

دیگر اہم شہر : ام درمان، عطبرہ، شندی، پورٹ سوڈان، کسلا، قضارف اور جوبا

زبان : عربی ملک کی سرکاری زبان ہے۔ اس کے علاوہ افریقہ کی دوسری زبانیں بھی بولی جاتی ہیں۔

مذہب : ۶۹ فیصد مسلمان ہیں۔

سکہ : سوڈانی پونڈ۔

اہم پہاڑی سلسلہ نذہین اور دارفور۔

آب وہوا : سوڈان کا شمار دنیا کے گرم ترین خطوں میں ہوتا ہے کیونکہ وہ خطہ سرطان کے دوائر اور خطہ استوا کے مابین واقع ہے اس وجہ سے اس کی آب وہوا عام طور

پر گرم ہے۔ سوڈان کا شمالی علاقہ جنوبی علاقہ کے مقابلہ میں سخت خشک اور ریگستانی ہے۔ اس لئے یہاں کی آب و ہوا اور بھی زیادہ گرم اور خشک ہے۔ جنوبی علاقوں میں خط استوا کے قریب ہونے کی وجہ سے سارا سال بارش ہوتی ہے۔

عام پیداوار: کپاس، تل، گوند، کھجور، چاول، کافی، مکئی، لوبیا اور چمڑا وغیرہ

معدنی پیداوار: نمک، خام لوہا، سونا، تانبہ، جپسم، میگانیز، میکا، گندھک، سنگ مرمر، چونا، کوئلہ وغیرہ

صنعتیں: سگریٹ سازی، شراب، کپڑا، ماچس، گتہ اور ادویات۔

مختصر تاریخ: اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے عہد حکومت میں مسلمانوں کی یہاں حکومت ہوئی۔ اور عرب تاجروں کے توسط سے یہاں اسلامی تعلیمات کو فروغ حاصل ہوا۔ اور اسلام کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جلد ہی سوڈان اسلامی تہذیب و ثقافت کے زیر اثر ایک عرب ملک کی حیثیت اختیار کر گیا۔

۲۰-۱۸۲۲ء میں مصر کے حکمران محمد علی پاشا نے یہ علاقہ فتح کر لیا۔ ۱۸۸۰ء میں محمد احمد (جو مہدی کہلاتا تھا) کی قیادت میں انقلاب آیا۔ مصر نے چارلس گارڈن کو سوڈان سے مصری فوجیں نکالنے کے لئے بھیجا۔ ۲۶ جنوری ۱۸۸۵ء کو اسے نرغے میں لے کر قتل کر دیا گیا۔ ۱۸۹۸ء میں ہوریشیو کچنر (جو بعد میں لارڈ کچنر آف خرطوم کہلایا) کی قیادت میں انگریزی اور مصری فوج سوڈان میں بھیجی گئی۔ اس فوج نے ۲ ستمبر ۱۸۹۸ء کو مہدی کے جانشینوں کو ام درمان کے مقام پر کچل دیا۔

دریائے نیل سوڈان میں شمالاً جنوباً بہتا ہے اور ملک کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ سوڈان کی ابتدائی تاریخ پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ انیسویں صدی کے آغاز میں جدید مصر کے بانی محمد علی نے اسے فتح کیا۔ اور یہاں حکومت قائم کی۔ مصر پر انگریزوں کا قبضہ ہوا۔ تو سوڈان بھی ان کے تسلط میں آ گیا۔ جس کے خلاف مہدی (محمد احمد) سوڈانی نے علم بغاوت بلند کیا۔

مشہور برطانوی جرنیل گورڈن کو تحریک آزادی کچلنے کے لئے بھیجا گیا۔ لیکن

حریت پسندوں نے فوج کو گھیرے میں لے کر جرنیل سمیت قتل کر دیا۔

۱۸۹۸ء میں لارڈ کچنر کی قیادت میں برطانوی فوج نے حریت پسندوں پر بڑے مظالم کئے۔ ۱۹۳۶ء میں اینگلو مصری معاہدہ ہوا جس کے تحت سوڈان کا سارا نظام گورنر جنرل کے سپرد کر دیا گیا۔ فروری ۵۳ء میں مصر اور برطانیہ کے درمیان معاہدہ ہوا۔ جس کے تحت عبوری دور کے لئے سوڈان پر مصر اور برطانیہ کا مشترکہ اقتدار رہا۔

یکم جنوری ۵۶ء کو رائے شماری ہوئی جس میں سوڈان کی آزادی کا فیصلہ ہوا۔ ۱۹۵۸ء میں جنرل ابراہیم عبود نے اقتدار سنبھال لیا۔ لیکن ۶۴ء میں مستعفی ہو گئے۔ مئی ۶۹ء میں دوسری بار فوجی انقلاب ہوا۔ اور ایک انقلابی کونسل نے اقتدار سنبھالا تاہم وزیراعظم اور کابینہ کے ارکان عوام میں سے مقرر کئے گئے۔ ۱۹۷۰ء میں حکومت نے متعدد صنعتوں کو قومی ملکیت میں لے لیا۔

۱۸۹۹ء کے عہدنامہ کی رو سے سوڈان بظاہر برطانیہ اور مصر کے دوہرے اقتدار کے زیرنگین تھا لیکن حقیقت میں وہ برطانیہ ہی کی ایک نوآبادی تھا۔ طویل عرصہ کی غلامی کے بعد سوڈان کو دوسری عالمی جنگ میں یہ موقع ملا کہ وہ اپنے ہاں قومی جمہوری تحریکوں کو فروغ دے سکے۔ اور اپنے لئے مکمل خودمختاری کا مطالبہ کر سکے۔ ۴۲ء میں سوڈانی کانگرس نے برطانوی گورنر جنرل کو ایک میمورنڈم بھیجا جس میں سوڈان کے لئے ہوم رول کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ برطانوی استعمار نے اس مطالبہ کو بڑی سرد مہری سے نامنظور کر دیا۔ جنگ کے بعد سوڈانی کانگریس نے گورنر جنرل کو ایک قرارداد بھیجی جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ سوڈان میں آزاد جمہوری حکومت قائم کی جائے اور سوڈان کی مصر کے ساتھ یونین بنائی جائے۔ برطانوی استعمار نے یہ قرارداد بھی رد کر دی۔ اس واقعہ کے بعد سوڈانی کانگرس میں پھوٹ پڑ گئی۔ اور وہ انتشار کا شکار ہو گئی۔

سوڈانی کانگرس کے ختم ہونے کے بعد سوڈان میں دو سیاسی پارٹیاں وجود میں آ گئیں۔ اشیقہ اور امۃ پارٹی۔ پہلی پارٹی قومی سرمایہ کاروں کو متحد کر کے سوڈان کو برطانیہ کی غلامی سے آزاد کرانا چاہتی تھی اور مصر سے یونین بنانے کے حق میں تھی اس

پارٹی کے ارکان تاجر، صناع، مزدور، نچلے طبقے کے سول ملازمین، اساتذہ اور ڈاکٹر تھے۔ امہ پارٹی بھی سوڈان کی آزادی کی دعویدار تھی۔ لیکن وہ برطانیہ سے بہت قریبی تعلقات رکھنا چاہتی تھی۔ اس پارٹی پر ان جاگیرداروں کا قبضہ تھا جن کے اقتصادی مفادات براہ راست برطانیہ سے وابستہ تھے۔

۱۹۴۶ میں ۱۹۳۶ کے معاہدہ پر نظرثانی کرنے کے لئے جب برطانیہ اور مصر میں مذاکرات ہونے لگے تو اشیقہ اور امیہ پارٹیوں نے متحد ہو کر اشیقہ پارٹی کے رہنما اسمٰعیل الازہری کو اپنا واحد نمائندہ بنا کر بھیجا۔ اسماعیل الازہری نے مذاکرات میں دونوں پارٹیوں کے نکتہ ہائے نظر کو سامنے رکھتے ہوئے تین تجویزیں پیش کیں۔

۱۔ سوڈان میں آزاد جمہوری حکومت قائم ہو جو مصر سے منسلک رہے۔ اور برطانیہ سے تعاون کرے۔

۲۔ مصری، سوڈانی اور برطانوی نمائندوں پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل کی جائے جو سوڈان کو حکومت منتقل کرنے کا پروگرام وضع کرے۔

۳۔ سوڈان میں تحریر، تقریر، صحافت کی پوری آزادی ہو۔ اور وہاں تمام شہری حقوق بحال کئے جائیں۔

برطانیہ کو یہ مطالبات بالکل پسند نہ تھے۔ شمالی سوڈان کی مشاورتی کونسل کو خطاب کرتے ہوئے گورنر جنرل ہیوبرٹ ہڈلسٹن نے اعلان کیا کہ سوڈانی بیس برس بعد اس قابل ہو سکیں گے۔ کہ وہ غیر ملکی مشیروں، مصلاح کاروں اور تکنیکی ماہروں کی مدد سے حکومت چلا سکیں۔ لہٰذا اس وقت سوڈان کی حکومتی مشینری میں تبدیلی کی بحث بہت قبل از وقت ہے۔

برطانیہ کی ان استعمار پرستانہ چالوں سے تنگ آ کر ۱۹۴۸ میں سوڈانیوں نے قومی تحریک آزادی کو تیز رفتار اور ہمہ گیر بنا دیا۔ نچلے طبقوں نے پورے ملک میں ۳۳ دن کی عام ہڑتال کر دی۔ پھر ریلوے ملازمین نے ہڑتال کر دی۔ فیکٹریوں اور دفتروں کے ملازمین نے جوبا میں اور کسانوں نے جزیرہ میں کام بند کر دیا۔

۱۹۴۸ کے آخر میں سوڈان کی قومی آزادی کی تحریک کی بنیاد رکھی گئی اس جماعت نے

آئینی اصلاحات کی مخالفت کرتے ہوئے مکمل آزادی کا مطالبہ کیا اور سارے ملک میں بیداری کی لہر دوڑا دی چنانچہ ۵۰ سے ۱۹۵۲ تک سوڈان کی یونینوں نے اقتصادی اور سیاسی کردار کی کم وبیش آٹھ عام ہڑتالیں کروائیں۔

جنوری ۱۹۵۲ میں برطانوی استعمار پرستوں نے سوڈان کے لئے ایک نیا آئین منظور کیا جس کی رو سے سوڈان کو خودمختار ریاست قرار دے دیا گیا۔ لیکن گورنر جنرل کے پاس اب بھی پورے اختیارات تھے۔ آخر جب مصر نے ۵۲ء کے انقلاب کے بعد برطانیہ سے تمام پرانے سابقہ معاہدے توڑ دیئے تو برطانیہ سوڈان کو سیف گورنمنٹ دینے پر مجبور ہو گیا۔

۱۹۵۳ میں سوڈانیوں نے اپنی پہلی پارلیمنٹ کا انتخاب کیا۔ جس نے نو آزاد ریاست کو تعمیر کرنے کا حلف اٹھایا۔ ۱۹۵۵ میں سوڈانی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر برطانوی فوجوں کے انخلا کا بل پیش کیا۔ اسی سال دسمبر میں انہوں نے سرکاری عمارتوں سے برطانوی پرچم اتار پھینکے۔ اور یوں یکم جنوری ۱۹۵۶ کو سوڈان مکمل آزاد ہو گیا۔

آزادی کے بعد سوڈان تیزی سے ترقی کی راہ پر گامزن ہے اس نے عرب اتحاد کے لئے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ عرب سربراہوں کی خرطوم میں کانفرنس اور یمن میں جمہوریت پسندوں اور شاہ پرستوں کے درمیان آویزش کے خاتمہ میں بھی سوڈانی زعماء کا بڑا ہاتھ ہے۔ سوڈانی رہنماؤں کی ان مساعی کو نہ صرف ملکوں بلکہ تمام اسلامی ممالک میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

مراکش — شاہ حسن کا خاندان سترھویں صدی سے مراکش پر حکمران ہے

مراکش جس نے موجودہ سلطنت کے بانی شاہ حسن خامس کی قیادت میں فرانس کے نو آبادیاتی تسلط سے آزادی حاصل کی۔ مغربی افریقہ کا ایک مسلم ملک ہے جس کا رقبہ پانچ لاکھ کلومیٹر اور آبادی ۱½ کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ حکومت نے ملک کی ترقی کے لئے زبردست کوششیں کی ہیں۔ اور ۱۹۷۲ء میں ایک پانچ سالہ منصوبے پر عمل درآمد مکمل کیا گیا ہے اس منصوبے کی ابتدائی سرمایہ کاری ۱۰۱ ملین مراکشی درہم تھی۔ زراعت اور صنعت کو سب سے زیادہ اہمیت دی گئی۔ ملک کی ۷۰ فیصد آبادی کا انحصار زراعت پر ہے۔ بڑی بڑی فصلیں گندم جو، زیتون، بادام اور دوسرے پھل ہیں۔ ملک میں جنگلات کی بھی افراط ہے۔ مویشی پالنا بھی ایک اہم پیشہ ہے۔

بڑی بڑی معدنیات میں فاسفیٹ، کوئلہ، خام تیل، لوہا، سیسہ، کوبالٹ زنک، مینگانیز اور چاندی ہیں۔ ملک کے دریاؤں اور سمندری علاقوں میں مچھلی بھی کافی مقدار میں پائی جاتی ہے۔ مراکش کے پاس ماہی گیری کا تقریباً ۲½ ہزار جہازوں پر مشتمل ایک بیڑہ بھی موجود ہے۔ مراکش میں بڑی عمدہ بندرگاہیں بھی واقع ہیں جن میں کیسا بلانکا بھی شامل ہے۔ برآمدات دس لاکھ امریکی ڈالروں میں

	۱۹۶۸	۱۹۶۹	۱۹۷۰	۱۹۷۱
برآمدات	۴۴۲	۴۸۲	۴۸۸	۵۵۴
درآمدات	۵۵۲	۵۵۹	۶۸۶	۷۷۷

رباط دارالحکومت ہے۔ فیض، مراکش، مقنس اور تانجیر مشہور مقامات ہیں۔
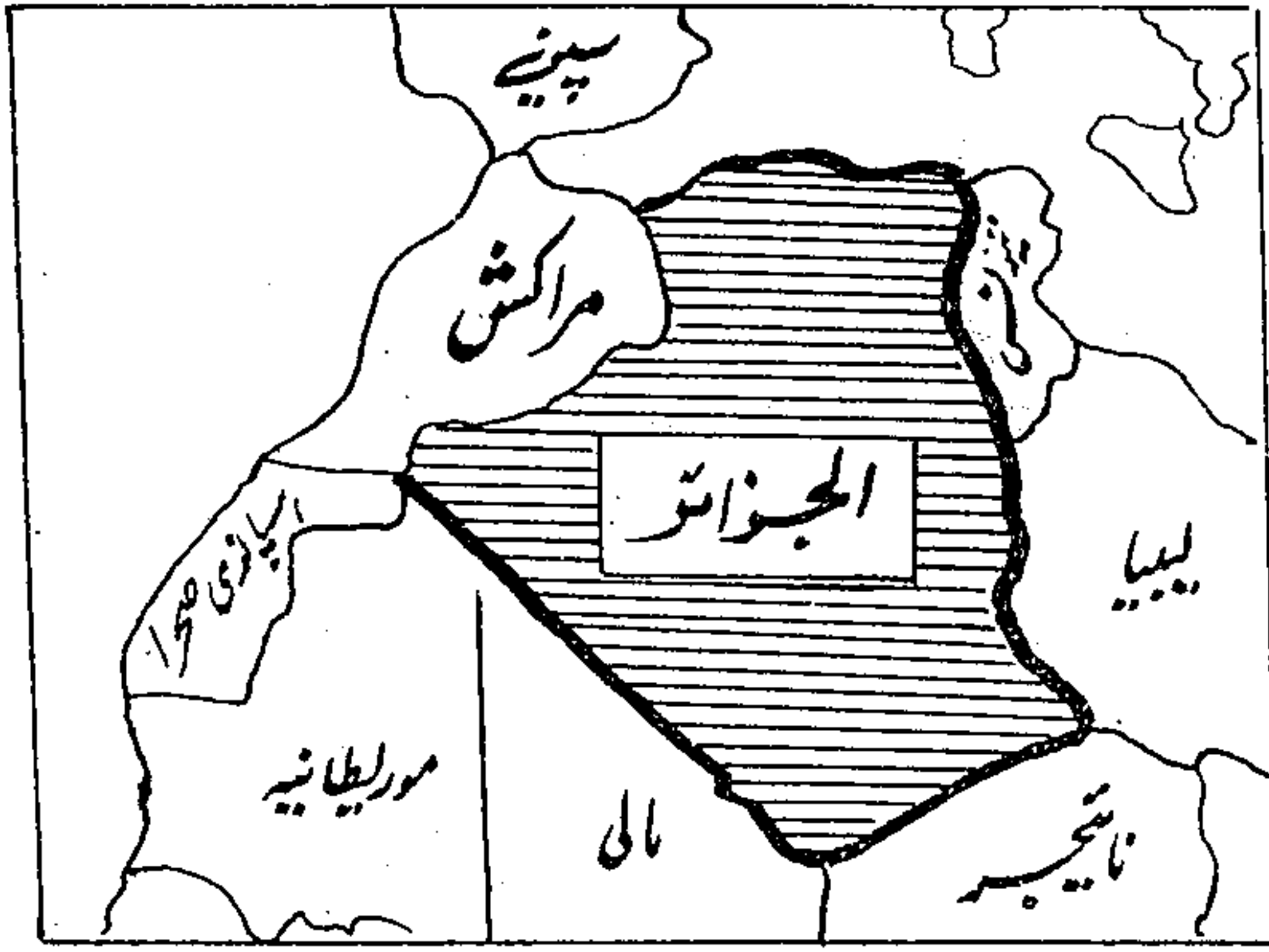
شاہ مراکش حسن ثانی

شاہ کا خاندان سترھویں صدی عیسوی سے مراکش پر حکمرانی کرتا چلا آرہا ہے شاہ حسن رباط میں ۹ جولائی ۱۹۲۹ کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۸ میں انہوں نے ڈگری حاصل کی اور ۴ سال بعد انھوں نے قانون کی ڈگری بھی حاصل کی۔ ۱۹۵۲ میں انہوں نے سول لاز میں ایک ڈپلوما بھی حاصل کیا۔ ولی عہد مولائے حسن نے عربی اور فرانسیسی دونوں زبانوں پر عبور حاصل کیا اور ان کے والد شاہ حسن خامس نے اوائل میں ہی انھیں حکومتی ذمہ داریوں میں اپنے ساتھ شریک کر لیا۔

شاہ حسن کے والد مرحوم انھیں اہم مواقع پر ہمیشہ ساتھ رکھتے۔ سابق شاہ نے تانجیر میں جو تقریر کی تھی اور جس تقریر میں انہوں نے مراکش کی آزادی کا اعلان کیا تھا اس وقت بھی ولی عہد مولائے حسن اپنے والد کے ساتھ تھے۔ یہ تقریر جو کہ ۱۸ اپریل ۱۹۵۲ کو کی گئی تھی۔ اس میں شاہ حسن خامس نے مراکش کی قوم پرستی کے کردار کو واضح کیا تھا جو کہ شاہ کی جلا وطنی کے دوران بھی ایک قوت بن کر ابھرتی رہی۔

شاہ حسن خامس کو فرانسیسی حکام نے مڈغاسکر میں جلا وطن کر دیا تھا۔ یہیں پر فرانسیسی حکام اور شاہ حسن خامس کے درمیان بات چیت بھی ہوئی۔ اس بات چیت میں ولی عہد مولائے حسن نے بھی شرکت کی تھی اور جب شاہ حسن خامس فاتحانہ انداز میں مراکش میں

واپس آئے تو ولی عہد بھی ان کے ساتھ تھے۔ ولی عہد مولائے حسن کو شاہ حسن خامس نے مسلح افواج کا کمانڈر انچیف بنا دیا۔ اس حیثیت میں شاہ حسن دوم نے مراکش سے فرانسیسی افواج کی بات چیت میں حصہ لیا جو کہ اپریل ۱۹۵۶ میں ہوئی۔

۹ جولائی ۱۹۵۷ کو اپنی اٹھائیسویں سالگرہ کے موقعہ پر مولائے حسن کو سرکاری طور پر ولی عہد قرار دے کر حکومت کی ذمہ داریاں سونپ دی گئیں۔ ۵۷ء اور ۱۹۶۰ء میں جب ان کے والد غیر ملکی دورے پر باہر گئے تو ان کی غیر حاضری میں انھوں نے تمام شاہی اختیارات کے ساتھ کام کیا۔

مئی ۱۹۶۰ء میں ان کے والد نے انھیں وائس پریذیڈنسی کا عہدہ دیا۔ ستمبر ۶۰ء میں وہ مراکش کے وزیر اعظم کی حیثیت سے اقوام متحدہ میں مراکشی وفد کے قائد بن کر گئے جنرل اسمبلی کے اجلاس میں انہوں نے نوآبادیاتی نظام کے خلاف اپنی پہلی تقریر کی۔ جسے تمام حلقوں میں سراہا گیا۔

۱۹۶۱ء میں اپنے والد کی ناگہانی موت پر وہ مراکش کے تخت پر متمکن ہوئے انہوں نے اپنا لقب شاہ حسن ثانی رکھا۔ شاہ حسن مذہب کے بہت بڑے پیروکار ہیں۔ اور اپنی تقریروں میں اکثر قرآن اور حدیث کے حوالے دیتے ہیں۔

شاہ حسن کو بچپن سے ہی کھیلوں اور شکار کا بہت شوق رہا ہے۔ اس لئے وہ اپنا فارغ وقت شکار، گھوڑ سواری یا گاف اور ٹینس کھیلنے میں صرف کرتے ہیں۔ وہ اپنے جہاز کو کبھی خود ہی چلاتے ہیں۔

مراکش ۴۴ سال تک فرانس کی نوآبادی بنا رہا۔ اس سارے عرصہ میں مراکشی عوام ۱۹۱۲ء کے ذلت آمیز "معاہدہ حفاظت" کو توڑنے کے لئے آزادی کی تحریکیں چلاتے رہے۔ کیونکہ یہی وہ معاہدہ تھا جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فرانسیسی سامراج نے مراکش کو غلام بنا رکھا تھا۔ دوسری عالمی جنگ کے دوران مراکش کے محب وطن دنیا کی دیگر قوموں کے دوش بدوش فسطائیت کے خلاف اس امید پر جنگ لڑتے رہے کہ جنگ ختم ہوتے ہی انھیں بھی آزادی مل جائے گی۔

۱۹۴۳ کے آخر میں اور ۱۹۴۴ء کے آوائل میں مراکشی وطن پرستوں نے استقلال پارٹی کی بنیاد رکھی جس کا منشور تھا کہ مراکش کو مکمل طور پر آزاد کر دیا جائے اور مراکش کے اسپینی اور فرانسیسی حصوں کو یک جا کر دیا جائے۔

دوسری عالمی جنگ کے دوران ہی محب وطن مراکشیوں نے عملی جدوجہد کا آغاز کر دیا تھا۔ اور مختلف سیاسی جماعتوں نے تحریک آزادی کی قیادت سنبھال لی تھی۔ ۱۹۴۶ء میں ان پارٹیوں نے مطالبہ کیا کہ ۱۹۱۲ء کے "معاہدہ حفاظت" کے علاوہ ان تمام معاہدوں کو توڑ دیا جائے جن کی وجہ سے مراکش ایک نوآبادی بن کر رہ گیا تھا۔ مراکش کے دونوں حصوں کو جن پر فرانس اور اسپین کا قبضہ تھا۔ دوبارہ متحد کیا جائے۔ طانجیر کی بین الاقوامی حیثیت کو ختم کیا جائے مراکش سے تمام غیر ملکی فوجوں کو نکال دیا جائے۔ اور ایک آزاد جمہوری مراکش کا قیام عمل میں لایا جائے۔

۱۹۵۰ء میں سلطان محمد بن یوسف سدی کو پیش کش کی کہ وہ ملک کے حکومتی اداروں میں اپنی طاقت کچھ اور بڑھالے لیکن سلطان محمد بن یوسف نے ان مراعات کو ٹھکراتے ہوئے مراکش کے لئے مکمل آزادی کا مطالبہ کیا جسے فرانسیسی حکومت نے ماننے سے انکار کر دیا۔

۱۴ مارچ ۱۹۵۲ء میں سلطان نے ایک بار پھر فرانسیسی حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ ۱۹۱۲ کے معاہدے کو منسوخ کرے اور مراکش کی آزادی کو تسلیم کرے۔ اس مطالبہ کے حق میں مراکش کے تمام بڑے شہروں میں جگہ جگہ مظاہرے ہوئے۔ فرانسیسی حکومت نے اس مطالبے کو سختی سے مسترد کر دیا۔ اور ساتھ ہی استقلال پارٹی اور دیگر قومی پارٹیوں کو خلاف قانون قرار دے دیا۔ بائیں بازو کی جماعتوں کے ۱۲ اور استقلال پارٹی کے ۳۰ رہنماؤں کو قید میں ڈال دیا۔ اور محب وطن اخبارات پر پابندی لگا دی۔ اگست ۱۹۵۳ء میں فرانسیسی سامراج نے سلطان محمد یوسف کو معزول کرکے پہلے کاسابلانکا اور پھر مڈغاسکر میں جلا وطن کر دیا اور اس کی جگہ محمد بن عرفہ کو سلطان نامزد کر دیا۔

سلطان محمد بن یوسف کی معزولی کے مسئلہ پر پورے ملک میں بغاوت پھیل گئی۔ حریت پسندوں نے جگہ جگہ گوریلا تنظیمیں قائم کر لیں اور فرانسیسی چوکیوں پر حملے شروع کر دیئے

۲۰ر اگست ۱۹۵۲ء کے ۱۲ر جولائی تک محب وطن چھاپہ ماروں نے کم و بیش ۳۲۵ لڑائیاں لڑیں۔ اور ۶ ٹرینیں تباہ کر دیں۔ ان واقعات کے پیش نظر حکومت فرانس نے جنرل گلامے کو برطرف کر دیا اور اس کی جگہ ایک منجھے ہوئے سیاست دان فرانسس لاکوسٹے کو مقرر کر دیا۔

اسی سال نومبر میں ایک اور ملک گیر ہڑتال ہوئی اور سلطان محمد بن یوسف کی واپسی کا مطالبہ کیا گیا۔ ۱۹۵۵ء میں ریف اور اطلس کے علاقوں میں قومی آزادی کی فوج ترتیب پا گئی اور فرانسیسیوں کو بزور قوت ملک سے نکالنے کا پروگرام تیار کیا گیا۔

حالات سے مجبور ہو کر ۲۵ر اگست ۱۹۵۵ء کو فرانسیسی حکومت مراکشی نمائندوں سے مصالحت کرنے پر مجبور ہو گئی ایک معاہدے کی رو سے سلطان محمد بن یوسف کی بحالی منظور کر لی گئی۔ اور مراکش کی آزاد نمائندہ حکومت کے قیام کو تسلیم کر لیا۔

مراکش کی پہلی حکومت ۷ر دسمبر ۱۹۵۵ء میں منتخب ہوئی۔ یہ حکومت استقلال پارٹی، قومی جمہوری پارٹی آزاد نمائندوں پر مشتمل تھی۔ قومی حکومت بن جانے کے بعد فرانسیسی مراکش کی حفاظت اور امور خارجہ جیسے مسائل اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی تھی ؞

اسلامی جمہوریہ پاکستان

دنیا کی قدیم ترین
تہذیبوں کا مرکز

پاکستان ایشیا کا ایک اہم ملک ہے۔ اس کے شمال میں افغانستان، شمال مشرق میں چین، مشرق میں بھارت، جنوب میں بحیرہ عرب اور مغرب میں ایران واقع ہیں۔ رقبہ ۳۰۴۰۳ ۱ مربع میل اور آبادی چھ کروڑ ہے۔ کرنسی کا نام پاکستانی روپیہ ہے۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو برطانوی تسلط سے آزادی حاصل کی اور ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ کو جمہوریہ ہونے کا اعلان کیا۔ اس کا سرکاری نام جمہوریہ اسلامیہ پاکستان ہے۔ طرز حکومت جمہوری ہے موجودہ صدر فضل الٰہی چوہدری، وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو ہیں۔

پاکستان میں ۹۹ فیصد آبادی مسلمانوں کی ہے جن کے آباو اجداد خلافت راشدہ کے زمانے میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ حضرت عمر کے زمانہ میں مکران تک کا علاقہ اسلامی مملکت کا حصہ تھا۔ ۷۱۲ء میں محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا۔ گیارھویں صدی کے آغاز میں محمود غزنوی نے صوبہ سرحد، پنجاب اور راجستھان کو اپنی مملکت میں شامل کیا بعد ازاں شہاب الدین غوری نے دہلی تک کے علاقہ پر قبضہ کیا اور ہندوستان میں اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی جو ۱۸۵۷ تک قائم رہی۔ آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو شکست دینے کے بعد انگریز پورے ہندوستان پر قابض ہو گئے ان کا اقتدار ۱۹۴۷ء تک قائم رہا

قائد اعظم محمد علی جناح پاکستان کے پہلے گورنر جنرل اور نواب زادہ لیاقت علی خان پہلے وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ پاکستان کے لوگ اتحاد عالم اسلامی کے علمبردار ہیں اور روئے زمین کے تمام مسلمانوں کو ایک مرکز پر متحد دیکھنا چاہتے ہیں۔ پاکستان کی بنیاد بھی اسلامی اتحاد کا یہی نظریہ ہے۔ علامہ اقبالؒ اس نظریے کے بہت بڑے مبلغ اور شارح تھے۔

پاکستان قدرتی وسائل سے مالا مال ہے اس کے پہاڑوں میں قیمتی معدنیات کے خزانے ہیں اور میدان دنیا کے زرخیز ترین علاقوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اسی فیصدی آبادی کا ذریعہ معاش کاشتکاری ہے۔ دریائے سندھ اور اس کے معاون ایک ہزار میل لمبے علاقے کو سیراب کرتے ہوئے گزرتے ہیں۔ دریاؤں پر جگہ جگہ بند باندھ کر نہریں نکالی گئی ہیں۔ اور بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ مغرب میں ہندوکش کی ۲۵۲۳۰ فٹ بلند چوٹی ترچ میر ہے جبکہ شمال میں کوہستان قراقرم کی ۲۸۲۵۰ فٹ بلند چوٹی "کے ٹو" ہے۔ یہ دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی شمار ہوتی ہے۔ آب و ہوا زیادہ تر خشک ہے۔ جولائی اگست بارش کے مہینے ہیں گرمیوں میں درجہ حرارت ۱۲۰ درجے فارن ہیٹ تک پہنچ جاتا ہے۔

چاول، گندم، کپاس، تیل کے بیج، تمباکو، کھانڈ، آٹا، اون اور مچھلی اہم زرعی پیداوار ہے۔ معدنیات میں گندھک، جپسم، نمک، کرومائیٹ، سیمنٹ، پٹرولیم، گیس، کوئلہ، سرمہ، ایسبٹاس، میگنیسائیٹ، سلیکا، سنگ مرمر اور زمرد شامل ہیں۔ ابھی حال ہی میں دریائے سندھ کے بالائی حصہ میں سونا دریافت ہوا ہے جس کی مقدار اور کاروباری اہمیت کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ ڈیرہ غازی خان اور بعض دوسرے علاقوں میں یورینیم کے ذخائر بھی ملے ہیں کالا باغ کے علاقہ میں لوہا بھی پایا جاتا ہے۔

آثار قدیمہ کی کھدائی سے معلوم ہوا ہے کہ پاکستان دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں کا مرکز رہا ہے۔ موہنجوڈارو کے آثار آج سے چھ ہزار سال قبل کی تہذیب و تمدن کا پتہ دیتے ہیں یہاں کے باشندے اس زمانے میں بھی بڑے بڑے شہروں میں رہتے تھے اور آبپاشی کا نظام ترقی یافتہ شکل میں موجود تھا۔ پاکستان میں اس وقت پاکستان پیپلز پارٹی برسر اقتدار ہے جس نے مرکز میں پاکستان مسلم لیگ کے اشتراک سے حکومت بنائی ہے۔ گزشتہ دو سال کے عرصہ میں متعدد بنیادی نوعیت کی اصلاحات نافذ کی گئی ہیں۔ موجودہ حکومت کا سب سے بڑا کارنامہ متفقہ عوامی آئین کی منظوری ہے۔ زرعی، تعلیمی، اقتصادی اور سیاسی اصلاحات کے نتیجہ میں ہر شعبہ زندگی میں نمایاں ترقی ہوئی ہے۔

سربراہ مملکت : پاکستان کے صدر مملکت جناب فضل الٰہی چودھری اگست ۷۳ء

کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نئے آئین کے تحت سربراہ مملکت منتخب ہوئے۔

جناب فضل الٰہی چودھری ۱۹۰۴ء میں پنجاب کے ضلع گجرات میں پیدا ہوئے انہوں نے ۱۹۲۴ء میں زرعی سائنس میں ڈگری حاصل کی۔ بعد میں وہ مزید تعلیم کے لئے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی چلے گئے۔ جہاں سے انہوں نے معاشیات میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ اور ۱۹۲۷ء میں وکالت کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۲۹ء میں وہ گجرات بار ایسوسی ایشن میں شامل ہو گئے۔

۱۹۳۶ء میں پنجاب اسمبلی کے عام انتخابات کے موقع پر جناب فضل الٰہی نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے یونینیسٹ پارٹی کے امیدوار کی مخالفت کی بعدازاں ۱۹۴۴ء میں جناب فضل الٰہی گجرات مسلم لیگ کی شہری اور ضلعی شاخ کے صدر منتخب ہوئے اور اگلے برس مسلم لیگ کے ٹکٹ پر پنجاب کی قانون ساز اسمبلی کے بھی رکن منتخب ہو گئے۔ بعدازاں قائداعظم کی ہدایت پر انھوں نے گجرات میں انگریز حکومت کے خلاف سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جس کی پاداش میں انھیں جیل جانا پڑا۔

۱۹۵۲ء میں انھیں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کرنے والے وفد کا رکن بنا کر نیویارک بھیجا گیا جہاں وہ تقریباً تین ماہ مقیم رہے بعدازاں ۱۹۵۴ء میں انھیں پاکستان مسلم لیگ کا جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا۔

۱۹۵۵ء میں وہ مغربی پاکستان اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور پھر اسمبلی کے سپیکر مقرر ہوئے اور اس عہدے پر ۱۹۵۸ء کے مارشل لاء تک متمکن رہے۔ ۱۹۶۲ء کے انتخابات میں وہ بطور آزاد امیدوار پھر قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہو گئے بعد میں انھیں اسی اسمبلی کا ڈپٹی سپیکر مقرر کیا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ہلال قائداعظم کا اعزاز بھی عطا کیا گیا۔ ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات کے موقع پر جناب فضل الٰہی چودھری پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر پھر قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہو گئے اور ۱۹۷۱ء میں بطور سپیکر ان کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ جناب فضل الٰہی چودھری قومی اسمبلی میں نئے آئین کی تشکیل کے کام کی صدارت کرتے رہے اور ان کی سربراہی میں ایک جمہوری آئین کی تکمیل ان کی سیاسی زندگی کا سب سے درخشاں باب ہے۔

جمہوریہ شام

شام کا کل رقبہ ۷۱۷۷۲ مربع میل ہے اور اس کی آبادی ۶۰ لاکھ ہے اس کی معیشت کا زیادہ تر دارومدار زراعت پر ہے۔ مزدوروں کی اکثریت کھیتی باڑی اور مویشیوں کی افزائش کا کام کرتی ہے ملک کا تقریباً ۱۶ فیصد حصّہ زراعتی ہے۔ گیہوں، کپاس، زیتون، تمباکو جوار اور باجرہ اس کی خاص پیداوار ہیں مویشیوں کی افزائش کے لئے جو علاقہ استعمال ہوتا ہے وہ زراعتی علاقہ سے زیادہ ہے۔ ۱۹۶۸ میں یہاں ۴ ارب ۸۴ کروڑ ۷۰ لاکھ بھیڑیں، ۷ لاکھ ۷۹ ہزار بکریاں، ۶۴۰۰ اونٹ، ۶۳۰۰۰ گھوڑے، ۲۷۳۰۰۰ گائے بیل، ۲۳۵۰۰۰ گدھے اور ۶۵۰۰۰ خچر تھے۔

اس ملک میں معدنیات جو اب تک دریافت ہوئی ہیں وہ بہت کم ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی تک اس طرف زیادہ توجہ نہیں دی گئی ہے۔ ابھی حال ہی میں تیل دریافت ہوا ہے۔ ۱۹۷۲ء میں اس کی پیداوار ۶۰ لاکھ ٹن تھی اس کے علاوہ وہ عراقی تیل کمپنی شام کو تقریباً ۶۰ لاکھ پونڈ ادا کرتی ہے۔ جس کے بدلے میں تیل شام کی پائپ لائنوں سے گزر کر بندرگاہ تک جاتا ہے جہاں سے یورپی ممالک کو برآمد کیا جاتا ہے۔

کچھ علاقوں میں فاسفیٹ دریافت ہوا ہے جو ۱۹۷۲ء سے کام میں آنا شروع ہوا ہے اس کے علاوہ دیگر معدنیات میں تانبہ، کروم، جپسم، نکل وغیرہ شامل ہیں۔ قدرتی گیس کا بھی حال ہی میں پتہ چلا ہے۔ اہم صنعتوں میں آٹا، تیل، صابن، سمینٹ (۱۹۶۸ میں پیداوار ۹۲۰۰۰ ٹن) تمباکو (۴۰۰۰ ٹن) پارچہ جات (۱۷۰۰۰ ٹن) شیشے کا سامان، شکر (۸۲۰۰۰ ٹن) بناسپتی گھی (۲۳۰۰۰ ٹن) اونی کپڑے (۱۴۴۰ ٹن) نمک (۳۰۰۰۰ ٹن) ہے کپڑے کی صنعت کو مزید ترقی دی جا رہی ہے اور حال ہی میں ایک فولاد کا کارخانہ قائم کیا گیا ہے۔

برآمدات: ۱۹۶۸ میں ۱۶ کروڑ ۸۰ لاکھ امریکن ڈالر، ۱۹۶۹ میں ۲۰ کروڑ ۷۷ لاکھ ڈالر

۱۹۷۰ء ۲۰ کروڑ ۳۰ لاکھ ڈالر، ۷۱ء میں ۱۹ کروڑ ۵۰ لاکھ ڈالر، ۷۲ء میں ۲۴ کروڑ ۷۰ لاکھ ڈالر
دمشق یہاں کا صدر مقام ہے اس کے علاوہ الیپو، روما، ہاما اور لتاکیہ جیسے شہر شامل ہیں
لیفٹننٹ جنرل حافظ الاسد ۱۹۳۱ء میں شام کے ایک ساحلی گاؤں جبلہ میں پیدا ہوئے
وہ لتاکیہ کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۵۲ء میں انہوں نے شام کی فضائیہ
فوج میں کمیشن حاصل کیا۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے وہ روس گئے۔ ۵۸ء میں جب شام
اور مصر کا الحاق ہوا تو وہ قاہرہ میں تھے اور وہاں انھوں نے بعث پارٹی کے لیڈروں سے
تعلقات پیدا کئے اور پارٹی میں شامل ہو گئے۔
۸ مارچ ۶۳ء میں جب شام میں انقلاب آیا تو وہ اہم شخصیتوں میں سے ایک تھے اور ان
کی وجہ سے بعث پارٹی برسر اقتدار آ گئی اور وہ فضائی فوج کے سربراہ مقرر ہوئے۔ اس کے
ساتھ ہی عرب سوشلسٹ بعث پارٹی اور قومی انقلابی کونسل کے رکن بن گئے۔ ۲۳ جنوری
کو وہ وزیر دفاع مقرر ہوئے اور انہوں نے لیفٹننٹ جنرل کے موجودہ عہدے پر ترقی پائی
۱۶ نومبر ۱۹۷۰ء کو انہوں نے ایک ملک گیر اصلاحی تحریک چلائی اور چونکہ اس وقت
ملک میں زبردست سیاسی رسہ کشی جاری تھی۔ اس لئے یہ تحریک بہت مقبول ہوئی اور اس
طرح نومبر ۱۹۷۰ء میں وہ وزیر اعظم اور وزیر دفاع مقرر ہوئے اور بعد میں مارچ ۷۱ء میں
والے ریفرنڈم کے ذریعے بھاری اکثریت سے ملک کے صدر منتخب ہوئے۔ جس وقت
انھوں نے اقتدار سنبھالا ہے ملک مسلسل ترقی کی راہ پر گامزن ہے ان کی قیادت میں شام
سیاست اور معاشی اور صنعتی میدان میں زبردست ترقی کی ہے۔
عرب اور اسرائیل کی حالیہ جنگ سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ موجودہ حکومت
نے جو پالیسی مرتب کی ہے وہ حافظ الاسد کی دانشمندانہ قیادت کا نتیجہ ہے۔ ان کی
اندیش خارجہ پالیسی کی وجہ سے آج شام کے تمام عرب ممالک سے بہترین تعلقات ہیں
اسی وجہ سے اکتوبر ۷۳ء کی جنگ میں تمام عرب ممالک نے شام کا کھل کر ساتھ دیا اور
شامی فوجوں نے انتہائی جرات اور بہادری کا ثبوت دیا اور اس کا تمام تر سہرا صدر
حافظ الاسد کو جاتا ہے۔

لبنان — ۱۹۴۱ء میں آزادی حاصل کرنے والا ملک جو یورپ اور ایشیا کے درمیان واقع ہے

۲۶ نومبر ۱۹۴۱ء کو آزادی حاصل کرنے والا ملک لبنان یورپ اور ایشیا کے تقریباً درمیان میں واقع ہے۔ اس کا رقبہ ۳۴۰۰ مربع میل ہے اور ۱۹۶۷ کی مردم شماری کے مطابق اس کی آبادی ۲۱ لاکھ ۷۹ ہزار ہے۔ بنیادی طور پر اس کی معیشت زرعی ہے۔ اور اس کی تقریباً ۳۸ فیصد زمین زیر کاشت ہے۔

۱۹۷۰ میں خاص فصلیں ترش پھل (۲۷۵۰۰۰) میٹرک ٹن۔ سیب (۹۵۰۰۰ ٹن) انگور (۱۱۰۰۰۰ ٹن) آلو (۱۰۵۰۰۰ ٹن) چقندر (۱۱۷۰۰۰ ٹن) جو (۱۸۰۰۰ ٹن) اور کیلے (۲۶۰۰۰ ٹن) تھیں۔ عرب ممالک اور یورپ کو پھلوں کی برآمد کی موجودہ شرح ۲۰۰۰۰ ٹن سالانہ ہے مجموعی برآمدات بشمول معدنیات مثلاً فاسفیٹ اور دھاتی مصنوعات ۱۹۷۰ میں بڑھ کر ۷۸۰۰۰۰ ٹن ہو گئی۔

اب تک دریافت شدہ دھاتوں میں خام لوہا، تانبہ اور چینی مٹی کی صنعت گزشتہ دس سالوں کے دوران سو فیصد بڑھ گئی ہے دسمبر ۱۹۶۸ کے اختتام تک مجموعی سرمایہ کاری ایک ارب ۶ کروڑ ۸۰ لاکھ پاؤنڈ تھی۔ تقریباً ۶۸۵۰۰ کارکن صنعتوں سے وابستہ ہیں۔ سیاحت ان دنوں ترقی کی جانب مائل ہے اور بہت جلد لبنان کی نمبر ایک صنعت بن جائے گی۔ سیاحت کے سلسلہ میں اب تک ۵۰ کروڑ روپے کی سرمایہ کاری ہو چکی ہے اور سیاحت سے ہونیوالی آمدنی ۱۹۷۰ میں ۲۹ کروڑ پاؤنڈ تک پہنچ گئی تھی۔

برآمدات — مالیت : امریکی ڈالر بہ اعتبار ملین

	۱۹۶۸	۱۹۶۹	۱۹۷۰	۱۹۷۱	۱۹۷۲
برآمدات	۱۴۳	۱۶۱	۱۸۳	۲۴۴	۳۱۷
درآمدات	۵۰۸	۵۰۳	۵۳۵	۶۴۵	۱۰۵۴

بیروت، لبنان کا تجارتی مرکز اور دارالحکومت ہے۔ دیگر اہم شہروں میں طرابلس (اہم بندرگاہ) سیدون، ذالے اور تائر ہیں۔

جناب سلیمان کابلان فرنجیہ ۱۴ر جون ۱۹۱۰ء کو شمالی لبنان میں زغرتہ کے مقام پر پیدا ہوئے ان کا تعلق لبنان کے اعلیٰ خاندان سے ہے جس نے لبنان کی تاریخ میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ انھوں نے (COLLEGE DESFRERES MARISTES DETRIPOLI) سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ صدر فرنجیہ نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی کا آغاز طرابلس اور زغرتہ میں واٹر سپلائی ورکس کے سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت سے کیا انہوں نے سماجی اور عوامی زندگی میں گہری دلچسپی لی۔ جناب فرنجیہ ۱۹۶۰ء میں زغرتہ سے لبنانی پارلیمنٹ (جسے چیمبر آف ڈپٹیس کہا جاتا ہے) کے رکن منتخب ہوئے۔ انہوں نے کئی وزارتی عہدے بھی سنبھالے۔ جن میں وزیر اعظم عبداللہ یافی کی کابینہ میں وزارت داخلہ کا قلمدان بھی شامل ہے۔ وہ ۷۰-۱۹۶۹ء میں وزیر اقتصادیات کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے رہے تا آنکہ انھیں چھ سال کی مدت کے لئے ۱۷ اگست ۱۹۷۰ء کو جمہوریہ لبنان
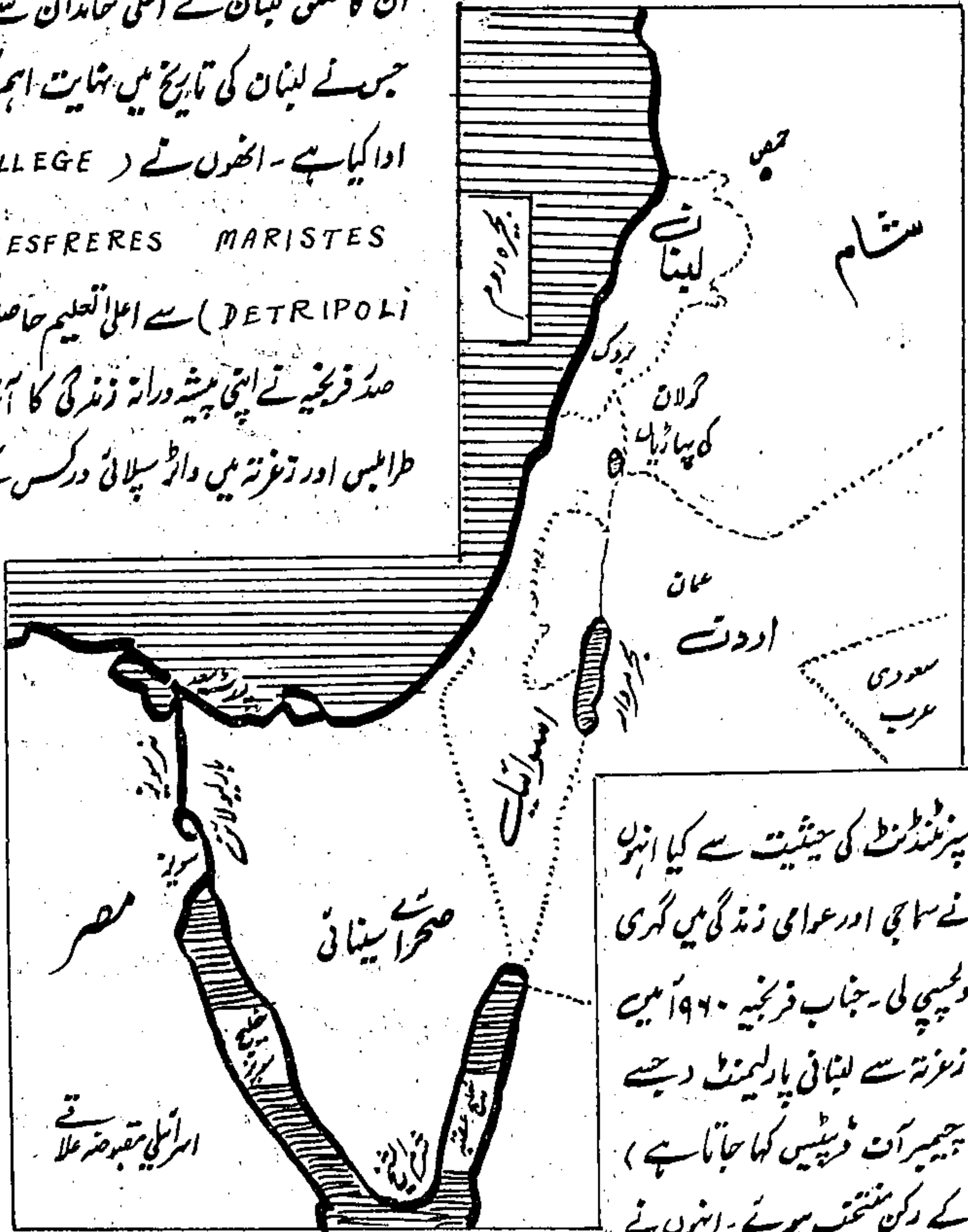
کا صدر منتخب کیا گیا۔

صدر سلیمان فرنجیہ گھڑ سواری، شکار، کلاسیکی موسیقی، تاریخ کے مطالعے اور سفر کرنے کے شوقین ہیں۔ انہوں نے بے تحاشہ سفر کیا ہے۔

انھیں اب تک مندرجہ ذیل ایوارڈ ملے ہیں :

۱۔ گرانڈ کورڈن درجہ اول" لبنانی آرڈر آف دی میرٹ"

۲۔ پیرو کا اعزازی میڈل۔ یو۔ سی۔ ایل۔ ایم"

۳۔ گرانڈ کورڈن درجہ اول" شامی آرڈر آف دی میرٹ" کا تمغہ۔

۴۔ یونیسکو کا نشان درجہ اول۔

صدر فرنجیہ کے پانچ بچے ہیں جن میں سے ایک ٹونی فرنجیہ، کابینہ میں وزیر ہیں۔

پہلی جنگ عظیم میں انگریزوں اور فرانسیسیوں نے لبنان پر قبضہ کر لیا۔ ۱۹۲۰ کے آخر میں فرانس نے تری پولی، سیدون، طاہر اور بیروت کو ملا کر عظیم لبنان کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۴۱ میں لبنان نے خود مختاری حاصل کر لی۔ ۱۹۴۶ میں ایک معاہدے کی رو سے فرانسیسی فوجوں کو لبنان چھوڑنا پڑا اور اس خلا کو امریکی اثر نے پُر کرنے کی کوشش کی۔ لیکن امریکی اثر کے خلاف لبنانی عوام نے تری پولی اور بیروت میں زبردست مظاہرے کئے۔ امریکی مداخلت کے باوجود عوام کی جیت ہوئی اور ان کے قائد رشید کرامی وزیر اعظم ہو گئے۔

لبنان سے کل چھیاسے اخبارات شائع ہوتے ہیں جن میں سے ۴۰ روزنامے ہیں۔ جو زیادہ تر عربی میں شائع ہوتے ہیں صرف ایک اخبار" ڈیلی سٹار" انگریزی میں اور کچھ فرانسیسی میں بھی چھپتے ہیں۔

لبنان کے ساحلی علاقہ میں بحیرہ روم کی سی زرخیز آب و ہوا ہے۔ جس میں زیتون سنگترے، انگور، انجیر، ناشپاتی، خربوزے، کیلے اور تربوز پیدا ہوتے ہیں۔

لبنان کی ثقافت ترقی یافتہ ہے یہاں کے خلیل جبران عربی زبان اور مشرق وسطیٰ کے مشہور صاحب طرز انشا پرداز ہیں۔ بیروت میں پانچ یونیورسٹیاں ہیں۔ جہاں مشرق وسطیٰ کے قریباً سبھی ملکوں کے طلبا تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہاں بھوری آنکھوں والے خوبصورت عرب

بھی بستے ہیں اور آرمینی نسل کے سیاہ رنگ کے لوگ بھی، لبنان میں دیگر نسلوں کے لوگ بھی آباد ہیں اس لئے عربی کے علاوہ انگریزی، فرانسیسی اور ہسپانوی زبانیں بھی بولی جاتی ہیں

لبنان کی تاریخ بہت پرانی ہے پانچ ہزار قبل مسیح یہاں تہذیب اپنے عروج پر تھی۔ آج بھی لبنان میں ہزاروں آثار قدیمہ، یونانی، رومی مندر اور سکندر اعظم کے دور کی یادگار عمارتیں ملتی ہیں۔ اسلام کے ظہور کے بعد لبنان اموی عباسی خلفا کے تحت رہا پھر عثمانی سلطنت کا حصہ بنا۔ ساتویں صدی سے لبنان عربوں کے زیر اثر آنا شروع ہوا اور تدریجاً دنیائے عرب میں شامل ہو گیا۔ اب یہ عرب لیگ کا رکن ہے۔

لبنان نے مشرق وسطیٰ کی سیاست میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا رہا ہے اس نے ہر سیاسی موڑ پر پامردی اور مستقل مزاجی کے ساتھ عربوں کا ساتھ دیا ہے جس کے لئے اسے کئی بار جانی اور مالی قربانی دینا پڑی۔ ۱۹۶۷ء میں توسیع پسند اسرائیل نے جب عربوں کے خلاف جارحیت کا ارتکاب کیا تو لبنان بھی اس کی زد میں آ گیا۔ لیکن لبنان کے پائے استقلال میں کوئی لغزش واقع نہیں ہوئی۔

لبنان میں فلسطینی حریت پسند خاصی بڑی تعداد میں ۴۸ء کے بعد سے رہائش رکھتے ہیں فلسطینی چھاپہ مار مجاہدین نے ۱۹۶۷ سے جنوبی لبنان میں اپنے تربیتی مراکز قائم رکھے ہوئے جہاں مختلف علاقوں سے آ کر نوجوان عرب عسکری مہارت حاصل کرتے ہیں اور موقع پاتے ہی اسرائیل کے علاقے پر حملہ بول دیتے ہیں۔ اسرائیل حریت پسندوں کو لبنان سے نکالنے کا مطالبہ کرتا رہا ہے لیکن لبنان نے اس مطالبے کو تسلیم کرنے کے لئے آج تک تیار نہیں ہوا۔

کویت نو ہزار تین سو چھہتر مربع میل رقبے پر مشتمل اسلامی ریاست ہے۔ ۱۹۶۹ء کی مردم شماری کے مطابق اس ریاست کی کل آبادی ۸ لاکھ ہے۔ اس ملک کی معیشت کا تمام تر انحصار تیل کی پیداوار اور آمدنی پر ہے۔ دسمبر ۱۹۶۸ء میں کویت کے پاس محفوظ تیل کی مقدار ۰۴۰۱ ملین ٹن تھی۔ اب یہاں تیل صاف کرنے کے ایک بڑے کارخانے کا قیام بھی عمل میں لایا گیا ہے۔ جس کی تیل صاف کرنے کی صلاحیت ایک لاکھ نوے ہزار بیرل روزانہ ہے۔ اس کے باوجود ۸۰ فیصد خام تیل غیر ممالک کو برآمد کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ملک کی ترقیاتی کوششوں میں صنعتوں کی توسیع اور بجلی، پانی اور تعلیمی سہولتیں فراہم کرنے کو ترجیح دی جا رہی ہے۔

کویت میں ایک امریکی کمپنی سعودی عرب کے تعاون سے ڈیڑھ کروڑ بیرل تیل سالانہ نکالنے میں مصروف ہے جب کہ ایک اور جاپانی کمپنی ۵½ کروڑ بیرل تیل نکال رہی ہے اب کویت نے کیمیائی کھاد تیار کر کے بھی برآمد کرنی شروع کر دی ہے۔

کویت کے سربراہ مملکت شیخ صباح سالم المبارک کویت کے شاہی خاندان کے بارھویں حکمران ہیں۔ وہ ۱۹۱۵ء میں پیدا ہوئے۔ اس وقت کے رواج کے مطابق انہیں قرآن، عربی، زبان و ادب اور اسلامی اصولوں کی تعلیم دی گئی۔ جب ان کی تعلیم مکمل ہو گئی تو ان کے والد شیخ احمد الجابر مرحوم نے ۱۹۳۸ء میں انہیں کویتی پولیس فورس کا سربراہ مقرر کیا۔ پولیس کی ۱۲ برس کی سربراہی کے دوران شیخ صباح نے اس محکمے کو جدید بنیادوں پر منظم کیا جو کہ اب کویت کی وزارت داخلہ کی صورت اختیار کر چکا ہے اس عہدے کے علاوہ شیخ صباح نے متعدد موقعوں پر محکمہ خزانہ اور پبلک ورکس کے ڈپٹی پریزیڈنٹ اور محکمہ صحت کے سربراہ کے طور پر بھی خدمات سرانجام دیں۔

جنوری ۱۹۶۲ء میں انھیں آزاد کویت کی آئین ساز اسمبلی کے انتخاب کے بعد کویت کی پہلی کابینہ میں بطور وزیر خارجہ شامل کیا گیا۔

۲۸ جنوری ۱۹۶۲ء کو شیخ صباح وزرار کی کونسل کے ڈپٹی پریذیڈنٹ مقرر کئے گئے نومبر ۱۹۶۴ء میں شیخ صباح کو آزادانہ طور پر ملک کی دوسری کابینہ تشکیل دینے کی دعوت دی گئی۔

بعدازاں ۲۴ نومبر ۱۹۶۵ کو امیر کویت کی موت کے بعد شیخ صباح نے سربراہ ریاست کی حیثیت سے فرائض سنبھال لئے۔ ۲۴ نومبر ۱۹۶۵ء کو ہی شیخ صباح نے کویت کے آئینی حکمران کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

البانیہ

مشرقی یورپ کے جزیرہ نما بلقان کے مغرب میں واقع البانیہ ایک مسلم ملک ہے سلطان مراد ثانی کے عہد میں البانیہ ترکوں کی عملداری میں آیا۔ اور ۱۹۱۲ء میں جنگ بلقان کے بعد اس نے آزادی حاصل کی۔ لیکن پہلی عالمی جنگ کے دوران یہاں مختلف اقوام کی افواج کا مرکز بن گیا۔

۱۹۲۰ء میں یہاں ایک جمہوری حکومت قائم ہوئی۔ ۱۹۲۵ء میں احمد زوگو صدر مقرر ہوئے ۱۹۳۹ء میں اطالیہ اس ملک پر قابض ہو گیا۔ اور دوسری عالمی جنگ کے بعد ۱۹۴۵ء میں یہاں انتخابات ہوئے اور ایک دستور تشکیل دیا گیا جس کی رو سے البانیہ کو جمہوریہ قرار دیا۔

سلطنت ہاشمیہ اردن

اردن کا رقبہ ۳۷۷۳۰ مربع میل اور آبادی ۲۴ لاکھ کے قریب ہے ملک میں فاسفیٹ عام پایا جاتا ہے جسے برآمد کیا جاتا ہے ۱۹۶۷ کی اسرائیلی جارحیت سے ملک کی معیشت کو زبردست نقصان پہنچا تھا ۱۹۶۶ میں قومی آمدنی ۴۰ کروڑ ڈالر تھی۔ اس میں زراعت کا حصہ ۱۸٫۲ فیصد صنعت کا ۱۱٫۶ فیصد، کامرس اور ٹرانسپورٹ کا ۲۸٫۹ فیصد، تعمیرات کا ۶٫۲ فیصد گورنمنٹ ملازمتوں کا ۱۷٫۴ فیصد اور دیگر شعبوں کا ۲۰ فیصد تھا۔

بڑی بڑی زرعی فصلوں میں گندم، جو، تمباکو، ٹماٹر اور دوسری سبزیاں، زیتون، انگور تربوز اور دیگر پھل ہیں صنعتی پیداوار میں فاسفیٹ، پٹرولیم کی مصنوعات، چمڑے کی مصنوعات کاغذ، لوہا، دوسری کئی اشیا شامل ہیں۔ برآمدات میں زیادہ تر فاسفیٹ، پھل اور سبزیاں کپڑا دھاگا، خام تیل، کارخانوں کا سامان مشینری اور ٹرانسپورٹ کا سامان شامل ہے۔

دس لاکھ امریکی ڈالروں میں

	۱۹۶۸	۱۹۶۹	۱۹۷۰	۱۹۷۱	۱۹۷۲
برآمدات	۳۹	۴۲	۳۴	۳۲	۴۸
درآمدات	۱۵۹	۱۹۰	۱۸۴	۲۰۵	۲۷۱

عمان دارالخلافہ ہے زرقہ اور اربد دوسرے اہم شہر ہیں۔

شاہ حسین سولہ سال کی عمر میں اردن کے تخت پر جلوہ افروز ہوئے تھے اور اس تمام عرصہ میں انہوں نے اپنے ملک اور اپنی زندگی کو درپیش مشکلات اور انتہائی نامساعد حالات پر جس طرح قابو پایا ہے وہ ان کے کردار اور شہرت کا لازوال حصہ بن چکا ہے ان کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کی محبت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور وہ عرب مفاد

[illegible] میں انھیں متعدد مواقع پر اپنی جان اور تخت کے لئے انتہائی [illegible] کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن ہر موقعہ پر انہوں نے اپنی ذہانت اور بہادری سے کام لے کر مشکل پر قابو پالیا۔

شاہ حسین کا سلسلہ آنحضرتؐ سے ملتا ہے وہ عمان میں ۱۸ شعبان ۱۳۵۴ھ (۱۴ نومبر ۱۹۳۵) کو پیدا ہوئے ان کی پرورش ان کے دادا شاہ عبداللہ والد شاہ طلال اور مادر ملکہ زینبہ کی نگرانی میں ہوئی۔ پانچ سال کے تھے کہ سکول میں داخل کر دیئے گئے۔ انہوں نے مذہبی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی بعد میں وہ اعلیٰ ثانوی تعلیم کے لئے اسکندریہ تشریف لے گئے اور ۱۹۵۰ میں انگلستان کے ہیرو پبلک سکول میں داخل ہو گئے۔

شاہ طلال کی وفات کے بعد شاہ حسین ۱۸ اگست ۱۹۵۲ کو اردن کے تخت پر بیٹھے اسی دوران وہ انگلینڈ میں سینڈھرسٹ کے ملٹری کالج میں بھی داخل ہوئے جہاں سے انہوں نے فوجی تربیت حاصل کی۔

شاہ حسین میں جمہوری قدروں کا احترام طالب علمی کے زمانے میں ہی پیدا ہو گیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو دوسرے طلباء سے ممتاز نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان میں خوب گھل مل کر رہا کرتے تھے۔

شاہ حسین کے محبوب مشغلے اپنے طیارے کو خود چلانا، کاروں کی دوڑ، گھوڑ سواری اور فوٹو گرافی ہیں۔ وہ ادب، قانون اور عرب تاریخ کا گہرا مطالعہ کرتے ہیں۔

شاہ حسین اپنے ملک کی افواج کے کمانڈر انچیف بھی ہیں اور اس حیثیت میں انہوں نے فوج کی طاقت بڑھانے کی طرف خاصی توجہ دی ہے وہ اسرائیلی جارحیت پسندوں کے خلاف لڑنے کے لئے اپنی افواج کو مضبوط تر بنانے میں کوشاں رہتے ہیں فوج کے کیمپوں میں جانا ان کا عام دستور ہے۔ اور جوانوں اور افسروں کے ساتھ ذاتی روابط رکھنے میں وہ بڑی خوشی محسوس کرتے ہیں شاہ حسین نے تیسری دفعہ ملکہ عالیہ سے ۲۴ دسمبر ۱۹۷۲ء کو شادی کی تھی۔

بحرین

مجموعی قومی آمدنی کا نصف تیل سے حاصل ہوتا ہے

ریاست بحرین خلیج فارس میں واقع ۴۰۰ مربع میل رقبہ کا ایک جزیرہ ہے جس کی آبادی ۲ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ اس کی معیشت کا بنیادی طور پر انحصار خام تیل کی پیداوار اور اسے صاف کر کے قابل استعمال بنانے پر ہے ریاست بحرین کی کل قومی آمدن کا نصف ذریعہ تیل ہے جس کی سالانہ پیداوار ۴۰ لاکھ ٹن ہے۔ بقیہ نصف آمدنی تجارت، بنک کاری اور دیگر ذرائع سے حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ صنعتی لحاظ سے بحرین پسماندہ ہے تاہم اس میدان کو روزافزوں وسعت دی جا رہی ہے۔

ماہی گیری، سمندری ذخائر اور بحری جہازوں کی مرمت ریاست بحرین کی اہم ترقیاتی سرگرمیاں ہیں۔ سب سے اہم صنعت ایلومینیم کی کچی اور خام دھات کو پگھلا کر صاف کرنا ہے ریاست کی ایلومینیم کی پیداواری استعداد ۱ لاکھ ۲۰ ہزار ٹن سالانہ ہے اس صنعت کا آغاز مئی ۷۱ء میں ہوا جس کے لئے خام مال آسٹریلیا سے درآمد کیا جاتا ہے۔ جبکہ ایندھن کے طور پر قدرتی گیس استعمال کی جاتی ہے بحرین قدرتی گیس کے کثیر اور وافر ذخائر سے مالا مال ہے۔

ریاست بحرین کی برآمدات و درآمدات بحساب امریکی ڈالر درج ذیل ہے:

سال	برآمدات	درآمدات
۱۹۶۸	۱۰ کروڑ ۳۰ لاکھ ڈالر	۲۱ کروڑ ۹۰ لاکھ ڈالر
۱۹۶۹	" " ۴۰ " "	" " ۷۰ " "
۱۹۷۰	۱۵ " ۷۰ " "	۲۷ " ۷۰ " "
۱۹۷۱	۱۶ " ۸۰ " "	۳۱ " ۶۰ " "
۱۹۷۲	۱۶ " ۳۰ " "	۳۳ " ۱۰ " "

منامابحرین کا دارالحکومت اور تجارتی مرکز ہے علاوہ ازیں محرق ایک دوسرا اہم شہر ہے

بحرین کے موجودہ فرمانروا اعلیٰ حضرت شیخ عیسیٰ بن سلمان الخلیفہ ۳ جولائی ۱۹۳۳ء کو ضلع 'جبشرہ' میں پیدا ہوئے۔ جبشرہ بحرین میں دارالحکومت مناما کے مغربی علاقے میں واقع ہے۔ ان کے والد شیخ سلمان بن حماد الخلیفہ نے ۱۹۵۳ میں انھیں عارضی طور پر اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ چنانچہ انھوں نے اپنے والد کے لندن کے مختصر دورے کے دوران ان کی غیر موجودگی میں قائمقام حکمران کے فرائض ادا کئے۔ ۱۹۵۶ سے ۱۹۶۱ تک وہ مناما بلدیاتی کونسل کے چیرمین رہے۔ ۲۱ جنوری ۱۹۵۸ء کو اماراتی عدالت کے جاری کردہ ایک فرمان کے مطابق وہ سرکاری طور پر بحرین کے ولی عہد مقرر ہوئے اور ۲ نومبر ۱۹۶۱ کو اپنے والد کے انتقال پر وہ از خود ریاست کے حکمران ہو گئے اور ۴۰ روزہ سوگ کے بعد ۱۶ دسمبر ۱۹۶۱ کو سرکاری طور پر ان کی تخت نشینی کا اعلان کر دیا گیا۔

ریاست بحرین کے حکمران شیخ عیسیٰ بن سلمان الخلیفہ نے ۶۸ میں ایک حکم جاری کیا۔ جس کے مطابق ریاست میں پہلی بار دفاعی افواج کا قیام مستقل بنیادوں پر عمل میں لایا گیا اگست اور ستمبر ۶۹ کے دوران انہوں نے امریکا، برطانیہ اور فرانس کے سرکاری دورے کئے۔ ۱۹۷۰ میں انہوں نے اپنی زیر نگرانی ڈائریکٹرز کا ایک بورڈ قائم کیا۔ جس کا چیرمین ان کے چھوٹے بھائی شیخ خلیفہ بن سلمان الخلیفہ کو مقرر کیا گیا۔ چونکہ بحرین کلی طور پر خود مختار اور آزاد ریاست نہ تھی اس لئے بورڈ کے ڈائریکٹرز کو مشیران اور منتظمین کی حیثیت دی گئی۔

۱۹۶۸ سے ۱۹۷۰ء کے دوران انہوں نے سعودی عرب، عراق، مصر، کویت اور متحدہ عرب اماراتوں کے کئی ایک سرکاری وغیر سرکاری دورے کئے۔ انہوں نے عرب ممالک کی اعلیٰ سطح کی بیشمار مشاورتی مجالس میں بھی شرکت کی ٭

متحدہ عرب امارتیں

سات ریاستوں پر مشتمل ایک وفاق

بدو، سلطان زیاد کی قوت کردار کے معترف ہیں

خلیج فارس کی متحدہ عرب امارتوں کے وفاق میں سات ریاستیں شامل ہیں اور یہ تمام ریاستیں تیل کی دولت سے مالا مال ہیں۔ ان کا رقبہ ۸۲،۶۶۰ مربع کلومیٹر اور آبادی ۲ لاکھ کے قریب ہے۔ ان میں سے ابوظہبی میں زرخیز زیر کاشت رقبہ بھی موجود ہے۔

زرعی پیداوار میں زیادہ تر پھل اور سبزیاں شامل ہیں۔

وفاق کی تمام تر معیشت کا انحصار تیل پر ہے اور سب سے زیادہ یہی برآمد کیا جاتا ہے۔ ابوظہبی میں سب سے زیادہ تیل پیدا ہوتا ہے اور یہاں سے روزانہ تقریباً ۲۰ لاکھ بیرل تیل نکالا جاتا ہے۔ اور اس سے ایک ملین ڈالر سے زائد سالانہ آمدنی حاصل ہوتی ہے۔

درآمدات میں عام استعمال کی اشیا، کپڑا، کارخانوں اور ٹرانسپورٹ کا سامان شامل ہے

برآمدات — دس لاکھ امریکی ڈالروں میں

	۱۹۶۸	۱۹۶۹	۱۹۷۰	۱۹۷۱	۱۹۷۲
برآمدات	۱۹۸	۲۱۳	۴۴۱	۲۶۳	۵۷۱
درآمدات	۱۲۰	۱۵۳	۱۴۳	۱۹۸	۲۹۳

سربراہ مملکت

عرب امارتوں کے وفاق کے سربراہ شیخ زیاد بن سلطان ہیں آپ ۱۹۱۸ میں پیدا ہوئے ان کا تعلق شیخ عیسیٰ بن کہان کے خاندان سے ہے جو ابوظہبی میں النہان خاندان کے بانی تھے۔ شیخ زیاد کے آباؤ احداد میں سے ایک شیخ زیاد اعظم تھے جنہوں نے ۱۸۵۵ سے ۱۹۰۹

تک عرب امارتوں کے موجودہ سیاسی اور اقتصادی ڈھانچے کی بنیاد رکھی تھی ۱۹۴۰ء میں شیخ زیاد بن سلطان مشرقی صوبوں کے گورنر مقرر ہوئے تھے اور اس حیثیت میں وہ بیس سال تک کام کرتے رہے اس دوران انہوں نے بہت سی اقتصادی اور سماجی اصلاحات نافذ کیں۔

صحرا کے علاقوں میں رہنے کی وجہ سے انھیں عرب بدوؤں کے حالات کا مشاہدہ کرنے کا بھی موقع ملا۔ اور وہ ان کے رواج اور عادات و خصائل سے بہتر طور پہ واقف ہوئے انہوں نے بدوؤں کی رسم و رواج تاریخ اور ثقافت کے بارے میں بہت سی معلومات اکٹھی کیں۔ ۱۹۴۸ء میں تھیسجر نے ان سے ملاقات کی اور شیخ زید بن سلطان کے بارے میں یوں رقمطراز ہوا۔

زیاد ایک مضبوط جسم والے آدمی ہیں ان کی عمر ۳۰ سال کے لگ بھگ ہے اور ان کی داڑھی کا رنگ بھورا ہے چہرے سے ذہانت ٹپکتی ہے ان کی آنکھیں دل میں اتر جانیوالی ہیں اور ان کے طور طریقوں سے رعب ٹپکتا ہے ان کا لباس بہت سادہ ہے۔ کمر میں انہوں نے ایک خنجر اور کارتوسوں کی ایک پیٹی لٹکا رکھی ہے اور ریت پہ ان کی رائفل ساتھ ہی پڑی ہوئی ہے۔ میں ان سے ملنے کا بڑا مشتاق تھا کیونکہ بدوؤں میں اسے بڑی شہرت حاصل ہے۔ بدو انھیں ان کی سادہ عادات اور غیر رسمی طور طریقوں کی وجہ سے بہت چاہتے ہیں اور اس کی قوت کردار کے معترف ہیں۔ ان کی دانشمندی اور طاقت کے قائل ہیں۔ اور وہ تعریفانہ انداز میں شیخ زیاد کے بارے میں کہتے ہیں۔ شیخ زیاد ایک بدو ہے وہ اونٹوں کے بارے میں جانتا ہے ہماری ہی طرح ان پہ سواری کر سکتا ہے اور گولی چلا سکتا ہے اور جانتا ہے کہ جنگ کس طرح کی جاتی ہے۔

مشرقی صوبوں میں ۲۰ برس کے دور حکومت میں انہوں نے زرعی میدان میں بہت سی اصلاحات نافذ کیں۔ انہوں نے ہمیشہ عرب مزارعوں کی مدد کی۔ اور امیر زمینداروں کے خلاف کاروائی کی، جب زمینوں کو پانی دینے کا سلسلہ آتا تو وہ بڑے بڑے زمینداروں کو بلاتے۔ اور کہتے کہ رسول پاکؐ کی حدیث ہے کسی کو پانی کی ترسیل بندمت کرو، مبادا چراگاہیں خشک رہ جائیں۔ لہذا کاشتکاروں کو فوراً پانی مہیا کرو۔

ری پبلک ڈی چاڈ

۱۹۶۰ء میں فرانسیسی تسلط سے آزاد ہوا
قلعی چاڈ کی سب سے بڑی معدنی دولت ہے

سرکاری نام : ری پبلک ڈی چاڈ

محل وقوع : اس کے مغرب میں نائجیریا اور کیمرون اور شمال میں لیبیا اور جھیل چاڈ کا کچھ حصہ، مشرق میں سوڈان اور جنوب میں وسطی افریقہ جمہوریہ واقع ہے اس کا زیادہ تر حصہ صحرا پر مشتمل ہے۔ بحیرہ روم سے ۵۵۰ میل جنوب میں واقع ہے۔

رقبہ : ۴۹۵۸۰۰ مربع میل

آبادی : اس کی آبادی تقریباً ۴۹ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے

دارالحکومت : نڈجمینا (فورٹ لیمی) ۱۲ ستمبر ۷۳ء سے فورٹ لیمی کا نام تبدیل کر دیا گیا ہے۔

دیگر اہم شہر : فورٹ آرکمبالٹ، مونڈو۔

زبان : فرانسیسی ملک کی سرکاری زبان ہے۔

مذہب : ۸۵ فیصد لوگ مسلمان ہیں۔

سکّہ : فرانک

اہم پہاڑی سلسلے : تبستی، ایینڈی۔

آب و ہوا : صحرائی علاقہ میں آب و ہوا گرم اور خشک ہوتی ہے لیکن جنوب میں کم سردی اور ہوا میں خشکی ہوتی ہے۔

پیداوار : کپاس، گوشت، مونگ پھلی، چاول اور باجرہ، چمڑا اور کھالیں۔

معدنی پیداوار : قلعی یہاں کی سب سے بڑی معدنی دولت ہے۔

صنعتیں : تاحال کوئی قابل ذکر صنعت نہیں البتہ یہاں چھوٹی صنعتیں موجود ہیں۔

مختصر تاریخ : اس علاقہ کو ۱۹۱۳ میں فرانسیسیوں نے اپنے قبضہ میں لیا تھا اور بعد ازاں اس کا شمار فرانسیسی استوائی افریقہ کے چار علاقوں میں ہونے لگا۔ ۲۸ نومبر ۱۹۵۸ کو اسے داخلی خود مختاری اور ۱۱ اگست ۱۹۶۰ کو مکمل خود مختاری دے دی گئی۔ فرانکوئس ٹومبلبے اس کے پہلے صدر اور وزیر اعظم بنے۔ ۱۶ اپریل ۱۹۶۲ کو چاڈ میں ناکام فوجی انقلاب برپا ہوا اور اسی سال ملک کا نیا آئین نافذ کیا گیا۔

۱۹۶۷ سے اب تک چاڈ کے شمالی حصوں میں جھڑپیں جاری ہیں۔ باغیوں کو کچلنے کے لئے صدر ٹومبلبے نے ۱۹۶۸ کے آخر تک فرانس کو فوجی دستے بھیجنے کی درخواست کی درخواست کی جسے فرانس نے منظور کر لیا۔

جون ۱۹۶۹ میں ٹومبلبے چاڈ کے دوبارہ صدر منتخب ہو گئے انہوں نے افہام و تفہیم کے جذبہ سے کام لے کر اپنے تین مخالفوں کو کابینہ میں لے لیا۔ ۱۹۷۲ میں فرانسیسی فوجیں چاڈ سے واپس چلی گئیں۔

۱۹۷۳ میں چاڈ نے اسرائیل کے ساتھ اپنے سفارتی تعلقات ختم کر دیے۔

معاہدوں اور تنظیموں سے وابستگی، چاڈ افریقی اتحاد کے ادارہ، افریقہ کے مشترکہ ادارے مالاگیسی اور ماریشس، یونین آف سنٹرل افریقن سٹیٹس، سنٹرل افریقن اکنامک کسٹم یونین، اقوام متحدہ اور اسلامی سیکرٹریٹ کا رکن ہے۔

قومی پرچم : چاڈ کا جھنڈا تین عمودی پٹیوں (نیلا، زرد اور سرخ) میں بنا ہوا ہے۔

اہم شخصیات : فرانکوئس ٹومبلبے ہی کی شخصیت ایسی ہے جو بین الاقوامی طور پہ شہرت یافتہ ہے۔

متحدہ جمہوریہ تنزانیہ

مشرقی افریقہ کا ملک جو ۱۹۶۴ء میں ٹانگانیکا اور زنجبار کے ادغام سے وجود میں آیا

سرکاری نام: متحدہ جمہوریہ تنزانیہ

محل وقوع: یہ مشرقی افریقہ کا ملک ہے ۱۹۶۴ء میں ٹانگانیکا اور زنجبار کے باہمی ادغام سے عمل میں آیا۔ بحر ہند پر اس کا ساحل ۵ میل لمبا ہے۔

رقبہ: ۳۶۲،۸۲۰ مربع میل۔

آبادی۔ ایک کروڑ ۴۰ لاکھ۔

دارالحکومت: دارالسلام (آبادی ۲۷۲۸۲۱)

سکّہ: تنزانی شلنگ۔

دیگر شہر: ٹانگا، وانزا، طبورا، مورو گورو، موشی، ڈوڈوما، زنجبار شہر۔

بلند ترین مقام: کوہ کلمنجارو کی چوٹی۔

اہم دریا: پنگانی

زبان: سواہلی اور انگریزی ملک کی سرکاری زبانیں ہیں۔ زنجبار میں سواہلی سرکاری زبان کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ عربی، انگریزی اور دیگر ہندوستانی زبانیں بھی بولی جاتی ہیں۔

مذہب: اسلام

آب و ہوا: مختلف علاقوں کی آب و ہوا مختلف ہے نشیبی علاقوں میں سخت گرمی ہوتی ہے۔ پہاڑی مقامات میں درجہ حرارت بہت کم ہوتا ہے۔ سالانہ بارش کی اوسط ۶۲" ہے۔

زرعی پیداوار: لونگ، خام روئی، کافی، گنا اور لکڑی۔

معدنی پیداوار: ہیرے، سونا، ٹین وغیرہ

صنعتیں : المونیم کے برتن، کیمیائی اشیاء، چمڑے کی مصنوعات، کپڑا، صابن، بلیڈ وغیرہ وغیرہ

قومی پرچم :- سبز اور نیلا (اسے زرد رنگ کے کنارے سے درمیانی سیاہ رنگ کی پٹی سے علیحدہ ہوتا ہوا دکھایا گیا ہے) اس کے دائیں جانب نچلی طرف اور بائیں جانب اوپر کی جانب تکونیں بنی ہوئی ہیں۔

مختصر تاریخ : ۷ ویں صدی قبل از مسیح میں تنزانیہ کے ساتھ ہندوستان اور عرب ممالک کی ساحلی تجارت زوروں پر تھی۔ پہلی صدی عیسوی میں یونانی تاجروں نے اسے دیکھا ۱۴۹۸ میں مشہور سیاح واسکوڈے گاما کی تنزانیہ کی سیاحت کے بعد پرتگالیوں نے عربوں کو یہاں سے نکال دیا مگر وہ نظم ونسق چلانے میں ناکام رہے کیونکہ یہاں ان کی تعداد بہت کم تھی۔ اس صورتحال میں جلد ہی یہاں عربوں کی حکومت بحال ہو گئی۔ ۱۸۵۶ء میں سید سعید کی وفات کے بعد تنزانیہ کی تقسیم ہو گئی۔ اور زنجبار کو ایک علیحدہ سلطنت کی حیثیت حاصل ہو گئی۔

یہاں جرمنوں کا اثر و نفوذ اس قدر تیزی سے بڑھا کہ ۱۸۸۴ء میں ڈاکٹر کارل پیٹرز نے مقامی سرداروں سے چند ہفتوں کے اندر اندر درجنوں معاہدے طے کر لئے۔ اور حاصل کردہ علاقہ کو ۱۸۸۵ء میں جرمن کا زیر تحفظ علاقہ قرار دیا گیا۔

پہلی جنگ عظیم میں برطانوی اور بلجیمی فوجوں نے جرمنوں کو یہاں سے نکال باہر کیا اور معاہدہ ورسیلز کی رو سے ۱۹۱۹ء میں ٹانگانیکا برطانیہ کا انتدابی علاقہ قرار پایا اور ۱۳ر دسمبر ۱۹۴۶ کو اسے اقوام متحدہ کے تولیتی علاقہ میں بدل دیا۔

دریں اثنا ۱۸۹۰ء میں سلطان نے زنجبار اور پمبہ کا علاقہ برطانیہ کو بحیثیت زیر تحفظ علاقے کے حوالے کر دیا۔ ۱۹۲۶ء میں ٹانگانیکا میں پہلی لیجسلیٹو کونسل قائم ہوئی اور اسی سطح پر زنجبار میں بھی لیجسلیٹو کونسل قائم کی گئی۔

پہلے عام انتخابات کے بعد یہاں وزارتی نظام قائم کیا گیا۔ دوسرے عام انتخابات میں جو اگست ۱۹۵۹ء میں منعقد ہوئے تھے۔ جولیس نائریرے کو وزیر اعلیٰ منتخب کر لیا گیا۔

یکم مئی ۱۹۶۱ء کو نائریرے کو وزیر اعظم مقرر کیا گیا۔ ۹ دسمبر ۱۹۶۱ء کو مکمل خود مختاری دے دی گئی۔ ۹ دسمبر ۱۹۶۲ء کو ٹانگانیکا بھی آزاد ہو گیا۔

۱۸ جنوری ۱۹۶۱ء کو زنجبار میں پہلے عام انتخابات منعقد ہوئے۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۶۳ء کو شدید آئینی مشکلات کے بعد اسے خود مختار سلطنت قرار دیا گیا۔ مگر ایک ماہ کی قلیل مدت کے بعد نئی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا اور ملک کو عوامی جمہوریہ زنجبار قرار دیا گیا۔ ۲۳ اپریل ۱۹۶۴ء کو ٹانگانیکا اور زنجبار کو باہم مدغم کر کے ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۴ء کو نئی مملکت کا نام تنزانیہ رکھ دیا گیا۔ ۵ جولائی ۱۹۶۵ء کو یہاں ایک پارٹی کی حکومت قائم ہو گئی۔ معاہدوں اور تنظیموں سے وابستگی: تنزانیہ دولت مشترکہ اور اقوام متحدہ کا رکن ہے۔

شخصیات

موجودہ شخصیات میں سے جولیس نائریرے (پ ۱۹۲۲ء) ٹانگانیکا کے بانی اور موجودہ تنزانیہ کے صدر، رشیدی کواوا (پ ۱۹۲۸ء) ٹریڈ یونین لیڈر اور ٹانگانیکا کے پہلے نائب صدر، عابد کرومے زنجبار کے پہلے صدر اور تنزانیہ کے پہلے نائب صدر کی شخصیات قابل ذکر ہیں۔

انیسویں صدی کی مشہور شخصیات میں زنجبار کے سلطان سید سعید بن سلطان بن احمد (۱۷۹۱ء، ۱۸۵۶ء) اور حمید بن محمد المرجابی شامل ہیں۔

قطر

ریاست قطر کا رقبہ تقریباً ۴۲۴۷ مربع میل ہے اور ۱۹۷۱ء میں اس کی آبادی کا تخمینہ ۱۶۰،۰۰۰ لگایا گیا تھا۔ آبادی کا ساٹھ فیصد حصّہ اور مزدوروں کا ۸۳ فیصد حصّہ سعودی عرب، پاکستان، ایران اور انڈیا سے آتا ہے۔ آبادی کا ۹۰ فیصد حصہ مالیاتی اور تعمیری سرگرمیوں میں مصروف ہے قومی آمدنی کا ۷۵ فیصد حصہ تیل سے حاصل ہوتا ہے مجموعی قومی آمدنی کی سطح ۳۵۰ ملین ہے اور فی کس قومی آمدنی تقریباً ۲۷۰۰ ڈالر ہے۔

کچھ صنعتیں بھی سامنے آرہی ہیں تیل کے علاوہ سب سے زیادہ ترقی سیمنٹ کی صنعت میں ام باب سیمنٹ پلانٹ کی شکل میں ہوئی ہے جس میں ۴۰ فیصد حصص حکومت کے ہیں اور ساٹھ فیصد حصص قطر کے عوام کے ہیں۔ قطر کی پٹرولیم کمپنی نے بھی ایک بہت بڑا منصوبہ شروع کیا ہے جس پر اندازاً ۲۵ ملین ڈالر لاگت آئے گی۔ اور اس کا مقصد دخان کے میدان میں پائی جانے والی قدرتی گیس کو محلول میں تبدیل کرنا ہے۔

ام سعد میں قطر کا پہلا آٹے کا کارخانہ زیر تعمیر ہے جس کی لاگت ۷۵۰،۰۰۰ ڈالر ہو گی۔ ایک کھاد پلانٹ کا منصوبہ بھی زیر غور ہے جو روزانہ ۹۰۰ ٹن امونیا اور ۱۰۰۰ ٹن یوریا پیدا کرے گا جو کہ تمام کا تمام برآمد کر دیا جائے گا۔

زرعی پیداوار محدود ہے اہم فصلیں سبزیاں، کھجوریں اور اناج ہے قطر میں سبزیاں ضرورت سے زائد پیدا ہوتی ہیں۔ سالانہ پیداوار ۲۰،۰۰۰ ٹن ہے اناج کی پیداوار ۳۴۰۰ ٹن ہے ۷۲ء میں تیل سے ۳۰۰ ملین ڈالر کا زرمبادلہ حاصل ہوا۔

دارالحکومت دوحا ہے۔ یہ ملک کی مرکزی بندرگاہ بھی ہے تیل کی پیدائش کا مرکز دخان ہے ام سعد آئل ٹرمینل ہے۔

جمہوریہ سیرالیون — اقوام متحدہ کا ایک سوواں رکن

سیرالیون نے ۲۷ اپریل ۱۹۶۱ کو آزادی حاصل کی اور اقوام متحدہ کا سوواں رکن بنا اس اسلامی ملک کا کل رقبہ ۷۳ ہزار ۳ سو ۲۶ کلو میٹر ہے اور آبادی ۲۰ لاکھ ۴۹ ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ اس کی مقامی آبادی کے استعمال کے لئے سب سے زیادہ کاشت ہونے والی فصلیں کافی اور ادرک ہیں۔

اس کی خوردنی دولت میں ۱۷ ہزار گائے بیل، ۱۰ لاکھ ۲۵ ہزار بکریاں، ۲۶ ہزار بھیڑیں اور تقریباً ۱۰ لاکھ چوزے شامل ہیں۔ مچھلیاں پکڑنے کی اوسط ۳۰ ہزار ٹن سالانہ ہے ملک میں دریافت ہونے والی دھاتوں میں ہیرا اور لوہا قابل ذکر ہیں، جن کا ۷۰ فیصد برآمد کیا جاتا ہے۔

سیرالیون کی اہم درآمدات میں گندم، آٹا، چینی، دودھ، کریم، گوشت، تمباکو، کاریں، ڈیزل، گیس آئل، ادویات، صابن، کاٹن، کپڑا، سیمنٹ، گاڑیاں، بجلی کا سامان جوتے اور ریڈیو سیٹ شامل ہیں۔

سربراہ مملکت

سیرالیون کے سربراہ مملکت ڈاکٹر سیکا سٹیون ۲۴ اگست ۱۹۰۵ میں سیرالیون کے جنوبی صوبے میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے البرٹ اکیڈیمی اور آکسفورڈ یونیورسٹی انگلینڈ میں تعلیم حاصل کی بعد ازاں ڈاکٹر سیکا سٹیون ۱۹۲۳ میں سیرالیون پولیس فورس میں بطور فرسٹ کلاس سارجنٹ ملازم ہو گئے۔

۱۹۲۱ سے ۱۹۴۶ تک سیرالیون ترقیاتی کمپنی کی تعمیرات میں کام کیا اور بعد میں سرنگ

کارکنوں کی یونین کی بنیاد رکھی۔ اس یونین کے ذریعے انہوں نے ۷ ہزار کارکنوں کے لئے ملازمت کی بہتر شرائط منظور کرائیں۔ عام تعلیم پر وسکن کالج آکسفورڈ میں کورس مکمل کرنے کے بعد ڈاکٹر سیکا سٹیونس نے ٹریڈ یونین ازم اور صنعتی تعلقات کا مطالعہ بھی کیا۔

۱۹۶۰ میں وہ متحدہ محاذ کے وفد میں شامل ہو کر آئینی بات چیت کے لئے لندن گئے جس کے نتیجہ میں سیرالیون کو آزادی نصیب ہوئی۔

۱۹۶۲ کے عام انتخابات میں ڈاکٹر سیکا کی پارٹی نے ترقی پسند تحریک آزادی کے ساتھ مل کر انتخابات میں حصہ لیا وہ متحدہ طور پر صرف بیس نشستیں حاصل کر سکیں اس طرح ڈاکٹر سیکا اپوزیشن کے لیڈر منتخب ہو گئے۔

نومبر ۱۹۶۴ میں ان کی پارٹی نے فری ٹاؤن کے شہر میں اکثر نشستیں جیت لیں، اور ڈاکٹر سیکا شہر کے میئر منتخب ہو گئے۔ ۱۹۶۷ کے عام انتخابات میں ان کی پارٹی بھاری اکثریت سے جیت گئی اور انھوں نے سیرالیون کے وزیر اعظم کا عہدہ سنبھال لیا۔ ڈاکٹر سٹیونس نے ۱۹ اپریل ۷۱ء کو سیرالیون کے پہلے وزیر اعظم کا حلف اٹھایا اور پھر صدر مملکت کا عہدہ بھی سنبھال لیا۔ ڈاکٹر سٹیون نے اپنے ملک کی تحریک آزادی میں دو مرتبہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

عراق

حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں مسلمانوں نے اسے فتح کیا۔ اور یہاں دو شہر بصرہ اور کوفہ آباد کئے اموی دور میں واسطہ کا شہر آباد ہوا المنصور عباسی نے دجلہ کے کنارے بغداد کا شہر آباد کیا جو ۱۲۵۸ء تک عباسیوں کا صدر مقام رہا۔ اسکے بعد ایل خانی منگولوں نے عراق پر حکومت کی۔ ۱۶ ویں صدی عیسوی میں عثمانی ترکوں نے اسے اپنی عملداری میں شامل کیا پہلی جنگ عظیم میں برطانیہ نے فتح کر کے امیر فیصل بن شریف کو حکومت تفویض کی جسکے خاندان کی حکومت ۵۸ء میں ہونیوالے ایک فوجی انقلاب کے ذریعہ ختم ہوئی۔ صدر احمد حسن البکر عراق کے موجودہ سربراہ ہیں۔

جمہوریہ صومالیہ

صومالیہ ایک وقت میں برطانیہ اور اٹلی کے مابین یرغمال کے طور پر تقسیم ہو گیا تھا لیکن اب یہ ملک مشرقی افریقہ میں ایک آزاد اسلامی مملکت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا رقبہ ۲۷ ہزار مربع میل اور آبادی ۲۵ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ صومالیہ کے ساتھ تقریباً ۱۸ سو میل تک سمندری ساحل پھیلا ہوا ہے۔ صومالیہ میں دو دریا بہتے ہیں۔ جن سے کچھ آبپاشی کی سہولتیں حاصل ہو جاتی ہیں صومالیہ کی زیادہ تر آبادی مویشی پالنے کا دھندہ کرتی ہے۔

صومالیہ میں ۳۵ فیصد لوگ محنت مشقت سے روزی کماتے ہیں۔ ۵۰ فیصد آبادی کے روزگار کا دارومدار کھیتی باڑی پر ہے۔ جب کہ ۳ فیصد صنعت کار اور ۱۲ فیصد سرکاری ملازم ہیں۔ صومالیہ صرف اشیائے خوردنی کی برآمد سے کل زرمبادلہ کا دو تہائی فیصد حصہ کماتا ہے۔ ۱۹۷۱ میں ایک کروڑ ۷۰ لاکھ روپے کی اشیائے خوردنی برآمد کی گئیں اس کے علاوہ ۵۵ لاکھ روپے کا زرمبادلہ گوشت اور کھالوں کی برآمد سے بھی حاصل کیا گیا۔ اس وقت سومالیہ میں بکثرت جانور موجود ہیں جن میں ۴۰ لاکھ گائے بیل، ۳۰ لاکھ اونٹ اور ۱½ کروڑ بھیڑ بکریاں شامل ہیں۔

سعودی عرب سومالیہ کا سب سے بڑا گاہک ہے جو ہر سال اشیائے خوردنی کی کل برآمد کا ۸۵ فیصد حصہ منگواتا ہے۔ تاہم اس سلسلے میں جنوبی یمن اور مصر بھی سومالیہ کے اہم گاہک ہیں۔

صومالیہ کی اہم فصلوں میں بانس، گنا اور کاٹن شامل ہے۔

صومالیہ کی ۸۵ فیصد فیکٹریوں میں برآمدی سامان تیار کیا جاتا ہے اور صرف ۲ صنعتیں ایسی ہیں جہاں چینی، گوشت، مچھلی، دودھ اور خوراک کی دیگر مصنوعات تیار ہوتی ہیں یہاں صرف ایک ٹیکسٹائل یونٹ قائم ہے اور چمڑے و فرنیچر وغیرہ کی فیکٹریاں بھی محدود پیمانے پر موجود ہیں

سربراہ مملکت

صومالیہ کے سربراہ مملکت میجر جنرل محمد سعد ۱۹۱۹ء میں ضلع لاہ میں پیدا ہوئے ابھی ان کی عمر صرف دس برس تھی کہ ان کے والدین انتقال کر گئے۔ انہوں نے لاہ کے ایک سکول میں تعلیم حاصل کی پھر ۱۹۴۱ء میں پولیس فورس میں ملازم ہو گئے جہاں وہ ترقی کرتے ہوئے ۵۱ء میں چیف انسپکٹر کے عہدے تک پہنچ گئے ۱۹۵۲ء میں انھیں اٹلی کی فوجی اکیڈیمی میں تربیت حاصل کرنے کے لئے منتخب کر لیا گیا۔ اور تربیت مکمل کرنے کے بعد انھیں فوج میں کمیشن مل گیا۔

جب اپریل ۱۹۶۰ء میں صومالیہ کی قومی فوج کا قیام عمل میں آیا تو انھیں کرنل کے عہدے پر فوج کا وائس کمانڈنٹ آفیسر مقرر کر دیا گیا۔ وہ ۱۹۶۵ء میں کمانڈنٹ ہوئے اور ۶۶ء میں انھیں میجر جنرل کے عہدے پر ترقی دے دی گئی۔

۲۱ اکتوبر ۱۹۶۹ء کو انہوں نے فوجی انقلاب کی قیادت کی۔ اور سپریم انقلابی کونسل کی صدارت سنبھال لی۔ وہ سوشلسٹ نظریے پر یقین رکھتے ہیں اور دل سے اپنے عوام کی ترقی و بہبود چاہتے ہیں۔

جمہوریہ التونسیہ

سرکاری نام : تیونس (اسلامی عرب جمہوریہ)

محل وقوع : یہ الجزائر اور لیبیا کے مابین شمالی افریقہ کے ساحل پر واقع ہے۔ اس کے مغرب میں مراکش، مشرق میں لیبیا، شمال میں بحیرہ روم اور جنوب میں الجزائر اور صحرائے اعظم واقع ہیں۔

رقبہ : ۶۳۳۷۹ مربع میل آبادی : ۵۰ لاکھ

دارالحکومت : تیونس

دیگر اہم شہر : صفاقس، سوس، بزرتہ

زبان : عربی سرکاری زبان ہے۔ البتہ فرانسیسی بھی بولی جاتی ہے۔

مذہب : ریاست کا سرکاری مذہب اسلام ہے تقریباً ۹۷ فیصد آبادی مسلمانوں کی ہے دیگر مذاہب کے لوگوں میں عیسائی اور یہودی شامل ہیں۔

سکہ : دینار

اہم پہاڑی سلسلے : جبل شعمبی (بلندی ۵۰۶۶ فٹ) آب وہوا : ساحلی علاقوں کا درجہ حرارت معتدل ہوتا ہے، ملک کے اندرونی حصوں میں موسم خشک اور گرم ہوتا ہے۔

زرعی پیداوار : گندم، جو، انگور، زیتون، کھجور، مچھلی، سنگترہ، لیموں اور پستہ نشیبی علاقوں میں ایک خاص قسم کی گھاس پیدا ہوتی ہے جس سے کاغذ بنتا ہے۔

معدنی پیداوار : لوہا، خام سیسہ، جست، فاسفیٹ، پارہ، تیل وغیرہ، معدنی پیداوار میں فاسفیٹ بڑا اہم ہے اس کی کانیں جفصہ کے علاقہ میں ہیں۔

صنعتیں : بناسپتی گھی، آٹا پیسنے، شیشہ سازی، دھات کی مصنوعات، رنگ و روغن کپڑا وغیرہ، گھریلو صنعتوں میں اونی دھاگا، اونی کپڑا، برتن، دریاں اور جوتے کی صنعت

قابل ذکر ہیں۔ زیتون کا تیل نکالنے کی صنعت بڑی ترقی یافتہ ہے۔

جنوری ۱۹۷۴ کو لیبیا اور تیونس کو ضم کر کے اسلامی عرب جمہوریہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس پر دونوں ملکوں کے سربراہوں نے انضمام کے معاہدے پر دستخط کر دیئے۔

۹۷۱ فاطمی خلفا یہاں کے حکمران رہے ۱۵۷۴ میں ترک یہاں قابض ہو گئے ۱۸۸۱ میں فرانس سے آزادی حاصل کرنے کیلئے جدوجہد جاری ہوئی فرانس نے اس تحریک کو دبانے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد حبیب بورقیبہ نے دستور پارٹی کی بنیاد رکھی۔ جلد ہی دیگر جماعتیں بھی اس پارٹی کے ساتھ شامل ہو گئیں اور انہوں نے فرانس کی حکومت کے خلاف متحدہ محاذ قائم کر لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تیونس کے عوام میں حق خود اختیاری اور داخلی امور میں خود مختاری کا مطالبہ زور پکڑ گیا۔ بالآخر تیونس کے عوام کے سامنے فرانس کو ہتھیار ڈالنے پڑے اور اس نے ۲۰ مارچ ۱۹۵۵ کو تیونس کو آزاد کر دیا۔ حبیب بورقیبہ ملک کے صدر مقرر ہوئے۔

اہم شخصیات: قدیم کارتھیج کا علاقہ تیونس پر ہی مشتمل تھا اس کا ممتاز ترین رہنما جنرل ہنی بال (۲۴۷ - ۱۸۲ ق م) تھا اس نے کئی بار رومیوں کو شکست دی مگر بالآخر وہ بھی زاما کے مقام پر ۲۰۲ ق م میں شکست کھا گیا۔

موجودہ تیونس کی اہم ترین شخصیات میں سے حبیب بورقیبہ (پ ۱۹۰۳ء) ہیں جنھوں نے تیونس کو آزاد کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔ وہ آج تک تیونس کے صدر چلے آرہے ہیں دیگر شخصیات میں سے مونگی سلیم (۱۹۰۸ - ۱۹۶۹) ہیں وہ ۶۱ - ۱۹۶۲ میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے ۱۶ ویں اجلاس کے صدر تھے۔

تیونس میں بہترین ادیبوں نے بھی جنم لیا ہے۔ ان میں البرٹ میمی (پ ۱۹۱۵ اور محمود مسعودی (پ ۱۹۱۱) شامل ہیں۔ اول الذکر فرانسیسی اور موخر الذکر عربی میں لکھتے ہیں۔ عمار فرحت (پ ۱۹۱۱) اور جلال بن عبداللہ (پ ۱۹۲۱) کے مشہور مصور ہیں ؂

جمہوریہ سینیگال
جنوری ۱۹۷۳ء کو سینی گال افریقہ کی اقتصادی برادری میں شامل ہوا

سرکاری نام : جمہوریہ سینی گال

محل وقوع : اس کے شمال میں ماریطانیہ، مشرق میں مالی، جنوب میں گنی اور پرتگالی گنی اور مغرب میں اطلانٹک اوشن واقع ہیں۔ شمال اور مشرق میں دریائے سینی گال نے اس کی حد بندی کر رکھی ہے۔

رقبہ : ۷۶۱۰۴ مربع میل آبادی : ۴۰۲۰۰۰۰ اولوف، فلیس بیندیگو، بمبارس اہم قبائل ہیں۔

دارالحکومت : ڈاکر سکہ : فرانک

دیگر اہم شہر : کاؤلک، سینٹ، لوئیس، ڈیوربل وغیرہ

زبانیں : فرانسیسی، وولف، پیولر (فولانی) ملک کی سرکاری زبان فرانسیسی ہے۔

مذہب : ۸۰ فیصد لوگ مسلمان ہیں۔

آب و ہوا : ساحلی علاقوں میں بارش کم ہوتی ہے اور یہاں بڑا حبس رہتا ہے یہاں بارش کی اوسط ۲۰ تا ۸۰" ہے۔ مشرقی اور وسطی سینی گال میں خشک موسم میں پانی کی بڑی کمی واقع ہو جاتی ہے۔

اہم دریا : دریائے سینی گال، دریائے گیمبیا اور دریائے سالوم۔

زرعی پیداوار : روئی، باجرہ، مکئی، چاول، مونگ پھلی وغیرہ

معدنی پیداوار : معدنی نمک، فاسفیٹ، کروبائیٹ، سونا، ہیرا اور تانبہ۔

صنعتیں : یہاں کپڑا بننے، شراب کشید کرنے، سیمنٹ بنانے، صابن سازی اور چینی تیار کرنے کے کارخانے ہیں۔

معاہدوں اور تنظیموں سے وابستگی : یہ اقوام متحدہ، افریقی اتحاد کے ادارہ، افریقہ،

مالاگیسی اور ماریشس کے مشترکہ ادارہ اور اسلامی سیکرٹریٹ کا رکن ہے ۔

مختصر تاریخ : ۱۵ صدی عیسوی میں فرانسیسیوں نے دریائے سینی گال کے کنارے کچھ سٹیشن قائم کئے اور ۱۶۵۰ء میں سینٹ لوئیس کے مقام پر فرانسیسیوں کی پہلی بستی تعمیر کی گئی نپولین کے ساتھ جنگوں کے دوران برطانیہ نے اس پر قبضہ کر لیا مگر ۱۸۱۵ء میں پھر یہ علاقہ فرانسیسیوں کو واپس کر دیا گیا۔ ۱۹۴۶ء میں سینی گال فرانسیسی یونین کا علاقہ قرار دیا گیا اور اس ضمن میں اس علاقہ کے دو ممبروں کو فرانسیسی اسمبلی میں ۲ نشستیں حاصل ہوگئیں ۔ ۱۹۵۸ء میں سنیگال اور سوڈان کو مدغم کر کے وفاق مالی کا قیام عمل میں آیا ۔ ۲۰ اگست ۱۹۶۰ کو سنیگال اس وفاق سے علیحدہ ہوگیا ۔ لیوپولڈ اس کے پہلے صدر بنے ۔

۱۹۶۲ء میں حکومت نے مالی اور مراکش پر الزام لگایا کہ وہ حکومت سینی گال کا تختہ الٹنے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ ۱۹۶۷ء میں ایک سرکاری ملازم نے صدر سینگور کی حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کی ۔ چنانچہ ملزم کو سزائے موت دی گئی ۔ ۱۹۶۸ء میں صدر سینگور کی جماعت نے انتخابات میں نمایاں کامیابی حاصل کی ۔

اس کے کچھ عرصہ بعد یونیورسٹی کا ایک طالب علم پولیس کے ہاتھوں مارا گیا ۔ اور اس ضمن میں طلبا نے ہنگامے شروع کر دیئے ۔ حکومت نے ہنگاموں کی قیادت کرنے والے رہنماؤں کو گرفتار کر لیا ۔ جون ۱۹۶۹ء میں طلبا نے پھر ہڑتال کر دی ۔ اور حکومت نے ہنگامی حالت کا اعلان کیا ۔ فروری ۱۹۷۰ء میں نئے آئین کی منظوری کے لئے ریفرنڈم ہوا ۔ نئے آئین کے تحت پارلیمانی نظام حکومت بحال کر دیا گیا ۔ اور عبدو ڈیوف کو سینی گال کا وزیر اعظم مقرر کیا گیا ۔

یکم جنوری ۱۹۷۳ کو سینی گال مغربی افریقہ کی اقتصادی کمیونٹی میں شامل ہوا ۔

اہم شخصیات : صدر لیوپولڈ سینگور کے بعد ڈیوی ڈیپ (۱۹۷۲ء - ۱۹۶۰ء) کی ایسی شخصیت ہیں جو بین الاقوامی شہرت کی حامل ہے ۔

والئ اومان وزیر اعظم بھٹو کے بڑے مداح ہیں

جزیرہ نمائے عرب کے جنوب مشرقی ابھار پر واقع سلطنت اومان تقریباً تین لاکھ مربع کلومیٹر پر پھیلی ہوئی ہے۔ اور ۱۹۷۱ء کے اعداد و شمار کے مطابق اس کی آبادی ۷ لاکھ ۵۰ ہزار تھی۔ ملک کی مجموعی قومی پیداوار ۲۸ کروڑ ۸۰ لاکھ ڈالر تھی۔ آمدنی کا اہم ذریعہ پٹرول ہے۔

مجموعی سرکاری آمدنی ۵ کروڑ ۲۹ لاکھ ۹۲ ہزار اومانی ریال ہیں سے ۴ کروڑ ۹۵ لاکھ ۶۶ ہزار اومانی ریال تیل کی فروخت سے حاصل ہوتے ہیں۔ ایک اومانی ریال ۲۶۸۹۵ امریکی ڈالر کے برابر ہوتا ہے۔ (بمطابق جولائی ۱۹۷۳ء کی شرح) حکومت نے ۱۹۷۲ء کے دوران ترقیاتی کاموں کی مد میں ۲ کروڑ ۹۰ لاکھ اومانی ریال خرچ کرنے کا حکم دیا تھا۔ ۱۹۷۲ء میں تیل کی پیداوار تقریباً ۱۰ کروڑ ۲۰ لاکھ بیرل تھی ملک کا وسیع علاقہ صحرا پر مشتمل ہے۔

صرف شمال میں دھوفر کا ساحلی علاقہ کچھ زرخیز ہے۔ مقامی کرنسی کے اعتبار سے ۱۹۷۱ میں ملک کی مجموعی قومی پیداوار ۱۴ کروڑ ۵۴ لاکھ اومانی ریال تھی۔ اس میں سے ایک کروڑ ۶۸ لاکھ اومانی ریال زراعت اور ماہی گیری سے ۹ کروڑ ۲۹ لاکھ اومانی ریال تیل سے، ۲ کروڑ ۱۰ لاکھ اومانی ریال تعمیرات سے اور بقیہ دوسرے شعبوں سے حاصل ہوا تھا۔

خاص زرعی پیداوار میں کھجور، آم، کیلے، گندم اور پیاز شامل ہیں۔ ۹۹ فیصد زرمبادلہ تیل سے حاصل ہوتا ہے تقریباً ۱۵ فیصد تیل ملائشیا کو اور باقی یورپ اور امریکا کے دیگر ترقی یافتہ ممالک کو بھیج دیا جاتا ہے۔ ۱۹۷۱ء میں درآمدات ایک کروڑ ۸۷ لاکھ ۱۰ ہزار ریال کی تھیں جس میں خاص طور پر چاول، تعمیراتی سامان، مشینری گاڑیاں، برقی آلات، پارچہ جات اور پٹرول کی مصنوعات قابل ذکر ہیں۔

	۱۹۶۸	۱۹۶۹	۱۹۷۰	۱۹۷۱	۱۹۷۲
برآمدات (مالیت دس لاکھ امریکی ڈالر میں)					
	۲۹۸	۲۷۹	۴۲۱	۵۳۵	۳۵۱
درآمدات	۷۸	۱۱۲	۱۴۷	۱۹۲	۱۸۵

سربراہ مملکت کے حالات زندگی

عزت مآب سید قابوس بن سعید ۱۹۲۸ میں پیدا ہوئے انھوں نے محل ہی میں بنیادی دینی، اسلامی اور انگریزی تعلیم حاصل کی اس کے بعد ان کی فوجی تربیت کا آغاز ہوا اور انھیں سینڈھرسٹ بھیج دیا گیا۔ وہ ۲۳ر جولائی ۱۹۷۰ کو تخت پر بیٹھے۔ ان کی شخصیت بہت دلکش اور اثر انگیز ہے وہ پاکستان کے وزیر اعظم کے بڑے مداح ہیں وہ جناب بھٹو کو پاکستان کا نجات دہندہ اور ایک عظیم مسلمان سیاست داں سمجھتے ہیں وہ نوجوان ہیں ۔ اور عالم اسلام اور عربوں کے لئے خصوصی لگاؤ رکھتے ہیں ۔

مالدیپ

مالدیپ کی اسلامی ریاست بھارت کے مغربی ساحل سے ۳ سو میل مغرب کی جانب بحیرہ عرب میں واقع ا ہزار ۸۷ جزیروں پر مشتمل ہے جس میں صرف ۲۱۰ جزائر آباد ہیں پہلی صدی ہجری میں یہاں عرب تجار نے اپنی نوآبادی قائم کر لی تھی۔ اس اسلامی ریاست کی آبادی ایک لاکھ تین ہزار آٹھ سو افراد پر مشتمل ہے ۔

برطانیہ نے برصغیر پر قبضے کے ساتھ ۱۸۸۷ میں ان جزائر پر بھی اپنا تسلط جما لیا تھا۔ ۲۶ر جولائی ۱۹۶۵ میں مالدیپ نے آزادی حاصل کی اور ۲۱ر ستمبر ۱۹۶۵ میں اقوام متحدہ کا ممبر بن گیا۔ یہاں کے سربراہ الامیر محمد فرید دیدی ہیں ۔

جمہوریہ یوگنڈا

یوگنڈا جو پہلے برطانوی نوآبادی تھی۔ براعظم افریقہ کے عین وسط میں ہے اس کے مشرق میں کینیا، جنوب میں جھیل وکٹوریہ اور تنزانیہ مغرب میں جھیل البرٹ اور جھیل ایڈورڈ اور عوامی جمہوریہ کانگو اور شمال میں سوڈان واقع ہیں۔ یوگنڈا دولت مشترکہ کی منڈی میں سب سے زیادہ کافی برآمد کرنے والا ملک ہے۔ کپاس، چائے، مکئی، تیل کے بیج، تمباکو اور چینی بھی بڑی مقدار سے بنائی جاتی ہے۔ برآمدی معدنیات میں ٹین اور تانبہ بڑی اہم معدنیات ہیں۔ ٹیکسٹائل اور کیمیکل کے کارخانے لگائے جا رہے ہیں۔

یوگنڈا ۹ راکتوبر ۱۹۶۳ء کو آزاد ہوا۔ یہ ملک اقوام متحدہ اور دولت مشترکہ کا ممبر ہے ۲۲ر فروری ۱۹۶۶ کو اس وقت کے وزیر اعظم جناب ملٹن اوبوٹے نے زبردست سیاسی شورش کے بعد کاروبار حکومت سنبھال لیا۔ اور صدر ایڈورڈ ژتزے کو تخت سے اتار دیا جو پہلے یہاں کا بادشاہ تھا۔

۱۹۶۷ء میں دستور نافذ کیا گیا اور عام انتخابات میں صدر قومی اسمبلی کے نمائندوں کا انتخاب کیا گیا۔ سربراہ مملکت عدی امین ہیں۔

آبادی زیادہ عیسائیوں کی ہے۔ جو نصف سے زیادہ ہے

زبان انگریزی ہے اور "لو" عوامی زبان ہے۔

یوگنڈا میں وکٹوریہ جھیل افریقہ میں سب سے بڑی جھیل ہے جو ۲۶۸۲۸ مربع میل ہے یہ سطح سمندر سے ۳۷۲۰ فٹ اونچی ہے۔ وکٹوریہ جھیل کی اودن کی آبشار پہ ایک بڑا ہائیڈرو الیکٹرک ڈیم بنایا گیا ہے۔ اس جھیل کی ایک اور آبشار مورچیس ہے۔

عرب جمہوریہ یمن

عرب جمہوریہ یمن یا شمالی یمن کا رقبہ ایک لاکھ پچانوے ہزار مربع کلومیٹر ہے۔ اور آبادی تقریباً ۷۰ لاکھ ہے۔ ۱۹۷۲ء میں اس کی فی کس آمدنی ۸۰ ڈالر تھی۔ مجموعی قومی پیداوار کا تقریباً ۷۰ فیصد حصہ زراعت سے حاصل ہے۔ خاص فصلوں میں گندم۔ جو۔ کپاس۔ کافی۔ تمباکو۔ آلو اور دیگر سبزیاں شامل ہیں۔

قومی پیداوار میں صنعتوں کا حصہ صرف تین فیصد ہے۔ خاص صنعتوں میں ٹیکسٹائل نمک اور پیپے بنانے کی صنعتیں شامل ہیں۔

برآمدات میں کافی، کپاس، کھالیں اور نمک وغیرہ شامل ہیں۔ درآمدات میں غذائی اشیاء، تیار صرفی مال، خام مال اور ایندھن کیمیکل اور حمل ونقل کے آلات و اوزار شامل ہیں۔

امریکی ملین ڈالر میں

	۱۹۶۸	۱۹۶۹	۱۹۷۰	۱۹۷۱	۱۹۷۲
برآمدات	۲	۸	۳	۴	۱۱
درآمدات	۲۱	۲۳	۳۲	۳۷	۳۴

تائز دارالحکومت ہے۔ بناسا اور ہدیدا اہم شہر اور بندرگاہ ہے۔

مالی ۱ — جس کی کانوں سے سونا نکالا جاتا ہے

مالی افریقہ کا ایک بڑا اسلامی ملک ہے جسکا رقبہ ۱۲۰۴۰۲۱ مربع کلومیٹر ہے۔ آبادی ۵۰ لاکھ کے قریب ہے اور مجموعی قومی آمدنی ۳۵ کروڑ ڈالر سے زائد ہے ملک کی تمام آمدنی زراعت ہے۔ فصلیں چاول، مکی، کپاس، آلو اور باجرہ ہیں مویشی پالنا اور ماہی گیری سے بھی آمدنی حاصل کی جاتی ہے۔ کانوں میں سے سونا اور نمک نکالا جاتا ہے دیگر معدنیات میں بکسائٹ یورینیم، لوہا، تانبا، مینگانیز اور فاسفیٹ شامل ہیں۔ محدود پیمانے پر گھریلو صنعتیں بھی موجود ہیں۔ برآمدات میں زیادہ تر مویشی ہیں اور درآمدات میں کپڑا، موٹر، تیل اور دھات کی بنی ہوئی چیزیں ہیں۔

قیمت ۱۰ لاکھ امریکی ڈالر

	۱۹۶۸	۱۹۶۹	۱۹۷۰	۱۹۷۱	۱۹۷۲
برآمدات	۱۳	۱۴	۱۸	۲۳	۲۸
درآمدات	۳۲	۲۱	۲۸	۵۶	۶۹

سربراہ مملکت

مالی کے صدر موسا تراور ہیں وہ ۵ ستمبر ۱۹۳۶ کو کائیس میں پیدا ہوئے انہوں نے ابتدا میں ایک نان کمیشنڈ افسر کی حیثیت سے فرانسیسی فوج میں شرکت کی۔ ۱۹۶۰ تک وہ ملک سے باہر رہ کر ہی خدمات سرانجام دیتے رہے اس سال وہ واپس مالی پہنچ گئے۔ ۱۹۶۴ء میں انھیں فوج میں لیفٹننٹ کا عہدہ دیا گیا اور ان کا تقرر کاٹی کے مسلح افواج کے کالج میں کر دیا گیا۔ یہاں پر انھیں بہت سے دیگر ہم خیال افسران بھی مل گئے جن کے ساتھ انہوں نے انقلاب کی منصوبہ بندی کی۔ یہ انقلاب نومبر ۱۹۶۸ء کو برپا کیا گیا اور فوج نے موبیو کیٹیا کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ نئی حکومت نے ایک ملٹری کمیٹی برائے قومی آزادی قائم کر دی جس کے سربراہ صدر موسا تراور ہیں۔ انقلاب کے وقت سے لے کر اب تک حکومت کے تمام اختیارات اسی کمیٹی کے ہاتھ میں ہیں۔ صدر ملک کی مسلح افواج کے کمانڈر انچیف بھی ہیں ۔

جمہوریہ گیبون

آنجہانی صدر لومبا کی وفات کے بعد ۱۹۶۷ء میں صدر البرٹ برنارڈ بنگو نے صدارت کا عہدہ سنبھال لیا۔ اور تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے انہوں نے اسلام قبول کیا ہے

محل وقوع : وسطی افریقہ کے مغربی ساحل پر واقع ہے اس کے مغرب میں بحر اوقیانوس شمال میں کیمرون، مشرق میں جمہوریہ کانگو اور شمال میں گونیا ہیں۔

رقبہ : ۲ لاکھ ۶۷ ہزار مربع میل : موسم : موسم گرم ہے۔

آبادی : ۵ لاکھ ۲۵ ہزار، مسلمان : ۶۰ فیصد

دارالحکومت : لیبر لیویل سکّہ : فرینک

زبان : سرکاری زبان فرانسیسی ہے لیکن بانٹو زیادہ بولی جاتی ہے۔

جمہوریہ گیبون پہلے فرانسیسی استوائی افریقہ کا ایک صوبہ تھا جس نے ۱۹۵۷ء میں اندرونی امور کے لحاظ سے آزادی حاصل کر لی۔ ۱۹۵۸ء میں فرنچ کمیونٹی میں شامل ہو گیا اور اگست ۱۹۶۰ء میں اس نے آزادی حاصل کر لی۔

گیبون استوائی افریقہ کی حکومتوں کے سربراہوں کی کانفرنس کا ممبر ہے اپریل ۱۹۶۴ میں عام انتخاب ہوئے ان کے پہلے صدر آنجہانی لومبا ۶۷ء میں انتقال کر گئے تھے ان کے بعد البرٹ بنگو صدر بنے جو اس وقت نائب صدر تھے۔

۱۹۶۷ء کے قانون کے مطابق انتظامی امور صدر کے ہاتھ آ گئے اور صدر نے وزراء کی ایک کونسل تشکیل کی قانونی ادارہ ۴۷ ممبروں پر مشتمل ہے۔

اہم برآمدات : عمارتی لکڑی، پلائی وڈ اہم برآمدات ہیں لیکن اب مینگنیز، پٹرول اور یورینیم کے علاوہ لوہے کے بڑے بڑے ذخائر ملے ہیں۔

گنی نے ۲ راکتوبر ۱۹۵۸ء کو ایک آزاد عوامی جمہوریہ کی صورت اختیار کی۔ گنی کا کل رقبہ ۹۵ ہزار مربع میل ہے اور اس کی آبادی تقریباً ۴۵ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ اس مسلمان ملک کا بنیادی طور پر انحصار زرعی معیشت پر ہے۔ اہم زرعی پیداوار میں چاول، پام، ناریل، بانس، مالٹا اور کافی وغیرہ شامل ہیں۔ گنی جانوروں کی دولت سے بھی مالا مال ہے یہاں ۱۲ لاکھ سے زائد مویشی موجود ہیں۔

گنی میں ہیرے کی کانیں بھی موجود ہیں جس سے ۱۹۶۵ء میں ہیروں کی پیداوار ۴۲ ہزار کریٹ تھی۔ یہاں لوہا بھی نکالا جاتا ہے۔ ۱۹۶۵ء میں لوہا نکالنے کی مقدار ۱۷ کروڑ ۶۰ لاکھ ٹن تھی۔ گنی سے بیرون ملک برآمد ہونے والی دھاتوں میں المونیم سب نمایاں ہے، جو ملک کی تمام برآمدات کے ۶۰ فیصد حصہ پر مشتمل ہے۔

سربراہ مملکت

گنی کے سربراہ مملکت جناب سیکو طورے ہیں جن کا شمار افریقہ کے ممتاز رہنماؤں میں کیا جاتا ہے۔ جناب طورے نے ایک ٹریڈ یونینسٹ کے طور پر اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ ایک نوجوان سیاسی کارکن کی حیثیت سے انہوں نے جلد ہی شہرت حاصل کر لی اور ۱۹۵۶ء میں وہ کناکری کے میئر اور گنی سے قومی اسمبلی کے ڈپٹی منتخب ہوئے۔ ۵۸ء میں گنی کی آزادی کے موقع پر وہ گنی کے صدر منتخب ہوئے اور بعد ازاں ۶۱، ۶۳، ۶۸ء میں یکے بعد دیگرے گنی کے صدر منتخب ہوتے رہے۔ ۱۹۶۰ء میں انہوں نے روس کی طرف سے لینن پرائز کا اعزاز حاصل کیا۔

اسلامی جمہوریہ ماریطانیہ

سربراہ مملکت افریقی اتحاد کی تنظیم کے صدر بھی ہیں

اسلامی جمہوریہ ماریطانیہ جو ۱۹۲۰ء سے ایک فرانسیسی نوآبادی تھی - ۲۸ نومبر ۱۹۶۰ء کو آزاد ہوا۔ اس کا رقبہ ۱۰۳۰۷۰۰ مربع کلومیٹر اور آبادی ۱۱ لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ ملک معدنی دولت سے مالامال ہے۔ خاص طور پر خام لوہا اور تانبا بہت بڑی مقدار میں موجود ہے مویشی پالنا سب سے بڑا دیہاتی پیشہ ہے۔ باجرہ ایک اہم فصل ہے لیکن چاول کی پیداوار میں بھی اضافہ ہو رہا ہے معدنی نمک بھی نکالا جاتا ہے اور حال ہی میں جپسم اور فاسفیٹ کے وسیع ذخائر بھی دریافت ہوئے ہیں۔

برآمدات میں زیادہ تر مچھلی، مویشی، اونٹ، خام لوہا، خام تانبا اور درآمدات میں خوراک موٹریں، مشینری، کپڑا اور جوتے شامل ہیں۔

برامدات (دس لاکھ امریکی ڈالروں میں)

	۱۹۶۸	۱۹۶۹	۱۹۷۰	۱۹۷۱	۱۹۷۲
	۷۷	۸۳	۸۷	۱۰۵	۱۲۳
درآمدات :	۲۵	۳۹	۳۶	۵۱	۸۲

سربراہ مملکت : ماریطانیہ کے سربراہ مملکت کا نام جناب مختار الداداہ ہے وہ ۲۵ دسمبر ۱۹۲۴ کو پیدا ہوئے فرانس میں انہوں نے تعلیم حاصل کی۔ ۵۷ء میں وہ ادرار کے علاقائی کونسل منتخب ہوئے اسی برس انکو ماریطانیہ کی کونسل آف گورنمنٹ میں نائب صدر نامزد کیا گیا اور وزیر تعلیم کا عہدہ سنبھالا

۱۹۵۹ء میں قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور ماریطانیہ کو داخلی خود مختاری مل جانے کے بعد اس کے وزیر اعظم منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۱ء میں جب ملک کا دستور نافذ کیا گیا تو بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخاب میں وہ ماریطانیہ کی پیپلز پارٹی کے سیکرٹری جنرل بنے۔

۱۹۶۶ء اور پھر ۱۹۷۱ء میں وہ ملک کے صدر منتخب ہوئے ۱۹۷۱ء میں انھیں افریقی اتحاد کی تنظیم کا بھی صدر چنا گیا۔

جمہوریہ گیمبیا

جناب داؤدا کے جوارا ۱۱ رمئی ۱۹۲۴ء کو بارا جلی گیمبیا میں پیدا ہوئے انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم بانتھرسٹ کے محمڈن سکول اور میتھوڈسٹ بوائز ہائی سکول میں حاصل کی۔ بعد میں اچیتی موٹس کالج گھانا میں چلے گئے۔ اور پھر گلاسکو یونیورسٹی سکاٹ لینڈ میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۵۲ء میں ورٹیزی سرجن کے رائل کالج کے ممبر بن گئے۔

محل وقوع: مغربی افریقہ کا رقبہ کے لحاظ سے یہ سب سے چھوٹا ملک ہے اس میں سینٹ میری کا جزیرہ بھی شامل ہے یہ تین اطراف سے سینگال سے گھرا ہوا ہے۔

رقبہ: ۴ ہزار مربع میل　　　دارالحکومت: بانتھرسٹ

آبادی: ۳ لاکھ ۸۰ ہزار (مسلمان ۸۴ فیصد) زیادہ لوگ مانڈ نگو قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں

موسم: موسم منطقہ حارہ کا سا ہے یعنی گرم و خشک　　　سکہ: پونڈ

زبانیں: سرکاری زبان انگریزی۔ اس کے علاوہ دو بڑی زبانیں مینڈ نیکا اور دالوت۔

مذہب: اسلام ہے۔　　　اہم برآمدات: مونگ پھلی اور چاول۔

درآمدات: سب سے زیادہ ٹیکسٹائل اور متعلقہ اشیاء۔

رکنیت اقوام متحدہ: ۲۰ جولائی ۱۹۶۴ء　　　سربراہ مملکت: داؤدا کے جوارا۔

فروری ۱۹۶۵ء میں گیمبیا آزاد ملک کی حیثیت سے دولت مشترکہ میں شامل ہو گیا اور نومبر ۷۰ء میں دولت مشترکہ میں ایک جمہوری ملک شمار ہونے لگا۔ سینیگال کی حکومت سے دفاع، امور خارجہ اور دریائے گیمبیا کے تاس کے بارے میں معاہدے ہیں۔

دستور سازی کا کام پارلیمنٹ کرتی ہے۔ ایوان نمائندگان ایک سپیکر، ایک اٹارنی جنرل ۳۲ منتخب نمائندوں، چار منتخب سربراہوں اور ۴ نامزد ممبروں پر مشتمل ہوتا ہے۔

جمہوریہ افغانستان

افغانستان کے شمال میں روس، شمال مشرق میں عوامی جمہوریہ چین، مشرق اور جنوب میں پاکستان اور مغرب میں ایران کی سرحدیں واقع ہیں۔ افغانستان کا کل رقبہ ۲ لاکھ ۵۰ ہزار مربع میل ہے جس میں سے صرف ۱۵ فیصد رقبہ قابل کاشت ہے۔ آبادی پونے دو کروڑ نفوس پر مشتمل ہے اس ملک کی معیشت کا زیادہ تر انحصار افزائش حیوانات اور زراعت پر ہے۔ افغانستان کا چوتھا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ شروع ہو چکا ہے اور یہ ملک بھی صنعتی اور اقتصادی ترقی کی راہ پر گامزن ہو گیا ہے اس منصوبے کے تحت افغانستان میں سوتی اونی کپڑے، چمڑے، فرنیچر، پلاسٹک، سائیکلوں اور شیشہ سازی کی متعدد فیکٹریاں اور کارخانے قائم کئے گئے ہیں اس کے علاوہ افغانستان کی درآمدات میں بھی کافی اضافہ ہوا ہے افغانستان کا دارالحکومت کابل ہے۔ دوسرے بڑے شہروں میں قندھار، ہیرات، جلال آباد، گردیز اور مزار شریف کے نام قابل ذکر ہیں۔

افغانستان کے صدر سردار محمد داؤد ۱۹۰۹ء میں سردار محمد عزیز خاں کے گھر پیدا ہوئے انہوں نے اپنی ثانوی تعلیم امینیہ کالج کابل میں مکمل کی اور اعلیٰ تعلیم فرانس میں حاصل کی۔ فرانس سے لوٹ کر وہ مسلح افواج میں شامل ہو گئے جہاں سے ان کے روشن مستقبل کا آغاز ہوا۔ سردار داؤد ۳۲ میں ننگرہار کے جنرل آفیسر کمانڈنگ بنا دیئے گئے اور ۱۹۳۵ء میں قندھار کے جی او سی مقرر ہوئے۔ اسی وقفے کے دوران ننگرہار اور قندھار کے گورنر اور مشرقی صوبے کے سپریم گورنر بھی رہے۔ ۱۹۴۶ء میں سردار داؤد افغانستان کے وزیر دفاع مقرر ہوئے۔ اور ۱۹۵۲ء میں انہوں نے وزارت عظمیٰ کا قلمدان سنبھالا۔ اور پھر ۱۹۶۳ء میں اس عہدے سے مستعفی ہوئے اس وقفے کے دوران افغانستان نے اقتصادی اور معاشرتی میدان میں نمایاں ترقی کی۔ جولائی ۷۳ء میں سردار داؤد نے سربراہ مملکت اور وزیر اعظم کا عہدہ سنبھال لیا اس کے علاوہ انھوں نے دفاع اور امور خارجہ کے محکمے اپنی تحویل میں ہی رکھے ہیں۔

عالم اسلام کی فوجی قوّت

مسلم ممالک مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک پھیلے ہوئے ہیں یہ ممالک جغرافیائی، سیاسی، اقتصادی اور فوجی لحاظ سے زبردست اہمیت کے مالک ہیں دنیا کے تین اہم ترین سمندر بحر اوقیانوس، بحر روم اور بحر ہند سے ان کی سرحدیں ملتی ہیں۔ خلیج فارس اور تیل پیدا کرنے والی اہم عرب مملکتیں اسلامی دنیا میں شامل ہیں۔ خلیج عدن، آبنائے جبل الطارق، نہر سویز، آبنائے باسفورس، خلیج فارس اور آبنائے ملاکا جیسی اسٹریٹیجک بحری راہیں ان ممالک کے زیر تسلط آتی ہیں۔

دنیا کی ۷۵ کروڑ آبادی ان مسلم ملکوں میں رہتی ہے۔ اور تیسری دنیا کے اہم ترین ملک ان ہی میں موجود ہیں یہ ممالک عالمی سیاست میں خاص وجوہ کی بنا پر فیصلہ کن کردار ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ۱۹۷۳ء میں عرب اسرائیل جنگ کے دوران اور اس کے بعد اب تک عرب ممالک نے متحد ہو کر تیل کا ہتھیار جس طرح استعمال کیا اس نے ان کی عالمی اہمیت کو واضح کر دیا ہے۔

یقینی امر ہے کہ ایسی اسٹریٹیجک اہمیت جن ممالک کو حاصل ہو گی ان میں بڑی طاقتیں اور دوسری عالمی طاقتیں ضرور دلچسپی لیں گی اور انھیں اپنے زیر اثر لانے کی کوشش کریں گی۔ چھوٹے ممالک کو اپنے حلقے میں لانے کے مختلف طریق کار بڑی طاقتوں نے واضح کر رکھے ہیں۔

۱۔ دفاعی معاہدے، جن کے تحت دفاعی امداد، تربیت اور سلامتی کی ذمہ داری لی جاتی ہے۔

۲۔ اقتصادی امداد۔

۳۔ اندرونی خلفشار اور نظریاتی کشمکش کو ہوا دینا۔

طاقت کے توازن کی جو ڈپلومیسی امریکا اور روس نے دوسری عالمی جنگ کے بعد اپنائی اس میں یہ تینوں طریقے استعمال کئے جاتے ہیں تمام مسلم مملکتوں کو کسی نہ کسی انداز میں ان سے سابقہ پڑتا رہا ہے۔

سامراجی نظاموں اور حکومتوں نے مسلم دنیا سے انخلا کے وقت بھی اپنی مسلم دشمن پالیسیوں کو خصوصی طور پر مدنظر رکھا جاتے جاتے بھی ان علاقوں میں ایسے ناسور چھوڑ گئے جو اب تک رس رہے ہیں افریقہ میں اری ٹیریا، شرق اوسط میں فلسطین، ترکی میں قبرصی ترکوں کا مسئلہ اور پاکستان میں کشمیر کا مسئلہ، سامراجی حکومتوں کے انخلا کے بعد یوں بھی ضروری تھا کہ مسلم ممالک اپنی اقتصادی اور فوجی قوت بڑھاتے لیکن ان مسئلوں نے ان کو مجبور کر دیا کہ وہ تمام امور سے توجہ ہٹا کر فوجی قوت کے اضافے پر زور دیں اسی میں ان کی عزت، سلامتی اور سالمیت برقرار رہنے کی امید تھی۔

برطانیہ، فرانس اور دوسری مغربی طاقتیں تو دوسری عالمی جنگ کے بعد ناکارہ ہو چکی تھیں لیکن دنیا نے دیکھا کہ روس اور امریکا بڑی طاقتوں کی حیثیت سے ابھر کر عالمی سیاسی کش مکش میں اپنا اپنا کردار ادا کرنے لگے۔

شرق اوسط میں دونوں طاقتوں کے زبردست مفادات نے اسرائیل کو جنم دیا امریکا روس اور تمام مغربی دنیا نے اس کے قیام میں پشت پناہی کی۔ صرف اسلامی ممالک کی آواز اس کے خلاف بلند ہوئی لیکن کچھ عرصہ بعد ۵۰ء کے عشرے میں ان دونوں بڑی طاقتوں کے مابین سرد جنگ شدت اختیار کر گئی دونوں نے اپنے اپنے مفادات مستحکم کرنے کی خاطر دفاعی معاہدوں، اقتصادی امداد کے پروگرام اور سیاسی معاہدوں کے جال پھیلا دیئے۔ مسلم ممالک بھی کچھ اپنی مجبوریاں اور کچھ اپنے دفاعی نظام کو استحکام پہنچانے کے لئے ان میں شامل ہوتے رہے۔

شرق اوسط میں تیل کے مفادات اور نہر سویز میں دونوں طاقتوں کو دلچسپی تھی۔ امریکا نے اسرائیل کو فوجی امداد دے کر مضبوط بنایا۔ ۱۹۵۵ء کے بعد روس نے عرب ممالک کی پشت پناہی شروع کر دی اور مصر، شام، عراق اور کئی افریقی عرب ممالک کو فوجی امداد

فراہم کرنی شروع کر دی۔ ۱۹۷۱ء تک مصر، عراق اور شام تینوں کسی نہ کسی قسم کے پروگرام اور معاہدوں میں روس کے ساتھ شامل ہو چکے تھے روس نے مصر کو جدید ترین فوجی اسلحہ سے لیس کیا جن میں مگ ۲۱ طیارے، سام ۲-۳-۶ اور ۷ میزائل اور میزائیلی کشتیاں وغیرہ شامل ہیں۔ شام و عراق بھی چھوٹے پیمانے پر اس امداد کو حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔ کچھ ممالک امریکا سے بھی فوجی امداد حاصل کرتے رہے جن میں سعودی عرب اردن اور لبنان قابل ذکر ہیں لیکن اسرائیل کے خلاف یہ تمام متحد رہے ہیں۔

غیر عرب مسلم ممالک جن میں پاکستان، ترکی، ایران، افغانستان، لائشیا اور انڈونیشیا قابل ذکر ہیں۔ یہ طاقتیں مختلف انداز میں فوجی و سیاسی اثرات مرتب کرتی رہیں، پاکستان، ایران، امریکا اور برطانیہ سینٹو میں شامل ہو گئے یہ معاہدہ شرق اوسط میں روسی اثرات کی نفی کرنے کے لئے تھا۔ یہ امر واقع ہے کہ مسلم ممالک نے کبھی بھی شرق اوسط کے عرب ممالک کے خلاف اس معاہدے کو استعمال نہ ہونے دیا یوں یہ معاہدہ "ایک کلب" سے زیادہ اہمیت اختیار نہ کر سکا۔

پاکستان، ترکی اور ایران پر امریکی اثرات غالب رہے تو افغانستان روس کے زیر اثر چلا گیا۔ دونوں بڑی طاقتوں کے درمیان سرد جنگ مسلم ممالک میں بھی نئے نئے رنگ دکھاتی رہی۔

۱۔ پاکستان اور عرب ممالک (مصر اور شام) میں غلط فہمی پیدا ہوئی جو ۱۹۶۵ء کے بعد ہی دور ہوئی۔

۲۔ افغانستان اور پاکستان کے مابین تعلقات میں وہ خلوص نہ آ سکا جو مسلم ممالک کے درمیان ہونا چاہیے۔

جنوب ایشیا اور جنوب مشرقی ایشیا میں امریکا نے سینٹو قائم کر کے روس اور چین کے خلاف محاذ قائم کرنا چاہا۔ پاکستان اس میں شامل تو ہوا لیکن "محاذ" کا حصہ دار نہ بن سکا کیونکہ اس کی چین اور روس سے کوئی دشمنی نہ تھی۔ ان ہی تضادات کی وجہ سے یہ معاہدہ کوئی ٹھوس قدم نہ اٹھا سکا۔ اور جب ۱۹۷۱ء میں بھارتی افواج جارحیت کا ارتکاب

کر کے مشرقی پاکستان پر قابض ہوئیں تو یہ بے بس تماشائیوں کی طرح دیکھتا رہا۔

۱۹۶۸ کے بعد چین عالمی سیاست میں اپنا کردار ادا کرنے کے لئے آہستہ آہستہ اپنے سیاسی اثرات پھیلانے لگا۔ جنوب ایشیا میں پاکستان اس کا قابل اعتماد دوست بن چکا تھا۔ ۱۹۷۱ میں چین اقوام متحدہ کا رکن بھی بن گیا۔ اور امریکہ سے اس کی مفاہمتی راہیں کھلنے لگیں درحقیقت اب چین تیسری سوپر پاور بن چکا ہے اور عالمی سیاست خصوصاً ایشیا میں وہ اپنا کردار ادا کرنے کے لئے بڑھتا جا رہا ہے۔

ہم تمام مسلم دنیا کے ممالک کی فوجی قوت کا ایک جائزہ پیش کر رہے ہیں اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ مسلم دنیا کے دفاعی نظام میں ہم آہنگی پیدا کرنے میں کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے:

افغانستان

افغانستان کی تمام تر فوجی قوت روس کی تیار کردہ ہے۔ مختلف فوجی سلامتی کے امدادی پروگراموں کے تحت افغان افواج کو روسی اسلحہ اور فوجی تربیت کی سہولتیں حاصل ہیں۔ افغانستان روس کی ایشیائی اسٹریٹجی میں بہت اہمیت رکھتا ہے فوجی امداد کے ساتھ ساتھ فوجی تنصیبات اور اہم راستوں کی تعمیر روسی ماہرین کر رہے ہیں۔ ۱۹۷۰ میں روسی انجینئرز نے روس کو شمالی افغانستان سے ملانے والی چوڑی پختہ ہائی وے مکمل کی جس پر ہر قسم کی بھاری ٹریفک گزر سکتی ہے۔

چین کے ساتھ افغانستان کا جنگ نہ کرنے کا معاہدہ موجود ہے افغانستان غیر جانبدار ملکوں کے بلاک میں شامل ہے۔ افغانستان کی بری فوج ایک بکتر بند ڈویژن، دو پیدل ڈویژن، ایک پیدل بریگیڈ، دس آزاد موٹر سوار بٹالین اور دس آزاد پیدل بٹالین پر مشتمل ہے بکتر بند دستوں کے پاس روسی ساخت کے درمیانے ٹی ۳۴ اور ٹی ۵۴ ٹینک موجود ہیں اسپیشر ٹینک شکن میزائیل بھی اس کی ٹینک شکن قوت کو حاصل ہے۔

فضائی طیاروں میں اصلی قوت جدید قسم کے ۲ مگ ۲۱ اسکواڈرن کو حاصل ہے ان کی

تعداد تیس ہے اس کے علاوہ آئی ایل ۲۸ ہلکے بمبار، مگ ۱۹، مگ ۱۷/ ۱۵ لڑاکا بمبار طیارے بھی فضائیہ میں شامل ہیں۔ ہیلی کاپٹر ایم آئی۔ ۱۔ اور ایم آئی ۴ قسم کے ہیں۔

الجزائر

فرانس کے تسلط سے آزاد ہونے کے بعد الجزائر کی فوج کو جدید طرز پر تشکیل دیا گیا۔ روس نے فوجی امداد کے پروگراموں کے تحت فوجی تربیت اور اسلحہ کی فراہمی کی۔ اس وقت کچھ ہتھیار فرانس کے دیئے ہوئے بھی ہیں لیکن فوج کی لڑاکا قوت زیادہ تر روسی اسلحہ پر مشتمل ہے۔

الجزائر غیر جانبدار ملکوں کے بلاک میں شامل ہے اور عرب لیگ کی دفاعی کمان کا رکن بھی۔ بری فوج چار موٹر سوار پیدل بریگیڈ، ایک چھاتہ بردار بریگیڈ، تین آزاد ٹینک بٹالین پچاس آزاد بٹالین، صحرائی فوج کی ۱۲ کمپنیاں اور ۵ توپ خانہ بٹالین پر مشتمل ہے۔

فوج میں یہ ٹینک شامل ہیں۔ ٹی ۳۴، ٹی ۵۴۔ ٹی ۵۵، اے ایم ایکس ۱۳

توپ خانے میں ۸۵، ۱۲۲ اور ۱۵۲ ملی میٹر کی توپیں موجود ہیں ۱۴۰ اور ۲۴۰ ملی میٹر کے راکٹ لانچر بھی روس نے دے دیئے ہیں۔

بحریہ میں ۸ کرار اور ایک اوسا میزائیل کشتیاں ہیں۔ ۸ پی ۶ قسم کی تارپیڈو کشتیوں کے علاوہ کچھ سرنگیں صاف کرنے والے جہاز بھی موجود ہیں۔

فضائیہ میں روسی ساخت کے ۳۰ مگ ۲۱ قسم کے طیارے ہیں۔ اس کے علاوہ طیاروں میں آئی ایل ۲۸، ہلکے بمبار مگ ۱۷/ ۱۵ اے این ۱۲ اور آئی ایل ۱۸ ٹرانسپورٹ ایم آئی ۱۔ ایم آئی ۴، مگس۔ ۲۶۹ اے اور ایس اے ۳۳۰ ہیلی کاپٹر بھی فضائی قوت میں شامل ہیں۔ سام میزائیلوں کی ایک بٹالین، پیرا ملٹری افواج تقریباً ۱۰ ہزار ہے۔

ایران

۱۹۷۱ء تک پاک بھارت جنگ اور بحر ہند سے برطانوی انخلاء کے بعد سے

ایران نے زبردست طریقوں سے اپنی فوجی قوت میں اضافہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ ۷۲-۱۹۷۱ء میں اس کا دفاعی بجٹ تقریباً ایک ارب ڈالر تھا لیکن ۷۳-۱۹۷۲ء میں یہ ۳ ارب ڈالر سے بھی زیادہ ہو گیا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آنے والے زمانے میں ایران اس خطے میں اہم رول ادا کرے گا۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ ایران خود بھی تیل بہت بڑی مقدار میں نکالتا ہے اس کے علاوہ خلیج فارس سے وہ تمام تیل ٹینکر گذرتے ہیں جو جاپان اور امریکہ وغیرہ تک جاتے ہیں۔

ایران کو اسلحہ اور فوجی تربیت برطانیہ، امریکا، فرانس اور مغربی جرمنی سے ملتی رہی ہے امریکا کے ساتھ وہ دو طرفہ دفاعی معاہدوں اور سینٹو میں شامل ہے۔ آر۔سی۔ڈی میں وہ پاکستان اور ترکی کا حلیف ہے۔

بری فوج تین بکتر بند ڈویژن، سات پیدل ڈویژن، چار آزاد پیدل بریگیڈ۔ ایک سام بٹالین (جس میں ہاک میزائل ہیں) پر مشتمل ہے۔ ٹینکوں میں ایم ۴۷۔ ایم ۶۰ اور ایم ۲۴ قسم کے ٹینک ہیں۔

توپ خانے میں ۷۵، ۱۰۵ اور ۱۵۵ ملی میٹر کی ہوٹزر ہیں۔

بحریہ میں تباہ کن جہاز، فریگیٹ، پٹرول کشتیاں، میزائل فریگیٹ، سرنگیں صاف کرنے والے جہاز، لینڈنگ کرافٹ اور ہور کرافٹ شامل ہیں۔

فضائیہ الیف ۴ ڈی لڑاکا بمبار (سائیڈ ونڈر اور اسپیرو میزائل سے لیس) فنٹم لڑاکا بمبار، آر ٹی ۳۳، جاسوسی طیارے سی ۴۷۔ سی ۱۳۰ ای)، طیارے اور سی ۱۳۰۔ ایم ٹرانسپورٹ اور سکی ایچ ۲۰۵ اور سوپر فریلون ہیلی کاپٹر طیارے ہیں۔

میزائیلوں میں ٹائیگر کیٹ اور ریپیر سام میزائل۔

لیکن اس کے علاوہ ۱۹۷۳ء میں ایران نے زبردست فوجی سامان کا آرڈر دیا تھا یہ ایران پہنچ رہا ہے اور اس کی فوجی قوت میں اضافے کا باعث بن رہا ہے۔

فنٹم الیف ۴ : ۱۰۸

کے سی - ۱۳۵ جیٹ ٹینکر - ۱۰

ہیلی کاپٹر	۷۰۰	چیفٹن ٹینک (برطانوی)	۸۰۰
تباہ کن جہاز	۸	فریگیٹ	۴
تیز رفتار گن بوٹس	۱۲	مرمتی کشتیاں	۲
ہوور کرافٹ	۱۴		

لیزر گائیڈڈ میزائل زمین سے زمین پر مار کرنے والے دو جدید قسم کے بحری

فضائی اڈے   ٹامام کیٹ طیارے ۳۰

اردن

اس ملک کی افواج تعداد میں گو زیادہ نہیں ہے لیکن شرق اوسط کے علاقے میں انھیں بہترین افواج میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اسرائیل کے ساتھ سرحدیں ہونے کی وجہ سے اسے ہر وقت فوجی طور پر چوکنا رہنا پڑتا ہے۔ اسرائیل کے ساتھ یہ ۴۸ - ۶۷ اور ۱۹۷۳ء میں جنگیں لڑ چکا ہے۔ ۱۹۶۷ کی جنگ میں دریائے اردن اور بیت المقدس اسرائیل کے تسلط میں چلا گیا۔

امریکا اور برطانیہ اس ملک کو ہتھیار اور فوجی تربیت مہیا کرتے ہیں پاکستان بھی اردن کی افواج کو تربیت دیتا ہے۔

بری افواج ایک بکتر بند ڈویژن، ایک میکانائزڈ ڈویژن، ایک پیدل ڈویژن ایک شاہی گارڈ بٹالین، ۳ توپ خانہ رجمنٹ اور ایک ٹائیگر کیٹ، سام میزائل رجمنٹ پر مشتمل ہے ٹینکوں میں ایم ۴۷ - ایم ۴۸ اور سنچورین قابل ذکر ہیں۔

توپ خانے میں ۱۰۵ اور ۱۵۵ ملی میٹرز ہوٹزر کے علاوہ کچھ ۱۵۵ - اور ۲۰۳ ملی میٹر کی توپیں ہیں۔

بحریہ صرف آٹھ پٹرول کشتیاں رکھتی ہے۔ فضائیہ میں نہٹر الیف ۱۰۴ اور سی ۴۰۰ اور روڈ ٹرانسپورٹ شامل ہیں۔ الیوٹ III قسم کے ہیلی کاپٹر بھی موجود ہیں۔

پیرا ملٹری افواج کی تعداد ۴۰۰۰۰ کے قریب ہے۔

انڈونیشیا

جنوب مشرق ایشیاء کا یہ مسلم ملک ابنائے ملاکہ کے نزدیک ہونے کی وجہ سے زبردست فوجی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ ابنائے ملاکہ ہی وہ راستہ ہے جس سے بحرالکاہل سے بحر ہند میں داخل ہوا جاتا ہے۔ انڈونیشیا کے پاس روسی اور امریکن دونوں قسم کے ہتھیار موجود ہیں چین سے بھی اسے اسلحہ مل چکا ہے۔

انڈونیشیا غیر جانبدار ملکوں کے بلاک کا رکن ہے۔

بری فوج پندرہ پیدل بریگیڈ، ۸ بکتر بند بٹالین ایک پیرا کمانڈو رجمنٹ اور ۶ بریگیڈ اسٹریجک ریزرو کمانڈ پر مشتمل ہے۔ ٹینکوں میں اے ایم ایکس ۱۳ اور PT ۷۶۔ ہلکے ٹینک شامل ہیں۔ توپ خانے میں ۵۷ ملی میٹر کی توپیں اور ریڈار موجود ہیں۔

جزیرہ ہونے کی وجہ سے انڈونیشیا کی بحریہ خاصی مضبوط ہے اسمیں یہ ہتھیار شامل ہیں ۱۲۔ آبدوزیں، ایک کروزر، ۴ تباہ کن جہاز، ۱۱ فریگیٹ، ۱۸ کوسٹل ایسکورٹ، ۱۲ کومار پٹرول کشتیاں (میزائل بردار) ۲۰ تارپیڈو کشتیاں، ۶ فلیٹ مائن سویپر، ۱۵ کوسٹل مائن سویپر، ۱۸ گن بوٹس، ۲۵ سی وارڈ ڈیفنس بوٹس، ۶ لینڈنگ کشتیاں، ۷ لینڈنگ کرافٹ، دو بریگیڈ میرین فوج۔

بحری فضائی قوت میں مگ ۱۹ اور مگ ۲۱۔ مزاحمتی طیارے اس کے علاوہ ایچ یو ۱۶۔ اور پی جی وائی۔ ۵ اے اے ایس ڈبلیو طیارے۔ ایس ۵۵، ایس ۵۸ اور ایم آئی ۴ ہیلی کاپٹر بھی شامل ہیں۔

فضائیہ کے طیاروں میں ٹی یو ۱۶ بمبار، مگ ۲۱ بی، ۲۵ بمبار، مگ ۱۷ قابل ذکر ہیں۔ ٹرانسپورٹ طیاروں میں سی۔ ۱۳۰ بی۔ آئی ایل ۱۴، سی ۴۷، ۴ اے این ۱۲ اور اسکائی وین موجود ہیں۔ ہیلی کاپٹر میں اہم ایم۔ آئی ۴ اور ایم آئی ۶ ہیں۔

پیرا ملٹری افواج کی تعداد تقریباً ۱۲۰۰۰ ہے۔

پاکستان

۱۹۷۱ء میں بھارتی جارحیت کے نتیجے میں پاکستان کا ایک بازو اس سے کٹ کر "بنگلہ دیش" بن گیا۔ موجودہ پاکستان صرف مغربی پاکستان پر مشتمل ہے۔ جغرافیائی لحاظ سے یہ ملک شرق اوسط اور جنوب ایشیا کے بین بین واقع ہے۔ خلیج فارس کے دروازے کی حیثیت سے اسے فوجی اہمیت حاصل ہے۔ علاوہ ازیں دونوں بڑی ایشیائی طاقتیں روس اور چین اس کے ہمسائے ہیں۔

پاکستان کو ۱۹۶۵ء تک امریکا، برطانیہ اور فرانس سے ہتھیار اور فوجی تربیت ملتی تھی۔ اس کے بعد چین اسے خاص فوجی امداد دینے والوں میں شامل ہو گیا۔ روس نے بھی کچھ ہتھیار دیئے۔ اس طرح پاکستان وہ واحد ملک ہے جو امریکی، روسی، چینی، فرانسیسی اور برطانوی ہتھیاروں کو استعمال کرنا جانتا ہے۔

بری فوج ۲ بکتر بند ڈویژن، ۱۲ پیدل ڈویژن، ایک خود مختار بکتر بند بریگیڈ۔ ایک فضائی دفاع کے بریگیڈ پر مشتمل ہے۔ ٹینکوں میں ایم ۴۷، ایم ۴۸، ٹی ۵۴، ٹی ۵۵، ٹی ۵۹ (درمیانے ٹینک) ایم ۲۴، ایم ۴۱ اور پی ٹی ۷۶ (ہلکے ٹینک) موجود ہیں۔ ٹینک شکن ہتھیاروں میں کوبرا، مینزائل ہے۔

توپ خانے میں ۱۰۵ اور ۱۵۵ ملی میٹر کی ہوٹزر، ۱۳۰ ملی میٹر کی توپیں۔

بحریہ میں آبدوزیں، تباہ کن جہاز، فریگیٹ، کروزر، پیٹرول کشتیاں اور سرنگیں صاف کرنے والے جہاز موجود ہیں۔

فضائیہ میں میراج ۱۱۱ لڑاکا بمبار طیارے خاص اہمیت رکھتے ہیں اس کے علاوہ مگ ۱۹، الیف ۸۶، بی ۵۷ بمبار، الیف ۱۰۴ فضائی دفاع کا حصہ ہیں۔ ان کے علاوہ آر ٹی ۳۳ اے اور آر بی ۵۷ بھی موجود ہیں۔ ٹرانسپورٹ طیاروں میں سی ۱۳۰ بی اور الیف ۲۷ شامل ہیں کچھ ایم آئی ۸ الیوٹ ۱۱۱ ہسکی اور سیوپر فیلون ہیلی کاپٹر ہیں۔

پیراملٹری فوج کی تعداد ۲۸۰۰۰۰ ہے۔

ترکی

یورپ اور ایشیا میں بیک وقت موجود یہ مسلم ملک آبنائے باسفورس جیسے اہم بحری راستے پر کنٹرول رکھتا ہے۔ روسی جہاز ترکی اجازت کے بغیر اس ابنائے سے نہیں گزر سکتے۔ بحر روم میں داخل ہونے کے لئے یہ آبنائے بہت اہم ہے۔

ترکی کو اسلحہ کی سپلائی تمام تر امریکا کرتا ہے اور وہی اس ملک کو فوجی تربیت بھی فراہم کرتا ہے۔ ترکی کی اسلحہ ساز فیکٹریوں میں ہلکے ہتھیار تیار ہوتے ہیں۔ آر سی ڈی کی تنظیم میں وہ پاکستان اور ایران کا حلیف ہے۔

بری فوج ایک بکتر بند ڈویژن، ۱۲ پیدل ڈویژن، ۴ بکتر بند بریگیڈ، ۴ بکتر بند کیولری بریگیڈ، ایک میکانائیزڈ پیدل ڈویژن، ۲ میکانائیزڈ پیدل بریگیڈ اور دو چھاتہ بردار بٹالین پر مشتمل ہے۔

ٹینکوں میں ایم ۴۷، ایم ۴۸، ایم ۲۶، ایم ۲۴ اور ایم ۴۱ شامل ہیں۔ ایم ۳۶ ٹینک ڈسٹرائر ٹینک شکن قوت میں موجود ہے۔

توپ خانہ ۱۰۵، ۱۵۵ اور ۲۰۳ ملی میٹر ہوٹزر رکھتا ہے اس کے علاوہ ۷۵ اور ۹۰ ملی میٹرز کی طیارہ شکن توپیں بھی ہیں۔

زمین سے زمین پر مار کرنے والا میزائیل آنسٹ جان ترکی کو حاصل ہے۔

بحریہ میں ۱۲ آبدوزیں، ۱۰ تباہ کن جہاز اور ۱۱ موٹر تارپیڈو، کشتیوں کے علاوہ سرنگیں صاف کرنے والے جہاز، موٹر لانچ اور لینڈنگ کرافٹ شامل ہیں۔

فضائی لڑاکا قوت ایف ۱۰۴، جی لڑاکا بمبار ایف ۱۰۰ لڑاکا بمبار، ایف ۵ لڑاکا مزاحمتی طیارے ایف ۸۶ مزاحمتی طیارے اور آر ایف ۱۰۲ اے۔ ٹرانسپورٹ طیاروں میں سی ۴۷، سی ۵۴ اور سی ۱۳۰ شامل ہیں۔ دو بٹالین سام میزائلوں کی ہیں جن کے پاس نائیک ہرکولیس میزائل ہیں ــــ پیرا ملٹری افواج کی تعداد ۷۵۰۰۰ ہے جس میں تین حرکت پذیر بریگیڈ شامل ہیں۔

تیونس

بحر روم کے کناروں پر واقع یہ مسلم ملک الجزائر اور لیبیا کے ساتھ خشکی پر اپنی سرحدیں رکھتا ہے دفاعی سلامتی کے امدادی پروگراموں کے تحت امریکہ اسے فوجی اسلحہ دیتا رہا ہے کچھ ہتھیار فرانس نے بھی فراہم کئے افواج کی تربیت بھی انہی دونوں ملکوں نے کی۔

بڑی فوج ایک بکتر بند بٹالین، چھ پیدل بٹالین ایک کمانڈو بٹالین، ایک پٹرول گروپ پر مشتمل ہے۔ ٹینکوں میں کچھ اے ایم ایکس ۱۳' اور ایم۔ ۴۸ موجود ہیں توپ خانے کے پاس ۱۰۵ اور ۱۵۵ ملی میٹر کی توپیں ہیں۔

بحریہ میں دو پٹرول کشتیاں جو ایس ایس ۱۲۰ کشتی سے کشتی مار کرنے والے میزائل سے لیس ہیں قابل ذکر ہیں اس کے علاوہ زیادہ تر ہلکی پٹرول کشتیاں ہیں۔

فضائیہ کی قوت ۱۲ الیف ۸۶ طیاروں پر مبنی ہے۔

پیراملٹری افواج کی تعداد ۱۰۰۰ ہے۔

تنزانیہ

بحر ہند کے ساحل پر واقع یہ مسلم ملک زیادہ تر چینی اسلحہ اپنی افواج میں رکھتا ہے کچھ ہتھیار روس کے دیئے ہوئے بھی ہیں۔

تنزانیہ تنظیم برائے افریقی اتحاد کا رکن ہے۔

بری فوج ۴ پیدل بٹالین پر مشتمل ہے ٹینکوں میں ۱۴ ٹی۔ ۶۲ چینی ساخت اور بیس ٹی آر۔ ۳۴ ہیں۔ کچھ روس اور چین کی دی ہوئی توپیں ہیں۔

بحریہ پٹرول کشتیاں رکھتی ہے۔ جن کی تعداد ۳۴ سے زیادہ نہیں۔

فضائیہ میں کوئی لڑاکا طیارہ نہیں صرف ٹرانسپورٹ اور تربیت کے لئے طیارے ہیں۔

پیراملٹری فوج ایک پولیس میرین یونٹ پر مشتمل ہے۔

لیبیا

یہ اسلامی ملک بحر روم کے کنارے واقع ہے۔ کرنل قذافی کے اقتدار میں آنے سے قبل مشہور امریکی فوجی اڈہ وہلر بیس یہاں پر قائم تھا لیکن جناب قذافی نے اسے ختم کر دیا ہتھیاروں میں کچھ امریکن اور کچھ روسی بھی ہیں لیکن لیبیا کی افواج کی جدید تربیت فرانس کر رہا ہے جناب قذافی وہ پہلے حکمران ہیں جنھوں نے تیل کو سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔

یہ حقیقت واضح رہنی چاہیئے کہ لیبیا کی افواج میں بڑی تیزی سے توسیع ہو رہی ہے اس لئے ان کی تعداد کے بارے میں کوئی حتمی بات کہنا ممکن نہیں۔

بری فوج ۴ بکتر بند بٹالین، ۵ پیدل بٹالین، ۲ توپ خانہ بٹالین اور ۲ طیارہ شکن توپ خانہ بٹالین پر مشتمل ہے۔ ٹینکوں میں سنچورین، چیفٹن، ٹی ۵۵/۵۴، ٹی ۵ x /۳۴ اور ۱۷ ایم ایکس قابل ذکر ہیں۔

بحریہ میں میزائل بردار پیٹرول کشتیاں، فریگیٹ اور عام پیٹرول کشتیاں شامل ہیں سنا ہے کہ ایک طیارہ بردار جہاز بھی اس بیڑے میں شامل ہونے والا ہے۔

فضائیہ کے اہم طیاروں میں الیف ۵، میراج ۱۱۱ موجود ہیں، ٹرانسپورٹ طیاروں میں سی ۱۳۰ ای اور سی ۴۷ ہیں۔ کچھ ہیلی کاپٹر بھی ہیں۔

لبنان

شرق اوسط کا یہ اہم تجارتی ملک بحر روم کے کنارے پر موجود ہے۔ امریکہ دفاعی امداد کے پروگراموں اور معاہدوں کے تحت اسے فوجی ہتھیار اور تربیت دیتا رہا ہے۔

لبنان عرب لیگ کا رکن ہے اور اس کی دفاعی کمان میں شامل ہے ۶۷ء سے ۱۹۷۳ تک اسرائیلی حملے کئی دفعہ لبنان کی سرحدوں کے اندر تک ہوتے۔ بیروت ہوائی اڈے پر اسرائیلی فضائیہ کا حملہ اب تک ذہنوں میں محفوظ ہے انہی حملوں کے پیش نظر لبنان نے کو اپنی فوجی قوت میں اضافہ کرنا پڑ رہا ہے۔

بری فوج دو ٹینک ٹبالین، ایک موٹر سوار ٹبالین اور نو پیدل ٹبالین پر مشتمل ہے
ٹینکوں میں چیریوٹیر اے ایم ایکس ۱۳، ایم ۴۱ ایم ۷۰۶، ایم ۶ شامل ہیں۔ توپ خانے کے
پاس ۱۵۵ ملی میٹر کی ہوٹزرز اور ایم ۴۲ طیارہ شکن توپیں ہیں۔
بحریہ میں ۴ پٹرول کشتیاں اور ایک لینڈنگ کرافٹ شامل ہے۔
فضائیہ کی قوت ہنٹر اور میراج طیاروں پر مشتمل ہے۔
پیرا ملٹری فوج کی تعداد ۷۵۰۰ ہے۔

ملائشیا

جنوب مشرقی ایشیا کا یہ اہم ملک آبنائے ملاکو پر کنٹرول رکھنا شامل ہے ——
—— اسی وجہ سے یہ زبردست اسٹریجک اہمیت کا مالک ہو گیا ہے۔ بحر ہند کے
برطانوی انخلا سے قبل وہی اس کی حفاظت کا ذمہ دار تھا۔ نومبر ۷۱ء تک یہ ذمہ داری برطانیہ
ملائشیا دفاعی معاہدے کے تحت نبھائی جا رہی تھی۔ لیکن اب یہ دفاعی معاہدہ ایک پانچ طاقتی
دفاعی معاہدے سے بدل گیا ہے اس میں آسٹریلیا، ملائشیا، برطانیہ، سنگاپور اور نیوزی
لینڈ شامل ہیں۔
بری فوج ۷ پیدل بریگیڈ پر مشتمل ہے جس میں ۲۴ پیدل ٹبالین، تین سیاسی رجمنٹ،
۳ توپ خانہ رجمنٹ، ایک خاص سروس یونٹ اور ۳ سگنل رجمنٹ شامل ہیں۔ توپ خانے
کے پاس ۱۰۵ ملی میٹر ہوٹزرز ہیں۔
بحریہ میں ۲ فریگیٹ ہیں جن میں ایک سی کیٹ میزائل سے لیس ہے اس کے علاوہ
پیٹرول کشتیاں اور سرنگیں صاف کرنے والے جہاز ہیں۔ فضائیہ میں میراج اور سی اے ۔ ۲۷
لڑاکا بمبار طیارے ۔ پیرا ملٹری افواج ۵۰۰۰ ہے۔

مراکش

بحر روم اور بحر اوقیانوس کے ساحلوں پر واقع یہ مسلم ملک آبنائے جبل الطارق

پر کنٹرول رکھنے کی وجہ سے زبردست فوجی اہمیت کا حامل ہے۔ امریکا فوجی امدادی پروگرام کے تحت اسلحہ کی سپلائی اور فوجی تربیت دیتا ہے۔ فرانس بھی مراکش کو اسلحہ سپلائی کرتا ہے۔ اس کے علاوہ دونوں ممالک کے درمیان ایک معاہدہ ہے جس کے تحت فرانس مراکش کے ہوابازوں کو تربیت دیتا ہے۔

بری افواج ایک بکتر بند بریگیڈ، ۳ موٹر سوار انفنٹری بریگیڈ، ایک ہلکا حفاظتی بریگیڈ، ایک چھاتہ بردار بریگیڈ، بارہ خود مختار پیدل بٹالین، ۲ اونٹ سوار بٹالین، ۳ صحرائی بٹالین اور ۴ توپخانہ۔ ٹینکوں میں ٹی ۵۴ اے ایم ایکس ۱۳ اور اے ایم ایکس ۱۰۵ شامل ہیں۔ توپ خانے کے پاس ۷۵ اور ۱۰۵ ملی میٹر کے ہوٹزر ہیں کچھ الیوٹ III/II قسم کے فوجی ہیلی کاپٹر بھی ہیں۔ بحریہ ایک فریگیٹ، ایک پیٹرول بوٹ اور ایک لینڈنگ کرافٹ پر انحصار کرتی ہے۔

فضائی طیاروں میں لڑاکا قوت مگ ۱۷ ایف ۵ اے اور ایف ۵ جی پر قائم ہے۔ ٹرانسپورٹ طیاروں میں سی ۴۷ اور سی ۱۱۹ ہیں۔ ہیلی کاپٹر اوایچ ۱۳ اے بی۔۲۰۴ اور ایچ ایچ۔۴۳ قسم کے ہیں۔ پیراملٹری فوج کی قوت تقریباً ۲۵۰۰۰ ہے۔

ماریطانیہ

بحر اوقیانوس کے کناروں پر واقع یہ مسلم ملک اپنے رقبے کے لحاظ اور جغرافیائی پوزیشن سے خاصا اہم ہے لیکن اب تک کوئی قابل ذکر افواج اس نے نہیں رکھی ہیں۔

روس اسے فوجی امداد اور تربیت مہیا کر رہا ہے فرانس اور ماریطانیہ کے درمیان دفاعی معاہدہ اور دفاعی امداد کا معاہدہ موجود ہے جس کے تحت وہ اس ملک کو ہتھیار اور فوجی تربیت دے رہا ہے۔ ماریطانیہ تنظیم برائے افریقی اتحاد کا ممبر ہے۔

منگولیا

چین اور روس کی سرحدوں کے درمیان گھرا ہوا یہ مسلم ملک روس کے ساتھ دفاعی

معاہدوں میں منسلک ہے اس طرح وہی اسے ہتھیار اور تربیت دیتا ہے۔

بری فوج میں ۲ پیدل ڈویژن، ٹی ۳۴، ٹی ۵۵/۵۴ ٹینک ایس یو ۱۰۰ ٹینک شکن گاڑیاں اور ۱۲۰، ۱۵۲ ملی میٹر کی ہوئٹزر شامل ہیں۔

فضائیہ میں کوئی قابل ذکر لڑاکا طیارہ نہیں صرف اے این ۲، ۲۴ اور آئی ایل ۱۴ قسم کے ٹرانسپورٹ طیاروں کے علاوہ کچھ ایم آئی اور ایم آئی ۴ قسم کے ہیلی کاپٹر ہیں۔

ایک سام بٹالین ہے جس میں ایس اے ۲ میزائل ہیں۔

پیرا ملٹری فوج کی تعداد ۸۰۰۰ ہے جو سیکورٹی پولیس کہلاتی ہے۔

مصر

عرب لیگ تنظیم برائے افریقی اتحاد اور غیر جانبدار ملکوں کے بلاک کا یہ اہم رکن اور شرق اوسط کا سب سے طاقتور (فوجی لحاظ سے) ملک نہر سویز جیسے اسٹریٹجک راستے پر کنٹرول رکھتا ہے۔ اب تک یہ اسرائیل سے ۴ جنگیں لڑ چکا ہے۔

مصری افواج جدید روسی اسلحہ سے لیس ہیں روس اسے فوجی تربیت بھی دیتا ہے۔ روس نے مصر کو انتہائی جدید اسلحہ دیا ہے جس میں سام میزائل شامل ہیں۔ مصری افواج نے ۱۹۷۳ کی جنگ میں انھیں اعلیٰ کارکردگی سے استعمال کیا یہ خود بھی چھوٹا اسلحہ بناتا ہے۔

بری فوج ۲ بکتربند ڈویژنے، ۴ میکانائزڈ پیدل ڈویژن، ۵ پیدل ڈویژن، ۲ چھاتہ بردار بریگیڈ، ۱۹ توپ خانے کے بریگیڈ، ۲۰ کمانڈو بٹالین پر مشتمل ہے۔ ٹینک یہ ہیں:
ٹی ۵۵/۵۴، ٹی ۸۵/۳۴، پی ٹی ۷۶، جے ایس ۳، ٹی ۱۰، ٹی ۶۲۔

توپ خانے میں یہ توپیں ہیں: ۱۲۲ - ۱۳۰ - ۱۵۲ - ۲۰۳ ملی میٹر کی ہوئٹزر ۵۷، ۸۵ اور ۱۰۰ ملی میٹر کی طیارہ شکن توپیں۔

میزائل: اسیپر، سویگر، سوبٹر، فراگ ۳ اور شارٹ رینج۔ زمین سے زمین پر مار کرنے والے میزائل۔

فضائیہ میں ٹی یو ۱۶، آئی ۲۸، مگ ۲۱، ایس یو ۷، مگ ۱۷ اور مگ یاک طیارے

موجود ہیں ٹرانسپورٹ طیاروں میں سی ایل ۱۳۰ اور اے این ۱۲ ہیں۔ ہیلی کاپٹر ایم آئی ۔ ایم آئی ۴ اور ایم آئی ۸ قسم کے ہیں۔

فضائی دفاع کے لئے ۳۷، ۵۷، ۸۵ اور ۱۰۰ ملی میٹر کی طیارہ شکن توپیں ہیں۔

سام میزائل ۲، ۳، ۶ اور ۷ قسم کے موجود ہیں میزائل کمان : ۴ فضائیہ، بحریہ اور بحریہ اور بحری فوج سے علیحدہ ہے اس میں ۴ ہزار افراد ہیں۔ الظفر میزائل جس کی مار ۲۲۵ میل ہے۔ تیار ہو چکا ہے جبکہ ال قہر اور الریاض جنکی ۳۷۵ اور ۴۰۰ ہے پر کام جاری ہے

ہم بتا چکے ہیں کہ مصر کو نہر سویز جیسے اہم بحری راستے پر کنٹرول حاصل ہے اسی لئے مصر کو ایک طاقتور بحری بیڑہ رکھنا پڑتا ہے۔

بحریہ میں یہ شامل ہیں :

۱۲ آبدوزیں (۶ روسی ساخت کی ڈبلیو کلاس اور ۶ روسی ساخت کی آر کلاس)

۵ تباہ کن جہاز (۴ روسی ساخت کے اسکوری جہاز)

۲ - کورویٹیس ۱۵ آبدوز تعاقب کرنے والے جہاز

۴ فلیٹ سرنگیں صاف کرنیوالے جہاز ۲ ان شور سرنگیں صاف کرنیوالے جہاز

۱۲ اوسا اور ۸ کومار قسم کے میزائل بردار کشتیاں (ان میں سے کچھ عرب اسرائیل جنگ ۱۹۷۳ میں تباہ ہوگئیں۔

۳۵ - موٹر تارپیڈو کشتیاں ۲۵ لینڈنگ کرافٹ

پیرا ملٹری فوج کی تعداد ۱۲۰۰۰ ہے۔

سعودی عرب

مشرق اوسط کا یہ اہم ترین مسلم ملک آج کل عالمی سیاست کا زبردست حامل ہے۔ یہ حقیقت یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہاں آزاد دنیا کا تقریباً ۴۰ فیصد تیل ہے اس لئے اس کے اقدامات کا اثر تمام دنیا خصوصاً ترقی یافتہ صنعتی ملکوں پر زور دار طریقے سے مرتب ہوتا ہے۔

یہ امر بھی ذہن نشین ہونا چاہیئے کہ گو سعودی عرب کے پاس کوئی قابل ذکر فوجی قوت نہیں لیکن اس نے جس طرح تیل کو اسٹریجک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے وہ دنیا میں مسلم ملکوں کی عزت بڑھانے کا سبب ہوا۔ ۱۹۶۷ میں ہارے ہوئے عرب علاقے بھی اسی تیل کے ہتھیار کی مار سے آزاد ہو رہے ہیں۔

امریکا فوجی امداد کے پروگرام کے تحت سعودی عرب کو ہتھیار اور فوجی تربیت دیتا رہا ہے پاکستان بھی اس مسلم برادر ملک کی افواج کو تربیت دیتا ہے۔

برّی فوج ۴ پیدل بریگیڈ پر مشتمل ہے اس میں ۱۰ اسام میزائل (ہاک) بیٹریاں شامل ہیں، ٹینکوں میں ایم ۴۷ اور ایم ۱۴ قابل ذکر ہیں۔

فضائیہ میں ایف ۸۶ اور لائٹننگ مزاحمتی طیارے موجود ہیں۔ دس ٹرانسپورٹ سی ۱۳۰۔ ای بھی ہیں دو سام میزائیلوں کی رجمنٹ ہیں جن کے پاس تھنڈر برڈ میزائل ہیں۔

بحریہ میں تین تارپیڈو کشتیاں، ۸ ہور کرافٹ اور تقریباً ۳۰ پٹرول کشتیاں ہیں۔

پیرا ملٹری فوج کی تعداد ۳۰۰۰۰ ہے جنھیں نیشنل گارڈ کہا جاتا ہے جو ٹینک شکن ہتھیار و جیلینٹ سے لیس ہیں۔

سعودی عرب نے اب اپنی فوجی قوت میں زبردست طریقے سے توسیع شروع کر دی ہے۔ امریکا اور فرانس سے مختلف نوعیت کے فوجی سودے ہو رہے ہیں جن کے تحت بھاری مقدار میں فوجی سامان آ رہا ہے اور آنے والا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ۵۰۰ ملین ڈالر کی بحری کشتیاں، جہاز اور دوسرا اصلاحاتی سامان امریکہ سے آنے والا ہے علاوہ ازیں ۵۰ ایف ۔ ۵ قسم کے طیارے آنے شروع ہو گئے ہیں۔

فرانس سے معاہدے ہو رہے ہیں، جن کے تحت فرانس تیل کے بدلے فوجی ہتھیار دیگا ان پر ۳۸ میراج طیارے، مزاحمتی طیارے ۱ اے ایم ایکس ۳۵ قسم کے ٹینک، بکتر بند گاڑیاں، بحری جہاز، ہوا سے ہوا میں مار کرنے والے میزائل اور زمین سے فضا میں مار کرنے والے میزائل شامل ہیں ۵

سوڈان

یہ مسلم افریقی ملک بحر قلزم کے کناروں پہ واقع ہے۔ روس سوڈان کو فوجی ہتھیار اور تربیت دے رہا ہے۔ سوڈان عرب لیگ کا رکن ہے۔

بری فوج ایک بکتر بند بریگیڈ، ۶ پیدل بریگیڈ، ایک خود مختار پیدل بٹالین کا ایک چھاتہ بردار رجمنٹ۔

۳ توپ خانہ رجمنٹ اور ایک رینجر رجمنٹ پہ مشتمل ہے۔ بکتر بند دستوں کو ٹی ۸۵/ ۳۴، ٹی ۵۴ اور ٹی ۵۵ ساخت کے روسی ٹینک حاصل ہیں۔ توپ خانے کے پاس ۱۰۵ اور ۱۲۲ ملی میٹر کی توپیں اور ہوٹزر ہیں۔

فضائی طیاروں میں دو سکواڈرن مگ ۲۱ موجود ہیں کچھ ٹرانسپورٹ طیارے اے این ۲۴ اور کچھ ہیلی کاپٹر ایم آئی ۸ قسم کے ہیں۔

شام

۱۹۷۳ میں اسرائیل سے چوتھی دفعہ نبرد آزما ہونے والا یہ مسلم ملک فوجی ہتھیار اور فوجی تربیت زیادہ تر روس سے حاصل کرتا ہے۔ بحر روم پہ ساحل رکھنے کی وجہ سے اسے بھی اسٹریٹجک اہمیت حاصل ہے۔ ۱۹۶۷ کی عرب اسرائیل جنگ میں جولان کی پہاڑیاں اسرائیل کے زیر تسلط چلی گئیں۔

شام عرب لیگ کا رکن ہے اور اس کی دفاعی کمان میں شامل ہے۔ جس کے تحت اسرائیل کے خلاف ایک مشترکہ میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ اردن، مصر کے ساتھ ایک مشترکہ دفاعی معاہدے میں بھی شامل ہے۔

بری فوج ایک بکتر بند ڈویژن، ۲ میکا نائزڈ ڈویژن، ۲ پیدل ڈویژن، ایک چھاتہ بردار بٹالین۔ ۵ کمانڈو بٹالین، ۷ توپ خانہ رجمنٹ اور ۸ سام بیٹریوں پہ مشتمل ہے۔ ٹینکوں میں ٹی ۳۴، ٹی ۵۵/۵۴ اور پی ٹی ۷۶ قابل ذکر ہیں۔ توپ خانے کے پاس روسی

ساخت کی ۱۲۲، ۱۲۰ اور ۱۵۲ ملی میٹر کی توپیں ہیں ۔ میزائیلوں میں سام ۲، ۳، ۶ اور ۷ موجود ہیں ۔ بحریہ میں ۶ کومار میزائل کشتیاں اور ۱۲ موٹر تارپیڈو کشتیاں قوت کی حامل ہیں۔

فضائیہ میں اہم طیارے مگ ۲۱، مگ ۱۵، مگ ۱۷ اور ایس یو ۷ ہیں یہ تمام روسی ساخت کے ہیں ۔ کچھ سی ۴۷ اور آئی ایل ۱۴ قسم کے ٹرانسپورٹ طیارے، ہیلی کاپٹر ایم آئی ایک ۔ ایم آئی ۴ اور ایم آئی ۸ قسم کے ہیں ۔

پیرا ملٹری فوج کی تعداد ۱۵۰۰ ہے ۔

سوماليه

بحر ہند اور خلیج عدن کے نزدیک واقع ہے یہ انتہائی اہم مسلم جمہوریہ زیادہ تر روسی ہتھیاروں سے لیس ہے یہ تنظیم برائے افریقی اتحاد کا رکن ہے ۔

برّی فوج ۴ ٹینک بٹالین، ۹ پیدل میکانائزڈ بٹالین اور کمانڈر بٹالین پر مشتمل ہے اس کی افواج کے پاس تقریباً ۱۵۰ ٹی ۳۴، ۵۴ قسم کے ٹینک اور ۱۰۰ ملی میٹر کی توپیں ہیں ۔

بحریہ میں صرف پیٹرول کشتیاں ہیں ۔

فضائیہ کی لڑاکا قوت مگ ۱۷/۱۵ پر مشتمل ہے کچھ سی ۵۴، سی ۴۷ اور اے این ۲۴ ٹرانسپورٹ طیارے ہیں ۔ پیرا ملٹری فوج میں ۵۰۰ سرحدی گارڈ ہیں ۔

سینیگال

یہ مسلم ملک بحر اوقیانوس کے کنارے واقع ہے فرانس کے ساتھ اس کا دفاعی معاہدہ ہے جس کے تحت اس کی افواج کو اسلحہ اور فوجی تربیت دی جاتی ہے ۔

برّی فوج ۳ پیدل بٹالین، ۲ چھاتہ بردار کمپنیاں، ۲ کمانڈو کمپنیاں، ایک جاسوسی اسکاڈرن اور ایک انجینیئر بٹالین پر مشتمل ہے کچھ بکتر بند گاڑیاں ۔ بحریہ میں پیٹرول کشتی، کوسٹل کشتی اور آبدوزوں کا تعاقب کرنے والے ۲ جہاز ۔ فضائی طیاروں میں لڑاکا قوت نہیں ۔ صرف سی ۴۷ ٹرانسپورٹ اور پی جی ۴ ہیلی کاپٹر ۔۔ پیرا ملٹری فوج کی قوت ۱۶۰۰ ہے ۔

گنی

خلیج گنی اور بحر اوقیانوس کے کناروں پر واقع یہ مسلم افریقی ملک اب بڑی تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔ اسے روس فوجی تربیت اور اسلحہ دے رہا ہے۔

گنی تنظیم برائے افریقی اتحاد کا رکن ہے۔

برّی فوج ۵ پیدل ٹبالین، ایک بکتر بند ٹبالین، ۳ انجینیرز کمپنی اور کچھ ٹی ۳۴، ٹینکوں پر مشتمل ہے ۱۰۵ اور ۸۵ ملی میٹر کی توپیں ہیں۔

بحریہ میں روسی ساخت کی ۶ پیٹرول کشتیاں ہیں۔

فضائیہ تک ۱۷ لڑاکا طیارے ہیں اس کے علاوہ کچھ آئی ایل ۱۸ اور آئی ایل ۱۴ ٹرانسپورٹ طیارے بھی ہیں۔ پیرا ملٹری فوج کی تعداد ۵۰۰۰ ہے۔

کویت

شرق اوسط اور خلیج فارس کا یہ اہم مسلم ملک تیل کی دولت سے مالا مال ہے امریکا اور اسرائیل کے دوسرے حلیفوں کے خلاف تیل کی ناکہ بندی کر کے کویت نے دوسرے عرب ممالک کا ساتھ دیا۔ اس تیل کے ہتھیار نے جاپان، امریکہ، فرانس، برطانیہ اور جرمنی جیسے ترقی یافتہ اور طاقتور ممالک کو جھکنے اور لچک پیدا کرنے پر مجبور کر دیا۔

برطانیہ کے انخلاء سے قبل زیادہ تر وہی اس کی دفاعی ضروریات اور تربیت کا ذمہ دار تھا۔ لیکن اب کویت بڑی تیزی سے اپنی قوت بڑھا رہا ہے۔

کویت عرب لیگ کا رکن ہے۔

برّی فوج میں ۳ ٹبالین، درمیانے درجے ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں ہیں۔

فضائیہ میں لائٹننگ اور ہنٹر طیاروں کے علاوہ ہیلی کاپٹر بھی ہیں۔

بحریہ میں پیٹرول کشتیاں ہیں۔

متحدہ عرب امارت

خلیج فارس کی سات ریاستوں نے اتحاد کی خاطر دسمبر ۱۹۷۱ء میں الحاق کا اعلان کیا۔ اس میں ابوظہبی، دوبئی، شارجہ، اجمان، ام القوین، فجیرہ اور راس خیمہ شامل ہیں۔ برطانیہ کے انخلاء سے قبل ان کی دفاعی ذمہ داریاں ایک معاہدے کے تحت برطانیہ پورا کر رہا ہے۔ اس الحاق کے بعد یہ معاہدہ ختم ہو گیا۔ اور ایک دوستی کے معاہدے نے اس کی جگہ لے لی۔ جو متحدہ عرب امارت اور برطانیہ کے درمیان ہے اس میں دفاع کا ذکر نہیں۔

اس الحاق کے بعد نئی متحدہ دفاعی فوج کا قیام عمل میں آیا ہے۔ امریکہ سے ۱۹۷۲ء میں فوجی اسلحہ کی خرید و فروخت کے سلسلے میں اہم مذاکرات ہوئے تھے۔ یقیناً اس جدید فوجی اسلحہ کے آنے کے بعد اس ملک کی قوت بہت بڑھ جائے گی۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ فرانس سے بھی میراج طیاروں اور دوسرے فوجی ہتھیاروں کا سودا ہوا ہے یہ سامان پہنچنا شروع ہو گیا ہے۔

متحدہ عرب امارت عرب لیگ کا رکن ہے اور دفاعی کمان میں شامل ہے متحدہ قوت کچھ زیادہ واضح نہیں لیکن ایک اندازے کے مطابق کچھ یوں ہے۔

بری فوج ۲ پیدل بٹالین، ایک بکتر بند رجمنٹ، ایک امدادی رجمنٹ، ۵ پیدل کمپنیاں موٹر سوار فوج اور کچھ بکتر بند گاڑیاں۔

فضائیہ میں ہنٹر لڑاکا طیارے، ٹرانسپورٹ اور ہیلی کاپٹر شامل ہیں ایک اطلاع کے مطابق میراج طیارے پہنچ گئے ہیں۔ بحریہ میں پیٹرول کشتیاں ہیں۔

نئی متحدہ دفاعی فوج کی تعداد ۲ ہزار سے زیادہ ہو گئی ہے۔

دوسرے مسلم ممالک

ان ممالک کے علاوہ کئی اور مسلم ممالک بھی موجود ہیں لیکن اس وقت کچھ ان کی قوت

زیادہ نہیں۔ ان میں سے زیادہ تر تو حال ہی میں مکمل طور پر آزاد ہوئے ہیں اور کچھ تو آزاد کافی عرصہ سے ہو چکے ہیں۔ لیکن دفاعی معاہدوں کے تحت ان کے دفاع کی ذمہ داری دوسرے ممالک کے ذمہ تھی۔ اس لئے انھوں نے کوئی قابل ذکر فوج نہیں رکھی۔ ہم ان کا مختصر ذکر کر رہے ہیں :

عمان : اس کی بری فوج ۴ بٹالین اور ایک توپ خانہ بیٹری پر مشتمل ہے کچھ توپیں اور بکتر بند گاڑیاں بھی ہیں فضائیہ کے پاس T ۵۲، - BAC - ۱۶۷، ٹرانسپورٹ اور کچھ ہیلی کاپٹر ہیں ؛

قطر کے پاس ایک موٹر سوار اور ایک گارڈ رجمنٹ ہے کچھ بکتر بند گاڑیاں بھی ہیں۔ ۶ طیارے اور ۴ پیٹرول کشتیاں، بحری اور فضائیہ میں شامل ہیں۔

یمن اور عدن کے پاس پیٹرول کشتیاں ہیں باقاعدہ افواج کھڑی کی جا رہی ہیں۔

بحرین کی فوج ۲۰۰۰ سے کم ہے اسمیں ایک بٹالین پیدل اور ایک بکتر بند گاڑیوں کا اسکواڈرن ہے۔ بحریہ کے پاس کچھ پیٹرول کشتیاں ہیں ؛

ملکوں کے نام	باقاعدہ فوج	محفوظ فوج	ٹینک	بکتربند گاڑیاں	لڑاکا طیارے	ہیلی کاپٹر	جنگی جہاز اور بحری کشتیاں
ایران	۱۶۰،۰۰۰		۹۲۰ اور ۷۴۰	۱۱۱۰	۴۲ اور ۳۰۰	۴۲ اور ۷۰۰	۲۴
انڈونیشیا	۲۵۰،۰۰۰	۶ برگیڈ	-	۱۵۲	۱۲۲	۳۰	۱۷۳ بحری قضائیہ ۲۵
افغانستان	۸۰،۰۰۰			+	۱۰۰	+	+
اردن	۶۸۰۰۰	۲۰۰۰۰	۴۲۰	۴۰۰	۵۲	۹	۸ پٹرول کشتیاں
الجزائر	۵۵۰۰۰		۴۵۰ کچھ اے ایم ایکس	۳۵۰	۱۴۲	۵۲	۲۵
پاکستان	۲۶۸۰۰۰		۸۵۰	۳۰۰ اور ۴۰۰	۲۶۸	۱۲	۱۴
ترکی	۴۲۰۰۰۰				۳۶۰	+	۷۴ کچھ لینڈنگ کرافٹ
تیونس	۲۰۰۰۰		۱۵	۲۰	۱۲	۸	۲۴
تنزانیہ	۱۰۰۰۰		۱۴		×	×	۱۳
سعودی عرب	۳۵۰۰۰		۸۵	۲۰۰	۷۵ ۵۰ ایس پیچ [illegible]	۲۲	۲۳
سوڈان	۳۵۰۰۰		۱۲۰	۱۵۵	۳۲	۱۰	۸
صومالیہ	۱۲۰۰۰		۱۵۰	۲۰۵	۲۰	×	۶
سنیگال	۵۵۰۰		×		×	۲	۴
شام	۱۲۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۱۳۰۰	۱۰۰۰	۳۲۶	۵۵	۲۵
لیبیا	۲۰۰۰۰		دونوں کی تعداد ۳۹۵		۲۳ اور ۱۲۵	۱۵	۲۱
لبنان	۱۴۰۰۰		۱۲۰	۲۵	۱۸	۱۴	۶
مصر	۲۶۰۰۰۰	۵۰۰۰۰۰	۱۹۵۵	۲۰۰۰	۶۲۰	۱۹۰	۹۴
ملائیشیا	۵۰۰۰۰	۵۰۰۰۰			۴۵	۳۴	۳۶
مراکش	۵۲۰۰۰		۲۴۰	تقریباً ۱۸۵	۳۸	۴۸	۶
منگولیا	۲۸۰۰۰		۱۴۰	۱۰۰	+	۱۰	+
ماریتانیا							
عراق	۹۰۰۰۰	۲۵۰۰۰۰	۱۰۶۵	۱۳۰۰	۲۲۴	۶۹	۳۰
گنی	۵۰۰۰		کچھ ٹی ۳۴	کچھ ۲ ٹی آر ۱۵۲	۵	+	۶
کویت	۳۰۰۰		چندرکر ٹینک	+	۲۲	۹	۱۰
متحدہ عرب امارات	۱۰۰۰۰	+	+	۱۵ اور ۳۰ کے درمیان	اسکوارڈن ہنٹر طیارے	۴	۱۲
اومان	۶۰۰۰	+	+	چند	۱۷	۱۱	
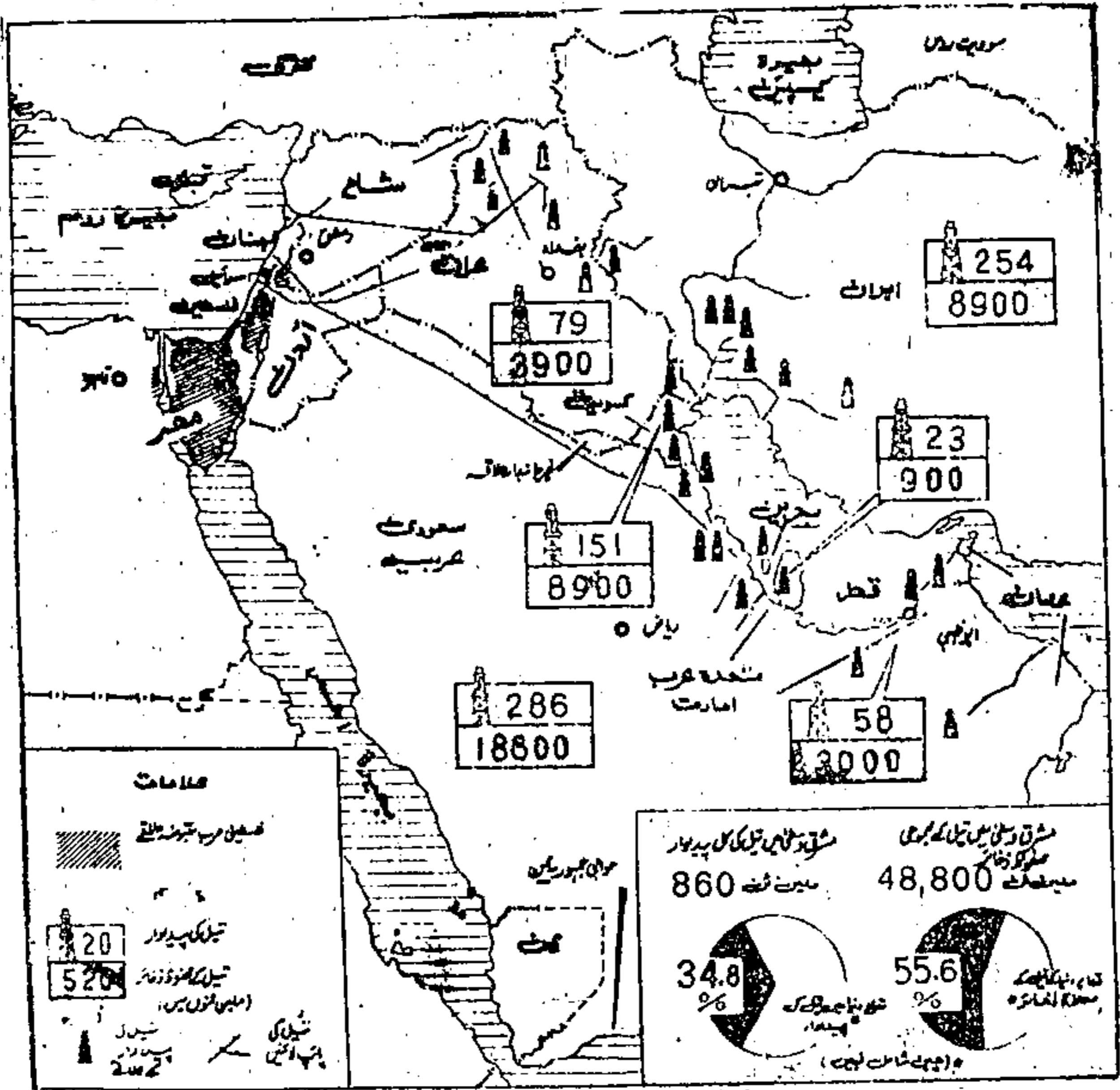
مسلم ممالک میں خام تیل کی پیداوار ● مشرق وسطی میں تیل کے ذخائر

ملک کا نام	پیداوار	ذخائر
۱ - سعودی عرب	۲۸ کروڑ ۶۰ لاکھ ٹن	۱۸ ارب ۸۰ کروڑ ٹن
۲ - کویت	۱۵ " ۱۰ " "	۸ " ۹۰ " "
۳ - ایران	۲۵ " ۴۰ " "	۸ " ۹۰ " "
۴ - قطر	۲ " ۳۰ " "	۹۰ کروڑ ٹن
۵ - ابوظہبی	۵ " ۸۰ " "	۳ ارب ٹن
۶ - عراق	۷ " ۹۰ " "	۳ ارب ۹۰ کروڑ ٹن

لیبیا	۱۵۰ء۰۰	الجزائر	۳۳ء۲
شام	۴۳ء۰۰	بحرین	۳ء۸
تیونس	۳ء۳	متحدہ عرب امارتیں	۲۴ء۳
ترکی	۳ء۵	مصر	۲۱۹ ملین بیرل
ادمان	۱۶ء۰۰	البانیہ	۹۰ ہزار ٹن

(اس کے علاوہ پاکستان، افغانستان اور الجزائر میں قدرتی گیس کے وسیع ذخائر بھی موجود ہیں)

اسے ہم خدا کا انعام ہی کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں تیل کے سب سے زیادہ ذخائر مسلمانوں کے قدموں کے نیچے ہیں۔ دنیا کا ۷۰ فیصد تیل مسلم ملکوں میں پیدا ہوتا ہے ایشیا ہو یا افریقہ تیل وہیں نکلا جہاں مسلمان آباد تھے یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ عوامی جمہوریہ چین میں بھی بیشتر تیل وہیں نکلا جہاں مسلمان آباد ہیں۔ مگر بدقسمتی سے مسلمانوں نے خدا کی اس نعمت کی قدر نہیں کی۔ اور وہ مستقل ان بڑی طاقتوں کا کھلونا بنے رہے جو ان سے تیل لیکر ان کا استحصال کرتی رہی ہیں مسلم ممالک نے صرف تیل کے ذخائر کی بدولت سونے اور زرمبادلہ کے ذخائر کا جو انبار لگا لیا ہے۔ اس کا اندازہ ان اعداد و شمار سے لگایا جا سکتا ہے جن کے مطابق سعودی عرب کا محفوظ سرمایہ چھ سال کے اندر ۴۰ ملین ڈالر ہو جائے گا۔ گویا امریکہ اور جاپان کے مشترکہ ذخائر سے بھی بڑھ جائے گا۔

گزشتہ سال ہی امریکی اقتصادی ماہرین نے تخمینہ لگایا تھا کہ خلیج اور شمالی افریقہ میں تیل پیدا کرنے والے عرب ممالک کی آمدنی ۱۴ ارب ۴۰ کروڑ ڈالر ہے جس میں جون ۷۳ء کے بعد تیل کی قیمت میں اضافے سے ہونے والی آمدنی شامل نہیں ہے۔ ابوظہبی دنیا کا امیر ترین ملک ہے جس کی فی کس آمدنی دنیا میں سب سے زیادہ ہے پیداوار اور قیمتوں میں اضافے کے باعث مشرق وسطیٰ کی تیل کی آمدنی جو ۴ ارب ڈالر سالانہ تھی محض ۴ سال میں بڑھ کر ۱۰ ارب ڈالر سالانہ ہو گئی۔ صرف کویت کے پاس اس وقت ۳ ارب ڈالر کے غیر ملکی اثاثے ہیں۔ لیبیا کے پاس ۳ کھرب ڈالر کے ریزرو ہیں۔

سعودی عرب کو گزشتہ سال تیل سے ۴ ارب ڈالر کی آمدنی ہوئی جو ۱۹۷۲ء سے ۳۰ فیصد زائد تھی۔ اسی طرح سعودی عرب کی زرمبادلہ کی ۴ ارب کی ہولڈنگز میں کم از کم ایک ارب ڈالر کا اضافہ ہوا۔

امریکہ کے ایندھن اور توانائی کے محکمہ کے ڈائرکٹر نے کہا ہے کہ ۱۹۷۴ء اور ۸۰ء کے درمیان عرب ملکوں کی آمدنی ان کے خرچ سے ۱۰ ہزار کروڑ ڈالر زیادہ ہو جائے گی وہ یہ رقم یا تو اپنے ملکوں میں خرچ کریں گے یا اس سے غیر ممالک میں سرمایہ کاری کریں گے اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو انھیں اس نتیجہ تک پہنچنے میں دیر نہ لگے گی۔ کہ اب تیل کا زیر زمین رہنا ہی ان کے حق میں بہتر ہے اگر انہوں نے ایسا فیصلہ کر لیا تو ترقی یافتہ دنیا کے لئے بہت بڑا مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔

اس وقت بھی امریکہ دنیا میں سب سے زیادہ تیل پیدا کرتا ہے مگر اس کی ضروریات اتنی زیادہ ہیں کہ یہ پیداوار کم پڑ جاتی ہے۔ امریکہ میں تیل کے ذخائر اس لئے قریب الختم ہے کہ اس نے یہ سوچکر فیاضی سے تیل خرچ کیا کہ عرب ممالک اس کی مٹھی میں ہیں جن کو جب چاہیں نچوڑا جا سکتا ہے۔ امریکہ میں تیل کی کتنی کھپت ہوتی ہے اس کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہاں ایک کروڑ سے زائد کاریں ہیں۔

اسرائیل کے لئے امریکہ کی بھرپور امداد کے پیش نظر گزشتہ سال اکتوبر کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد جب عربوں نے بطور احتجاج امریکہ کو تیل کی فراہمی بند کرنے اور پیداوار میں کمی کرنے کا فیصلہ کرنے کا فیصلہ کیا تو پوری دنیا سنگین بحران سے دوچار ہو گئی دنیا بھر میں تیل کی قیمتیں بڑھ گئیں اس مہم کی قیادت سعودی عرب کے شاہ فیصل نے کی تھی اس طرح دنیا میں پہلی بار تیل کا ہتھیار متعارف ہوا۔ کیا اس ہتھیار کا استعمال کامیاب رہا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس پر بحث ہو سکتی ہے کیونکہ گولی نشانے پر نہ بیٹھے تو بندوق چلانا لاحاصل ہے حقیقت یہ ہے کہ اگر تیل کے ہتھیار کو سلیقہ سے استعمال کیا جائے تو دنیا بھر کے مسلمان اپنے حقوق حاصل کر سکتے ہیں اور پھر کسی کو ان پر ظلم و زیادتی کرنے کا حوصلہ نہیں ہو سکتا۔ مستقبل کے تیل کے ۲۵ فیصد ذخائر سعودی عرب، ۲۰ فیصد کویت، ۱۰ فیصد ایران، ۷ فیصد عراق

۷ فیصد لیبیا کے پاس ہیں اور ۳۰ فیصد ذخائر باقی ملکوں میں بٹے ہوئے ہیں۔

اس کے برعکس مغرب کی محتاجی کا یہ عالم ہے کہ امریکا ایسا ترقی یافتہ ملک بھی عربوں کا دست نگر ہے اس کی آبادی دنیا کا صرف چھ فیصد ہے جبکہ وہ عالمی توانائی کا ۲۶ فی صد خرچ کرتا ہے' اس کے پاس تیل کے اپنے ذخائر بھی موجود ہیں تاہم اسے اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے روزانہ ۶۰ لاکھ بیرل تیل دوسرے ممالک سے منگوانا پڑتا ہے۔ سوویت یونین اگرچہ تیل کی ضروریات کے معاملے میں خودکفیل ہے لیکن اسے مشرقی یورپ کی ضروریات بھی پورا کرنا ہیں ایک اندازے کے مطابق معاہدہ وارسا کے ممالک کی ضروریات ۱۹۸۰ تک ڈیڑھ ملین ٹن ہو جائیں گی۔ اور اب وہ ایران کے ساتھ کوئی ایسا معاہدہ کرنا چاہتے ہیں جو مستقبل میں یہ ضروریات پوری ہونے کی ضمانت دے سکے۔

جہاں تک متبادل ایندھن تلاش کرنے اور شمسی توانائی استعمال کرنے کا تعلق ہے ایک تو فوری طور پر یہ ممکن ہی نہیں اور اگر ۵ سال بعد شمسی توانائی پر انحصار کیا بھی گیا تو یہ ایندھن تیل کے مقابلے میں بہت مہنگی ہو گی ۔ امریکی ماہرین کا یہ بھی خیال ہے کہ سعودی عرب اپنے تیل کے ذخائر کو زیادہ دیر تک چلاتے اور اس مقصد کے پیش نظر تیل کی پیداوار میں کمی کا خواہاں ہے۔ اور اس نے اس مقصد کے حصول کے لئے یہ سارا چکر چلایا ہے ۔ یہ خیال غیر منطقی اور غیر حقیقی ہے کیونکہ شاہ فیصل نے تیل کے حربے کے استعمال کے لئے تمام مسلم ممالک کو متحد کیا ہے تو اس کا مقصد عالم اسلام کی بھلائی، ارض فلسطین کی آزادی ہے

اب ان ملکوں کے پیش نظر سب سے سنگین مسئلہ ہو گا۔ کہ تیل سے ہونے والی اس آمدنی کو کس طرح ٹھکانے لگایا جائے اس سلسلہ میں مغربی سکوں، پونڈ، ڈالر اور اسٹرلنگ پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ نہ جانے کب مغربی ممالک عرب ملکوں کے ریزرو کو منجمد کر لیں۔ واحد صورت یہی ہے کہ اس لامحدود آمدنی سے مشترکہ منصوبوں پر سرمایہ کاری کی جائے۔ یہی بات مسلم اتحاد کی مضبوط بنیاد بن سکتی ہے کیونکہ ایشیا اور افریقہ کے مسلم ممالک ایسے ہیں جہاں سرمایہ کاری کی فضا خاصی سازگار ہے اس سرمائے سے اسلامی بنک کی تجویز میں جان ڈالی جا سکتی ہے مسلم مشترکہ منڈی کا قیام عمل میں لایا جا سکتا ہے۔

اس جنگ کے بعد عرب ممالک کے عوام اور حکومتوں کو یہ احساس بھی ہوا کہ آج کی دنیا میں سیاسی اتحاد اقتصادی یک جہتی کے بغیر نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا عرب ممالک نے تیل کی پیداوار اور اس کی ترسیل کو اقتصادی حربے کی صورت میں استعمال کیا اور اس حربے کی سیاسی اہمیت یہ ہے کہ تمام اسلامی ممالک نے اس حربے کی تائید و حمایت کی۔
اس پس منظر میں لاہور کانفرنس نہ صرف عرب ممالک بلکہ تمام اسلامی ممالک کے لئے ایک موڑ کی حیثیت رکھتی ہے۔

مسلمان ممالک کا معاشی نظام

انسان کی زندگی میں اس کی معیشت و معاشیات بڑی اہمیت رکھتی ہے اور ہر دور میں قوموں، ملکوں اور انسانوں نے اس کی طرف توجہ دی ہے کیونکہ انسان کو زندہ رہنے کے لئے غذا کی، لباس کی، اور مکان کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ غذا کی ضرورت اس لئے کہ اپنا پیٹ بھر سکے۔ پوشش و لباس کی اس لئے کہ اپنا تن ڈھانپ سکے۔ مکان کی ضرورت اس لئے کہ موسموں کی سردی گرمی سے بچتے ہوئے اسے اپنی جگہ سمجھ کر بڑے اطمینان سے آرام کر سکے۔ اور گھر سے متعلقہ زندگی کے دیگر وظائف ادا کر سکے۔ اس لحاظ سے معاشیات اس کی زندگی کے ایک اہم شعبہ پر حاوی ہے اور اس کی زندگی کا ایک بڑا اہم بنیادی مسئلہ ہے لہٰذا خدا نے اپنی مخلوق کے لئے زمین پر معیشت کے مختلف اسباب پیدا کر دیئے اور اس لئے پیدا کئے کہ اس کی مخلوق اپنی معاشی و بنیادی ضرورتیں پوری کر سکے۔ اس لحاظ سے مسلم ممالک خوش نصیب ہیں کہ یہ اسباب بہ نسبت دوسرے ممالک کے ان کے حصے میں کچھ زیادہ ہی آ گئے ہیں۔

عالمی پیداوار کا ۸۰ فیصد تیل اسلامی ممالک ہی سے نکلتا ہے۔ ۷۰ فیصد ربڑ بھی ملک پیدا کرتے ہیں۔ ۹۳ فیصد کھجوریں، ۵۶ فیصد روغن زیتون اور ایک تہائی کھوپرا یعنی ناریل میں سے برآمد ہوتا ہے۔ پٹ سن کے معاملہ میں کم و بیش اجارہ داری حاصل رہی ہے، فاسفیٹ کی ایک تہائی اور ٹین کی ۵۲ فیصد نکاسی انہی ممالک سے ہوتی ہے دس فیصد گندم اور ۱۴

فیصد چاول بھی یہی ممالک مہیا کرتے ہیں۔

مسلمان ممالک کو ایک مضبوط معاشی نظام کی ضرورت ہے ان کو سب سے زیادہ ہزیمت تجارت کے میدان میں اٹھانا پڑتی ہے۔ غیر مسلم ممالک نے بڑے بڑے بنک کھول رکھے ہیں جن کے ذریعے وہ پوری دنیا کو اپنی گرفت میں لے چکے ہیں۔ لیکن اسلامی ممالک کے مال کے آگے انہوں نے محاصل کی اونچی اونچی دیواریں کھڑی کر رکھی ہیں۔ ان حالات میں اگر ان کا توازن ادائیگی ان کے خلاف نہ رہے تو کیا ہو؟

لہٰذا استعمار پسند طاقتوں کی اس لوٹ کھسوٹ سے محفوظ رہنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ کہ اسلامی ممالک اپنے معاشی وسائل کو خود ترقی دیکر اپنا ایک معاشی نظام قائم کریں۔ وہ اپنے معاشی وسائل و اسباب سے فائدہ اٹھائیں۔ وہ اپنی پیداوار کا بیشتر حصہ اپنی بقا، تحفظ اور ترقی پر صرف کریں اور خود کفیل بننے کی کوشش کریں۔ وہ اپنے معاشی دامن کی توسیع کریں اور ترقی پذیر یا نیم ترقی یافتہ ممالک میں سرمایہ لگائیں۔ اپنے معاشی وسائل و اسباب سے ان کے لئے ایسے مواقع فراہم کریں کہ وہ بھی اپنے معاشی وسائل و اسباب کو ترقی دے کر ترقی دے سکیں اور اپنی معاشی ضروریات میں خود کفیل ہو سکیں۔

نیم ترقی یافتہ اسلامی ممالک میں سرمایہ لگانے سے خود مالدار ممالک کو بھی فائدہ پہنچے گا اس وقت ان کی معاشی قوت کا دارو مدار صرف تیل پر ہے جس کے ذخائر لامحدود نہیں ہیں۔ جیسا کہ شہنشاہ ایران نے کہا تھا وہ زیادہ سے زیادہ ۲۵ برس تک کام دے سکیں گے اسی طرح سعودی عرب اور خلیجی ممالک کے تیل کے کنویں بھی ایک محدود عرصے تک کارآمد رہیں گے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ ممالک اپنے معاشی دامن کو وسیع کریں۔ تیل کے علاوہ قدرت نے دوسری چیزوں سے بھی نوازا ہے مثلاً معدنیات بھی ہیں۔ زرعی حیوانی دولت بھی موجود ہے اس لئے زردار ممالک نہ صرف اپنے یہاں بلکہ دوسرے مسلم ممالک میں بھی زراعت کو فروغ دیکر اور مصنوعات تیار کر کے دولت آفرینی کے ایک ہی وسیلہ پر اپنے انحصار کو کم سے کم کر سکتے ہیں اس کا تجربہ ایران، ترکیہ اور پاکستان کی علاقائی تنظیم کے ذریعے ہو چکا ہے ان ممالک میں کچھ کارخانے "مشترک مہم" کے اصول پر قائم کئے گئے جو خاصے کامیاب ہیں۔

خوش قسمتی سے جہاں ایسے ممالک موجود ہیں جن کے پاس وافر سرمایہ ہے وہاں ایسے ممالک کی بھی کمی نہیں جو ہنرمندی اور صنعت گری کی دولت سے مالا مال ہیں لیکن ان کے مالی وسائل اسے بروئے کار لانے کی اجازت نہیں دیتے۔ ایک عالمی ترقیاتی بنک کے ذریعہ سے اگر دونوں صفات کو یکجا کر دیا جائے تو عالمی بازار میں مسلمان ممالک کا کوئی حریف نہ رہے گا۔ اس وقت کیفیت یہ ہے کہ اکثر اسلامی ممالک اپنا زرعی اور معدنی تمام مال مغربی ممالک کو فروخت کر دیتے ہیں جو اس کی مصنوعات انہی کی منڈیوں میں بیچ کر ایک کے دس بنا لیتے ہیں۔ اگر تمام اسلامی ممالک کے وسائل کا جائزہ لے کر منطقے مقرر کر دیئے جائیں تو نہ صرف معاشی توازن برقرار رہے گا بلکہ اغیار کی لوٹ کھسوٹ سے بھی نجات ہوگی۔ پھر ایک بڑی بات یہ ہے کہ منافع میں بھی اضافہ ہوگا کیونکہ وسائل نئے ہوں گے۔ اور نئے وسائل سے انتفاع کا تناسب پرانے وسائل کے انتفاع سے بہرصورت زیادہ ہوتا ہے۔

ماضی قریب تک یہ محیر العقول آمدنی ان ممالک کے بادشاہوں کی تعیش پسندی کی نذر ہوتی رہی۔ لیکن انقلاب مصر کے بعد نہ صرف فاروق پر زوال آیا۔ ایران اور سعودی عرب کے فرمانرواؤں نے بھی اپنا نقطہ نگاہ عوام پسندانہ بنا لیا ہے۔ اسی طرح سے جب سے برطانیہ نے اپنا اقتدار اٹھایا ہے، خلیج فارس کے شیوخ نے بھی عوامی فلاح کو اپنا مقصود قرار دے لیا ہے۔ اس خوشگوار انقلاب کا لازمی نتیجہ یہی ہونا چاہیئے کہ یہ متمول ممالک اپنا نقطہ نگاہ قدرے اور وسیع کریں اور اسلامی اخوت و مودت کے تقاضوں کے تحت ان مسلم ممالک کی ترقی و بہبود میں حصہ لیں جن کو سرمایہ کی ضرورت ہے ظاہر ہے انتقال سرمایہ کا یہ کام عالمی ترقیاتی بنک ہی کے ذریعے ہو سکتا ہے۔

عالمی اسلامی بنک

دُول اسلامیہ کے وزرائے خزانہ نے عالمی اسلامی ترقیاتی بنک کے دیرینہ خاکہ میں رنگ عمل بھرنے کا فیصلہ کرکے اخوت و مودت کا جو عظیم مظاہرہ کیا ہے اس سے بجا طور پر یہ امید وابستہ کی جاسکتی ہے کہ اب اسلامیان عالم کے لئے معاشی ترقی کے میدان میں ایک تیسری قوت بن کر ابھرنا دشوار نہیں رہے گا۔

عالمی اسلامی ترقیاتی بنک کے قیام کی تجویز یوں تو گزشتہ ۲۵ برس سے پیش کی جارہی ہے لیکن نہ تو موتمر عالم اسلامی کی آواز اتنی موثر ثابت ہوسکی کہ اظہار پسندیدگی کے سوا کوئی نتیجہ برآمد ہوتا نہ عرب لیگ کے مقاصد کا دائرہ اتنا وسیع تھا کہ معاملہ "معاشی لین دین میں تعاون" سے آگے بڑھتا۔ ۱۹۴۹ء میں کراچی میں "بین الاقوامی اسلامی معاشی تنظیم" کی بنیاد بھی رکھی گئی۔ لیکن جلد ہی اس کی دھول اڑنے لگی۔ آخر ۲۱ اگست ۱۹۶۹ء کو جب مسلمانوں کے قبلہ اول مسجد اقصٰے کے ایک حصہ کو نذر آتش کیا گیا تو رباط سے جکارتہ تک ۷۰ کروڑ مسلمانوں کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور انہوں نے باطل کے مقابلہ میں سینہ سپر ہونے کا تہیہ کرلیا۔ رباط کے مقام پر ۲۵ ممالک کے سربراہ اور سربرآوردہ نمائندے جمع ہوئے۔ جہاں پہلی مرتبہ یہ طے ہوا کہ صرف یہود کی فتنہ آرائی اور فساد انگیزی کے خلاف مظاہرے پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ عرب لیگ کی تنگنائے کو خیرباد کہہ کر ہمہ گیر اتحاد و تنظیم کی سرگرمیوں کو مضبوط کیا جائے چنانچہ مارچ ۱۹۷۰ء میں دُول اسلامیہ کے وزرائے خارجہ کی ایک کانفرنس جدہ میں ہوئی۔ جس میں یہ فیصلہ ہوا کہ آپس میں رابطہ قائم رکھنے اور اقتصادی، سائنسی، ثقافتی اور مذہبی امور میں تعاون کے لئے ایک مستقل سیکرٹریٹ قائم کی جائے۔ اس کے چند ماہ بعد دسمبر ۱۹۷۰ء میں وزرائے خارجہ کے اجلاس کراچی میں "عالمی اسلامی بنک" اور "عالمی خبررساں ایجنسی" کی

تجاویز زیر غور آئیں لیکن فیصلہ ہوا کہ ان کے بارے میں مفصل رپورٹ تیار کی جائے جو ستمبر ۱۹۷۰ کو کابل کانفرنس میں زیر بحث آئے گی۔ لیکن بدقسمتی سے افغانستان کے داخلی حالات نے اس کانفرنس کے انعقاد کی اجازت نہ دی۔ چنانچہ معاملہ جدہ کانفرنس پہ چھوڑ دیا گیا۔ جدہ کانفرنس (فروری ۱۹۷۲) نے خبر رساں ایجنسی تو قائم کرنے کی اجازت دے دی۔ لیکن عالمی بنک کی تجویز ماہرین کی ایک کمیٹی کے سپرد کر دی گئی۔ تاہم اس موقع پر جس "اعلان مقاصد" (چارٹر) پہ دستخط ہوئے اس سے یہ خواب شرمندہ تعبیر ہوتا نظر آ رہا تھا کہ اسلامی عالمی بنک بھی قائم ہو کر رہے گا۔ چنانچہ پچھلے سال اسلامی ممالک کے وزرائے خزانہ نے اس منصوبہ پہ بھی صاد کر دیا اور اب یہ تجویز "مجلس اہتمام" کے سپرد اس ہدایت کے ساتھ کر دی گئی ہے کہ اس کے ماہرین اس منصوبے کے پس و پیش کا تفصیلی جائزہ لیں۔ ایک عہد نامہ کی عبارت تیار کریں اور یہ بتائیں کہ بنک کی تنظیم اور ہیئت کے اصول کیا ہوں گے؟ اس کمیٹی کو اپنی سفارشات ۴ ماہ کے اندر پیش کرنا ہیں اس لئے خیال ہے کہ یہ رپورٹ مسلمان سربراہوں کی لاہور کانفرنس میں زیر بحث آئے گی۔

جہاں تک عالمی اسلامی ترقیاتی بنک کی ضرورت و اہمیت کا تعلق ہے وہ از خود عیاں ہے اسلامی ممالک زیادہ تر کرہ ارض کے افریشیائی علاقہ میں واقع ہیں قدرت نے ان کو نا گوں زرعی، معدنی، صنعتی اور تجارتی وسائل سے نوازا ہے ایک زمانہ تھا کہ انہوں نے یورپ کو تہذیب و تمدن کی راہ پہ ڈالا وہ پارچہ بافی کے فن میں یکتا تھے۔ قالین سازی میں ان کا کوئی حریف نہ تھا۔ حریر و دیبا اور زربفت کے کپڑے بھی تیار کرتے تھے کاغذ سازی کی ایجاد کا سہرا انہی کے سر ہے ریشم، قند، ترش پھل، بارود، گھڑی اور قطب نما سے یورپ کا تعارف انہی نے کرایا۔ آبپاشی کا فن بھی عربوں کے ذریعہ سے ہسپانیہ میں پہنچا۔ اور وہاں سے یورپ میں پھیلا۔ پھر وہی تھے جنہوں نے یونانیوں اور ہندوؤں کے قدیم علوم کو قابل فہم رنگ دیا لیکن اب حالت یہ ہے کہ ان کی معیشت کا گوشہ گوشہ مغربی طاقتوں کی ہوس استعمار کا شکار ہے۔

اسلامی کانفرنس کی تیاریاں
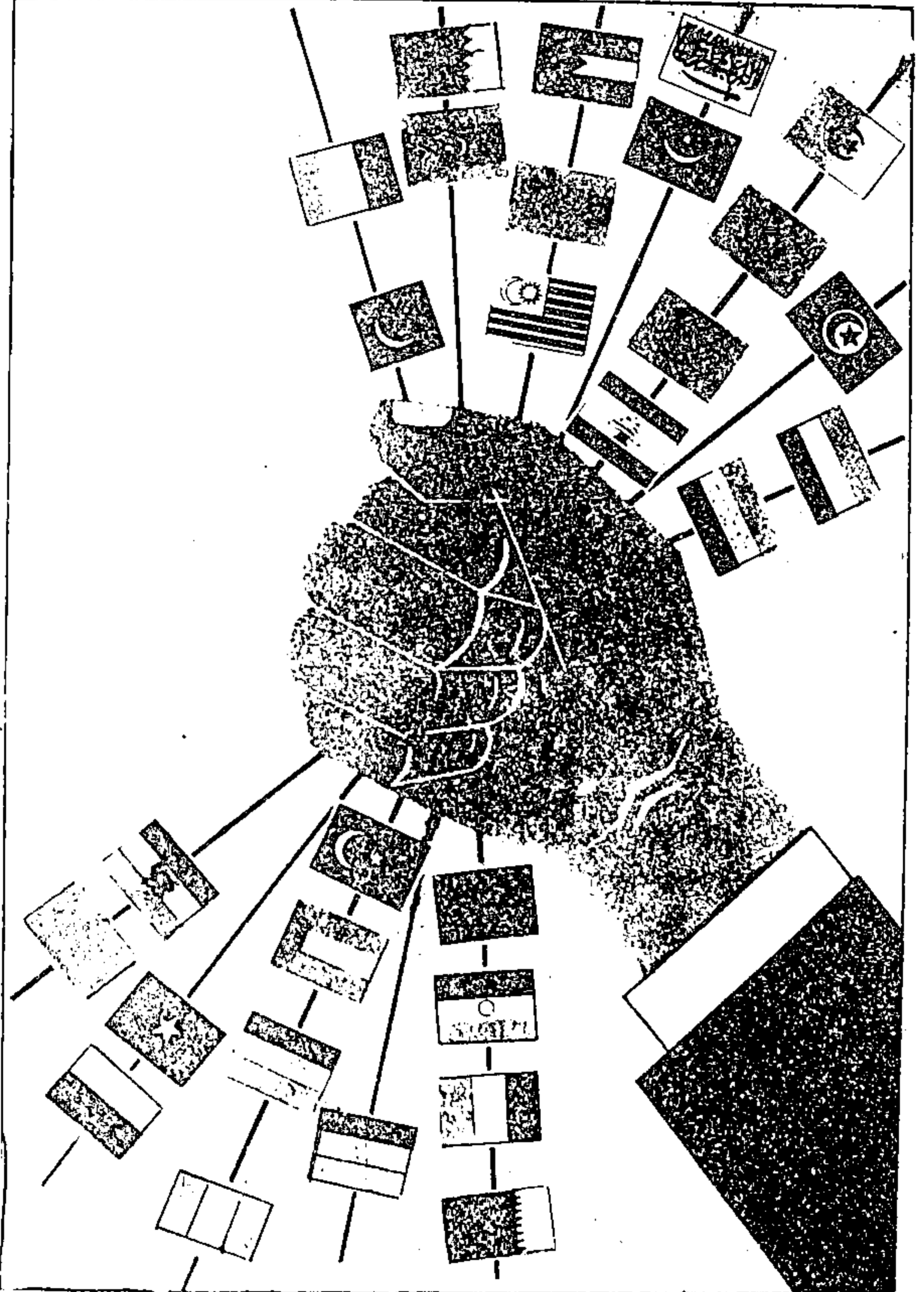
جیسا کہ اوپر تصویر میں دکھایا گیا ہے یہ نقش ایک دائرے کی شکل میں ہے۔ جسے اکتیس ۳۱ ستاروں نے احاطہ کر رکھا ہے۔ ہر ستارہ ایک اسلامی مملکت کے نام کا حامل ہے۔ پاکستان کو ایک ہلال کی صورت میں دکھایا گیا ہے جس کے جھولے میں "اللہ" کو پانچ مرتبہ جلی حروف میں خط کوفی میں لکھا ہے۔ قرآن حکیم کی ایک آیت

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا ۰

بھی کوفی طرز میں نہایت شاندار طریقے سے لکھی گئی ہے۔ نقش میں کانفرنس کے سال انعقاد کی وضاحت کے لئے سال ہجری ۱۳۹۴ اور عیسوی ۱۹۷۴ لکھا گیا ہے۔ نقش کی تزئین اور تنظیم دیدہ زیب ہے۔

واپڈا ہاؤس کے تہ خانے میں

اسلامی سربراہی کانفرنس کے موقع پر دنیا کے تمام بڑے بڑے شہروں سے لاہور کا براہ راست رابطہ قائم کر دیا گیا تھا اور پل پل کی خبریں دنیا بھر کے اخبارات کو پہنچ رہی تھیں۔ دنیا کے کونے کونے سے اخبارات، خبر رساں اداروں، ٹیلیویژن اور ریڈیو کے نمائندے یہاں پہنچ چکے تھے۔ اور اپنے اپنے ملک کے عوام کو اس اہم اجتماع میں ہونے والے مذاکرات سے آگاہ کر رہے تھے۔ اگرچہ محکمہ اطلاعات ابھی تک ان کی مکمل فہرست تیار نہیں کر سکا۔ تاہم ایک اندازے کے مطابق تقریباً ۲۰۰ غیر ملکی اخبار نویس اور کیمرہ مین لاہور میں موجود تھے۔ ان کے علاوہ تقریباً ڈیڑھ سو پاکستانی صحافی بھی اخبارات کے مختلف مراکز سے لاہور پہنچ چکے تھے۔

دنیا کو کانفرنس کی کارروائی سے باخبر رکھنے کے لئے واپڈا ہاؤس کے تہ خانے میں "پریس سنٹر" قائم کیا گیا تھا۔ اخبار نویسوں کا زیادہ وقت پریس لاؤنج اور ہلٹن ریسٹورانٹ میں گزرتا تھا۔ جہاں ملکی اور غیر ملکی صحافی ایک دوسرے سے معلومات کا تبادلہ کرتے نظر آتے تھے۔ پریس لاؤنج کے ساتھ ہی رپورٹنگ ڈیسک بنایا گیا تھا۔ اس کمرے میں تیس ٹائپ رائٹر اور دس ٹیلکس تقریباً ہر وقت مصروف نظر آتے تھے ساتھ ہی ایک عارضی تار گھر

کھول دیا گیا تھا۔ جہاں سے اخبار نویس اپنے اخبارات کو خبریں بھیجتے تھے۔ اور براہ راست کسی بھی ملک کو ٹیلیفون کر سکتے تھے۔ فوٹو گرافروں اور ٹیلی ویژن والوں کی سہولت کے لئے پی آئی اے نے ایک کارگو آفس بھی تہ خانے میں کھول دیا تھا۔

کانفرنس ہاؤس میں چونکہ اخباری نمائندوں کا داخلہ محدود تھا اور صرف کھلے اجلاس میں چند منٹ کے لئے انھیں اندر جانے کی اجازت ملتی تھی اس لئے ان کے پاس خبریں حاصل کرنے کا سب سے باوثوق ذریعہ وہ "بریفنگ" تھی جو ہر اجلاس کے بعد واپڈا آڈیٹوریم میں حکومت پاکستان کا ترجمان تھا۔ یہ ترجمان وزارت خارجہ کے مسٹر آغا شاہی تھے۔ ان کی مصروفیت کی صورت میں وزارت اطلاعات کے سیکرٹری مسٹر نسیم احمد فرائض سرانجام دیتے تھے۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کی جھلک پاتے ہی تمام اخباری نمائندے فوراً آڈیٹوریم کی طرف بھاگتے نظر آتے تھے۔ چونکہ پہلے سے تیار بیان بہت ہی محتاط اور سفارتی زبان میں لکھا ہوتا تھا اس لئے اخبار نویس سوالات کی بوچھاڑ کر دیتے تھے۔ اور ترجمان کی زبان سے "پتے کی بات" کہلوانے کی کوشش کرتے تھے۔

کانفرنس کی کارروائی کو پاکستان ٹیلیویژن کارپوریشن کے علاوہ بارہ دیگر ادارے بھی ٹیلی کاسٹ کر رہے تھے۔ ان میں سے آٹھ اسلامی ممالک یعنی اردن، لیبیا، ایران، ترکی، لبنان، مصر، قطر اور گبون سے تعلق رکھتے تھے جبکہ باقی ٹیمیں برطانیہ، امریکہ اور اٹلی اور سوئٹزر لینڈ سے آئی تھیں ان میں سے ایک ادارہ "سکرین اینڈ ساؤنڈ پروموشن" دنیا کے مختلف ممالک کے ٹیلیویژن کو فلمیں فراہم کرتا تھا۔

اخبارات اور خبر رساں اداروں کے جو نمائندے دنیا کے کونے کونے سے یہاں پہنچے تھے ان میں اگرچہ اکثریت اسلامی ممالک کے متعلق ہے تاہم کانفرنس کی بین الاقوامی اہمیت کے پیش نظر آسٹریلیا اور جاپان سے لیکر ایک طرف روس اور پولینڈ اور دوسری طرف امریکہ تک کے اخبارات نے اپنے نمائندے لاہور بھیجے تھے سب سے پہلے جن غیر ملکی اخبار نویسوں نے کانفرنس کے لئے "پریس پاس" حاصل کرنے کی درخواست کی تھی۔ وہ ریڈیو آسٹریلیا کا نمائندہ کرنس پارک اور دوسرے نمبر پر امریکی خبر رساں ادارے یونائیٹڈ پریس انٹرنیشنل کا لیون ڈینیل تھا۔

کانفرنس سے دنیا کی دلچسپی کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ نے اپنے اسلام آباد بیورو کی مدد کے لئے مزید عملہ تقریباً تین ہفتے پہلے یہاں بھیج دیا تھا

لاہور ریڈیو سنٹرل پروڈکشن کے خصوصی پروگرام

پاکستان براڈ کاسٹنگ کارپوریشن لاہور کے سنٹرل پروڈکشن یونٹ نے اسلامی سربراہی کانفرنس کے سلسلے میں خصوصی پروگرام پیش کئے جو کانفرنس کے دوران مختلف ریڈیو سٹیشنوں سے نشر کئے گئے۔ اس سلسلے کے تمام پروگراموں کے لئے موسیقی کی دھن علامہ اقبالؒ کے مشہور مصرع ۔ ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے ۔ کی بنیاد پر موزوں کی گئی۔ اسی سلسلے میں کانفرنس میں شرکت کرنے والے ممالک کی جغرافیائی، تہذیبی، سیاسی اور ثقافتی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں معلوماتی پروگرام تیار کئے گئے جو روزانہ آٹھ بجکر بیس منٹ پر "ملت کے چراغ" کے عنوان سے نشر ہوتے رہے۔ یہ پروگرام ان ممالک کے بارے میں تیار کئے گئے:

افریقہ ــــ گھبون ــــ گمبیا ــــ گنی ــــ انڈونیشیا ــــ ایران ــــ اردن ــــ کویت
لبنان ــــ لیبیا ــــ ملائشیا ــــ مالی ــــ موریطانیہ ــــ مراکش ــــ نائیجیر ــــ اومان
قطر ــــ سیرالیون ــــ سعودی عرب ــــ نیپئے کال ــــ صومالیہ ــــ سوڈان ــــ شام
تیونس ــــ ترکی ــــ عرب جمہوریہ ــــ الجزائر ــــ افغانستان ــــ متحدہ عرب امارات
چاڈ ــــ مصر اور بحرین

اسلامی ممالک کی موسیقی کے پروگرام بھی سنٹرل پروڈکشن یونٹ نے تیار کئے جو ریڈیو پاکستان کے تمام اسٹیشنوں سے نشر ہوئے اسی طرح حکیم الامت علامہ اقبال کی مشہور نظم "مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا" ملی ترانہ کے عنوان سے بڑے اہتمام کے ساتھ ریکارڈ کی گئی جسے پاکستان کے ریڈیو سٹیشن سے مختلف اوقات میں نشر کیا گیا اس ترانے کی صدابندی میں مقامی اسکولوں اور کالجوں کے سینکڑوں طلباء نے حصہ لیا۔ رہنما گلوکاروں میں نذیر بیگم، آئرن پروین، منیر حسین کے نام شامل تھے۔ اس ترانے کی دھن فلمی دنیا کے مشہور موسیقار سلیم اقبال نے ترتیب دی۔ اس کو ایک مقامی ہال میں ریکارڈ کیا گیا۔ موسیقی اور صدابندی

کے اعتبار سے یہ ترانہ سنٹرل پروڈکشن یونٹ کی ایک تجرباتی پیش کش تھی۔ فیض احمد فیض کی مشہور نظمیں "سرِ وادیٔ سینا" اور "آ جاؤ افریقہ" بھی اسی کانفرنس کے سلسلے میں خصوصی پروگراموں کے طور پر پیش کی گئیں۔ یہ نظمیں کورس کی شکل میں پاکستان کے ممتاز گلوکاروں نے گائیں۔ حکیم الامت علامہ اقبال کی مشہور نظم "شکوہ جواب شکوہ" کے چند بند پاکستان کی مایہ ناز گلوکارہ ملکہ ترنم نورجہاں کی آواز میں ریکارڈ کیے گئے۔ اس کی کمپوزیشن ملک کے مشہور موسیقار نثار بزمی کی مرہونِ منت تھی۔ نظم کا عربی ترجمہ بھی نشر کیا گیا جس کو مصر کی عظیم گلوکارہ ام کلثوم نے گایا۔

لاہور شہر کو پھولوں محرابوں اور بینروں سے سجایا گیا

۱۸ فروری کو لاہور کا شہر پوری سج دھج کے ساتھ مسلم سربراہوں کے پرتپاک خیر مقدم کے لئے تیار تھا۔ جمعہ کو یہاں شروع ہونے والی اسلامی کانفرنس کی تیاریاں مکمل ہو گئی تھیں اور دلہن کی طرح سجے ہوئے شہر میں ہر طرف جشن کا سماں اور استقبالیہ گہما گہمی عروج پر پہنچ گئی تھی ہر اس سڑک اور راستے پر جس سے مہمان گزرنے تھے پھولوں کے تختوں، خوبصورت محرابوں اور دلکش بینروں سے سجایا گیا تھا۔ ہوائی اڈے سے بادشاہی مسجد تک ۴۰ خوبصورت محرابیں نصب کی گئیں جن پر مختلف رنگوں میں قرآن مجید کی آیات اور نعرے لکھے ہوئے تھے جن میں اتحاد اسلامی کی تلقین کی گئی تھی۔ مختلف مقامات پر اسلامی پرچم لہرا رہے تھے محرابوں کے علاوہ ان راستوں پر بینر بھی لگائے گئے تھے ان پر معزز مہمانوں کے لئے خیر مقدم کے کلمات درج تھے۔ گلبرگ میں تین اور شاہراہ قائداعظم پر عجائب گھر کے سامنے رنگین روشنیوں کے خوبصورت فوارے لگائے گئے تھے، جن سے رات کے وقت رنگا رنگ روشنیاں پھوٹتی تھیں۔ انکے علاوہ شاہراہ قائداعظم ایبکوڈ روڈ، گلبرگ روڈ اور معزز مہمانوں کی رہائش گاہوں کی طرف جانے والی تمام شاہراہوں پر مزید مرکری ٹیوب لائٹیں اور بلب لگائے گئے تھے۔

ان دنوں شام کا چراغ جلتے ہی شارع قائداعظم کے در و بام جگمگا اٹھتے۔ در و دیوار سے روشنی ٹپکتی، رنگ بکھر جاتے، عمارتیں، دکانیں اور درختوں پر روشنی کے قمقمے جگمگانے لگتے۔ اور روشنی کے ان نظاروں کو دیکھ کر آنکھیں چکا چوند ہو جاتی۔ روشنی کا آغاز یوں تو ہوائی اڈے کی عمارت سے ہوتا تھا لیکن سب سے زیادہ دلفریب نظاروں کا مرکز گورنر ہاؤس کی پُرشکوہ

عمارت سے شروع ہوتا تھا۔ گورنر ہاؤس کی پوری عمارت کو دلہن کی طرح سجانے کے ساتھ درختوں پودوں اور گملوں کو بھی روشنی کا لباس پہنایا گیا تھا۔

چاروں طرف دریا کی طرح روشنی بکھری ہوئی تھی۔ گورنر ہاؤس کی پہاڑی پر بنی ہوئی لکڑی کا پُل کو اس طریقے سے سبز روشنی میں ڈبو دیا گیا تھا کہ وہ روشنی کا گھر بن گئی تھی گورنر ہاؤس کی روشنی رنگین بلبوں سے سجی ہوئی تھیں۔ سڑک کے دو رویہ لگے سرو کے قد آور پودے لال رنگ کے بلبوں سے مزین تھے۔ گراؤنڈ پر اس طریقے سے روشنی بکھر گئی تھی کہ مختلف رنگوں کے قالین بچھ گئے تھے۔ گورنر ہاؤس سے آگے منٹگمری ہال کی عمارت جو اب سول سروس اکیڈمی میں تبدیل ہو گئی ہے اکیڈمی کے اندر جانے والی سڑک کے دونوں جانب کھڑے طویل قامت درختوں کو رنگین بلبوں سے ڈھانپا گیا تھا رات کی سیاہی میں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے درختوں کو آگ لگ گئی ہے۔

چیرنگ کراس پر روشنی کا سیلاب امنڈ آیا تھا جہاں ایک طرف الفلاح، ایک طرف واپڈا کی دیو قامت اور درمیان میں پنجاب اسمبلی کی وجیہہ عمارت ہے۔ ان عمارتوں پر زمین پر رکھی ہوئی سرچ لائٹوں کے ذریعے اس طرح روشنی کا عکس ڈالا گیا تھا کہ چاروں طرف نور بکھر گیا تھا۔ واپڈا ہاؤس کا گنبد جگمگا رہا تھا۔ دروں اور کھڑکیوں سے روشنی چھن رہی تھی۔ اسمبلی کے باہر پرچم لگانے کے لئے جو ستون بنائے گئے تھے ان کے درمیانی حصے میں اس طریقے سے بلب لگائے گئے تھے کہ روشنی کے پھوارے پھوٹ رہے تھے۔ اس کے آگے دو رویہ عمارتوں پر بلبوں کی جھالریں لٹکی ہوئی تھیں ہر دکان اور عمارت پر اپنی اپنی صوابدید کے مطابق چراغاں کیا گیا تھا۔ مسجد شہداء کی عمارت اپنے پر وقار ڈیزائن اور سفید پتھر کی وجہ سے پاکیزگی کا نمونہ ہے اس پر ہلکے نیلے رنگ کے عکس ڈالے گئے جس سے پوری مسجد دھل گئی اور اس کی پاکیزگی پہلے سے دوچند ہو گئی۔ ہائی کورٹ کی محرابوں، گنبدوں اور برآمدوں میں سرخ، سبز اور نیلے رنگ کی روشنی کی گئی۔ مختلف رنگوں کے امتزاج سے پوری عمارت پہ قوس و قزح کا گمان گزرتا۔ جی پی او کی سرخ عمارت پر رنگین بلب نہیں لگائے گئے تھے البتہ پوری عمارت پر روشنی کو بکھیر دیا گیا جس سے جی پی او کی عمارت کا رنگ اور نکھر آیا اور عمارت

کی سرخی شفق سے بھی گہری ہو گئی تھی۔

جی پی او کے آگے ہر عمارت پر روشنی کے پھول ٹمک رہے تھے۔ نیشنل بنک کی زیر تعمیر عمارت کے درخت اور بیلیں رنگوں میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ پنجاب کی عظیم درس گاہ جامع پنجاب میں روشنی کرتے وقت اس کے وقار کا خاص خیال رکھا گیا۔ یونیورسٹی کے لان، درختوں اور سرو کے گول پودوں کو مکمل طور پر روشنی سے ڈھانپ دیا گیا۔ اور وہ روشنی کے درخت بن کر رہ گئے۔

عجائب گھر کی روشنی بھی ایک عجائب معلوم ہوتی تھی۔ یہاں بھی عمارت اور درختوں کا کا کوئی گوشہ روشنی سے محروم نہیں رکھا گیا تھا اس کے پہلو میں واقع نیشنل کالج آف آرٹس کی عمارت پر بھی خوبصورتی سے چراغاں کیا گیا تھا۔ زمزمہ کے ساتھ بنے ہوئے فوارے کو بھی اچھی طرح سجایا گیا تھا اس میں پانی میں رنگین ٹیوبیں مچھلی کی طرح تیرتی ہوئی نظر آتی تھیں۔

لاہور میونسپل کارپوریشن کی عمارت پر بلبوں کی لمبی لمبی جھالریں لٹکائی گئیں۔ گنبدوں کو روشنی کے عکس سے اور بھی چمکدار بنا دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ لاہور کی تاریخی شاہی مسجد اور شاہی قلعے کی عمارتوں پر بھی چراغاں قابل دید تھا۔ لاہور حقیقی معنوں میں روشنیوں کا شہر بن گیا تھا۔

پی آئی اے کی میزبان ہوسٹسیں

پی آئی اے کی میزبان ہوسٹسوں نے اسلامی سربراہ کانفرنس کے موقع پر لاہور اور کراچی میں نئی یونیفارم استعمال کیں۔ یونیفارم پاکستان کے چاروں صوبوں کے علاقائی لباسوں پر مشتمل تھیں۔

یادگار ٹکٹیں

اسلامی کانفرنس کے موقع پر حکومت پاکستان نے یادگار ٹکٹیں بھی جاری کیں:
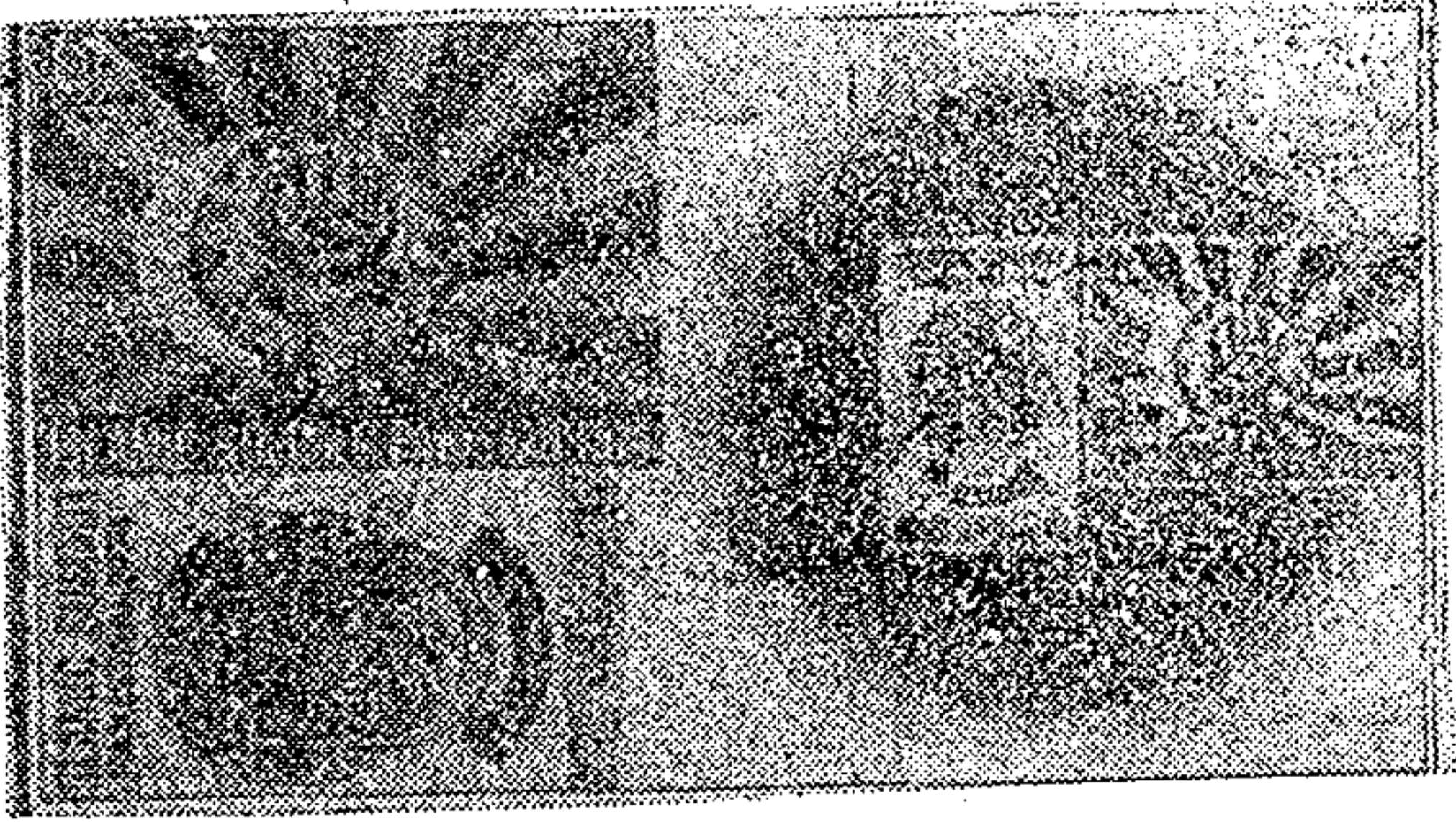
ایک ایسے مبارک موقع پر جب عالم اسلام کی تمام مقتدر ہستیاں روشنیوں کے شہر لاہور میں بتان رنگ و خون کو توڑ کر ایک ملت میں گم ہونے کا مژدہ جانفزا سنانے جمع ہو رہی تھیں اور تمام اختلافی مسائل کو یکسر بھول کر اتحاد اسلامی باہمی انہام و تفہیم اور محبت و اخوت کے لئے اکٹھی ہو رہی تھیں یہ سعادت کسی ایسے شخص کو ہی نصیب ہو سکتی ہے جو اس کے بارے میں اپنے جذبات و عقیدت کا اظہار کرے۔

پاکستان کے نستعلیق و نسخ کے فن خطاطی کے عظیم استاد اور ماہر ممتاز فن جناب محمد یوسف سدیدی نے اسلامی سربراہی کانفرنس کے موقع پر ایک مونوگرام بنا کر یہ سعادت حاصل کر لی ہے اب اس جاذب نظر نقش میں ان کے فن کی وہ جھلکیاں نظر آتی ہیں جن سے اس نقش نے نہ صرف اسلامی فن خطاطی کی زندہ و تابندہ مثال قائم کر دی بلکہ ماضی کے فن خطاطی کے کمال فن کے نمونوں میں اپنا مقام بھی حاصل کر لیا ہے۔

اسمبلی چیمبر کی نواحی عمارتوں میں داخلہ پر پابندی

۱۷ر فروری کو اسلامی سربراہ کانفرنس کے انتظامات کرنے والی کمیٹی نے حفاظتی اقدامات کے طور پر اسمبلی کے نواح میں واقع واپڈا ہاؤس، الفلاح بلڈنگ، چڑیا گھر اور ٹرانسپورٹ ہاؤس میں عام لوگوں کا داخلہ بند کر دیا گیا ان عمارتوں میں صرف ان لوگوں کو داخل ہونے کی اجازت تھی جن کے پاس ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس سپیشل برانچ لاہور کے جاری کردہ سکیورٹی پاس تھے۔ واپڈا ہاؤس، الفلاح بلڈنگ اور چڑیا گھر کے بارے میں پابندی فی الفور عاید کر دی گئی۔ ٹرانسپورٹ ہاؤس میں داخلے پر پابندی ۱۸ر فروری سے شروع ہوئی پابندی ۲۵ر فروری تک جاری رہے گی۔

کانفرنس کے دوران رکشا ٹیکسی اور منی بسوں کے اوقات

اسلامی کانفرنس کے موقع پر ۲۲ر سے ۲۴ر فروری تک تین روز کے لئے اپر مال پر اسمبلی ہال سے بادشاہی مسجد تک مقررہ اوقات کے دوران میں رکشا ٹیکسی، منی بس اور تانگے نہ چل سکیں اس امر کا فیصلہ ایس پی سٹی چودھری عبدالغفور کی زیر صدارت منعقدہ رکشا و ٹیکسی و منی بس نمائندوں کے اجلاس میں کیا گیا۔ فیصلہ کے مطابق ۲۲ر فروری کو اسمبلی ہال سے بادشاہی مسجد تک کوئی رکشہ ٹیکسی، تانگہ اور منی بس نہیں چل سکی۔

۲۳ر فروری کو بعد دوپہر اسمبلی ہال سے بادشاہی مسجد تک تانگہ، رکشا، ٹیکسی اور منی بس چلانے پر پابندی لگا دی گئی۔ ۲۴ر فروری کو دو بجے دوپہر سے سات بجے شام تک شالامار باغ کو جانے والی تمام سڑکوں پر کوئی رکشا ٹیکسی، منی بس اور تانگہ نہ چل سکا۔ ان روڈوں کے علاوہ شہر کے دیگر علاقوں میں رکشہ ٹیکسی، منی بس اور تانگے حسب معمول چلتے رہے اجلاس کے فیصلہ کے مطابق مقررہ تاریخوں پر متذکرہ راستوں پر رکشاؤں ٹیکسیوں کی آمدورفت کو کنٹرول کرنے والے رکشا ٹیکسی یونین کے نمائندوں کو خصوصی پاس اور اجازت نامے دیئے گئے جو حکومت کی طرف سے جاری کئے جائیں گے۔

ٹریفک کے انتظامات کی ریہرسل

لاہور میں ٹریفک پولیس نے ۷ار فروری کو ۱/۲ ۹ بجے سے ۱۱ بجے تک ریہرسل کی ۔ اس دوران حسب ذیل سڑکیں بند رہیں تاہم وقفوں سے سڑک پار کرنے کی اجازت دی گئی ۔ یونائیٹڈ کرسچین ہسپتال کے قریب واقع نرسری سے شروع ہونے والی بغلی سڑکیں جو جیل روڈ سے جاتے ہوئے ظفر علی روڈ اور مال روڈ کے چوک تک جاتی ہیں مال روڈ کے ظفر علی کینال برج سے ریگل کے چوک تک کے حصہ کی دونوں بغلی سڑکیں، شاہ جمال روڈ، شادمان کالونی روڈ کے چوک سے آخر تک ، ایجرٹن روڈ شملہ پہاڑی سے اسمبلی ہال تک ، کوپر روڈ بیڈن روڈ سے ایجرٹن روڈ تک ، کوئینز روڈ اور لارنس روڈ کے چوک سے اسمبلی ہال تک اور مال روڈ کو جانے والی تمام بغلی سڑکیں ۔

جمعہ ۲۲ر فروری کو شاہی مسجد میں نمازیوں کے داخلے کے اوقات

۱۶ار فروری کو محکمہ اوقاف لاہور کے ایک اعلان میں بتایا گیا کہ جمعہ ۲۲ فروری کو بادشاہی مسجد لاہور میں نمازیوں کو جنوبی حصے کے پانچ دروازوں سے داخلے کی اجازت ہو گی نمازیوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ ۱۱ بجے دوپہر سے مسجد میں آنا شروع کر دیں کیونکہ ۱/۲ ۱۲ بجے کے بعد کسی شخص کو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ملے گی یہ انتظامات نمازیوں کی سہولت کے لئے کئے گئے ۔

انارکلی کو دلہن کی طرح سجا دیا گیا

۱۸ فروری کو انارکلی کو بہت خوبصورتی سے سجایا گیا کیونکہ زیادہ تر مہمان انارکلی میں خرید و فروخت کے لئے آتے تھے ۔ انارکلی سے ریڑھیاں اور خوانچے ہٹا دیئے گئے ان ریڑھی والوں اور خوانچہ فروشوں نے قومی مقاصد کی خاطر فیصلہ کیا تھا کہ اسلامی کانفرنس کے دوران انارکلی میں کاروبار نہیں کریں گے انھوں نے انارکلی سے ملحق گلیوں میں اپنی ریڑھیاں اور

خوانچے سجا لئے۔ شارع قائداعظم کی طرح انار کلی میں آرائشی دروازے بنائے گئے جن پر عربی زبان میں استقبالی نعرے آویزاں کئے گئے۔ پورے بازار کو رنگ رنگ کی جھنڈیوں سے آراستہ کر دیا گیا۔ انار کلی ٹریڈرز سوسائٹی کے صدر نے کہا کہ انار کلی کے تاجر معزز مہمانوں کا شاندار استقبال کریں گے اور خریداری کے دوران انھیں خاص رعائت بھی دیں گے۔

کانفرنس کی کارروائی ٹیلی کاسٹ کرنے کے انتظامات

پاکستان ٹیلیوژن کارپوریشن نے اسلامی سربراہی کانفرنس کی کارروائی ٹیلیویژن سے براہ راست ٹیلی کاسٹ کرنے کے سلسلہ میں اسمبلی چیمبرز کے سامنے ٹیلیویژن کیمرے نصب کرنا شروع کر دیئے۔ مواصلاتی سیارے کے ذریعے کانفرنس کی کارروائی مکمل کاسٹ کرنے کا انتظام کیا گیا جسے کانفرنس میں شریک مندوبین کے ممالک میں دیکھا جا سکے۔

دکانیں کھلی رہیں

شاہراہ قائداعظم پر واقع جنرل سٹور اور ڈرائی کلیننگ کی اہم دکانیں ۲۰ فروری تا ۲۵ فروری چوبیس گھنٹے کھلی رہیں۔ اس کے علاوہ شہر کے دوا فروشوں کو چوبیس گھنٹے سروس کی اجازت دے دی گئی۔ ضلعی انتظامیہ اس سلسلہ میں سرکاری طور پر دکانوں کے مالکان کو اطلاع دے دی کہ اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کرنے والوں کی سہولت کے پیش نظر ضلعی انتظامیہ گلبرگ مین مارکیٹ، شارع قائداعظم، گلبرگ نمبر ۳ کے بعض اہم جنرل سٹورز، ڈرائی کلیننگ اور دواؤں کی دکانیں چوبیس گھنٹے کھلی رکھنے کا فیصلہ کیا ہے یہ دکانیں ۲۰ فروری تا ۲۵ فروری تک دن رات سروس کے لئے کھلی رکھی جائیں گی۔ ضلعی انتظامیہ نے اس سلسلہ میں دکانداروں کو اس فیصلہ سے مطلع کر دیا ہے۔

۱۸ فروری کو شارع قائداعظم پر لگے ہوئے ٹریفک سگنل درمیان سے ہٹا کر سڑک کے ایک طرف لگائے گئے۔ پہلے والے ٹریفک سگنل ٹریفک میں رکاوٹ تھے ان کے ہٹانے سے سڑک کشادہ ہو گئی۔

شہر کی سجاوٹ دیکھنے کے لئے دور دور سے لوگ آئے

اسلامی کانفرنس کے سلسلہ میں شہر اور خصوصاً اسمبلی چیمبرز اور اس کے نواحی علاقے کو جس کو جس خوب صورتی سے سجایا گیا اسے دیکھنے کے لئے دور دور سے لوگ آئے ہزاروں شہری بھی اسمبلی چیمبرز دیکھنے پہنچے۔ صبح کے وقت اسمبلی چیمبرز میں ایک اہم اجلاس ہو رہا تھا اس لئے تماشائیوں کو اسمبلی کے قریب نہیں کھڑا ہونے دیا گیا۔ اسمبلی چیمبرز اور واپڈا ہاؤس کے گرد و نواح میں پولیس کی بھاری جمعیت بھی موجود تھی۔

شہر کو دلہن کی طرح آراستہ کر دیا گیا۔ ائرپورٹ سے لے کر بادشاہی مسجد تک چالیس آرائشی دروازے بنائے گئے جن پر استقبالی نعرے اور قرآنی آیات آویزاں کی گئی اتحاد کے مفہوم کو واضح کیا گیا اس کے علاوہ ان مقامات پر جہاں سے معزز مہمانوں نے گزرنا تھا۔ ۱۰۰ کے قریب بنیر لگائے گئے ان پر بھی اسلامی اتحاد کے مفہوم کو واضح کیا گیا۔

صادقین کے فن پاروں اور ٹکٹوں کی نمائش

اسلامی سربراہ کانفرنس کے موقع پر پنجاب اسمبلی میں پاکستان کے نامور خطاط اور مصور صادقین کے دس فن پاروں کی نمائش کی گئی۔ صادقین نے یہ فن پارے خاص طور پر اس نمائش کے لئے بنائے۔ خطاطی کے ان نمونوں پر اسلامی اتحاد کے مفہوم کو صادقین نے اپنے مخصوص انداز میں واضح کیا۔ دریں اثنا لاہور کے عجائب گھر میں ڈاک کے ٹکٹوں کی ایک نمائش بھی کی گئی۔ اس نمائش میں اسلامی ملکوں کے ڈاک ٹکٹ رکھے گئے یہ نمائش کانفرنس کے دوران جاری رہی۔

مہمانوں کی رہائش گاہوں کو بجلی کی فراہمی کا خاص اہتمام

لاہور آنے والے مسلمان سربراہان کی رہائش گاہوں کے باہر واپڈا نے خصوصی جنریٹر نصب کر دیئے تاکہ بجلی فیل ہو جانے کی صورت میں ان جنریٹروں کے ذریعے معزز مہمانوں

کی رہائش گاہوں کو بجلی مہیا ہوتی رہے۔

معزز مہمانوں کی قیام گاہوں پر چراغاں کرنے کی غرض سے رنگ برنگی روشنیاں لگا دی گئیں، جو وفد لاہور پہنچے ان کی رہائش گاہوں کے گرد پولیس کا سخت پہرہ لگا دیا گیا تاکہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے۔ پولیس کے دستے رات بھر ان علاقوں میں گشت کرتے رہتے۔ غیر ملکی اخبار نویس جن ہوٹلوں میں مقیم تھے ان کی حفاظت کا بھی انتظام کیا گیا۔

پنجاب اسمبلی کی تزئین و آرائش

اسلامی ممالک کے سربراہوں کے اجلاس پنجاب اسمبلی کی عمارت میں منعقد ہونے تھے اور یہ عمارت ساری دنیا کی نظروں کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ لہٰذا پنجاب اسمبلی کی عمارت اپنے اس قابلِ فخر اور ہمیشہ یاد رہنے والے بین الاقوامی تاریخی اعزاز کو حاصل کرنے کے لئے معزز مہمانوں کے آنے سے پہلے پوری طرح تیار تھی۔

سرخ چھت، کریم کلر کے ستونوں سفید دیواروں اور سرخ دیوازوں کی اس عمارت کے صدر دروازے کے دونوں طرف تیس ملکوں کے جھنڈے لہرا رہے تھے تاکہ رات کو بھی یہ جھنڈے دن کا سماں پیش کریں۔ پوری عمارت میں صدر دروازے سے مرکزی ہال تک دبیز سرخ قالین بچھائے گئے تھے۔ سیڑھیوں پر بھی معزز مہمانوں کے لئے سرخ قالین بچھے ہوئے تھے۔ صدر دروازے سے داخل ہوتے ہی پاکستان کے نامور مصور صادقین کی خطاطی میں کلام پاک کی چار آیات سے اسلامی ممالک کے وفود کی نگاہیں فیض حاصل کرتی تھیں صادقین کے دو اور شہکار سیڑھیاں چڑھتے ہی "لابی" میں اور ایک اور نمونہ جو سب سے زیادہ نظر نواز تھا۔ مرکزی ہال کے دروازے کے اوپر آویزاں تھا۔ خطاطی کے ۱۲ نمونے وزرائے خارجہ کے لاؤنج میں رکھے گئے تھے۔

مرکزی کانفرنس ہال میں نشستیں فی الحال اسلامی ملکوں کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس کے لئے تیار کی گئی تھیں پورے ہال میں سرخ قالین بچھے تھے اور سیاہ آبنوسی کرسیوں کی

سیٹیں سرخ مخمل کی تھیں صدارتی کرسی کے ساتھ دو اور کرسیاں رکھی گئی تھیں اور ان کے سامنے نیم دائرے کی شکل میں نوے نشستوں کا انتظام کیا گیا تھا ہر ملک کے وفد کے سامنے اس ملک کے نام کی عربی اور انگریزی میں تختی اور اس ملک کا پرچم رکھا گیا تھا ملکوں کی ترتیب عربی حروف تہجی کے مطابق تھی۔

کانفرنس روم کی دیواروں پر سنہری رنگ کے مخملیں پردے تھے۔ صدارتی کرسی کے بائیں جانب دیوار پر اسلامی ملکوں کے وزرائے خارجہ کی سابقہ کانفرنس کے موقع پر تیار کیا گیا پیتل میں کھدا ہوا نشان تھا اور دائیں جانب اسلامی سربراہوں کی لاہور کانفرنس کے لئے خاص طور پر تیار کیا گیا طغریٰ تھا جو صادقین نے تیار کیا۔ اس کے حروف سٹین لیس سٹیل، تانبے اور پیتل کے حروف کو کاٹ کر بنائے گئے۔ ابھرے ہوئے الفاظ کے پیچھے سیاہ سبز اور سرخ مخمل لگایا گیا۔

وزرائے خارجہ کی کانفرنس کے بعد سربراہوں کی کانفرنس کے لئے یہ نشستیں دائرے کی صورت میں ہو جاتی تھیں۔ کانفرنس کے انتظامات کے انچارج جنرل رضا نے سیکرٹری وزارت خارجہ آغا شاہی اور کمشنر لاہور ڈویژن کی معیت میں کانفرنس کے انتظامات کا جائزہ لیا گیا لاؤنج، لابی، کیفے ٹیریا، مترجمین کے بوتھ اور ٹیلیفون وغیرہ کے انتظامات کا معائنہ کیا۔ اور پنجاب اسمبلی کی عمارت کو ہمیشہ یاد رہنے والا بین الاقوامی اہمیت کا تاریخی اعزاز حاصل کرنے کے لئے پوری طرح تیار پایا۔

شرکائے کانفرنس کی حفاظت

وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ اسلامی کانفرنس میں شریک ہونے والے سربراہوں اور مندوبین کی حفاظت کے لئے حکومت کی طرف سے سخت ترین انتظامات کئے جا رہے ہیں۔ ایک غیر ملکی نامہ نگار کے سوال کا جواب دیتے ہوئے وزیر اعظم نے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ کانفرنس کے شرکاء کی حفاظت کے لئے اطمینان بخش انتظامات کئے جائیں گے۔ اور اس امر کی ضمانت دلائی جائے گی کہ کانفرنس کامیابی کیساتھ

ختم ہو اور اس دوران کسی قسم کا کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے۔

لاہور کی اہم عمارتوں پر چراغاں

اسلامی سربراہی کانفرنس کے انعقاد کے سلسلہ میں حکومت نے گورنر ہاؤس سے لے کر بادشاہی مسجد تک کے درمیان واقع تمام سرکاری اور نیم سرکاری عمارتوں اور تعلیمی اداروں پر ۲۰ فروری سے ۲۴ فروری تک چراغاں کرنے کے احکامات جاری کر دیئے مقامی مجسٹریٹ شوکت علی چودھری نے ان سرکاری اور نیم سرکاری دفاتر کو اس ہدایت سے آگاہ کر دیا۔ ان عمارات کے علاوہ پرائیویٹ عمارتوں اور مال روڈ سے لے کر بادشاہی مسجد تک کے درمیان دکانوں کے مالکان سے حکومت نے اپیل کی کہ وہ عمارتوں اور دکانوں پر روشنی کریں۔

لاہور کے شہری معزز مہمانوں کے استقبال کے لئے چشم براہ تھے لاہور کو مسلم سربراہوں کی کانفرنس کے شایان شان طور پر آراستہ کرنے کی تیاریاں مہمانوں کے آنے سے ۴ دن پہلے مکمل ہو چکی تھیں کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے ہر شہری اپنی ذمہ داریوں کو بجا طور پر محسوس کر رہا تھا اور شہریوں کے خوش دلانہ تعاون کے باعث حکام نے ایک ناممکن العمل منصوبے کو کامیابی سے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا تھا اہم مقامات اور معزز مہمانوں کی تمام گزرگاہوں کو بالخصوص آراستہ و پیراستہ کر دیا گیا تھا اور معزز مہمانوں کے خیر مقدم کے لئے اہل لاہور بڑی بے تابی سے چشم براہ تھے۔

لاہور شہر میں جشن کا سماں تھا جوں جوں کانفرنس کی تاریخ قریب آتی جا رہی تھی اہل شہر کی بیتابیوں میں اضافہ ہو رہا تھا ہر گھر اور ہر جگہ اسلامی کانفرنس کے موضوع پر ہی تبادلۂ خیال ہو رہا تھا کوچوان سے لے کر کافی ہاؤس کے دانشور تک سبھی اس مشترکہ جذبے سے سرشار تھے کہ کانفرنس کو کامیاب ہونا چاہیئے۔

یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی پوری تاریخ میں پہلی بار اتنی بڑی تعداد میں مسلم ممالک کے سربراہ عالم اسلام کی بگڑی بنانے کے لئے جمع ہوئے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس اجتماع گاہ کی سعادت شہر لاہور کو حاصل ہوئی جس پر یہ شہر اور اس کے شہری جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔

کانفرنس سے کچھ دن پہلے لاہور شہر کی آبادی خاصی بڑھ چکی تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ شہر کے تمام ہوٹل اور سرائے بھرے پڑے تھے یہاں تک کہ ریلوے سٹیشن اور دوسرے علاقوں میں چارپائی بستر امہیا کرنیوالے ہوٹل بھی ۱۵ فروری سے ریزرو تھے جن کے رشتہ دار لاہور میں ہیں انہوں نے ایک ماہ قبل ہی اپنی آمد کی اطلاع اپنے رشتہ داروں کو دے دی تھی اور جن کے رشتہ دار نہیں وہ اپنے احباب کو پیشگی اطلاع دے چکے تھے۔

جن چائے خانوں میں ٹیلیویژن تھے وہاں مستقل گاہکوں کی بکنگ شروع ہو چکی تھی۔ خواتین نے بھی ان سہیلیوں سے رابطہ قائم کرنا شروع کر دیا تھا جن کے گھروں میں ٹیلیویژن تھے۔

اخبارات نے کانفرنس کے سلسلے میں تیاریوں کی جس انداز میں تشہیر کی اس سے انتظامات کو مزید بہتر بنانے کے ضمن میں بڑی مدد ملی۔ اسی طرح شہر میں آمد و رفت کے جملہ وسائل کو بھی مسلمان سربراہوں کی کانفرنس کی تشہیر کے لئے بڑی خوبی سے استعمال کیا گیا۔

مسلم سربراہوں کے استقبال کے لئے گزشتہ کئی دنوں سے مشقیں کی جا رہی تھیں ان کے باعث شہریوں کو ٹریفک کے قواعد و ضوابط پر عمل کرنے کا موقع پہلی بار ملا وہ ٹریفک کے قواعد کے عادی ہوتے جا رہے تھے۔ اور یہ ٹریفک کے ضوابط پر عمل درآمد کرنے والے عملے کی سختیوں کی بنا پر نہیں بلکہ عوام کے احساس ذمہ داری کا نتیجہ تھا۔ جن سڑکوں پر تانگوں کی آمد و رفت پر پابندی تھی وہاں سے اب کوئی تانگے والا ٹریفک کنسٹیبل سے نظر بچا کر نکلنے کی کوشش نہیں کرتا اور جن دیواروں پر سفیدی پھیر دی گئی تھی وہاں کسی پنیٹر نے دوبارہ طبع آزمائی نہ کی۔ ان اشتہاروں کے بغیر وہ راستے اجنبی سے لگتے تھے اگرچہ وہ پہلے سے زیادہ دیدہ زیب ہو گئے تھے۔

یہی حال میکلوڈ اور دوسری معروف سڑکوں پر آویزاں قد آدم سے بھی زیادہ قد آور گفتہ و ناگفتہ اشتہاری بورڈوں کا تھا جو وہاں سے غائب ہو چکے تھے اور سڑکیں وسیع و فراخ دکھائی دیتی تھیں۔

اسلامی
سربراہ کانفرنس

افتتاحیہ

سربراہی اسلامی کانفرنس منعقدہ لاہور تاریخ میں ایک عظیم تاریخ ساز واقعہ ہے ــــ یہ برصغیر میں مسلم عوام کی احیائے اسلام کی اس تحریک کا حصہ ہے، جس کا خواب سید جمال الدین افغانی نے دیکھا۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے اس کی تعبیر پیش کی اور قائداعظم محمد علی جناح نے اس کے لئے برصغیر میں ایک ایسی ریاست تشکیل کی جس کی بنیاد و اساس لاالہ الااللہ ہے اور بنیادی مقصد اتحاد عالم اسلام ہے ـ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

اسلامی سربراہی کانفرنس کے انعقاد کے لئے پاکستان کے کسی اور شہر کو بھی منتخب کیا جا سکتا تھا۔ مگر لاہور کو یہ اعزاز اس لئے حاصل ہوا ہے کہ یہ شہر صدیوں، اسلامی تہذیب و ثقافت اور علوم و فنون کا مرکز رہا ہے۔ اسی شہر میں حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش محو خواب ہیں۔ اسی شہر میں شاعر مشرق علامہ اقبال کا مرقد ہے۔ اسی شہر میں ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ کو بابائے ملت حضرت قائداعظم علیہ الرحمۃ کی زیر صدارت وہ انقلاب انگیز و انقلاب آفریں قرارداد منظور ہوئی۔ جو دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت پاکستان کے قیام کی ہنچ و اساس بنی۔ جس کی یادگار کے طور پر مینار پاکستان شہر کی ایک تاریخی پارک ــــ اقبال پارک میں ایستادہ ہے۔ جہاں ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ کا ایک انقلابی اجلاس ہوا۔ اور اسی شہر لاہور میں پاکستان اور ملت اسلامیہ کے ایک جیالے فرزند جناب ذوالفقار علی بھٹو کی مساعی جمیل سے عالم اسلام کے

مقتدر و برگزیدہ سربراہان مملکت ایک سربراہی کانفرنس میں مجتمع ہوئے ۔

عالم اسلام کا یہ مبارک اتحاد مسلمانان عالم کے لئے ایک نیک فال ہے اس اتحاد سے مسلمانوں کے لئے کامیابی اور عظمت کی راہیں کھل جائیں گی۔ مسلمان حکومتوں کا اجتماع مسلمانوں کے لئے بڑا مبارک اور باعث خیر و برکت ہے کہ ہم اپنے مشترک مسائل کو حل کرنے اور ایک دوسرے کی ترقی میں مددگار بننے کے لئے باہم مجتمع ہوں ۔ اور پھر مزید ایک مفید ترین بات ہمارے اجتماع میں یہ بھی ہے کہ ہم بڑی طاقتوں کی بین الاقوامی کش مکش کے تباہ کن اثرات سے اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں ۔

یہ دنیا ایک رزمگاہ ہے ۔ یہ فلسفہ کسی فلسفی کی فکری و نظری بعید از حقیقت ایک اختراع و ایجاد ہی نہیں بلکہ عین حقیقت و واقعیت ہے کہ کائنات بسیط و بیکراں میں ابتدائے آفرینش سے لے کر اب تک مختلف قوتیں برسر پیکار ہیں ۔ اس رزم گاہ میں تنازع للبقا (struggle For Existence) کا تعمیری و تخریبی عمل جاری ہے ۔ تعمیری کم اور تخریبی زیادہ ۔ اس کائنات میں زندگی کی بنیاد تھی تو موافقت پر لیکن اس کو نزاع پر قائم کر دیا گیا ہے ۔ قوی ضعیف کو نگل جانے پہ تلا ہوا ہے ۔ ہر بڑی قوت چھوٹی قوت کو اپنے میں سمو لینے پر تلی ہوئی ہے ۔ اس ہنگامہ کشت و خون میں فقط وہی زندہ رہ سکتا ہے جو دوسروں کے مقابلے میں زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے یہ بقائے اصلح (survival of the Fittest) کا فطری ضابطہ ہے اور اسی ضابطہ کے مطابق دنیا میں زندگی کے لائق انواع کا انتخاب ہو رہا ہے یعنی کمزور کا مٹ جانا اور طاقتور کا باقی رہنا ہی نظری انتخاب (Natural Selection) ہے اور اس فطری انتخاب میں قوت و حیات کے ہر تقاضے کو پورا کرنے کے لئے مسلمانوں کے پاس اسلام کی قوت ہے اور اسلام کا اساسی میثاق جس کو شریعت کی زبان میں کلمہ طیبہ کہا جاتا ہے ۔ ارتقاء امم کے ہنگامہ فنا و بقا میں ہمیں اپنی حفاظت کے لئے اتحاد کا حربہ دیا ہے ۔ اگر یہ حربہ ہمارے ہاتھ میں ہے تو دنیا کی کسی بڑی سے بڑی طاقت کی یورش و یلغار ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی ۔ ہمارے ہاتھوں میں یہی وہ عصائے موسوی ہے

کہ جس کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی سامری اور اس کے بنائے ہوئے طلسمی سانپوں کا کوئی خوف نہیں ۔

قرآن نہ صرف مسلمانوں کے لیئے بلکہ ہر انسان کے لئے ایک جامع و اکمل قانون لے کر آیا ہے ۔ اور انسانی اعمال کا کوئی مناقشہ ایسا نہیں جس کے لئے وہ حکم نہ ہو ، وہ اپنی تعلیم توحید میں نہایت غیور ہے اور یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کو ماننے والے کسی اور کے حکم کو مانیں ۔ مسلمانوں کی اخلاقی زندگی ہو یا علمی ، سیاسی ہو یا معاشرتی ، دینی ہو یا دنیوی حاکمانہ ہو یا محکومانہ وہ اپنے اندر ایک اکمل ترین قانون رکھتی ہے ۔ اور اسلام کے سوا ایسا کوئی نظریہ نہ اس سے پہلے کبھی تھا نہ اب ہے ، جو ضعیف کو قوی اور مظلوم کو ظالم کی تباہ کاریوں سے بچا سکے ۔ اور انسانیت کو ایک مرکز پر جمع کر سکے ۔ صرف اسلام ہی وہ دین ہے جو پوری نوع انسانی کو ایک خاندان سمجھتا ہے اور تمام انسانوں کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ تم سب اصل میں ایک ہی ماں اور ایک ہی باپ کی اولاد ہو ۔ ایک قوم کے پاس دوسری قوم کو اپنے مقابلے میں پست تر سمجھنے کا کوئی جواز موجود نہیں ۔ ایک طاقتور ملک کو اپنی طاقت کے گھمنڈ میں کمزور ملک پر مسلح یا غیر مسلح جارحیت کرنے کا کوئی حق نہیں ۔ اسلام چونکہ خود کمزور نہیں اس لیئے کسی قسم کی کمزوری کو پسند نہیں کرتا ۔ اسلام ایک عظیم و جلیل قوت کا نام ہے ۔ وہ ہر انسان ہر قوم کو کشمکش حیات میں زندہ رہنے اور زندہ رہنے کی صلاحیت پیدا کرلے کا نہ صرف درس دیتا ہے بلکہ زندہ رہنے اور زندہ رہنے کی صلاحیتیں پیدا کرنے کے گر اور اسرار و رموز بھی سکھلاتا ہے ۔ زندگی کے لائق انواع کے انتخاب و ارتقا میں کمزور ہونا یا کمزور رہ جانا اسلام کے نزدیک بھی یقیناً معیوب ہے اسلام اسے کسی طرح پسند نہیں کرتا کسی کیڑے کی طرح زمین پر رینگتے ہوئے زندگی گزارنا اسلام کے نزدیک بھی زندہ رہنے کی ایک کمزور اور کم تر علامت ہے لیکن وہ یہ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ ایک جسیم ہاتھی ایک چیونٹی کو اپنے بوجھل پاؤں تلے کچلتا مسلتا نکل جائے ۔ شاہین کی طرح چٹانوں پر بسیرا کرنا اور شاہین ہونے کے پورے اعتماد کے ساتھ اپنے سپہر پھیلاتے ، سنسناتی آندھیوں میں افلاک کی رفعتوں میں پرواز کرتا اسلام کے ضوابط حیات میں سے ایک ارفع و اعلیٰ ضابطہ

ہے۔لیکن اسلام شاہین کو اس کا حق ہرگز نہیں دیتا کہ وہ ایک کنجشک فرومایہ پر پلٹ جھپٹ ریٹ کر خون گرمانے کے لئے اس کا خون پی جائے۔ اسلام کی میزان عدل میں ایسا کوئی اندھا اور بہرہ قانون نہیں ہے۔ وہ زندہ رہنے اور زندہ رہنے کے لئے زندہ رہنے کی صلاحیتیں رکھنے کا یقیناً قائل ہے۔لیکن اس طرح نہیں کہ زندہ رہنے اور زندہ رہنے کی صلاحیت کے لئے دوسروں کو زندہ نہ رہنے دو۔نہیں ہرگز نہیں۔ اسلام کی میزان میں دھونس دھاندلی اور دھکی کا ایسا کوئی پاسنگ نہیں۔ گمراہوں کی آنکھیں ہی نہیں ان کے سینے میں دھڑکتے ہوئے دل بھی اندھے ہو جاتے ہیں۔ اسلام گمراہوں کو سیدھا راستہ دکھانے کے لئے ظہور پذیر ہوا ہے۔ اسلام اندھے کی لاٹھی ہی نہیں بلکہ اس کی آنکھوں کی بصارت بھی ہے۔ بہرے کے سماعت ہی نہیں بلکہ وہ مقدس آواز بھی ہے جو دن میں پانچ مرتبہ اس کے کانوں میں گونجتے ہوئے اسے کبھی بہرہ نہ ہونے دیگی۔ اسلام وہ حکیم کامل ہے جس کے مطلب میں کنجشک فرومایہ کو شاہین اور چیونٹی کو ہاتھی سے بھی جسیم بنا دینے والے کرشمے موجود ہیں۔ اسلام وہ پارس ہے کہ جس پتھر سے چھو جاتا ہے اس کو پارس بنا دیتا ہے۔ اسلام کسی فطری انتخاب کا تابع نہیں بلکہ وہ جس کا انتخاب کرے وہی فطرت کا انتخاب ہے۔ اسلام صلح و آشتی کا پیغامبر ہے — مصالحت و موافقت کا حامی ہے۔جیو اور جینے دو کا نقیب ہے۔ اسلام تو یہ چاہتا ہے کہ قوموں کے درمیان اتحاد کی کوئی ایسی شکل پیدا ہو جائے کہ دنیا سے جنگ کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے وہ تو یہ چاہتا ہے کہ مختلف قومیں مل کر ایک مرکزی اقتدار وجود میں لائیں جو قوموں کو تصادم سے بچا لے۔لیکن وہ مرکزی اقتدار سیاست کا سم سم نہ ہو جس میں کمزور قوموں کو مردہ سمجھتے ہوئے اپریشن تھیٹر میں ڈال کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں جہاں مختلف قوموں کو بڑی بڑی سلطنتوں کے انتداب (mandata) میں دینے کے نت نئے ایسے سیاسی فارمولے سوچے جائیں جو لفظاً ہر تر بڑی پر سکون ہوں لیکن درون پردہ طاقتور قومیں ان پر عمل کرتے ہوئے کسی ملک کو بزور شمشیر ختم کر دیتی ہیں۔ انھیں توپ ٹینک طیارے استعمال کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی! بلکہ کمزور قومیں ایک تحفے کی طرح ان کے ہاتھوں میں چلی جاتی ہیں۔

جہاں امن و صلح اور بین الاقوامی انصاف کے سارے دعووں کے باوجود کمزور قوموں کے حقوق پر ڈاکے نہ پڑیں۔ جہاں نسلی تفاخر اور قومی برتری کو کوئی اہمیت نہ دی جائے۔ یہ ہے انسانیت کا وہ تصوّر جو دنیا میں امن قائم کر سکتا ہے اگر ایسا ہو جائے تو دنیا کے تمام انسان ایک مرکز پر جمع ہو سکتے ہیں اور ان کی ایک برادری ایک عالمی معاشرہ اور ایک عالمی ریاست قائم ہو سکتی ہے۔

انسان انسان کے ساتھ ایک سطح پر مل کر اسی وقت برادرانہ تعلقات قائم کر سکتا ہے جب ہر شخص یہ سمجھے کہ وہ ایک خدا کا پیدا کیا ہوا ہے۔ ایک ہی خدا اس کا اور تمام انسانوں کا خالق ہے۔ ایک ہی مادے سے اس کی اور دوسرے سب انسانوں کی تکوین، تقویم و تخلیق ہوئی ہے۔ اچھے اخلاق اور اچھے اعمال جس کے بھی ہوں وہ اچھا ہے اور برے اخلاق و اعمال جس کے بھی ہوں وہ برا ہے۔ اس میں مشرق و مغرب میں پیدا ہونا بھی باعث فضیلت نہیں اور نہ کالے گورے کا کوئی امتیاز موجود ہے۔

اور یہی حقیقت ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تاریخی خطبہ حجۃ الوداع میں بیان فرمایا تھا کہ کسی عربی کو عجمی اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی تفوق حاصل نہیں۔ اور نہ گورا کالے پر اور نہ کالا گورے پر فوقیت رکھتا ہے۔

اسلام اس بات کو محض ایک نظریے اور فلسفے کے طور پر پیش کر کے نہیں رہ گیا بلکہ عملاً اس نے ایک معاشرہ ایک قوم انہی بنیادوں پر وجود میں لا کر دکھا دی۔ اس معاشرے میں اس نے مختلف ملکوں، نسلوں اور قوموں کو بالکل مساوی حیثیت سے ایک مرکز پر مرتکز و مرکوز کر دیا۔ نسل، رنگ، زبان اور قومیت کے افتخارات و امتیازات مٹا دیئے۔

نہ افغانیم و نے ترک و تتاریم
چمن زادیم و از یک شاخساریم
تمیز رنگ و بو بر ما حرام است
کہ ما پروردۂ یک نو بہاریم

اور پھر اس نظریے کی بنیاد پر اسلام نے عملاً ایک عملی ریاست بھی قائم کر کے دکھا

دی۔ خلافت راشدہ کے دور میں جب اسلام عرب سے نکل کر اطراف و اکناف عالم میں پھیلا تو تمام مسلمانوں کا ایک ہی امام ایک ہی امیر تھا اور بلاد اسلام میں ایک ہی اسلامی قانون رائج تھا

امت مسلم ز آیات خدا ست
اصلش از ہنگامۂ قالو بلیٰ است
از اجل ایں قوم بے پرواستی
استوار از نحن نزلنا ستی

بعد کے ادوار میں اگرچہ مسلمانوں کے اندر بہت سی خرابیاں رونما ہوگئیں مگر اسلام نے مسلمانوں کے اندر جو عالمگیر برادری پیدا کر دی تھی وہ اپنی جگہ قائم ہے اور رہے گی۔ اور یہ تخیل برابر قائم ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک امت ہیں اور کلمہ اسلام کا ماننے والا خواہ کسی وطن اور کسی نسل سے تعلق رکھتا ہو، خواہ کوئی زبان بولتا ہو، خواہ اس کا رنگ و روغن کچھ ہی ہو۔ وہ مسلم ہے اور مسلم معاشرے میں وہ جہاں بھی چلا جائے اس کے حقوق وہی ہیں جو دوسرے سب مسلمانوں کے ہیں۔ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اسلام کے نزدیک وطن و مقام اور رنگ و زبان کی تفریق کوئی چیز نہیں۔ رنگ اور زبان کی تفریق کو وہ ایک نشان ضرور تسلیم کرتا ہے لیکن اس کو وہ کسی انسانی تفریق و تقسیم کی حد قرار نہیں دیتا۔ انسان کے تمام دنیوی رشتے خود انسان کے بنائے ہوتے ہیں اصل رشتہ صرف ایک ہے اور وہ وہی ہے جو انسان کو اس کے خالق اور پروردگار سے متصل کرتا ہے وہ ایک ہے پس اس کے ماننے والوں کو بھی ایک ہی ہونا چاہیئے۔ اگرچہ سمندروں کے طوفانوں، پہاڑوں کی مرتفع چوٹیوں، زمین کے دور دراز گوشوں اور جنس و نسل کی تفریقوں نے ان کو باہم ایک دوسرے سے جدا کر دیا ہو۔

ان ھٰذہٖ امتکم امۃ
واحدۃ و انا ربکم فاتقون

(بیشک تمھاری جماعت ایک ہی امت ہے اور ہم ایک ہی
تمھارے پروردگار ہیں)

اے برادران ملت! یہی اسلام کی وہ عالمگیر اخوت اور دعوت اسلام کی وحدت تھی۔ جس نے زمین کے دور دراز گوشوں کو ایک کر دیا تھا۔ اسلام نے ریگستان حجاز میں ظہور کیا مگر صحرائے افریقہ میں اس کی پکار بلند ہوئی۔ اس کی دعوت کی صدا جبل ابوقبیس کی گھاٹیوں سے اٹھی مگر دیوار چین سے صدائے لا الہ الا اللہ کی بازگشت گونجی۔ تاریخ کی نظریں جس وقت دجلہ و فرات کے کنارے پیروان اسلام کے نقش قدم گن رہی تھیں۔ عین اسی وقت گنگا و جمنا کے کنارے سینکڑوں ہاتھ تھے جو خدائے واحد کے آگے سربسجود ہونے کے لئے وضو کر رہے تھے۔

یہ تمام عالم کی مختلف قومیں زمین کے دور دراز گوشوں میں بسنے والی آبادیاں گویا ایک ہی گھر کے عزیز تھے، جن کو شیطان رجیم کی تفرقہ اندازیوں نے ایک دوسرے سے الگ کر دیا تھا لیکن خدائے رحیم نے ان صدیوں کے بچھڑے ہوئے دلوں کو ایک دائمی صلح کے ذریعے پھر ایک جگہ جمع کر دیا۔ یہ برادری خدا کی قائم کی ہوئی برادری ہے۔ ہر انسان جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا۔ اس برادری میں شامل ہو گیا، خواہ وہ مصری ہو، خواہ نائجیریا کا باشندہ، خواہ ترکی کا ترک، لیکن اگر وہ مسلم ہے تو اس ایک خاندان توحید کا عضو ہے جس کا گھرانا کسی خاص وطن اور مقام سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ تمام دنیا اس کا وطن اور تمام قومیں اس کی عزیز ہیں دنیا کے تمام رشتے ٹوٹ سکتے ہیں لیکن اسلام کا رشتہ کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔ جو رشتہ چین کے مسلمان کو افریقہ کے مسلمان سے، عرب کے بدو کو تاتار کے چرواہے سے، اور ایک ہندوستانی نومسلم کو مکہ معظمہ کے صحیح النسب قریشی سے پیوستہ و یکجان کرتا ہے اٹوٹ ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کو توڑ نہیں سکتی۔

تو پھر اے عزیزان ملت یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دنیا کے ایک گوشے میں پیروان اسلام کے سروں پر تلواریں چمک رہی ہوں اور دنیا کے دوسرے گوشے کے مسلمان ان کے زخم اپنے دلوں پر نہ دیکھیں۔ خدائے اسلام کی قسم جب سے اسلام دنیا میں موجود رہا ہے یہ اخوت و وحدت بھی موجود رہی ہے۔ یہ مماثلت اور اشتراک فکر و عمل کبھی فنا نہیں ہو سکتا۔

عزیزان ملت! وہ ہاتھ نہایت ہی مقدس ہے، جس میں صلح کا سفید جھنڈا لہرا رہا ہے

مگر کارزار حیات میں زندہ وہی رہ سکتا ہے جس میں خونچکاں تلوار کا دستہ ہے یہی اقوام کی زندگی کا منبع، قیام عدل و میزان کا وسیلہ، انسانی بہیمیت و درندگی کا بچاؤ اور مظلوم کے ہاتھ میں اس کی حفاظت کی ایک ہی ڈھال ہے اور وہ ہے اتحاد و اتفاق، تلاطم کی تند و تیز موجیں ریت کے بکھرے ہوئے ذروں کو تو اپنی رو میں بہا کر لے جا سکتی ہیں لیکن ریت کے بکھرے ہوئے ذرے متحد و منسلک ہو کر جب چٹان بن جاتے ہیں۔ تلاطم کو اپنی گزرگاہ تبدیل کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

برادران ملت! حضرت مسیحؑ کی تعلیم صرف اخلاق ہے اور حضرت موسےٰ کی شریعت فقط قانون، لیکن وہ جس نے کہا "میں خانۂ نبوت کی آخری اینٹ ہوں"۔ وہ جس طرح معلم اخلاق تھا اسی طرح ایک مقنن آئین و قانون بھی تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں قرآن تھا۔ اور دوسرے ہاتھ میں تلوار۔ وہ صاحب قرآن بھی تھا اور صاحب سیف بھی اور یہ وہ تلوار ہے جو اب تک کسی کمزور پر نہیں اٹھی اور نہ آئندہ کبھی اٹھے گی۔ یہ وہ تلوار ہے جس نے مظلوم انسانوں کا کبھی خون نہیں بہایا بلکہ ان کے خون کا ظالموں کا قصاص لیا ہے۔ یہ وہ تلوار ہے، جو زمین کے امن و سلامتی کو برباد اور قوموں کے سکون و راحت کو غارت نہیں کرتی جو انسانوں کو حلال کرنے کا نہیں حرمت جان کا درس دیتی ہے جو انسانوں کے قدرتی حقوق اور ملتوں کی آزادی و خود مختاری کی حفاظت کرتی ہے۔ یہ الگ الگ عنصروں کو تسویہ و اعتدال کے ساتھ اس طرح ترکیب دیا کرتی ہے کہ اس کی ہر ضرب پر قانون کا عدل اور اخلاق کا رحم دونوں باہم مل جاتے ہیں اور نظام انسانی کا ایک صحیح و صالح مرکب پیدا ہو جاتا ہے یہ تلوار زمین و زندگی پر تباہی و بربادی کا پیغام بن کر نہیں بلکہ رحمت اور سراسر رحمت بن کر نازل ہوئی ہے۔ اس کی ہر ضرب شریعت حقہ الہیہ ہے۔ تو پھر اے برادران ملت، اس تلوار کے ہاتھ میں ہوتے ہوئے آج تم خدا کی عبادت گاہوں کی محرابوں اور صدائے توحید بلند کرنے کے مناروں کی بھی حفاظت نہ کر سکو گے، جبکہ اعدائے اسلام ہمیں نیست و نابود کر دینے کے لئے اکٹھے ہو رہے ہیں کیا ہم اپنی حفاظت کے لئے ایک مرکز پر اکٹھے نہ ہوں گے جبکہ فزع اکبر اور طامۃ الکبریٰ کا وقت بالکل قریب آگیا ہے جبکہ فنا و بقا اور ثمود

حیات کا آخری فیصلہ ہو جائے گا۔

برادران ملت! آپ کرہ ارض کی کوئی قوم لے لیں اور زمین کا کوئی خطہ سامنے رکھ لیں اور جس وقت سے اس کی تاریخ میں روشنی آئی ہے ان حالات کا کھوج لگانے سے پتہ چلے گا کہ اس کی پوری تاریخ کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وارث و میراث کی ایک مسلسل داستان ہے۔ ایک قوم قابض ہوئی اور پھر مٹ گئی پھر دوسری وارث ہو گئی اور وہ بھی مٹ گئی تو اس کی جگہ کسی تیسری قوم کا تسلط و اقتدار قائم ہو گیا۔ قرآن حکیم کہتا ہے یہاں وارث و میراث کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اب سوچنا یہ ہے کہ جو ورثہ چھوڑنے پہ مجبور ہوتے ہیں، کیوں ہوتے ہیں اور جو وارث ہوتے ہیں ان کو حق وراثت کیوں ملتا ہے۔ فرمایا اس لئے کہ یہاں خدا کا ایک اٹل قانون کام کر رہا ہے۔

انّ الارض یرثھا عبادی الصالحون ۝

(زمین کے وارث خدا کے نیک بندے ہوتے ہیں)

یعنی جماعتوں اور قوموں کے لئے یہاں بھی یہ قانون کام کر رہا ہے کہ انہی لوگوں کے حصہ میں ملک کی فرمانروائی آتی ہے جو نیک ہوتے ہیں اور صالح ہوتے ہیں۔ اور حکومت و فرمانروائی محض ایک ورثہ ہے جو ایک گروہ سے نکل جاتا ہے۔ اور دوسرے گروہ کے حصہ میں آجاتا ہے۔ اور وہ اس لئے کہ بروئے قرآن وراثت ارض کی شرط اصلاح و صلاحیت ہے جو صالح نہ رہے ان سے نکل جائے گی جو صالح ہوں گے ان کے ورثہ میں آئے گی۔

سورۂ رعد میں فرمایا ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہے حق و باطل کی آویزش ہے لیکن حق اور باطل کی حقیقت کیا ہے اور کون سا قانون ہے جو اس کے اندر کام کر رہا ہے۔ یہاں واضح کیا ہے کہ یہ بقائے انفع کا قانون ہے لیکن وہ کبھی لفظ انفع کی بجائے لفظ اصلح استعمال کرتا ہے۔ لفظ دو ہیں لیکن معنی ایک۔ یعنی اللہ نے قانون ہستی کے قیام و اصلاح کے لئے یہ قانون ٹھہرا دیا ہے۔ کہ یہاں وہ چیز باقی رہ سکتی ہے، جس میں نفع ہے اور جس میں یہ نہیں ہے وہ باقی نہیں رہ سکتی کیونکہ کائنات کا جمالیاتی ارتقا قائم نہیں رہ سکتا اسلئے کہ اس میں خوبی کی بقا اور خرابی کے ازالے کے لئے ایک اٹل قوت سرگرم عمل نہیں رہتی۔

اور وہ اٹل قوت فطرت کا انتخاب ہے۔ فطرت ہمیشہ چھانٹتی رہتی ہے۔ وہ ہر گوشہ زمین و زندگی میں صرف خوبی اور برتری ہی کو باقی رکھتی ہے۔ فساد اور نقص کو محو کر دیتی ہے۔ قرآن حکیم کہتا ہے اس کارگہ فیضان و جمالیات میں صرف وہی چیز باقی رکھی جاتی ہے۔ جس میں نفع ہو۔ وہ خسران و نقصان گوارا نہیں کرتی۔ اور جس طرح مادیات میں اس اٹل قدرت کا تعمیری و تخریبی عمل جاری ہے بعینہٖ معنویات میں بھی وہی عمل کارفرما ہے جو عمل حق ہو گا باقی رہے گا جو باطل ہو گا مٹ جائے گا اور جب کبھی حق و باطل کا مقابلہ و معرکہ ہو گا بقا حق کے لیۓ ہو گی اور اسی کو وہ قضاء بالحق سے تعبیر کرتا ہے یعنی فطرت کا فیصلہ حق و باطل کے لئے نہیں ہو سکتا۔

قرآن کہتا ہے تم اس قانون سے کیسے انکار کر سکتے ہو جبکہ زمین و آسمان کا تمام کارخانہ ہی اسی اصول پر چل رہا ہے۔ اور امم و اقوام و جماعات بھی اس سے خارج نہیں ہیں جس قانون کی گہرائی و گیرائی سے کائنات کا کوئی ذرہ باہر نہ ہو، اقوام و امم کا عروج و زوال اس کی گرفت سے کیسے باہر ہو گا۔ قرآن کہتا ہے یہاں بھی وہی قانون کام کر رہا ہے۔ قوموں، امتوں اور جماعتوں کے گذشتہ و پیوستہ اعمال ہی تو ہیں جن سے ان کا حال تشکیل پاتا ہے اور حال کے اعمال ہی تو ہیں جو ان کے مستقبل کو متشکل کرتے ہیں۔ پھر اس کی مزید تشریح یہ ہے کہ خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا، جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدل ڈالے۔ یہ خدا کا قانون ہے اور قانون خدا کا نفاذ کون روک سکتا ہے۔ قرآن اس کو استبدال اقوام سے تعبیر کرتا ہے۔ اور جا بجا مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ اگر تم نے صلاحیت عمل کھو دی تو وہ تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو اقبال و ارتقا کی نعمت عظمیٰ سے نوازے گا اور کوئی نہیں جو اس کو ایسا کرنے سے روک سکے۔ یہ انقلابات و تبدلات جو ملکوں اور قوموں میں ہوتے رہتے ہیں یہ جو پرانی قومیں مر جاتی ہیں اور نئی قومیں ان کی جگہ لے لیتی ہیں یہ تمام حوادث اسی حکمت و قانون الٰہیہ کا نتیجہ ہیں۔

برادران ملت! ہم نے جب تک اپنے عروج کے مقاصد کو سنبھالے رکھا، دنیا کے لئے نافع رہے، اپنی ذات کے لئے نافع رہے۔ اس لئے ہمیں تمکین فی الارض کا اعزاز حاصل

رہا اور جب سے ہم نے اپنے ظہور و عروج کا مقصد دل و دماغ سے محو کر دیا ہم وہ نہ رہے، جو ہم تھے۔ برادران عزیز یہ آیت ہمارے لئے اتری تھی۔

کنتم خیرا امتہ اخرجت الناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر ٥

(تمام امتوں میں تم سب سے بہتر امت ہو کہ اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو)

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کا اصلی مشن اور مقصد تخلیق اور قومی امتیاز و شرف خصوصی اس چیز کو قرار دیا ہے کہ دنیا میں اعلان حق اور صالحیت ان کا سرمایہ حیات ہے اور وہ قیام عدل کے لئے کھڑے کئے گئے ہیں جب تک قومیں قیام عدل میں مساعی و جد و جہد کرنے والی ہوتی ہیں فتح و کامرانی ان کے قدم چومتی ہے۔ بصورت دیگر حرف غلط کی طرح مٹ جاتی ہیں۔ پھر ان کا نام و نشان تک باقی نہیں رہتا۔ دور جانے کی ضرورت نہیں خود اپنی تاریخ اٹھا کر دیکھئے، جب تک ہم دنیا میں حق و انصاف کے حامی و مددگار رہے ہے۔ خدا بھی ہمارا مددگار رہا اور دنیا کی کوئی بھی طاقت ہمارے سامنے نہ ٹھہر سکی۔ لیکن جونہی تاریخ اسلام کا عہد تاریک شروع ہوا ہم نے اجتماعی انتشار کا شکار ہو کر اپنی ہیت اجتماعیہ کی ہئیت ہی بگاڑ لی اور گھور گھمبیر اندھیروں میں لڑھکتے چلے گئے۔ آیئے ایک دوسرے کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر پھر سے ان اجالوں کی طرف لوٹ چلیں۔ جو ہماری گزشتہ عظمت و جبروت کا نشان ہیں۔

امت مسلمہ کی تاسیس و نشاۃ ثانیہ !!

مگر میں یہاں "تاسیس" نہیں "تجدید" کہوں گا۔ "تاسیس" اساس سے ہے جس کے معنی ہیں از سر نو کسی چیز کو بنانا اور "تجدید" جدت سے ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ پہلے کی بنی ہوئی کسی چیز کو تازہ کر دینا اور اس طرح سنوارنا گویا وہ بالکل نئی ہو گئی۔

مسلمانوں کو اصلاح حال کے لئے طریقہ "تاسیس" کی ضرورت نہیں کہ پہلے سے ایک کارخانہ ملت ایک جامعہ اسلامیہ موجود ہے جس کو اپنی بقا کے لئے کسی نئی بات احتیاج

نہیں بس ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ خرابیاں دور کر دی جائیں اور چھوٹی ہوئی چیزیں
واپس لے لی جائیں اور ان کو ایسا بنا دیا جائے جیسا کہ وہ اصل میں تھیں ۔ تاسیس کے معنی
تو یہ ہوئے کہ آپ نے ایک نئی عمارت تیار کی ۔ اس کو از سر نو تعمیر کر کے بنایا اور تجدید
یہ ہوئی کہ عمارت پہلے ہی سے موجود ہے صرف شکست و ریخت کی درستگی مطلوب ہے
اور اصلاح ملت اسلامیہ کے لئے شریعت قرآنیہ کی تعلیمات و نظامات کافی ہیں وہ سب کچھ
ہمارے پاس پہلے ہی سے موجود ہے ۔ جس کی ہمیں ضرورت ہے ۔ اسلام اگر دین کامل ہے
تو اس نے اپنے پیروؤں کی تمام انفرادی و اجتماعی اور مدنی ضروریات کے لئے کامل و اکمل
تعلیم دے دی ہوئی ہے ۔ اور پھر اگر وہ دین آخری ہے تو ضروری ہے کہ اس کی تعلیم اور
شارع کی عملی سنت ہر عہد، ہر زمانے اور ہر حالت کے لئے رہنما و کفیل ہو ۔ ہمارا ایمان
ہے کہ حقیقت ایسی ہی ہے اور اسلام نے ہمارے تمام اجتماعی و قومی برکات کا سامان
کر دیا ہے ہمیں چاہیئے کہ ہم اسلام کا قرار دادہ نظام جماعتی قائم کریں ۔ جب تک مجالس نہ ہوں
اجتماعیات نہ ہوں ۔ انجمنیں نہ ہوں ۔ کانفرنسیں نہ ہوں تو کوئی قومی عمل انجام نہیں پا سکتا ۔
نہ اتحاد و تعاون کی برکت حاصل ہو سکتی ہے ۔ اسی مقصد اجتماع و تعاون کے لئے اسلام
نے پانچ وقت کی نماز با جماعت و جمعہ، عیدین اور حج ۔ اگر دیکھا جائے تو حج بھی ایک
پان اسلامی کانفرنس (Pan Islamic Conference) ہے ۔

برادران ملت! اس کا نظام و قوام جو درہم برہم ہو رہا ہے سب سے پہلے اسے کیوں نہ
درست کریں ۔ ہم نئے نئے قومی فنڈ قائم کرتے ہیں جبکہ خود شریعت نے اس ضرورت کو رفع
کرنے کے لئے زکوٰۃ و صدقات کا حکم دے دیا ہے اور اس مقصد کے لئے اسلامی ممالک
کا ایک مشترکہ بینک بھی قائم کیا جا سکتا ہے ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قوم کی تعلیم عام کے لئے
مجامع و محافل کی ضرورت ہے ۔ جبکہ عین اسی مقصد سے شریعت نے خطبہ جمعہ کا حکم دیا ہے
اور ہم نے اس کی برکتوں کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لیا ہے ۔ کوئی قومی و اجتماعی کام انجام
نہیں پا سکتا ۔ جب تک اس میں نظم و انضباط نہ ہو اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک
کہ اس کا کوئی رئیس و قائد مقرر نہ کیا جائے اور یہی حقیقت شریعت کی اصطلاح امامت کے

لفظ میں ہمارے سامنے آتی ہے۔ ان مثالوں سے مقصود یہ ہے کہ ہمارے لئے راہ عمل تجدید و احیا ہے۔ ہماری راہ تو اتباع شریعت اور اقتداء بہ مشکوٰۃ نبوت کی ہے اور اسوۂ حسنہ نبوت اور حکمت رسالت کی ہے۔ ہمارا طریق عمل یہ ہونا چاہیئے کہ ہم تمام طرف سے آنکھیں بند کر کے حکمت اجتماعیہ نبویہ کو اپنا دستور العمل بنالیں۔ شریعت کے کھوئے ہوئے درجات از سر نو قائم و استوار کریں تاکہ اسلام کی مٹی ہوئی سنتیں زندہ ہو جائیں اور حرمت ملت ابراہیمی کی اطاعت کریں۔ یہی وہ صراط مستقیم ہے کہ حضرت آدم نے بھی اس پر قدم رکھا۔ حضرت نوح نے بھی پتھروں کی بارش میں اس کا وعظ کیا۔ اور حضرت ابراہیم نے اس کی نشان دہی کے لئے قربان گاہ بنائی اور حضرت اسمٰعیلؑ نے اس کی اینٹیں چنیں۔ حضرت یوسفؑ نے مصر کے قید خانہ میں اس کا اعلان کیا۔ حضرت موسیٰ نے طور سینا پر تجلی میں اس صراط مستقیم کو دیکھا اور گلیل کا واعظ جب یروشلم میں کوہ زیتون پر چڑھا تو اس کی نظر اسی راہ پر تھی اور پھر جب خداوند سعیر سے چمکا اور فاران کی چوٹیوں پر نمودار ہوا تو وہی راہ تھی جس کی طرف اس نے دنیا کو دعوت دی کہ

—— ان ھذا صراطی مستقیما ۵ —— یہ ہے میری راہ ——

فاتبعونی —— تم میری اتباع کرو —— پھر خدارا بتائیں، ہم اس راہ کو چھوڑ کر کدھر جائیں —— —— اور اس سراج منیر کو پس پشت ڈال کس سے روشنی حاصل کریں پس یہی ہمارا ایمان ہے اور یہی ہمارا راستہ ہے۔

برادران ملت —— الحمد للہ کہ اسلامی سربراہی کانفرنس بخیر وخوبی انجام پذیر ہوئی اب وہ وقت آن پہنچا ہے کہ اسلام کے نور سے دنیا کے ظلمت کدے روشن ہو جائیں گے ظلم و استبداد کی چکی میں پستی ہوئی انسانیت کو امن و آشتی کا پیغام ملے گا —— اور چھوٹی قومیں بڑی قوموں کے استحصالی نظام سے نجات پانے کا کوئی نہ کوئی راستہ تلاش کرنے کے قابل ہو جائیں گی۔

مسلم ممالک میں مضبوط و پائیدار تعاون کا آغاز ہو چکا ہے اور مسلمانوں کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلمانوں کے لئے تمام عالم میں صرف ایک ہی ہاتھ ہے جو رہنما ہو سکتا ہے اور ایک ہی چشم نگراں ہے جو لغزشوں سے بچا سکتی ہے جو کبھی طور سینا پر تجلی بن کر چمکی، کبھی فاران

پر ابرِ رحمت بن کر نمودار ہوئی۔ کبھی غارِ ثور میں لا تحزن ان اللہ معنا کی صدا میں تھی۔ کبھی بدر کے کنارے ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم کے پیغام میں تھی۔ کبھی احد کے دامن میں وکان حقاً علینا نصر المومنین کی بشارت تھی۔ اور آج بھی ایک لٹے ہوئے جرسِ کارواں اور ایک خاموش انجمن کے لئے شمعِ فروزاں ہے ؂

اسلامی سربراہ کانفرنس پر وزیراعظم بھٹو کی تقریر

لاہور میں منعقد ہونے والی اسلامی سربراہ کانفرنس کے موقعہ پر وزیراعظم پاکستان مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے افتتاحی تقریر کرتے ہوئے کہا :

اسلامی سربراہ کانفرنس ایک تاریخی واقعہ ہے۔ اور یہ کانفرنس مسلم اتحاد کی آئینہ دار ہے۔ اس سے قبل جدید دور میں کبھی بھی عالم اسلام کو ایسا اقتصادی استحکام اور سیاسی اثر و رسوخ حاصل نہیں ہوا، جیسا کہ اب حاصل ہے۔ اور پاکستان کے عوام کو اس کانفرنس میں شریک مسلم ممالک کے عظیم رہنماؤں کی میزبانی پر بجا طور پر فخر ہے، کیونکہ پاکستان کے عوام ہمیشہ سے ہی اسلام کی سربلندی کے لئے کوشاں رہے ہیں۔

ہندوستان میں مسلم سلطنت کے زوال کے بعد عالم اسلام کے دل مشرق وسطیٰ اور افریقہ اور ایشیا میں سامراجیت نے اپنے پنجے گاڑنے شروع کر دیئے۔ جس کے نتیجہ میں عالم اسلام منقسم ہو کر غلام بن گیا۔ تاہم ان تمام امور کے باوجود مسلمان مسلسل اتحاد ملت کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔

ہمارے جدید دور میں سید جمال الدین افغانی نے اتحاد مسلمین کا پرچم بلند کیا اور بعد ازاں دیگر اکابرین علامہ محمد عبدہ اور علامہ محمد اقبال اور بیسیوں دوسرے علما اور قائداعظم محمد علی جناح جیسے دیگر عظیم سیاسی رہنماؤں نے اسلام کی سربلندی کے لئے جدوجہد کی۔ اس سے قبل جو ہر برادران نے کچلے ہوئے مسلمانوں کے ممالک کی آزادی اور اسلام کی سرخروئی کے لئے

اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔

وزیر اعظم نے اپنے پیغام میں اس پُر مسرت کا اظہار کیا کہ ہمارے اخبارات شروع سے ہی اتحاد ملت کی حمایت کرتے رہے ہیں اور انھوں نے ہمیشہ اس نظریے کو بہت اہمیت دی ہیں مجھے خوشی ہے کہ انہوں نے اس کانفرنس کا پُرجوش خیر مقدم کیا۔

وزیر اعظم نے مزید کہا :

مجھے امید ہے اس کانفرنس سے دنیا پر یہ واضح ہو جائے گا کہ دنیا کے مسلمان اپنے عزیز ترین علاقوں کو آزاد کرانے کے لئے پھر سے متحد ہو گئے ہیں ۔
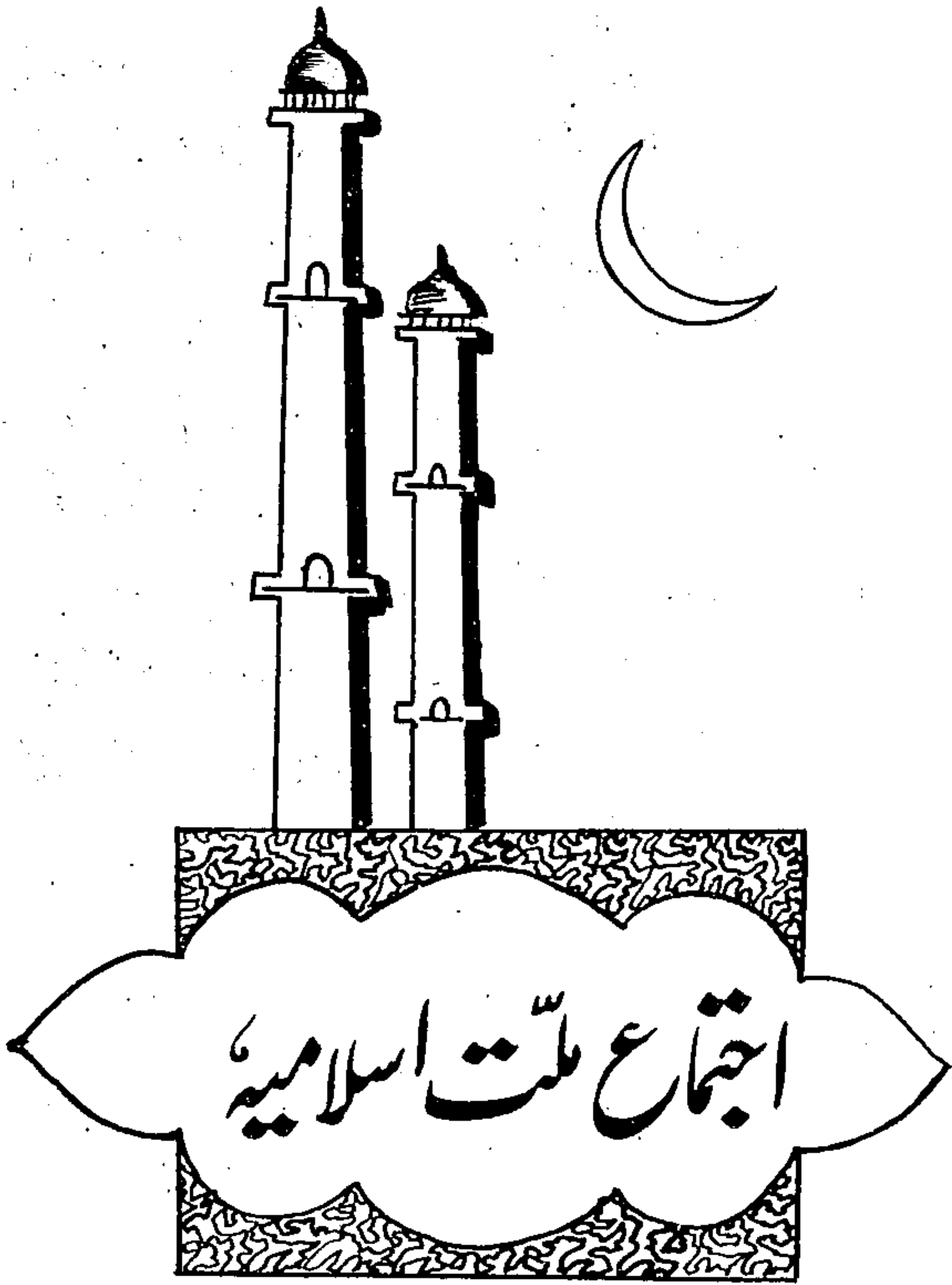
اجتماع کے معنی ہیں مختلف چیزوں کا باہم اکٹھا ہو جانا اور ائتلاف کے معنی ہیں مختلف چیزوں کا اس تناسب و ترتیب کے ساتھ اکٹھا ہو جانا کہ جس چیز کو جس جگہ ہونا چاہیئے - وہی جگہ اس کو ملے - جو پہلے ہونے کی حقدار ہے وہ پہلے رہے - جس کو آخری جگہ ملنی چاہیئے وہ آخری جگہ پائے - اور عید اجتماع و ائتلاف سے مقصود وہ حالت ہے جب مختلف کارکن قوتیں کسی ایک مقام، کسی ایک مرکز، ایک سلسلے ایک وجود، ایک طاقت اور ایک فرد واحد میں اپنی قدرتی اور مناسب ترکیب و ترتیب کے ساتھ اکٹھی ہو جاتی ہیں اور تمام مواد قومی اعمال اور افراد پہ ایک اجتماعی و انضمامی دور طاری ہو جاتا ہے - جس میں بندھی اور سمٹی ہوئی اور

ہر فرد زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسرے سے متحد و متصل ہو جاتا ہے۔ کسی چیز کسی گوشے کسی عمل میں علیحدگی نظر نہیں آتی۔ الگ الگ جز بز اور فرد فرد ہو کر رہنے والی حالت نہیں ہوتی مادہ میں جب یہ اجتماع و انضمام پیدا ہو جاتا ہے تو اس سے تخلیق و تکوین اور وجود ہستی کے تمام مراتب ظہور میں آتے ہیں۔ اس کو قرآن حکیم نے اپنی اصطلاح میں تخلیق و تسویہ سے تعبیر کیا ہے۔

اشتات و انتشار آئلاف کی ضد ہے جس کے معنی تفریق اور الگ الگ ہو جانے کے ہیں۔ یہ حالت جب مادیات پر طاری ہوتی ہے تو تکوین کی جگہ تباہی اور وجود کی جگہ اس پر عدم وجود کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور جب یہ حالت جسم پر طاری ہوتی ہے تو اس کا نام پہلے بیماری اور پھر موت ہوتا ہے اور جب اعمال پر طاری ہوتی ہے تو اس کو قرآن حکیم اپنی اصطلاح میں سوءعمل اور عصیان سے تعبیر کرتا ہے۔ اور پھر یہی چیز ہے کہ جب قوموں اور امتوں کی اجتماعی زندگی پر مسلط ہوتی ہے تو دنیا دیکھتی ہے کہ ان کی ترقی تنزل میں، عظمت ذلت میں، آزادی غلامی میں اور حکومت محکومیت میں بدل جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے جا بجا اجتماع و آئلاف کو قومی زندگی کی سب سے بڑی بنیاد اور اللہ کی جانب سے انسانوں کے لیے سب سے بڑی رحمت و نعمت قرار دیا ہے اور اس کو اعتصام بحبل اللہ اور اسی طرح کی تعبیرات عظیمہ سے موسوم کیا ہے اور مسلمانوں کے اولین مادۂ تکوین امت یعنی اہل عرب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ——— تم سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لو ——— یہ صرف حکم ہی نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے تاکیدی حکم تھا۔ اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ اشتات و انتشار کی زندگی کو بقا و قیام حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ آگ ہے جس کے بھڑکتے شعلے قومی زندگی کی نشوونما کو جلا کر خاکستر کا ڈھیر بنا دیتے ہیں۔

قرآن حکیم ظہور شریعت و نزول وحی کا ایک سبب یہ بھی بتاتا ہے کہ اجتماع و ائتلاف پیدا ہو اور بار بار کہتا ہے کہ تفرقہ و انتشار شریعت و وحی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ اسی بنا پر شارع نے اسلام اور اسلامی زندگی کا دوسرا نام جماعت رکھا ——— اور جماعت سے

علیحدگی کو جاہلیۃ اور حیات جاہلی سے تعبیر کیا ہے اور اسی بنا پر بکثرت وہ احادیث موجود ہیں جن میں نہایت شدت کے ساتھ ہر مسلمان کو ہر حال میں التزام جماعت اور اطاعت امیر کا حکم دیا گیا۔ اگرچہ امیر غیر مستحق ہو، نا اہل ہو، فاسق و فاجر ہو، ظالم و جابر ہو، لیکن مسلمان ہو اور غازی ہو، نماز قائم رکھے اور ساتھ ہی بتلا دیا کہ جس شخص نے جماعت سے علیحدگی کی راہ اختیار کی تو اس نے اپنے تئیں شیطان کے حوالے کر دیا۔ وہ گمراہ ہوا، اس نے اپنی ہلاکت کا سامان کیا۔ یہ الفاظ مشہور خطبہ جابیہ سے ہیں۔ حضرت عمر فاروق اپنے خطبوں میں بار بار آنحضرت صلعم سے روایت کرتے۔ کہ فرمایا رسول اللہ نے ہمیشہ جماعت کے ساتھ مل کر رہو، جو جماعت سے الگ ہوا اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ افراد تباہ ہو سکتے ہیں۔ مگر ایک صالح جماعت تباہ نہیں ہو سکتی، اس پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ سورۂ فاتحہ میں جو قومی دعا مسلمانوں کو سکھلائی گئی اس میں متکلم واحد نہیں بلکہ جمع۔ قرآن کے نزدیک فرد کوئی شے نہیں ہستی صرف اجتماع اور جماعت کی ہے اور فرد کا وجود اور اعمال بھی صرف اسی لئے ہیں، تاکہ ان کے اجتماع و تالیف سے ہیئت اجتماعیہ پیدا ہو، اسی بنا پر احکام و اعمال شریعت کے ہر گوشے اور ہر شاخ میں یہی اجتماعی و ائتلافی حقیقت بطور اصل و اساس کے نظر آتی ہے نماز کی جماعت خمسہ اور جمعہ و عیدین کی نماز اور حج بجز اجتماع کے اور کچھ نہیں۔ زکوٰۃ کی بنیاد میں اجتماعی زندگی کا قیام اور ہر فرد کے مال و اندوختہ میں جماعت کا ایک حصہ قرار دیا ہے۔ علاوہ بریں اس کی ادائگی کا نظام بھی انفرادی حیثیت سے نہیں رکھا گیا بلکہ جماعتی حیثیت سے

مسلمانوں کی تحد قومیت ایسی ہے جیسے ایک جسم اور اس کے مختلف اعضا۔ ایک عضو میں اگر تکلیف ہو تو سارا جسم اس سے متاثر ہوتا ہے اور پھر تشبیک اصابع کر کے اس کی تصویر بتلا دی۔ یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں رکھ کر دکھایا کہ اس طرح ایک دوسرے سے جڑے اور متصل رہے۔ ان تمام تصریحات میں بھی اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ اسلام کی قومیت متفرق اینٹوں کا نام نہیں دیوار کا نام ہے۔

اور پھر نماز میں تسویۂ صفوف پر سخت زور دیا گیا ہے یعنی صف بندی پر۔ یعنی سب کے سر، سینے اور پاؤں ایک سیدھ میں ہوں۔ اس قانون الہٰی کے مطابق مسلمانوں کی قومی زندگی

عروج کا اصلی دور وہی تھا جب ان کی قومی و انفرادی، مادی و معنوی، اعتقادی وعملی زندگی پر اجتماع و ائتلاف کی رحمت طاری تھی۔ اور ان کے تنزل و ادبار کی اصلی بنیاد اس وقت پر پڑی جب ان پر اشتات و انتشار کی نحوست چھائی شروع ہوئی۔ قرآن و سنت اور عقلیات صادقہ کے نزدیک تنزل کے اسباب اشتات و انتشار کے سوا کچھ بھی نہیں۔

آپ جب دنیا سے تشریف لے گئے، خلفا راشدین کی خلافت خاصہ اسی اجتماع پر قائم ہوئی۔ اس لئے اس کو منہاج نبوت سے تعبیر کیا گیا۔ اور اجتماع و ائتلاف کی یہ حالت حضرت علی کرم اللہ وجہٗ پر ختم ہوگئی۔ اس کے بعد سے اشتات و انتشار کا دور شروع ہوا۔ مرکزی قوتوں اور منصبوں کا انتشار و اشتات۔ جس نے فی الحقیقت امت کا تمام شرعی و اصلی نظام درہم برہم کر دیا۔ خلافت راشدہ کے بعد یہ ساری یک جا قوتیں الگ الگ ہوگئیں اور ملت اسلامیہ ایک وجود سے مختلف وجودوں میں بٹ گئی۔

قومی ترقی و فلاح کے لئے جماعت کی تشکیل میں پانچ مراتب کا لحاظ ضروری ہے اجتماع ائتلاف۔ اتحاد۔ امتزاج۔ انتظام۔ یہ پانچ عناصر ہیں۔ جو ہر قومی تنظیم کے لئے ضروری ہیں۔ جس قوم نے یہ پانچ مراتب طے کر لئے اس نے عروج و ارتقا اور فلاح و کامرانی کی سب منزلیں طے کر لیں۔ جماعت سے مقصود یہ ہے کہ افراد کا ایک ایسا مجموعہ — جس میں اتحاد، امتزاج اور نظم ہو اور اتحاد سے یہ مقصود ہے کہ افراد اپنے اعمال حیات میں منتشر نہ ہوں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں۔ ائتلاف کا مرتبہ اتحاد سے بلند تر ہے۔ اتحاد صرف باہم مل جاتا ہے۔ ضروری نہیں کہ کسی تناسب کے ساتھ ترکیب ہوئی ہو لیکن ائتلاف سے مقصود ایسا اتحاد ہے جو محض اتحاد ہی نہ ہو بلکہ ایک صحیح و مناسب ترکیب کے ساتھ اتحاد ہو۔

امتزاج اس ترکیب کا تیسرا درجہ ہے۔ اس میں تماثل مزاج کا ہونا بہت ضروری ہے اس میں طبیعت و خصلت اور استعداد و صلاحیت میں مطابقت بہت ضروری ہے جماعت ایک مرکب وجود ہے۔ افراد اس کے عناصر ہیں۔ فرد بجائے خود کوئی کامل وجود نہیں پا سکتا۔ لیکن یہ باہم ملنا امتزاج کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ تاکہ ہر ٹکڑا اپنے صحیح و مناسب ٹکڑے کے ساتھ مل کر اس طرح جڑ جائے کہ معلوم ہو یہ نگینہ اسی انگشتری کے لئے تھا۔ نظم سے

مراد جماعت کی وہ ترتیبی و تقویمی حالت ہے، جب اس کے تمام افراد اپنی اپنی جگہوں میں قائم اپنے اپنے دائرہ میں محدود اور اپنے اپنے فرائض و اعمال کے انجام دینے میں سرگرم ہوں

اس کے بعد سب سے اہم مسئلہ اتباع خلافت کا ہے۔ خلیفہ خلف سے ہے جس کے معنی جانشینی اور قائم مقامی کے ہیں۔ انسان کو اللہ تعالے نے اپنا خلیفہ فرمایا۔ کیونکہ انسان بھی اپنے خالق کا اپنے اعمال و احوال تکوینیہ اور افعال و کیفیات طبیعیہ میں اپنے خالق کا قائم مقام اور جانشین ہے۔ ایسے ہی امور شرعیہ اور معاملات تشریعیہ میں اس کی قائم مقامی اور جانشینی اس طرح ہوگی کہ نظام عدل اور قانون انصاف کو اپنے شہنشاہ حقیقی کی جانب سے نافذ اور جاری کرنے کا حق اس کو ہوگا۔ اور خلافت اقتدار ارضی کا نام ہے یہ کوئی اقتدار سماوی نہیں جس کے پاس ارضی اور زمین حکومت و اقتدار ہے وہ خلیفہ ہے ورنہ نہیں،

اس اجمالی تمہید کے بعد سب سے زیادہ اہم مسئلہ سامنے آتا ہے یعنی اسلام کا وہ نظام شرعی جو ہر مسلمان کے خلیفہ وقت کی معرفت اور اطاعت پر اسی طرح مجبور کرتا ہے جس طرح اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر۔

کائنات کے ہر حصہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کی قدرت و سنت ایک خاص نظام پر کارفرما ہے جس کو قانون مرکزیا مرکزیت قومیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی قدرت نے خلقت و نظام خلقت کے بقا و قیام کے ہر جگہ اور ہر شاخ وجود میں یہ صورت اختیار کر رکھی ہے کہ کوئی ایک وجود مرکز کی حیثیت کا حامل ہوتا ہے اور باقی اجسام ایک دائرے کی شکل میں اس کے چاروں طرف وجود پاتے ہیں اور پورے دائرے کی زندگی اور بقا صرف اس مرکزی وجود کی زندگی و بقا پر موقوف ہوتی ہے۔ اگر یہ اجسام اپنے مرکز سے الگ ہو جائیں تو نظام کائنات و حیات درہم برہم ہو جاتے۔ اور دائرے کی اکائیاں (UNITS) مرکز سے ہٹ کر کبھی باقی نہ رہ سکیں۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کو بعض اصحاب فتوحات نے دائرہ قاب قوسین سے تعبیر کیا ہے۔ یہ قانون مرکزیت و دوائر نظام ہستی کے ہر جز اور ہر حصہ میں جاری و ساری ہے نظام شمسی کے طلسم ہی کو لیجئے۔ ہر ستارہ اپنے ایک محور و مرکز پر گردش کر رہا ہے اور عالم نباتات میں بھی یہی قانون جذب و کشش کار فرما ہے

شاخیں، پتے، پھول و پھل ایک ہی وجود یعنی پودے سے وابستہ ہیں۔ ہر پودا اپنی شاخوں، پتوں، پھولوں اور پھلوں کے لئے مرکز کی حیثیت و اہمیت رکھتا ہے۔ ہر پتہ اور شاخ اپنے مرکز سے جدا ہو کر فنا ہو جاتا ہے اور یہی نظم و ضبط اجسام انسانی میں دیکھنے میں آتا ہے۔ جسم انسانی کے اعضا و جوارح کے کارخانۂ حیات میں قلب اشرف الاعضا ہے اور ایک مرکز کی حیثیت رکھتا۔ وہ دل ہی تو ہے جو جسم کے ایک ایک خلیئے کو خون پہنچاتا ہے۔

اسلام فی الحقیقت سنت اللہ اور فطرت اللہ ہی کا دوسرا نام ہے اگر نوع انسانی کی سعادت و ارتقا کے لئے قانون اسلام اس فاطر السموات والارض کا بنایا ہوا ہے جس نے تمام کائنات کے لئے قانون حیات بنایا تو ضرور ہے کہ دونوں میں اختلاف نہ ہو بلکہ پہلا قانون پچھلے قانون عام کا ایک ایسا قدرتی جز نظر آئے جیسے زنجیر کی ایک کڑی۔ پس اسلام کا نظام شرعی بھی ٹھیک ٹھیک اسی قانون مرکزیت پر قائم ہے۔ قرآن نے یہ حقیقت جابجا واضح کی ہے کہ جس طرح اجسام و اشیا کی زندگی اپنے اپنے مرکزوں سے وابستہ ہے اسی طرح نوع انسانی اور اس کی جسمانی و معنوی بقا بھی قانون مرکزیت پر موقوف ہے، جس طرح ستاروں کی زندگی اور حرکت کا مرکز و محور سورج کا وجود ہے اسی طرح نوع انسانی کا بھی مرکز سعادت انبیا کرام کا وجود ہے لہٰذا ان کی اطاعت و انقیاد بقاء حیات کے لئے ناگزیر ٹھہری۔

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ۝

دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے اور پھر قوم و ملت کی بقا کے لئے ہر طرح کے دائرے اور ہر طرح کے مرکز قرار دیئے۔ اور یقینیات و اعتقادات میں اصلی مرکز عقیدۂ توحید کو ٹھہرایا جس کے گرد تمام عقائد کا دائرہ قائم ہے۔ عبادت میں نماز کو مرکز عمل ٹھہرایا، جس کے ترک کر دینے سے تمام دائرہ اعمال منہدم ہو جاتا ہے۔ پھر جس طرح شخصی و اعتقادی اور عملی زندگی کے لئے مراکز قرار پائے ضرور تھا کہ جماعتی اور ملی زندگی کے لئے بھی ایک مرکزی وجود قرار پاتا۔ لہٰذا وہ مرکز بھی قرار دے دیا گیا۔ تمام امت کو اس مرکز کے گرد بطور دائرہ کے ٹھہرایا۔ اس کی معیت، اس کی رفاقت، اس کی اطاعت اور اس کی دعوت پر انفاق جان و مال ہر مسلمان کے لئے فرض کر دیا گیا۔ ایسا فرض جس کے بغیر وہ

جاہلیت کی ظلمت سے نکل کر اسلامی زندگی کی روشنی میں نہیں آسکتا۔ اسلام کی اصطلاح میں اس زندہ مرکز کا نام خلیفہ اور امام ہے اور جب تک یہ مرکز اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا ہے۔ یعنی کتاب و سنت کے مطابق اس کا حکم ہے ہر مسلمان پر اس کی اطاعت و اعانت اس طرح فرض ہے جس طرح خود اللہ اور اس کے رسول کی، جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

مسلمانو! اطاعت کرو اللہ کی، اس کے رسول کی، اور تم میں جو اولوالامر ہو اس کی۔ پھر اگر کسی معاملہ میں تم مختلف ہو جاؤ تو چاہیئے کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹو اور اس کے فیصلہ پر متفق ہو جاؤ۔

قرآن حکیم میں تین اطاعتوں کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ کی اطاعت، رسول کی اطاعت، مسلمانوں میں جو اولوالامر ہو اس کی اطاعت، اللہ کی اطاعت، کتاب اللہ کی اطاعت ہے رسول کی اطاعت سے مقصود سنت قول و فعل ہے۔ باقی رہی اطاعت اولوالامر تو نہایت قوی و روشن وجوہ موجود ہیں کہ اولوالامر سے مقصود مسلمانوں کا خلیفہ و امام ہے جو کتاب و سنت کے احکام نافذ کرنے والا ہے، نظام امت قائم کرنے والا ہے اور تمام اجتہادی امور میں صاحب حکم و سلطان ہے ؎

اہل حق را زندگی از قوت است
قوت ہر ملت از جمعیت است
رائے بے قوت ہمہ مکر و فسوں
قوت بے رائے جہل است و جنوں

کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی جب تک اس کا کوئی مرکز نہیں ہے کوئی تعلیم باقی نہیں رہ سکتی جب تک اس کی ایک قائم و جاری جامعہ نہ ہو۔ نظام شمسی کا ہر ستارہ روشنی و حرارت صرف اپنے مرکز شمسی سے حاصل کرتا ہے یہی قانون الٰہی ہے جس پر اس کی شریعت کے تمام اجتماعی احکام مبنی ہیں۔ جس طرح اسلام نے امت کی بقا اور حق و ہدایت کے لئے ہر طرح کے مراکز قرار دیئے ہیں، ضروری تھا کہ ایک ارضی مرکز بھی قیامت تک کے لئے قرار دیا جائے اور اسلام نے اس غرض کے لئے سرزمین حجاز کو منتخب فرمایا اور سرزمین حجاز

جزیرہ عرب میں تھی ۔ وہی اسلام کا اولین وطن اور وہی اس کا سب سے پہلا سرچشمہ تھا۔ مرکزی ارض اسلام ، مرکزی ارض اسلام سے مقصود یہ ہے کہ اسلام کی دعوت ایک عالمگیر اور دنیا کی بین الملی دعوت تھی ۔ وہ کسی خاص ملک اور قوم میں محدود نہ تھی ۔ مسلمانوں کی قومیت کے اجزا تمام کرہ ارض پر محیط و بسیط ہو جانے والے تھے لہٰذا ان کو ایک مستقل متحدہ قومیت کی ترکیب میں قائم رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ کوئی ایسا مقام مخصوص کر دیا جائے کہ مختلف سمتوں میں منتشر و متفرق اجزا کو مرکزیت دے دی جائے ۔ ان کے اتحاد و انضمام کے لئے ایک مرکزی نقطہ قائم کر دیا جائے ۔ تاکہ تمام منتشر و متفرق اجزا اس مرکزی نقطے پر آپس میں مدغم و منسلک ہو جائیں منتشر و متفرق کثرت اسی نقطہ وحدت میں سمٹ آئے ۔ اور پھر یہ بھی ضروری تھا کہ اس نقطہ وحدت کو صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص کر دیا جائے ۔

اسلام کا جب ظہور ہوا تو علاوہ مشرکین عرب کے یہود و نصاریٰ کی بھی ایک بڑی تعداد جزیرہ عرب میں آباد تھی ۔ مدینہ میں یہودیوں کے مختلف قبیلے تھے خیبر میں انہیں کی ریاست تھی ۔ یمن اور نجران عیسائیوں کا بہت بڑا مرکز تھا لہٰذا ان کو وہاں سے خارج کر دیا گیا ۔

احکام شرعیہ دو قسم کے ہیں ۔ ایک وہ جن کا تعلق افراد کی اصلاح و تزکیہ سے ہوتا ہے جیسے تمام اوامر و نواہی اور فرائض و واجبات ۔ دوسرے وہ جن کا تعلق افراد سے نہیں بلکہ امت کے قومی و اجتماعی فرائض اور ملکی سیاسیات سے ہوتا ہے ۔ جیسے فتح ممالک اور قوانین سیاسیہ و ملکیہ ۔ پہلی قسم کے احکام خود شارع کی زندگی ہی میں تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں ۔ اور وہ دنیا چھوڑنے سے پہلے ان کی تکمیل کا اعلان کر جاتا ہے لیکن دوسری قسم کے لئے ایسا ہونا ضروری نہیں کئی احکام ایسے ہوتے ہیں جن کے نفاذ و وقوع کے لئے ایک خاص وقت مطلوب ہوتا ہے ۔ اور وہ شارع کے بعد بتدریج تکمیل و تنفید پاتے ہیں ۔ لہٰذا ان کی نسبت کوئی پیش گوئی کی جاتی ہے یا شارع اپنے جانشینوں کو وصیت کر جاتا ہے اور عرب سے غیر مسلموں کا اخراج اسی دوسری قسم میں تھا کہ اس کا پورا نفاذ تو خود آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ ہی میں ہو جاتا ۔ آپ نے یہود مدینہ کے اخراج سے عملاً نفاذ شروع کر دیا ۔ یہود خیبر سے ابتدا ہی میں شرط کر لی تھی کہ جب ضرورت ہو گی اس سرزمین سے خارج کر دیئے جاؤ گے ۔ پھر

حضور نے اس کی تکمیل کے لئے اپنے جانشینوں کو وصیت فرما دی۔ چنانچہ حضرت عمر کے وقت تکمیل کا وقت آگیا اور تمام صحابہ کے اجماع و اتفاق سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اسلام نے ہمیشہ کے لئے جزیرہ عرب کو صرف اسلامی آبادی کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔

قرآن مجید کہتا ہے کہ اقتدار اعلیٰ اور قوت حاکمہ خدا کے لئے ہے۔ اس کے سوا کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ سوائے خدا کی ذات کے اقتدار اعلیٰ اور قوت حاکمہ کا دعویٰ کرے۔ حکومت خدا کی ہے، خدا ہی سب سے بڑا حاکم و شہنشاہ ہے۔ وہی الحکم والامر ہے ہر چیز پر اس کی حکمرانی ہے۔ دنیا اور اس کی بادشاہیاں فانی ہیں اور وہ جو زمین پر اپنی شہنشاہی و جہانبانی کا دعویٰ کرتے ہیں فنا ہو جانے والے ہیں۔ ثبات اللہ کی ذات پاک کو ہے۔ آج خدا کی حکومت اور دنیوی شہنشاہوں میں ایک جنگ جاری ہے۔ شیطان کا تخت زمین کے سب سے بڑے حصے پر بچھا دیا گیا ہے اور اس کی وراثت اس کے بچاریوں میں تقسیم کر دی گئی ہے۔ شیطانی قوتیں چاہتی ہیں خدا کی حکومت کو ختم کر دیا جائے۔ لیکن خدا کی حکومت کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔ شیاطین دنیا ہی ختم ہو جائیں گے۔

اور جس دن آسمان ایک بادل کے ٹکڑے کی طرح پھٹ جائے گا اور اس بادل کے اندر سے فرشتے جوق در جوق اتارے جائیں گے۔ اس دن کسی بادشاہ کی بادشاہت باقی نہ رہے گی صرف خدائے رحمٰن ہی کی حکومت ہو گی اور یاد رکھو کہ وہ دن کافروں کے لئے بہت ہی سخت ہو گا۔ قرآن کہتا ہے:

ویوم تشقق السماء بالغمام ونزل الملائکۃ تنزیلا۔ الملک یومئذ الحق للرحمٰن وکان یوما علی الکافرین عسیرا ۝

اے ہمارے حقیقی بادشاہ ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو تیری بادشاہت کا اعلان کر رہا تھا۔ تیری عظمت و جبروت کی منادی کر رہا تھا۔ اسے ہمارے ایک ہی بادشاہ کہ ہم نے تیری بادشاہت قبول کر لی اور ایمان لائے، تجھ پر، تیرے رسول پر، تیرے دین اسلام پر، تیری کتاب القرآن پر۔ ہم تیری لیے تیرے دین کی تیرے رسول کی، تیری کتاب کی سربلندی کے لئے تیری بادشاہت کے باغیوں سے الجھ گئے ہیں ہمیں فتح و نصرت دے۔ کیونکہ تو ہی عزت دینے والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم انسانیت کے لئے فضائل و مکارم اخلاق کا بہترین نمونہ تھے۔ صاحب خلق عظیم، خلق القرآن۔ اگر آنحضرت کے اخلاق دیکھنا ہوں تو قرآن دیکھ لیں۔ اس کتاب مرقوم کا وہ ایک ظل مجسم اور اس کے عملی نمونے کی ایک لوح محفوظ تھے جس وجود مبارک کو پوری اولاد آدم کے لئے قیامت تک اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا۔ اس کی حیثیت اس کے سوا ہو بھی کیا سکتی تھی اس کا پہلا شاہد قرآن پاک ہے :

و انک لعلیٰ خلق عظیم ٥ (سورۂ قلم : ۴)

(اے پیغمبر) تم اعلیٰ اخلاق پر پیدا ہوئے۔

فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم و لو کنت فظاً غلیظ القلب لا نفضوا من حولک ٥ (آل عمران : ۱۵۹)

(اے پیغمبر) خدا کی یہ بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لئے اس قدر نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔ کج خلق اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمھارے پاس سے ہٹ جاتے۔

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم ٥ (توبہ ۱۲۸)

(مسلمانو) تمھارے پاس اللہ کا رسول آگیا ہے۔ جو تم ہی میں سے ہے۔ تمھارا رنج و کلفت میں پڑنا اس پر بہت شاق گزرتا ہے۔ وہ تمھاری بھلائی کا بھوکا ہے۔ مومنوں کے لئے نہایت شفیق و رحیم ہے۔

حضور صلعم کے اپنے ارشادات ملاحظہ ہوں :

بعثت لاتمم حسن الاخلاق انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ٥

میں اخلاق کی تعلیم کے لئے بھیجا گیا ہوں - میں تو اسی لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کا معاملہ درجہ اتمام پر پہنچاؤں - رسول اللہ صلعم کی بعثت کی خبر حضرت ابوذر غفاریؓ تک پہنچی تو انہوں نے اپنے بھائی کو تحقیق احوال کے لئے مکہ مکرمہ بھیجا - بھائی نے مکہ مکرمہ سے مراجعت پر ابوذرؓ کو ان الفاظ میں اطلاع دی -

رایتہ یامر بمکارم الاخلاق ٥

میں نے آپ کو دیکھا آپ اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں ٥

یہ بعثت کے بالکل ابتدائی دور کا واقعہ ہے اس دور میں بھی جس کسی کی نظر آپ پر پڑی، آپ میں جو نمایاں ترین وصف نظر آیا اسے فضائل اخلاق ہی سے تعبیر کیا گیا ہے ؛

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے جس کی تعلیم کی خصوصیت کبریٰ یہ ہے کہ وہ انسان کو سلامتی کی راہ دکھاتا ہے۔ اس کا بتایا ہوا راستہ نوع انسانی کو اس منزل تک لے جاتا ہے جسے دارالسلام یعنی امن و سلامتی کا گھر کہا جاتا ہے۔

اسلام کے بھیجنے والے خدا کی ایک صفت المومن ہے جس کے معنی ہیں امن عالم کی ضمانت دینے والا۔ اور اس کے ماننے والے امن کے ذمہ دار اور مسلم کہلاتے ہیں اسلام کی بنیادی تعلیم امن و سلامتی کا پیام ہے۔ وہ فساد برپا کرنے والوں کو خدا کے عذاب کا مستحق قرار دیتا ہے۔ اسلام امم سابقہ اور اقوام گذشتہ کی تباہیوں اور بربادیوں کی عبرت انگیز داستانیں بیان کرتا ہے تو اس لئے کہ اس حقیقت کو واضح کر دیا جائے کہ فتنہ و فساد شرف انسانیت کے کس قدر خلاف ہے بعثت نبی اکرم کی غایت اور اسلام کے ظہور کا مقصد صرف یہی تھا کہ اس زمانہ میں دنیا نے فکر و عمل کے ہر گوشے میں فساد رونما ہو چکا تھا اور فساد کو مٹانے کے لئے نظام خداوندی کی ضرورت تھی۔ اسلام کی دعوت کی پہلی آواز یہی تھی کہ اللہ کی زمین میں فساد مت برپا کرو۔ اسی لئے وہ فساد کو ایمان و عمل صالح کی ضد قرار دیتا ہے کہ یہ دونوں ایک جگہ اکھٹے نہیں ہوسکتے۔ لیکن زمانہ کی جہالت اور تعصب نے اسلام کے خلاف جو فرد جرم مرتب کی ہے اس میں سرفہرست یہ لکھا ملتا ہے کہ اس میں دوسروں کو بہ جبر مسلمان کیا جاتا ہے اور اسلام بزور شمشیر پھیلایا جاتا ہے۔ کہنے والوں نے تو یہاں تک کہا ہے کہ رسول اللہ صلعم "تلوار ہاتھ میں لے کر خطبہ دیا کرتے تھے اور بعض مساجد میں "تلوار ہاتھ میں لے کر خطبہ دینا سنت سمجھا جاتا تھا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضور سرور کائنات صلعم جمعہ کے روز لوگ مسجد

میں جمع ہو جاتے تو تشریف لاتے ۔ لوگوں کو سلام کرتے ۔ منبر پر جا کر حاضرین کی طرف متوجہ
ہوتے تو پھر سلام کہتے ۔ اذان کے بعد خطبہ شروع کر دیتے ۔ جو بہت مختصر اور جامع ہوتا اور
اس کی ابتدا ہمیشہ حمد و ثنا سے ہوتی ۔ فرماتے نماز کا طول اور خطبے کا اختصار آدمی کے تفقہ
کی دلیل ہے ۔ جب تک مسجد میں منبر نہیں بنا تھا عصا ہاتھ میں رہتا ۔ منبر بن گیا تو عصا کی ضرورت
نہ رہی ۔ میدان جہاد میں خطبہ دیتے تو کمان پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو جاتے ۔ خدا جانے یہ
خیال کہاں سے پیدا کر لیا گیا کہ حضور صلعم تلوار ہاتھ میں لے کر خطبہ دیا کرتے تھے ۔ یہ الزام
زندہ شہادت ہے اس حقیقت کی کہ انسان جب جوش انتقام اور جذبہ مخالفت سے اندھا
ہو جاتا ہے ۔ تو کس طرح ان حقائق کی طرف سے آنکھیں موندھ لیتا ہے جو چھپائے چھپ
نہیں سکتے ۔ اور کس طرح اس واضح تعلیم سے چشم پوشی کرتا ہے ۔ جو بلا تاویل و تفسیر اپنے
آپ کو ہر دیدہ بینا کے سامنے بے نقاب پیش کر رہی ہے ۔

قرآن کریم کوئی کتاب مستور نہیں جس کی رسائی صرف خواص تک ہو ، کوئی باطنی تعلیم نہیں
جو دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھی جائے ۔ کسی مشکل زبان میں نہیں کہ اس کا مطلب سمجھ
میں نہ آسکے ۔ جس کا جی چاہے اسلام کی حقیقت و اصلیت معلوم کرنے کے لئے اس کا مطالعہ
کرے ۔ جہاد اسلامی کی وسعت نے آپ کی اخلاقی طاقت کو اور بھی مستحکم و استوار کر دیا ۔
آنحضرت کا معمول تھا کہ جب مجاہدین جہاد کے لئے روانہ ہوتے تو آپ ان کو ہدایت فرماتے
کہ وہ عورتوں ، بچوں ، بوڑھوں اور ان پر جو تلوار نہ اٹھانا چاہیں تلوار نہ اٹھائیں ۔

یہاں پوری تفصیل کا موقع نہیں ۔ اختصاراً صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اسلام کی دعوت
توحید و خدا پرستی محض اس معنی میں ایک مذہبی عقیدے کی دعوت نہ تھی جس میں عام طور
پر مذہبی عقائد کی دعوت ہوا کرتی ہے ۔ بلکہ حقیقت میں یہ ایک اجتماعی انقلاب کی دعوت
تھی ۔ اس کی ضرب بلا واسطہ ان طبقوں پر پڑتی تھی جنھوں نے مذہبی رنگ میں مختلف روپ
دھار کر عامۃ الناس کو اپنا بندہ بنا لیا تھا جو اعلانیہ ارباب " ارباب من دون اللہ " بنے
ہوتے تھے ۔ دنیا سے اپنے پیدائشی یا طبقاتی حقوق کی بنا پر اطاعت و بندگی کا مطالبہ
کرتے تھے اور صاف کہتے تھے کہ ———

مالکم من الٰہ غیری اور انا ربکم الاعلیٰ

اور انا احی و امیت

اور من اشد منا قوۃ

اور کسی جگہ انھوں نے عامۃ الناس کی جہالت کو استعمال (EXPLOIT) کرنے کے لئے بتوں اور ہیکلوں کی شکل میں مصنوعی خدا بنا رکھے تھے جن کی آڑ میں وہ اپنے خداوندی حقوق بندگان خدا سے تسلیم کراتے تھے۔ پس کفر و شرک اور بت پرستی کے خلاف اسلام کی دعوت اور خدائے واحد کی بندگی و عبودیت کے لئے اسلام کی تبلیغ براہ راست حکومت اور اس کو سہارا دینے والے یا اس کے سہارے چلنے والے طبقوں کی اغراض سے متصادم ہوتی تھی اسی وجہ سے جب کبھی کسی نبی نے

یا قوم اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ

کی صدا بلند کی حکومت وقت فوراً ان کے مقابلے میں آن کھڑی ہوئی اور تمام ناجائز انتفاع کرنے والے طبقے اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ یہ محض ایک مابعد الطبیعی قضیہ (Metaphysical Proposition) کا بیان نہ تھا بلکہ ایک اجتماعی انقلاب کا اعلان تھا اور انبیا علیہم السلام سب کے سب انقلابی لیڈر تھے۔ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے انقلابی لیڈر۔ لیکن جو چیز دنیا کے عام انقلابیوں اور خدا پرست انقلابی لیڈروں کے درمیان واضح خط امتیاز کھینچتی ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے انقلابی لوگ خواہ کتنے ہی نیک نیت کیوں نہ ہوں، عدل اور توسط کے صحیح مقام کو نہیں پا سکتے۔ وہ یا تو خود مظلوم طبقوں میں سے اٹھتے ہیں یا ان کی حمایت کا جذبہ لے کر اٹھتے ہیں اور پھر سارے معاملات کو انہی طبقوں کے نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی نظر غیر جانبدارانہ اور خالص انسانیت کی نظر نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک طبقے کی طرف غصہ و نفرت کا اور دوسرے طبقے کی طرف حمایت کا جذبہ لئے ہوتے ہوتی ہے وہ ظلم کا ایسا علاج سوچتے ہیں جو نتیجۃً ایک جوابی ظلم ہوتا ہے۔ ان کے لئے انتقام، حسد اور عداوت کے جذبات سے پاک ہو کر ایک ایسا معتدل اور متوازن اجتماعی نظام تجویز کرنا ممکن نہیں ہوتا

جس میں مجموعی طور پر تمام انسانوں کی فلاح ہو۔ بخلاف اس کے انبیا علیہم السلام خواہ کتنے ہی ستائے گئے ہوں۔ اور کتنا ہی ان پر اور ان کے ساتھیوں پر ظلم کیا گیا ہو۔ ان کی انقلابی تحریک میں کبھی ان کے شخصی جذبات کا اثر نہیں آنے پایا۔ وہ براہ راست خدا کی ہدایت کے تحت کام کرتے ہیں۔ اور خدا چونکہ انسانی جذبات سے منزہ و مبرا ہے۔ کسی انسانی طبقے سے اس کا مخصوص رشتہ نہیں نہ کسی دوسرے انسانی طبقے سے اس کو کوئی شکایت و عداوت ہے۔ اس لئے خدا کی ہدایت کے تحت انبیا علیہم السلام تمام معاملات کو بے لاگ انصاف کے ساتھ اس نظر سے دیکھتے تھے کہ تمام انسانوں کی مجموعی فلاح و بہبود کس چیز میں ہے کس طرح ایک ایسا نظام بنایا جائے۔ جس میں ہر شخص اپنی جائز حدود کے اندر رہ سکے۔ اپنے جائز حقوق سے متمتع ہو سکے۔ اور افراد کے باہمی روابط نیز فرد اور جماعت کے باہمی تعلق میں کامل توازن قائم ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیا علیہم السلام کی انقلابی تحریک کبھی طبقاتی نزاع (CLASS WAR) میں تبدیل نہ ہونے پائی۔ انہوں نے اجتماعی تعمیر نو اس طرز پر نہیں کی کہ ایک طبقے کو دوسرے طبقے پر مسلط کر دیں۔ بلکہ اس کے لئے عدل کا ایسا طریقہ اختیار کیا جس میں تمام انسانوں کے لئے ترقی اور مادی و روحانی سعادت کے یکساں امکانات رکھے گئے تھے۔

لہذا اسلام محض ایک مذہبی عقیدہ اور چند عبادات کا مجموعہ نہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا۔ بلکہ وہ ایک جامع سسٹم ہے جو دنیا سے زندگی کے تمام ظالمانہ اور مفسدانہ نظامات کو مٹانا چاہتا ہے اور ان کی جگہ اپنا ایک اصلاحی پروگرام نافذ کرنا چاہتا ہے۔ جس کو وہ انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے سب سے بہتر سمجھتا ہے۔ اس تخریب و تعمیر اور انقلاب و اصلاح کے لئے وہ کسی ایک قوم یا گروہ کو نہیں بلکہ تمام انسانوں کو دعوت دیتا ہے۔ وہ خود ان ظالم طبقوں اور ناجائز انتفاع کرنے والے گروہوں کو پکارتا ہے کہ آؤ اس جائز کے حد اندر رہنا قبول کر لو جو تمہارے خالق نے تمہارے لئے مقرر کی ہے۔ اگر تم عدل اور حق کے نظام کو قبول کر لو گے۔ تو تمہارے لئے امن اور سلامتی ہے یہاں کسی انسان سے دشمنی نہیں۔ دشمنی جو کچھ بھی ہے ظلم سے ہے فساد سے ہے۔ بداخلاقی سے ہے۔ اس بات سے ہے کہ کوئی شخص اپنی فطری حد سے تجاوز کر کے وہ کچھ حاصل کرنا چاہے جو فطرت اللہ کے لحاظ سے اس کا نہیں ہے

یہ دعوت جو لوگ بھی قبول کرلیں وہ خواہ کسی طبقے، کسی نسل، کسی قوم اور کسی ملک کے ہوں یکساں حقوق اور مساویانہ حیثیت سے اسلامی جماعت کے رکن بن جاتے ہیں۔ اور اس طرح وہ بین الاقوامی انقلابی پارٹی تیار ہوتی ہے۔ جسے قرآن "حزب اللہ" کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اور جس کا دوسرا نام امت مسلمہ ہے اور قرآن اس کی پیدائش کا ایک مقصد بیان کرتا ہے اور وہ یہ ہے:

کنتم خیر امۃٍ اُخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللّٰہ ط

(آل عمران ۱۱۰)

(ترجمہ)

تم وہ بہترین امت ہو جسے نوع انسانی کے لئے نکالا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔

یہ خدائی فوجداروں کی جماعت ہے۔

لتکونوا شھدآء علی الناس ہ

اور اس کا کام یہ ہے کہ دنیا سے ظلم، فتنہ فساد، بداخلاقی اور ناجائز انتفاع کو بزور مٹا دے۔ ارباب من دون اللہ کی خداوندی کو ختم کر دے اور بدی کی جگہ نیکی قائم کرے۔

قاتلوا ھم حتیٰ لاتکون فتنۃٌ ویکون الدین للّٰہ ۔ الاتفعلوہ تکن فتنۃٌ فی الارض وفسادٌ کبیرٌ۔ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلّہٖ ولوکرہ المشرکون ہ

كتاب انزلناه اليك لتخرج الناس من الظلمات الى النور ۝

(ترجمہ) قرآن ایک کتاب ہے جو تم پر نازل کی گئی اس لئے کہ انسان کو تاریکی سے نکالے اور روشنی میں لائے

انسانی اعمال کی خواہ کوئی شاخ ہو ہم تو اسے مذہب ہی کی نظر سے دیکھتے ہیں ہمارے پاس اگر کچھ ہے تو صرف قرآن ہی ہے - اس کے سوا ہم کچھ نہیں جانتے ساری دنیا کیطرف سے ہماری آنکھیں بند ہیں - اور تمام آوازوں سے کان بہرے ہیں اگر دیکھنے کے لئے روشنی کی ضرورت ہے تو یقین کیجئے کہ ہمارے پاس تو "سراج منیر" کی بخشی ہوئی ایک ہی روشنی ہے ہم نے جو کچھ لیا ہے - جو کچھ سیکھا ہے اسی روشنی سے لیا اور سیکھا ہے - ہمارے عقائد میں تو ہر وہ خیال جو قرآن کے سوا اور کسی درس گاہ سے حاصل کیا گیا ہو - ایک کفر صریح ہے

اسلام انسان کے لئے ایک جامع اور اکمل قانون لے کر آیا اور انسانی اعمال کا کوئی مناقشہ ایسا نہیں ہے جس کے لئے وہ الحکم نہ ہو - وہ اپنی تعلیم توحید الملی میں نہایت غیور ہے اور کبھی پسند نہیں کرتا کہ اس کی چوکھٹ پر جھکنے والے کسی دوسرے دروازے کے سائل بنیں

مسلمانوں کی اخلاقی زندگی ہو یا علمی، سیاسی ہو یا معاشرتی ، دینی ہو یا دنیوی ، حاکمانہ ہو یا محکومانہ وہ ہر زندگی کے لئے ایک اکمل ترین قانون اپنے اندر رکھتے ہیں - اگر ایسا نہ ہوتا - تو اسلام دنیا کا آخری و عالمگیر مذہب نہ ہوتا - وہ خدا کی آواز ہے اور اس کی تعلیم گاہ خدا کا حلقہ درس ہے - جس نے خدا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا - وہ پھر کسی انسانی دستگیری کا محتاج نہیں -

یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ہر جگہ اپنے تئیں امام مبین، حق الیقین، حادی بجز لیہ اور اسی طرح کے ناموں سے یاد کیا ہے اکثر موقعوں پہ کہا کہ وہ ایک روشنی ہے اور روشنی جب نکلتی ہے تو ہر طرح کی تاریکی دور ہو جاتی ہے خواہ مذہبی گمراہیوں کی ہو خواہ سیاسی۔

بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور ہر بات کو بیان کرنے والی کتاب آئی ہے۔ اللہ اس کے ذریعے سے سلامتی کے راستوں پر ہدایت کرتا ہے اور ہر طرح کی گمراہی کی تاریکی سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لاتا ہے اور صراط مستقیم پر چلاتا ہے۔

دنیا میں کون سی کتاب ہے جس نے خود اپنی زبان سے اپنی نسبت ایسے عظیم الشان دعوے کئے ہوں۔ قرآن سبل السلام کے لئے ہادی ہے۔ کہ وہ تمام سلامتی کی راہوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور اگر مسلمانوں کے سامنے سیاسی اعمال کی بھی کوئی راہ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی سلامتی ان کو قرآن کریم سے نہ ملے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری سیاسی گمراہیاں صرف اس لئے ہیں کہ ہم نے قرآن کے دست راہنما کو اپنا ہاتھ سپرد نہیں کیا۔ ورنہ تاریکی کی جگہ آج ہمارے چاروں طرف روشنی ہوتی۔ آخر میں کہہ دیا کہ وہ صراط مستقیم پر لے جانیوالی ہے اور صراط المستقیم کی اصطلاح قرآن کی زبان میں ایسی جامع و مانع ہے کہ ساری دنیا اسی کے اندر سمجھیئے۔

ایک جگہ فرمایا:

اے پیغمبر ہم نے تجھ پر کتاب اتاری جو ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کر دینے والی ہے اور نیز ہدایت بخش اور رحمت اور خوشخبری ہے، مسلمانوں کے لئے۔

سورۂ یوسف کے آخری رکوع میں فرمایا:

قرآن کوئی بنائی ہوئی بات نہیں ہے بلکہ جو صداقتیں اس سے پہلے کی موجود ہیں ان کی تصدیق کرتا ہے اور اس میں ارباب ایمان کے لئے ہر چیز کا تفصیل بیان اور ہدایت اور رحمت ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوا:

❁ ہم نے انسان کے سمجھانے کے لئے اس قرآن میں سب طرح کی مثالیں بیان کر دی ہیں تا کہ لوگ نصیحت حاصل کریں ۔

ان آیات میں قرآن حکیم کا دعویٰ بالکل صاف ہے وہ ہر طرح کی تعلیمات کے لئے اپنے تئیں ایک کامل معلم ظاہر کرتا ہے ۔ پھر اس کی تعلیم صاف اور غیر پیچیدہ ہے ۔ بشرطیکہ اس پر تدبر اور تفکر کیا جائے ۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ اس کتاب کے پیرو اپنی زندگی کے ایک ضروری شعبہ یعنی سیاسی اعمال کے لئے دوسروں کے دروازوں کے سائل بنیں ۔ حالانکہ خود قرآن ان کے پاس ایک حکم اور ایک امام مبین ہے ۔

وکل شیئ احصینٰہ فی امامٍ مبین ٥

اور ہر شے کو ہم نے اس کتاب واضح (قرآن) میں جمع کر دیا)

دوسری جگہ اس کو تمام امور کے لئے قول فیصل بیان کیا :

انہ لقول فصل و ما ھو بالھزل ٥

(بیشک یہ قرآن ایک قول فیصل ہے تمام اختلافات و اعمال کے لئے اور کوئی بے معنی اور فضول بات نہیں)

مسلمانوں کی ساری مصیبتیں صرف اسی غفلت کا نتیجہ ہیں ۔ کہ انھوں نے اس الٰہی تعلیم گاہ کو چھوڑ دیا اور سمجھنے لگے کہ صرف روزہ نماز کے مسائل کے لئے اس کی طرف نظر اٹھانے کی ضرورت ہے وہ جس قدر قرآن سے دور ہوتے گئے اتنا ہی تمام دنیا ان سے دور ہوتی گئی اور جس راہ میں قدم اٹھایا گمراہی کی ظلمت سے دوچار ہوتے ۔

نزول قرآن کے وقت اگر مشرکان مکہ قرآن کی تلاوت کے وقت کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے تھے یا کعبہ کے اندر شور مچاتے اور تالیاں بجاتے تھے کہ اس کی آواز کسی کے سننے میں نہ آتے تو آج خود مسلمان کانوں کی جگہ دلوں کو بند کئے ہوتے ہیں ۔ اور شور مچانے کی جگہ خاموش ہیں ۔ لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ جو مسلمان اپنے کسی عمل و اعتقاد کے لئے بھی اس کتاب کے سوا کسی دوسری جماعت یا تعلیم کو اپنا راہنما بنائے وہ مسلم نہیں بلکہ شرک فی صفات اللہ کی طرح شرک فی صفات القرآن کا مجرم ہے اور مشرک ہے ۔

اسلام کی اساس اولین اصول توحید ہے وہ سکھلاتا ہے کہ صرف خدا کو مانو اور صرف خدا کے آگے جھکو۔ اسی سے مدد مانگنی چاہیئے اور اسی کی اعانت پر اعتماد کرنا چاہیئے۔

جس طرح خدا کی ذات کو ایک ماننا توحید میں داخل ہے اسی طرح اس کی صفات میں کسی دوسری ہستی کو شریک نہ کرنا جزو توحید ہے۔ پس خدا کے سوا کوئی نہیں جس کا حکم انتہائی حکم ہو۔ کوئی نہیں جو عاجزی اور تذلل کا مستحق ہو، کوئی نہیں جس کی جبروت و عظمت کے آگے چوں و چرا کی گنجائش نہ ہو۔ کوئی نہیں جو ڈرنے اور خوف کرنے کے لائق ہستی ہو۔

اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو خیر الامم بنایا اور دنیا میں اپنی نیابت اور خلافت بخشی۔ پس اپنے درجہ کو ہر مسلمان محسوس کرے۔ اور افسردگی، بے ہمتی، خوف و مرعوبیت کی جگہ اپنے اندر بلندی، خودداری، طاقت اور استحکام پیدا کرے۔

خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کو ایک عادلانہ قوت قرار دیا ہے اور فرمایا کہ

وجعلنٰکم امۃً وسطاً

ان کا ہر کام عدل و اعتدال پر مبنی ہوگا پس مسلمانوں کو ہر موقع پر میانہ روی اور اعتدال کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

مسلمان دنیا میں صلح و امن کا پیام ہیں۔ انہوں نے تلوار بھی اٹھائی ہے تو صلح کی حمایت میں۔ پس فتنہ و فساد اگر اوروں کے لئے معیوب و جرم ہے تو ان کے لئے تو معصیت اور فسق ہے۔ دنیا میں جن قوموں نے فتنہ و فساد اختیار کیا وہ قہر الٰہی مغضوب و مردود ہو گئے۔

مسلمان دنیا میں خدا کے پاس اس امر کے ذمہ دار ہیں کہ نیکی کی حفاظت کریں اور فساد کو روکیں اور ہر اچھی بات کرنے والوں کے وہ مددگار رہیں خواہ وہ کوئی قوم ہو یا حکومت

قرآن انتظام عالم کے ضروری سمجھتا ہے کہ شخصی استیلا و اقتدار کی مخالفت کرے اس کی تعلیم یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی نہیں جو انسانوں کو محض اپنی رائے اور خواہش کے بنائے ہوئے احکام کی تعمیل پر مجبور کرنے کا حق رکھتا ہے۔

جس چیز کا اختیار خود انبیاء کرام کو نہیں اس کا حق کسی دنیوی طاقت و حکومت کو بھی نہیں مل سکتا۔ البتہ وہ ملت اور جماعت کے اندر اپنی عقل کو مخفی بتلاتا ہے اور کہتا ہے :

یداللہ علی الجماعۃ ٥

"اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے"۔ پس اس کے نزدیک وہی حکومت جائز ہو سکتی ہے جو شخصی نہ ہو بلکہ کسی ملت اور قوم کے ہاتھ میں ہو۔ اسی بنا پر اس نے باہمی مشورے اور اجتماع کا حکم دیا ہے۔

وامرھم شوریٰ بینھم ٥

اور ان کو حکم دیا کہ آپس میں مشورہ کر کے تمام کام انجام دیں۔

قرآن حکیم ایک عظیم آسمانی صحیفہ ہے۔

جسے اللہ تبارک تعالےٰ نے انسانیت کے پیشوائے عظیم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔

یہ کتاب آسمانی کتابوں میں سے آخری کتاب ہے۔

یہ وہ کتاب ہے جس میں انسانیت کی فلاح و بہبود اور ترقی و عروج کے لئے راہنما اصول بیان کئے گئے ہیں۔

اس کتاب کی تعریف کرتے ہوئے خود اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدًی للمتقین ٥

یہ وہ کتاب ہے جو ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ یہ متقی و پرہیزگار لوگوں کے لئے ہدایت کے راستے متعین کرتی ہے۔

ہادیٔ اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اس کتاب کی حقیقت واضح کرتے ہوئے فرمایا۔

اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان دونوں چیزوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے ان پر عمل پیرا رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک اللہ تعالےٰ کی کتاب یعنی قرآن حکیم دوسری میری سنت یعنی میرا طریقہ زندگی۔

گویا قرآن شریف مسلمان معاشرہ کے لئے کتاب قانون کا درجہ رکھتا ہے جس کے اندر زندگی میں پیش آنے والے تمام معاشرتی و اقتصادی، سیاسی، اخلاقی مسائل، اعتقادات، عبادات کے واضح خطوط متعین و وضع کر دیئے گئے ہیں، جن کی بنیاد پر مسلمان ہر زمانہ میں ہر وقت ہر طرح کے مسائل تلاش کر سکتے ہیں۔

الغرض قرآن کریم مسلمانوں کے لئے مکمل ضابطہ حیات، آئین زندگی اور قانون معاشرت ہے۔

بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا:

اس بات سے ہر شخص آگاہ ہے کہ قرآن حکیم مسلمانوں کا ہمہ گیر ضابطہ حیات ہے یہ مذہبی ضابطہ بھی ہے اور سماجی بھی، دیوانی بھی اور فوجداری بھی، اور ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جو ہماری زندگی کی ایک ایک چیز کا بندوبست کرتا ہے۔ مذہبی مناسک و رسوم سے لے کر روزمرہ کے اعمال تک، روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت و صفائی تک، اجتماعی فرائض و حقوق سے لے کر انفرادی فرائض و حقوق تک اخلاقیات سے لے کر جرائم تک اور دنیا کی تعزیرات سے لے کر اُس دنیا کے مکافات تک، ہر چیز اس کے دائرہ کے اندر ہے۔ اسلام صرف روحانی حقائق و تعلیمات تک ہی محدود نہیں، بلکہ ایک مکمل نظام حیات ہے جو پورے اسلامی معاشرے کا بندوبست کرتا ہے اور زندگی کے ایک ایک شعبہ کا انتظام کرتا ہے۔

بقول حکیم الامت علامہ اقبال ہے:

تو همی دانی که آئین تو چیست
زیر گردون سر تمکین تو چیست
آن کتاب زندگی قرآن حکیم
حکمت او لایزال است و قدیم

اسلامی کانفرنس میں شرکت کیلئے ۳۷ ملکوں اور تنظیموں کے وفود لاہور پہنچ گئے
تحریک آزادی فلسطین اور موتمر عالم اسلامی کے وفود بطور مبصر شریک ہوئے

اسلامی سیکرٹریٹ کے زیر اہتمام لاہور میں ۲۲ فروری ۱۹۷۴ میں منعقد ہونے والی اسلامی سربراہ کانفرنس میں شرکت کے لئے مشرق وسطیٰ، افریقہ اور جنوبی ایشیا سے ۱۸ فروری تک ۳۷ اسلامی ملکوں اور تنظیموں کے سرکاری وفود لاہور پہنچ چکے تھے ان میں تحریک آزادی فلسطین اور موتمر اسلامی کے وفود بھی شامل تھے جو بطور مبصر کانفرنس میں شریک ہوئے

اس سلسلے میں متعدد عرب اماراتوں کے حکمران جن میں ابوظبی کے امیر شیخ زید بن سلطان بھی شامل تھے پہلے ہی یہاں پہنچ چکے تھے، جن سربراہوں کی آمد کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ ان میں سعودی عرب کے شاہ فیصل، مصر کے صدر انور السادات، لیبیا کے صدر قذافی، شام کے صدر حافظ الاسد، الجزائر کے صدر بومدین، سوڈان کے صدر جعفر النمیری، تحریک آزادی فلسطین کے سربراہ یاسر عرفات شامل تھے۔ عوامی جمہوریہ یمن کے وزیر اعظم علی ناصر محمد، ملائشیا کے وزیر اعظم تن عبدالرزاق اور لبنان کے وزیر اعظم صالح کی آمد بھی متوقع تھی۔ موتمر عالم اسلامی کے وفد کی قیادت مفتی اعظم فلسطین الحاج امین الحسینی کر رہے تھے۔

سربراہ کانفرنس کا ایجنڈا تیار کرنے کے لئے وزرائے خارجہ کے دو روزہ اجلاس میں شرکت کرنے والے ملکوں اور ان کے وفود کے قائدین کے نام حسب ذیل ہیں ان میں سے

بعض وفود کے قائدین نے سربراہ کانفرنس میں بھی اپنے ممالک کی نمائندگی کی :

۱ : جناب عزیز احمد وزیر مملکت برائے امور خارجہ و دفاع۔

۲ : ایران : جناب عباس علی خلعت باری وزیر خارجہ ۔

۳ : افغانستان : جناب عبدالرحمن پژ واک سفیر متعینہ دہلی ۔

۴ : ترکی : جناب اسمٰعیل اکیز نائب وزیر خارجہ (وزیر خارجہ توران گنیر کا انتظار ہے)

۵ : انڈونیشیا : جناب آدم ملک وزیر خارجہ ۔

۶ : ملائیشیا : جناب تنکو احمد رسار الدین وزیر اطلاعات ۔

۷ : عرب جمہوریہ مصر : جناب عبدالعزیز کمال نائب وزیر اعظم و وزیر اوقاف ۔
(وزیر خارجہ اسمٰعیل فہمی کا انتظار ہے)

۸ : سعودی عرب : جناب عمر ثقاف وزیر خارجہ

۹ : شام : جناب عبدالحلیم خدام وزیر خارجہ ۔

۱۰ : متحدہ عرب امارتیں : (ابوظبی، قطر، دوبئی، کویت، بحرین وغیرہ)
خلیفہ سویدان، وزیر خارجہ

۱۱ : یمن : جناب عبداللہ وزیر خارجہ ۔

۱۲ : عوامی جمہوریہ یمن : جناب محمد صالح مطیع وزیر خارجہ ۔

۱۳ : الجزائر : جناب عبدالحمید عجالی ڈائریکٹر جنرل وزارت ۔
سیاسی امور (وزیر خارجہ کی آمد کا انتظار ہے)

۱۴ : عرب جمہوریہ لیبیا : جناب ابو زید وردا وزیر اطلاعات و ثقافت ۔

۱۵ : مراکش : جناب احمد طیبی بنیہا وزیر خارجہ ۔

۱۶ : تونس : جناب حبیب شطی وزیر خارجہ ۔

۱۷ : سوڈان : جنرل عبید انڈر سیکرٹری وزارت خارجہ

۱۸ : لبنان : جناب فواد نافہ وزیر خارجہ ۱۹ : ابوظبی : وزیر خارجہ

۲۰ : اردن : جناب قیس عبدالمنان وزیر خارجہ ۔

۲۱ : دوبئی : سپیکر قومی اسمبلی ۲۲ : کویت : وزیر خارجہ

۲۳ : بحرین : ۲۴ : قطر :

۲۵ : موریطانیہ : محمدی المقناس وزیر خارجہ ۔

۲۶ : صومالیہ : جناب عمرات غالب وزیر خارجہ ۔ ۲۷ : گنی : جناب کیسکر ڈیرٹے وزیر خارجہ

۲۸ : گیبون : وزیر صنعت ۔

۲۹ : یوگنڈا : جناب ایم رمضان وزیر برائے مارکیٹنگ اینڈ کواپریشن ۔

۳۰ : سیرالیون : الحاج اے پی ایس جبنیجہ وزیر سماجی مذہبی و اسلامی امور

۳۱ : نائیجیریا : جناب بخاری صبو وزیر خارجہ ۔ ۳۲ : چاڈ : جناب چیرانی ڈرالٹا وزیر خارجہ

۳۳ : مالی : جناب بوبکارو سفیر متعینہ قاہرہ ۔

۳۴ : سینیگال : جناب سماسرے سفیر متعینہ تہران ۔

۳۵ : مسقط : وزیر خارجہ ۔

۳۶ : اردن : سید آباح سیکرٹری امور خارجہ داردن کے وزیر اعظم بھی لاہور پہنچ چکے تھے ۔

اسلامی سربراہ کانفرنس میں پاکستان کے وفد کی قیادت وزیر اعظم بھٹو نے کی ۔

اور مندرجہ ذیل حضرات بھی اسمیں شامل تھے :

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو (چیرمین) دفاع اور امور خارجہ کے وزیر مملکت مسٹر عزیز احمد (ڈپٹی چیرمین) وزیر اعظم کے معاون خصوصی برائے اطلاعات مسٹر یوسف بچ ، وزارت خزانہ کے سیکرٹری جنرل مسٹر اے جی این قاضی ، وزارت خارجہ کے سیکرٹری مسٹر آغا شاہی ، جنیوا میں پاکستان کے سفیر اور مستقل نمائندے برائے اقوام متحدہ مسٹر نیاز اے نائیک اور وزارت خارجہ میں افسر بکار خاص مسٹر ایم یونس ۔

وفود کے قائدین کے بیانات

مفتی اعظم فلسطین مصر کی حیثیت سے کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے تشریف لائے۔
ان کے چھ رکنی وفد میں حیدر الحسینی ۔خالد عالیہ (عراق) ظہیرالدین قاضی اور آفتاب قریشی (پاکستان) بھی شامل تھے۔

مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی نے اخبار نویسوں کو بیان دیتے ہوئے کہا:
پاکستان نے اسلامی دنیا کے لئے جو عظیم خدمات انجام دی ہیں مسلمان ممالک اس کے لئے بیحد ممنون ہیں انہوں نے کہا کہ پاکستان ہمیشہ ہر میدان میں اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت کے لئے پیش پیش رہا ہے۔ مفتی اعظم آج یہاں ہوائی اڈے پر اخبار نویسوں سے باتیں کر رہے تھے۔ وہ اسلامی سربراہ کانفرنس میں فلسطینی عوام کے مندوب کی حیثیت سے شریک ہوں گے۔

مفتی صاحب نے کہا کہ سربراہ کانفرنس سے صرف اسلامی دنیا میں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ بلکہ اس سے پوری دنیا مستفیض ہو گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام نے امن کا درس دیا ہے جو ساری دنیا کے لئے ہے۔ مفتی صاحب نے کہا کہ وہ لاہور میں آ کر بے حد خوش ہوئے ہیں۔ لاہور شاعر مشرق علامہ اقبال کا شہر ہے۔ جنہوں نے اسلامی اتحاد کو اپنے شاعرانہ پیغام کی بنیاد بنایا ہے۔ انہوں نے کہا علامہ اقبال نے ۱۹۳۱ میں مسلم کانفرنس میں شرکت کی تھی۔ جو بیت المقدس میں ہوئی تھی اور وہ کانفرنس کے ایگزیکٹو رکن بھی منتخب ہوئے تھے۔ مفتی اعظم نے مسلمانوں کے مسائل پر غور کرنے اور ان کے مثبت حل تلاش کرنے کے لئے اسلامی سربراہ کانفرنس بلانے پر حکومت پاکستان کا دلی شکریہ بھی ادا کیا۔

سربراہ کانفرنس سے مسلم اتحاد اور مشرق وسطیٰ کے مسئلہ پر عربوں کا موقف مستحکم ہوگا ——— فواد نافہ

لبنان کے وزیر خارجہ فواد نافہ نے کہا ہے کہ حکومت لبنان مسلمان کے عالمی اتحاد کی حامی اور مشرق وسطیٰ اور فلسطین کے مسائل کے متعلق مسلمانوں کے موقف اور مقاصد سے پوری طرح اتفاق رکھتی ہے۔ اسلامی سربراہ کانفرنس میں شرکت کے لئے لبنان کے نو اعلیٰ حکام پر مشتمل وفد کے ہمراہ لاہور پہنچنے پر اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے لبنان کے وزیر خارجہ نے کہا: لبنان عربوں کے موقف کا پرجوش حامی ہے اور فلسطین سمیت تمام مقبوضہ عرب علاقوں سے اسرائیلی فوج کی واپسی پر زور دیتا ہے لاہور کے ہوائی اڈے پر لبنان کے وزیر خارجہ فواد نافہ کا استقبال پنجاب کے وزیر آبپاشی ڈاکٹر عبدالخالق اور دوسرے حکام نے کیا۔

فواد نافہ نے توقع ظاہر کی کہ اسلامی کانفرنس سے مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کی جارحیت کو ختم کرانے کی راہ ہموار ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ عرب ملکوں سمیت تمام مسلمان ملکوں کے سربراہ اس موقع پر آپس میں سر جوڑ کر بیٹھیں گے اور مشرق وسطیٰ کے مسئلہ پر مشترکہ موقف اختیار کریں گے فواد نافہ نے کہا کہ فلسطین کا مسئلہ بہت صاف اور واضح ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ فلسطینیوں کو حق خود ارادیت ملنا چاہیئے۔ اب مسیحی ملکوں کے عوام اور حکومتیں بھی مشرق وسطیٰ اور فلسطین کے مسئلہ کو سمجھنے لگی ہیں اور وہ بھی فلسطینی عوام کے موقف کی حمایت کرنے لگی ہیں لبنان کے وزیر خارجہ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ اسلامی سربراہ کانفرنس میں کوئی دوسرا بھی مسئلہ پیش کریں گے انہوں نے کہا کہ سربراہ کانفرنس کے انعقاد کا مقصد مشرق وسطیٰ اور فلسطین کے مسائل پر تبادلہ خیال اور غور وخوض کرنا ہے اور میری حکومت ان مسائل پر عربوں کے موقف کی حمایت کرتی ہے ایک دوسرے سوال کے جواب میں فواد نافہ نے کہا کہ اس کانفرنس کے باعث سیاسی اور دوسرے شعبوں میں مسلمان ملکوں کے درمیان تعاون پیدا ہوگا۔

شام کے وزیر خارجہ عبدالحلیم خدام کا بیان

شام کے وزیر خارجہ عبدالحلیم خدام کے ہمراہ شامی وزارت خارجہ کے اعلیٰ افسر تھے
لبنان کے وزیر خارجہ طورد فلاح نو رکنی وفد کی قیادت کر رہے تھے۔ مراکشی وزیر خارجہ
احمد طیبی بن ہیمہ کے ہمراہ مراکشی وزیر اوقاف اور مراکشی وزیر اعظم کے سیکرٹری تھے ان
کے علاوہ ابوظبی کے وزیر پٹرولیم اور شیخ ابوظبی کے مشیر بھی لاہور پہنچ گئے۔ دس رکنی مصری
وفد، صومالیہ کا چار رکنی وفد، الجزائر کے دو افسر، متحدہ عرب امارت لیبیا کے دو مندوب
اور زائرے کے سفیر بھی لاہور آ گئے۔ اخبار نویسوں کی بڑی تعداد لاہور پہنچ گئی ہے ۔ یہ
اسلامی کانفرنس کی خبریں اپنے ملکوں کو بھیجیں گے۔ رات متحدہ عرب امارت کے وزیر خارجہ اور
وزیر اوقاف، سوڈان کی وزارت خارجہ کے انڈر سیکرٹری لاہور پہنچے تھے۔
ان کے علاوہ گنی کے وزیر خارجہ اور گیبون کے وزیر صنعت بھی آج لاہور پہنچے۔

اسلامی سربراہ کانفرنس قائداعظم کے خوابوں کی تعبیر ہے

مراکشی وزیر خارجہ

وزیر اعظم بھٹو اتحاد اسلامی کیلئے قائداعظم کا مشن پورا کر رہے ہیں

مراکش کے وزیر خارجہ احمد طیبی بن ہیم نے کہا ہے کہ لاہور میں منعقد ہونے والی اسلامی
سربراہ کانفرنس قائداعظم کے خوابوں کی تعبیر ہے انہوں نے کہا قائداعظم محمد علی جناح اسلامی
اتحاد کے بہت بڑے داعی تھے انہوں نے ملت اسلامیہ کے حقوق کی ہمیشہ ہی حمایت کی
وہ چاہتے تھے کہ تمام دنیا کے مسلمان متحد ہو جائیں اور ہر معاملے میں یک زبان ہو کر ایک
دوسرے کا ساتھ دیں۔ چنانچہ آج اسلامی سربراہ کانفرنس کی صورت میں ہم قائداعظم کی تعبیر
دیکھ رہے ہیں۔ کیونکہ یہ کانفرنس ایک ایسے ملک میں منعقد ہو رہی ہے جسے قائداعظمؒ
نے خود بنایا تھا۔

وزیر خارجہ مراکش نے کہا: مراکش کے عوام لاہور سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔

وہ یہاں کے عوام کے بھی بے حد مداح ہیں۔ ۱۹۲۱ میں جب فرانس نے مراکش پر حملہ کیا تھا تو لاہور کے عوام نے اس جارحیت کے خلاف زبردست مظاہرے کیے تھے انہوں نے کہا اس لحاظ سے بھی میں لاہور میں آکر بیحد خوش ہوا ہوں۔ انہوں نے کہا مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ وزیراعظم بھٹو قائداعظم کے مشن ہی کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

اسرائیل کو عربوں کے تمام علاقے خالی کرنے پڑیں گے

شامی وزیر خارجہ عبدالحلیم خدام نے لاہور پہنچنے پر کہا کہ ہم پاکستان کے مشکور ہیں جس نے اسلامی سربراہ کانفرنس کا اہتمام کیا جو عالم اسلام کے مسائل پر غور کرے گی۔ انھوں نے امید ظاہر کی کہ سربراہ کانفرنس سے جو ہمارے مشترکہ دشمن کے خلاف دیرپا اور دوررس نتائج برآمد ہوں گے، دوسرے اس کے باعث عالم اسلام کے سیاسی مسائل کے حل کی راہ نکل آئے گی۔

عربوں کے تمام علاقوں سے اسرائیلی فوجوں کو نکلنا پڑے گا۔ جولان پر صف آرائی کا خاتمہ اس مسئلے کے حل کی جانب ایک قدم ثابت ہوگا۔ اس سوال کے جواب میں کہ اگر جولان میں صف آرائی ختم کرنے کے لئے معاہدہ ہو گیا تو کیا امریکا کے خلاف تیل کی پابندی ختم کر دی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ تیل کا مسئلہ تیل پیدا کرنے والے ملکوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اور وہ ہی اس بارے میں کوئی فیصلہ کر سکتے ہیں۔ جب ان سے یورپی ممالک میں پیدا ہونے والے اس تاثر پر تبصرہ کرنے کے لئے کہا گیا کہ اگر جولان میں فوجوں کی علیحدگی کا مرحلہ طے ہو گیا تو تیل کی پابندی ختم ہو جائے۔

شامی وزیر خارجہ نے کہا کہ میں ایسا خیال نہیں کرتا اس سوال کے جواب میں سربراہ کانفرنس کے علاوہ کیا یہاں عرب سربراہ اجلاس کا کوئی امکان ہے تو انہوں نے یہ کہا کہ کانفرنس میں عرب سربراہ موجود ہوں گے۔ اس بارے میں وہی کچھ فیصلہ کر سکتے ہیں ٭

لیبیا نے ہمیشہ حق کا ساتھ دیا ہے

لیبیا کے وزیر اطلاعات و ثقافتی امور عمر لو زیر درد انے کہا ہے کہ لیبیا کے عوام اپنے پاکستانی بھائیوں کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں برادر ملک آپس میں محبت اور خلوص کے رشتہ میں منسلک ہیں وہ یہاں ایک استقبالیہ میں تقریر کر رہے تھے جو ان کے اور لیبیا کے صحافیوں کے وفد کے اعزاز میں پاکستان لیبیا اتحاد ایسوسی ایشن کی طرف سے دیا گیا۔

انہوں نے کہا کہ بنگلہ دیش کے بارے میں لیبیا کے موقف بالکل وہی ہے جو پاکستان کا ہے۔ لیبیا کی حکومت نے بنگلہ دیش کے بارے میں اپنا موقف بہت پہلے واضح کر دیا تھا، اور آج بھی وہ اس پر قائم ہے۔ انھوں نے وزیر اعظم بھٹو کے سیاسی تدبر کی تعریف کی اور مسلمان ملکوں کو متحد کرنے کی کوششوں کو سراہا انہوں نے کہا کہ وزیر اعظم بھٹو کا یہ کارنامہ سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ لیبیا کے وزیر اطلاعات نے کہا کہ لیبیا کی حکومت اور عوام یقین رکھتے ہیں کہ وزیر اعظم بھٹو کی کوششوں کی بدولت اسلامی کانفرنس کامیاب ہو جائے گی انھوں نے کہا کہ لیبیا حق کی حمایت کرتا رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیشہ پاکستان کی حمایت کرتا ہے انہوں نے کہا کہ سامراجی طاقتوں نے مسلم اتحاد کی قوت کو بہت پہلے بھانپ لیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ انھوں نے مسلمانوں کو کبھی متحد نہیں ہونے دیا۔

ہم پاکستان کے لئے محبت اور خیرسگالی کے جذبات لائے ہیں: عبد المنعم

اردن کے شاہ حسین کے ذاتی نمائندے اور بین الاقوامی امور کے مشیر مسٹر عبد المنعم رفاعی نے کہا کہ وہ وزیر اعظم بھٹو حکومت پاکستان اور پاکستان کے عوام کے لئے محبت اور خیرسگالی کے جذبات لائے ہیں اردن سے یہاں پہنچنے پر ہوائی اڈے پر اخباری نامہ نگاروں سے بات چیت کر رہے تھے وہ اسلامی ملکوں کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس میں اپنے ملک کے وفد کی قیادت کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ اردن کے عوام پاکستان کو اپنا وطن اور پاکستان کے

عوام کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں۔ وزیر اعظم بھٹو نے اسلامی کانفرنس کے انعقاد کے لئے جو کوششیں کی ہیں اور جس طرح وہ بار آور ہوئی ہیں اس پر وزیر اعظم مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اس کے علاوہ وزیر اعظم مسٹر بھٹو یہ بھی چاہتے تھے کہ یہ کانفرنس لاہور میں ہو۔ وزیر اعظم کا یہ جذبہ قابل قدر ہے اور ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

میں وزیر اعظم بھٹو اور پاکستانی عوام کیلئے نیک تمنائیں لایا ہوں

لاہور کے ہوائی اڈے پر مصر کے نائب وزیر اعظم ڈاکٹر کمال کا بیان

عرب جمہوریہ مصر کے نائب وزیر اعظم مسٹر عبدالعزیز کمال نے کہا کہ پاکستان میں ہونے والی اسلامی سربراہ کانفرنس کامیاب ہوگی۔ کانفرنس میں شرکت کے لئے لاہور پہنچنے کے بعد ہوائی اڈہ پر اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کانفرنس کی کامیابی کے لئے نیک خواہشات لے کر آیا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ پاکستان کے عوام اور وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے لئے مصر کے عوام اور حکومت کی نیک تمنائیں ساتھ ہیں۔

پاکستان انٹرنیشنل ائر لائنز کا بوئنگ جیٹ جب معزز مہمانوں کو لے کر لاہور کے ہوائی اڈہ پر اترا تو پاکستان کے وزیر مملکت برائے امور خارجہ مسٹر عزیز احمد نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔ طیارہ میں سب سے پہلے مصر کے نائب وزیر اعظم مسٹر عبدالعزیز کمال باہر آئے ان کے ساتھ اسی طیارہ میں جمہوریہ شام کے وزیر خارجہ جناب بدرا آغا، نائیجیریا کے وزیر خارجہ جناب بخاری سالیہ، ماریطانیہ کے وزیر خارجہ جناب حمدی المقناس اور صومالیہ کے وزیر خارجہ جناب عمر آرتے غالب بھی لاہور پہنچ گئے۔

جناب عزیز احمد معزز مہمانوں کو لے کر خصوصی لاؤنج میں آئے، یہاں مہمانوں کی تواضع کی گئی۔ وزارت خارجہ کے افسر مہمانوں کی دیکھ بھال کے لئے ہوائی اڈہ پر موجود تھے جناب عزیز احمد کے ہمراہ مصر کے نائب وزیر اعظم، جمہوریہ شام کے وزیر خارجہ، نائیجیریا کے وزیر خارجہ، ماریطانیہ اور صومالیہ کے وزیر خارجہ بھی تھے۔ یہاں اخبار نویسوں سے مصر کے نائب وزیر اعظم نے معزز مہمانوں کی جانب سے بات چیت کی۔

پاکستان نے ہمیشہ عربوں کے موقف کی حمایت کی ہے

الجزائر کانفرنس کو کامیاب بنانے کی پوری کوشش کریگا۔

عبدالحمید الجالی کا انٹرویو

الجزائر کی وزارت سیاسی امور کے ڈائریکٹر جنرل مسٹر عبدالحمید الجالی نے کہا ہے کہ پاکستان نے عربوں کے موقف کے سلسلہ میں مکمل یک جہتی کا جو اظہار کیا ہے۔ الجزائر کے عوام اس کے لئے بیحد شکرگزار ہیں۔ وہ کراچی سے لاہور پہنچنے پر اخباری نمائندوں سے باتیں کر رہے تھے اسلامی ملکوں کے وزرائے خارجہ کے اجلاس میں اپنے ملک کی نمائندگی کی۔ انھوں نے کہا کہ وہ اور ان کے وفد کے ارکان برادر ملک پاکستان آکر بہت خوش ہوتے ہیں کیونکہ پاکستانی عوام ہماری جنگ آزادی میں ہماری ہمیشہ حمایت کرتے رہے ہیں جب ان سے کانفرنس میں زیر بحث آنے والے اہم امور کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ کانفرنس وزیر اعظم بھٹو کے ایما پر بلائی گئی ہے۔ اور اس کا واحد مقصد یہ ہے کہ مشرق وسطیٰ کے سوال پر غور کیا جائے اس لئے کانفرنس میں مشرق وسطیٰ کے مسئلہ پر زیادہ توجہ دی جائے گی۔

مسٹر عبدالحمید الجالی نے کہا کہ میرا وفد کانفرنس کو زیادہ کامیاب بنانے کی پوری پوری کوشش کرے گا۔ ہم اسلامی ممالک میں بہتر اتحاد قائم کرنے کی بھی پوری پوری کوشش کریں گے اور اس سلسلہ میں کھلے دل سے متعلقہ امور پر تبادلہ خیال کیا جائے گا۔ انھوں نے مشرق وسطیٰ کے بارے میں ایک سوال پر بتایا کہ اس کا ابتدائی کام یہی ہو گا کہ اسرائیل کے قبضہ سے عربوں کے مقبوضہ علاقے خالی کرائے جائیں اور فلسطینیوں کے حقوق کو تسلیم کرایا جائے۔

بنگلہ دیش کا نمائندہ ہمارے ساتھ شاہی مسجد میں نماز جمعہ ادا کریگا: آدم ملک

انڈونیشیا کے وزیر خارجہ مسٹر آدم ملک نے یہاں پہنچنے پر اخباری نمائندوں کو بتایا کہ تمام اسلامی ملکوں کے سربراہ اور وزرائے خارجہ اور ان کے وفود کے ارکان ایک ساتھ نماز جمعہ

ادا کریں گے اور نمازیوں میں بنگلہ دیش کے نمائندے بھی شامل ہوں گے۔

ڈاکٹر آدم ملک نے بتایا کہ بنگلہ دیش کی حکومت نے انھیں یقین دہانی کرائی ہے کہ وہ یہ ضمانت دینے کو تیار ہے کہ سربراہ کانفرنس میں شرکت کے سلسلہ میں جو مسئلہ در پیش ہے اس کا تسلی بخش تصفیہ ہو جائے گا اس ضمن میں پاکستان کے ۱۹۵ جنگی قیدیوں پر مقدمے چلانے کے مسئلہ کا بطور خاص ذکر کیا گیا ہے ڈاکٹر آدم ملک نے کہا میں یہ سمجھتا ہوں کہ تسلی بخش تصفیہ سے مراد یہ ہے کہ پاکستان کے ۱۹۵ جنگی قیدیوں پر مقدمے نہیں چلائے جائیں گے۔

افغانستان مسلمان ممالک سے تعاون کے لئے تیار ہے

بھارت میں افغانستان کے سفیر مسٹر عبدالرحمن پژواک نے امید ظاہر کی ہے کہ اسلامی کانفرنس کامیاب ہوگی کیونکہ اس میں مشرق وسطیٰ کی صورت حال زیر بحث آئے گی جس کا حل بیحد ضروری ہے۔ سربراہ کانفرنس میں افغانستان کے وفد کی نمائندگی کے لئے دہلی سے لاہور پہنچنے کے بعد اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے یہ بات کہی، ہوائی اڈہ پر افغان سفیر کا استقبال پاکستان کے وزیر مملکت امور خارجہ مسٹر عزیز احمد، وزارت خارجہ کے افسروں اور پاکستان میں متعین افغان سفیر نے کیا۔

سربراہ کانفرنس کے لئے افغان وفد کے سربراہ نے کہا کہ مجھے پاکستان آ کر خوشی ہوئی ہے۔ یہ بات میرے لئے خوشی کا باعث ہے کہ میں مسلم سربراہ کانفرنس میں افغانستان کے سربراہ سردار داؤد اور افغان حکومت کی نمائندگی کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں امید ہے کہ سربراہ کانفرنس کامیاب ہوگی۔ اس میں مشرق وسطیٰ کے مسائل جو یقیناً بہت اہم ہیں اور جن کا حل بھی نہایت ضروری ہے زیر بحث آئیں گے۔ انہوں نے کہا کہ دنیا میں امن قائم رکھنے کے لئے بھی ضروری ہے کہ ان مسائل کا حل تلاش کیا جائے۔ افغان سفیر نے کہا کہ پاکستان سے افغانستان کے سیاسی اختلافات کے باوجود افغانستان کی عرب ممالک سے دوستی، اتحاد اور بھائی چارے کے لئے ہم نے مناسب سمجھا ہے کہ افغانستان کانفرنس سے باہر نہ رہے۔

انہوں نے کہا کہ افغانستان کو اسلامی سیکرٹریٹ کے علاوہ پاکستان کی جانب سے بھی دعوت نامہ ملا ہے ہمیں اس کی خوشی ہے اور اس لئے بھی ہم نے کانفرنس میں شرکت قبول کر لی ہے۔

حسن تہامی نے وزیر اعظم کو صدر بومدین اور صدر سادات کی کوششوں سے آگاہ کر دیا

۱۸ر فروری کو اسلامی سیکرٹریٹ کے سیکرٹری جنرل مسٹر حسن التہامی نے وزیر اعظم بھٹو سے ملاقات کی۔ اسلامی کانفرنس میں بنگلہ دیش کی شرکت کے مسئلہ پر بات چیت کی۔ مسٹر حسن التہامی نے وزیر اعظم بھٹو کو الجزائر کے صدر بومدین اور مصر کے صدر سادات کی ان کوششوں سے آگاہ کیا جو وہ بنگلہ دیش کو کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اسلامی کانفرنس کے انتظامات اور بعض دوسرے امور پر بھی بات چیت کی۔

ایران کے وزیر خارجہ مسٹر خلعت باری نے وزیر اعظم بھٹو سے ملاقات کی اور انہیں شہنشاہ ایران کے خاص پیغامات بنائے۔ ایرانی وفد کے دو ارکان اور پاکستان میں ایران کے سفیر مسٹر منوچہر ظلی بھی ان کے ساتھ تھے۔

بعد میں لیبیا کے وزیر اطلاعات مسٹر الزبید عمر دردا بھی وزیر اعظم سے ملنے گئے ان کے ہمراہ پاکستان میں لیبیا کے سفیر مسٹر ابراہیم الجربی اور وفد کے دوسرے ارکان بھی تھے۔

کانفرنس کے بعد عالم اسلام اسرائیلی جارحیت کے مقابلہ کیلئے تیار ہو جائے گا۔

عبدالحلیم الخدام کا انٹرویو

شام کے وزیر خارجہ عبدالحلیم الخدام نے کہا ہے کہ اگر سربراہ کانفرنس میں شریک عرب ممالک کے سربراہوں نے مناسب سمجھا تو کانفرنس کے بعد یا اس کے دوران عرب سربراہ کانفرنس کے انعقاد کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ آج اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لئے لاہور پہنچنے کے بعد ہوائی اڈہ پر اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے امید ظاہر کی کہ اسلامی سربراہ کانفرنس کے بہتر نتائج برآمد ہوں گے اور اس کے بعد مسلمان اسرائیل کی جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لئے بھی تیار ہوں گے۔

پاکستان نے عظیم خدمت انجام دی ہے : عبدالعزیز کامل

۱۳ مصر کے نائب وزیر اعظم جناب عبدالعزیز کامل نے کہا کہ لاہور میں ہونے والی اسلامی سربراہ کانفرنس دنیا کے ۷۰ کروڑ مسلمانوں کی نمائندگی کر رہی ہے اور پاکستان نے یہ سربراہ کانفرنس بلا کر مسلمانوں کی عظیم خدمت انجام دی ہے وہ آج یہاں لاہور ٹیلیویژن پر عربی میں تقریر کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا پاکستان کی قیادت عالم اسلام کی اس خدمت پر مبارکباد کی مستحق ہے۔ جناب کامل نے کہا کہ صدر سادات اور دریائے نیل کے کنارے آباد لوگ پاکستان کے عوام اور حکومت کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ حالیہ عرب اسرائیل جنگ میں مادر وطن کا دفاع کرنے والے فوجی بھی اسلامی سربراہ کانفرنس منعقد کرنے پر پاکستان کے شکر گزار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حالیہ جنگ سے عربوں کو نئی زندگی ملی ہے۔

ڈاکٹر کامل نے کہا کہ لاہور پہنچتے ہی میں بادشاہی مسجد گیا اور علامہ اقبال کے مزار پر فاتحہ پڑھی جنھوں نے مذہب اسلام کی بنیاد پر محبت اور اخوت کا پیغام دیا تھا جس کی بازگشت ابھی تک دنیا میں باقی ہے۔ انہوں نے کہا کہ قائداعظم نے بھی ہمیشہ برادرانہ تعلقات کی بنیاد پر مسلمانوں میں اتحاد قائم کرنے کی وکالت کی انھوں نے کہا کہ اسلامی سربراہ کانفرنس قائداعظم کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے اور فلسطینی عوام کے حقوق بحال کرنے کی کوشش کرے گی۔ مصر کے نائب وزیر اعظم نے کہا کہ علامہ اقبال کی تخلیقات پاکستان کی عظیم میراث ہیں۔

اسلامی کانفرنس عالم اسلام کے احیا کا نقطہ آغاز ثابت ہوگی

وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات اور اوقاف و حج مولانا کوثر نیازی نے کہا ہے کہ اسلامی کانفرنس سے عالم اسلام کے اتحاد کا وہ خواب شرمندہ تعبیر ہو رہا ہے جو شاعر مشرق علامہ اقبال نے دیکھا تھا انھوں نے کہا کہ یہ کانفرنس عالم اسلام کے عروج اور سربلندی کے احیا کا نقطہ آغاز ہے جس سے ترقی کا وہ سفر پھر سے شروع ہو جائے گا جس کا سلسلہ تقریباً ایک صدی پہلے

منقطع ہو گیا تھا انہوں نے ان تاثرات کا اظہار ڈنر میں شریک ملکی اور غیر ملکی صحافیوں کی بڑی تعداد سے خطاب کرتے ہوئے کہی ۔ مولانا نے اس تقریب کے دوران عرب ترکی ایران اور افریقی صحافیوں سے مصافحہ کیا اور ان کی خیریت دریافت کی ۔

تاریخی شہر

مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ یہ کانفرنس ایسے شہر میں منعقد ہو رہی ہے جس کے چپے چپے پر تاریخ کے نقوش ثبت ہیں ۔ یہ شہر صدیوں سے علماء، شعراء صوفیائے کرام اور مختلف علوم و فنون کے ماہرین کا مرکز رہا ہے ۔ بغداد، غزنی، سمرقند اور بخارا تک کے اہل کمال کھنچ کھنچ کر یہاں آتے رہے برصغیر میں مسلمانوں کے سیاسی اور تہذیبی زوال کی تاریخ بھی شہر لاہور کے انحطاط کی تاریخ ہے لیکن جب مسلمانوں نے اپنے ملی تہذیب اور سیاسی تشخص کی جدوجہد کا آغاز کیا تو یہ سفر بھی اسی شہر سے شروع ہوا ۔ یہ شہر لاہور کی خوش قسمتی ہے کہ اسے ایشیا اور افریقہ کے رہنماؤں کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا ہے عالم اسلام کے مفکرین ایک جگہ جمع ہو کر عظمت رفتہ کو حاصل کرنے کے لئے راہیں متعین کر رہے ہیں

مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ ان کی وزارت نے اسلامی کانفرنس کی خبروں کے سلسلے میں مہمان صحافیوں کی تمام پیشہ ورانہ ضروریات پوری کرنے کے لئے انتظامات کئے ہیں میں خود واپڈا بلڈنگ میں دفتر قائم کر کے وزارت کے کارکنوں کے کام کی نگرانی کرتا رہا ہوں اس کے باوجود مجھے احساس ہے کہ ہم سے کچھ کوتاہیاں یقیناً سرزد ہوئی ہوں گی ۔ جس کے لئے میں ان سے معافی کا خواستگار ہوں انہوں نے کہا کہ پاکستان کی وزارت اطلاعات کے لئے صحافیوں کی اتنی بڑی تعداد کا یہاں جمع ہونا بھی ایک تاریخی واقعہ ہے جن کے لئے ٹیلیکس، ٹیلی پرنٹر ٹیلیفون، ریڈیو فوٹو، وائس کاسٹ اور ٹیلی کاسٹ کی سہولتیں فراہم کی گئی ہیں :

وزرائے خارجہ کے اجلاس

اسلامی سربراہ کانفرنس کا ایجنڈا تیار کرنے کے لئے ۲۱ ممالک اسلامیہ کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس کا اجلاس ۱۹ فروری کی سہ پہر کو اسمبلی کی عمارت میں شروع ہو گیا

ان اکتیس ملکوں کے سربراہوں کے علاوہ آزادی فلسطین کی تنظیم کے نمائندے اور مفتی فلسطین نے بھی اجلاس میں شرکت کی۔ اس کانفرنس میں جس کا اہتمام اسلامی سیکرٹریٹ نے کیا۔ اور جس کی میزبانی کا شرف پاکستان کو حاصل ہوا۔ ۳۰ تو اسلامی سیکرٹریٹ کے رکن ممالک تھے علاوہ ازیں گیبون جو اسلامی سیکرٹریٹ کا رکن نہیں ہے وہ بھی کانفرنس میں شریک تھا۔

وزرائے خارجہ کی کانفرنس کا سب سے اہم مسئلہ سربراہی کانفرنس کے ایجنڈے کی تیاری تھا اور خیال تھا کہ ان ممالک کی وزارت خارجہ کے افسران نے اپنے کل کے اجلاس میں ایجنڈے پر جو ابتدائی گفتگو کی اس کی روشنی میں وزرائے خارجہ ایجنڈے کا معاملہ طے کریں گے۔ ایجنڈے کے سلسلہ میں اس وقت دو واضح رجحان موجود تھے ایک رجحان تو یہ کہ جس مقصد کے لئے یہ کانفرنس طلب کی گئی ہے اسی تک یہ کانفرنس محدود رہے۔ اور صرف عربوں کے مقبوضہ علاقوں کی واگزاری اور بیت المقدس کی آزادی کے عزم تک اپنی توجہ مرکوز کرے۔

دوسرا رجحان یہ کہ الجزائر میں عرب سربراہوں کی کانفرنس میں جو قراردادیں منظور ہوئی تھیں ان قراردادوں سے متعلق تمام مسائل کو زیر غور لایا جائے لیکن بہت سے ممالک ان تمام قراردادوں کا یہاں اس کانفرنس میں اعادہ نہیں کرنا چاہتے تھے ان ہر دو رجحانات کا اظہار مختلف ممالک کے وفود کے قائدین کے ان خیالات سے بھی ہوتا تھا جن کا اظہار

انھوں نے ہوائی اڈے پر کیا مثلاً شام کے وزیر خارجہ نے واضح الفاظ میں کہا کہ کچھ فیصلے عرب سربراہوں نے الجزائر میں کئے تھے اس کانفرنس کا ان فیصلوں سے گہرا تعلق ہے لیکن ان کے خیالات کے برعکس ایران اور افغانستان کے وفود کے قائدین نے اس امر پر اصرار کیا تھا کہ اس کانفرنس کو عرب مقبوضہ علاقوں کی واگذاری اور بیت المقدس کی آزادی کے حصے تک محدود ہونا چاہیئے۔

سربراہ کانفرنس میں مدعو ملکوں کے اعلیٰ افسروں کے اجلاس میں کانفرنس کے متعلق تنظیمی امور اور طریق کار کے بارے میں غور کیا گیا یہ اجلاس تین بجے سہ پہر شروع ہوا اور رات گئے تک جاری رہا۔ کانفرنس میں شرکت کے لئے لاہور پہنچنے والے اسلامی ملکوں کے اعلیٰ افسروں کا یہ پہلا باقاعدہ اجلاس تھا اس اجلاس میں وزراء خارجہ کا اجلاس کے طریق کار اور ابتدائی ایجنڈے کے بارے میں اتفاق رائے سے فیصلے کرلئے گئے اس اجلاس کی صدارت پاکستان کے سیکرٹری امور خارجہ آغا شاہی نے کی انہوں نے افتتاحی تقریر میں اجلاس میں شریک مسلمان ملکوں کے اعلیٰ افسروں کے تدبر اور صلاحیتوں کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور توقع ظاہر کی۔ اجلاس میں شریک یہ اعلیٰ حکام وزراء خارجہ کے ہونے والے اجلاس اور سربراہ کانفرنس کے لئے ابتدائی امور کو بہتر طور پر انجام دیں گے۔

سیکرٹری امور خارجہ آغا شاہی نے اپنی افتتاحی تقریر میں مشرق وسطیٰ کی حالیہ جنگ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس جنگ کا اثر صرف عرب ملکوں ہی پر نہیں پوری دنیا کے حالات پر پڑا ہے۔ ان واقعات نے پوری دنیا کے سیاسی اور اقتصادی ڈھانچے کے لئے دوررس نتائج مرتب کئے ہیں انھوں نے توقع ظاہر کی ہے کہ اسلامی سربراہ کانفرنس ان مسائل کو حل کرنے میں اہم کردار ادا کرے گی۔ پروگرام کے مطابق وزراء خارجہ کا اجلاس آج صبح شروع ہونا تھا لیکن بعض وزرا خارجہ کے بروقت لاہور نہ پہنچنے کے باعث یہ سہ پہر شروع نہ ہوسکا۔

قراردادیں مرتب کرنے کیلئے سترہ رکنی کمیٹی مقرر کردی گئی

۲۰ر فروری کو وزراء خارجہ کا اجلاس دو نشستوں کے بعد ختم ہوگیا اور اس نے

ایک نِشق کا ایجنڈا اتفاق رائے سے منظور کر لیا اس ایجنڈے کی رو سے اسلامی سربراہوں کی کانفرنس مشرق وسطیٰ کی صورت حال، فلسطین کا مسئلہ اور بیت المقدس کی آزادی پر جو تمام مسلمانان عالم کو عزیز ہے غور کیا جانا تھا۔

اس کانفرنس نے سترہ رکنی ایک ڈرافٹنگ کمیٹی بھی نامزد کی جسے سربراہوں کے غور کے لئے قراردادیں مرتب کرنا تھیں۔ ان قراردادوں پر وزرائے خارجہ غور کر سکتے تھے۔ لیکن وزرائے خارجہ کے آئندہ اجلاس کے لئے کوئی وقت مقرر نہ کیا گیا۔

اس کانفرنس نے فلسطین کی تنظیم آزادی کو بھی سربراہوں کی کانفرنس میں شرکت کی دعوت دینے کا فیصلہ کیا کہ اس تنظیم کے سربراہ یاسر عرفات سربراہوں کے اجلاس میں شریک ہوں گے۔ اس سے پہلے وزرائے خارجہ کا ایک اجلاس ہوا جس میں کمیٹی مقرر کی گئی جس کے سپرد قراردادیں اور دوسری دستاویزیں مرتب کرنے کا کام تھا۔ وزرائے خارجہ کے اجلاس کی صدارت پاکستان کے وزیر مملکت برائے امور خارجہ عزیز احمد نے کی۔ کمیٹی کے رکن ان ملکوں سے لئے گئے۔ افغانستان، الجزائر، مصر، گنی، انڈونیشیا، ایران، اردن، کویت، لبنان، پاکستان، تنظیم آزادی فلسطین، سعودی عرب، سینی گال، صومالیہ، سوڈان، شام اور متحدہ عرب امارت۔

ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان کے مطابق ایک ترجمان سے پوچھا گیا کہ کیا بنگلہ دیش کے مسئلہ پر کوئی رائے قائم کی گئی ہے۔ ترجمان نے جواب دیا کہ اس کے بارے میں بتا دیا جائیگا فلپائن میں مسلمانوں پر تشدد کا مسئلہ زیر غور آنے کے متعلق سوال پر ترجمان نے بتایا کہ ایجنڈے سے ساری بات واضح ہے۔ پاکستان پریس انٹرنیشنل کے مطابق آج وزرائے خارجہ کا اجلاس ۴۵ منٹ جاری رہا اور خیال تھا کہ اجلاس اسی دن دوبارہ ہو گا۔

نائیجیریا اور تشاد (چاد) کے سفیر بھی اسی دن لاہور آئے اس سے پہلے کراچی میں انہوں نے بتایا کہ دونوں ملکوں کے سربراہ بہت جلد خصوصی طیاروں سے لاہور پہنچنے والے ہیں۔ الجزائر کی وزارت خارجہ کے ڈائریکٹر جنرل بھی اسی دن لاہور آ گئے بہت سے مسلمان ملکوں کے مزید اخباری نمائندے بھی لاہور پہنچ گئے۔

گزشتہ رات وزرائے خارجہ کے اجلاس کے اختتام پر کانفرنس کے ترجمان اور وزارت خارجہ کے سیکرٹری آغا شاہی نے بتایا تھا کہ جملہ مزید ملکوں گیبون، یوگنڈا، گمبیا، کیمرون اپروولٹا اور گنی کو اسلامی کانفرنس میں شریک کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے یہ سب افریقی ہیں آغا شاہی نے بتایا کہ وزارت خارجہ نے عوامی جمہوریہ یمن کو اسلامی سیکرٹریٹ کا رکن تسلیم کر لیا ہے۔ اس طرح کانفرنس میں شریک مسلمان ملکوں کی تعداد ۳۷ ہو گئی ہے ایک اہم چیز یہ ہے کہ عراق نے کانفرنس میں مبصر کے طور پر شریک ہونے کی درخواست کی ہے جسے منظور کر لیا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ یاسر عرفات سربراہ مملکت کی حیثیت سے کانفرنس میں شریک ہونگے موتمر عالم اسلامی کا وفد مہمان کی حیثیت سے شریک ہو رہا ہے۔

وزرائے خارجہ نے بنگلہ دیش کی شمولیت کے سوال پر غور کیا

اسلامی سربراہ کانفرنس کے ترجمان اور پاکستان کے سیکرٹری خارجہ مسٹر آغا شاہی نے بتایا ہے کہ اسلامی ملکوں کے وزرائے خارجہ کے اجلاس میں بنگلہ دیش کی سربراہ کانفرنس میں شمولیت کا جائزہ لیا گیا تاہم اس سلسلہ میں وزرائے خارجہ کو باہمی صلاح و مشورہ کا وقت نہیں ملا توقع ہے کہ کل تک کوئی ٹھوس بات سامنے آجائے گی۔ وہ وزرائے خارجہ کے پہلے اجلاس کے بعد اخباری نمائندوں سے بات چیت کر رہے تھے۔

مسٹر آغا شاہی نے وضاحت کی اجلاس کے ایجنڈے پر بنگلہ دیش کا مسئلہ کسی خاص تجویز کی حیثیت سے نہیں ہے تاہم یہ حقیقت ہے کہ متعدد دوست اسلامی ممالک کے سربراہ اس مسئلہ پر گہری دلچسپی لے رہے ہیں۔ ان کی کوشش ہے کہ برصغیر میں حالات معمول پر آ جائیں اور وہ اس مسئلہ پر سرگرمی سے غور کر رہے ہیں ان سے دریافت کیا گیا آیا بنگلہ دیش سربراہ کانفرنس میں شرکت کرے گا انہوں نے جواب دیا میں کسی قسم کی قیاس آرائی کرنا نہیں چاہتا بلاشبہ بنگلہ دیش نے سربراہ کانفرنس میں دلچسپی ظاہر کی ہے لیکن اس نے اسلامی سکرٹریٹ کی رکنیت کیلئے ابھی تک باقاعدہ درخواست نہیں دی ہے۔

نصف شب کے بعد مسلم وزراء خارجہ کا اچانک اجلاس

۲۰ فروری کو رات گئے اسمبلی چیمبرز میں مسلم وزرائے خارجہ کا ایک اجلاس اچانک شروع ہو گیا، اجلاس کی صدارت پاکستان کے وزیر مملکت برائے دفاع و امور خارجہ مسٹر عزیز احمد کر رہے تھے جبکہ اسلامی سیکرٹریٹ کے سیکرٹری جنرل مسٹر حسن التہامی بھی اجلاس میں موجود تھے۔ واضح رہے آج دوسرے روز ایجنڈا تیار کر لیا تھا اور قراردادیں اور دوسری دستاویزات تیار کرنے کے لئے ایک سترہ رکنی کمیٹی قائم کر دی گئی تھی رات گئے تک یہ اجلاس ہو رہا تھا تاہم اس کے بارے میں تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں۔

سربراہ کانفرنس کا ایجنڈا

۲۰ فروری کو مسلم وزرائے خارجہ نے سربراہ کانفرنس کا جو ایجنڈا منظور کیا وہ مندرجہ ذیل ہے:

مشرق وسطیٰ کی صورت حال، فلسطینی عوام کے حقوق، بیت المقدس کے ساتھ مسلمانوں کی گہری وابستگی اور اس کی آزادی کے لئے مسلم حکومتوں کا پختہ عزم"۔

ترجمان نے بتایا کہ وزرائے خارجہ کی کانفرنس رسمی طور پر ختم ہو گئی ہے تاہم وہ آپس میں صلاح مشورے جاری رکھیں گے۔ ترجمان نے کہا کہ تنظیم آزادی فلسطین کے چیرمین کو سربراہ کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔ ترجمان نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ تنظیم آزادی فلسطین کو کانفرنس میں شریک کرنے کا فیصلہ متفقہ طور پر ہوا تھا۔

پی پی آئی کے مطابق اگرچہ ایجنڈا تیار ہونے کے بعد وزرائے خارجہ کا کام ایک حد تک مکمل ہو گیا تھا، تاہم مسودہ کمیٹی کی رپورٹ پر غور کرنے کے لئے وزرائے خارجہ کا ایک اور اجلاس بھی ممکن تھا۔

ترجمان نے بتایا کہ مختلف ملکوں نے مسودہ کمیٹی کو اپنی قراردادیں پیش کی ہیں جن پر اب غور کیا جائے گا ترجمان نے کہا کہ آج کے اجلاس میں بنگلہ دیش کی شرکت کے مسئلہ پر

بحث نہیں ہوئی۔

وزرائے خارجہ کے اجلاس میں سربراہ کانفرنس کا جو ایجنڈا منظور کیا گیا۔ اس میں مندرجہ ذیل امور شامل ہیں :

مشرق وسطیٰ کی صورت حال پر غور کیا جائے گا۔

بیت المقدس سے مسلمانوں کے گہرے لگاؤ اور اسے آزاد کرانے کے لئے تمام رکن ممالک کے عزم صمیم کے پیش نظر یہ مسئلہ بحث میں سرفہرست ہو گا۔

فلسطین کے مسئلہ اور مہاجرین کے حقوق کی بحالی کے مسئلے پر بھی بحث کی جائے گی۔

تیل کے مسئلہ کا مشرق وسطیٰ کے مسئلہ سے گہرا تعلق ہونے کی وجہ سے سربراہ کانفرنس میں اس پر بھی غور کیا جائے گا۔

کانفرنس کے رکن ممالک کے درمیان اقتصادی تعاون بڑھانے پر بھی غور و خوض ہو گا۔

رکن ممالک کے دو طرفہ مسائل کانفرنس میں زیر غور نہیں لایا جائے گا۔ کانفرنس میں پیش کی جانے والی قرار دادوں کا مسودہ ستر رکنی کمیٹی تیار کرے گی۔

بنگلہ دیش کو سربراہ کانفرنس میں شریک کرنیکی آخری کوشش

بنگلہ دیش کو سربراہ کانفرنس میں شریک کرنے کے لئے سات رکنی وفد طیارے کے ذریعے روانہ کیا گیا تو بھارتی حکومت کی طرف سے لاہور سے ڈھاکا جانے والے مسلم وزراء خارجہ کے سات رکنی مصالحتی وفد کے طیارے کو اپنے علاقے سے گزرنے کی اجازت بڑی پھرتی سے دی۔

انڈیا ریڈیو نے وزارت خارجہ کا بیان نشر کیا جس میں کہا گیا کہ جونہی ہم سے درخواست کی گئی اجازت دے دی گئی لیکن پاکستانی حکام لاہور میں یہی بتاتے رہے کہ ابھی باقاعدہ اجازت نہیں ملی۔ بعد میں پاکستانی حکام نے بتایا کہ وفد کویت کے طیارے میں جائے گا۔ اس کی بھی فوراً ہی اجازت دے دی گئی۔ انڈیا ریڈیو کے مطابق طیارہ رات تقریباً نو بجے دہلی سے گزرا اور دس بجے کے قریب ڈھاکا پہنچا۔

لاہور سے ڈھاکا جانے والا مسلم وزرائے خارجہ کے سات رکنی وفد کو نماز جمعہ سے قبل یا شام کو سربراہ کانفرنس شروع ہونے سے پہلے لاہور واپس پہنچنا تھا۔

اس وفد نے آج رات ڈھاکا پہنچتے ہی شیخ مجیب الرحمان اور دوسرے بنگلہ دیشی لیڈروں سے بات چیت شروع کر دی۔ وفد بھیجنے کی کوششیں گزشتہ رات سے جاری تھیں اس سلسلے میں ایسی اطلاعات بھی ملی تھیں کہ کوئی ایک رکنی یا دو رکنی وفد ایک خصوصی طیارے سے رات کو بھی ڈھاکا گیا تھا لیکن سرکاری ذرائع نے اس قسم کی تمام اطلاعات سے لاعلمی کا اظہار کیا اور بتایا کہ جس وفد کو ڈھاکا بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا تھا وہ شام سے پہلے روانہ نہ ہوسکا۔ کیونکہ نئی دہلی اور ڈھاکا سے پیغامات کا کئی گھنٹے انتظار کرنا پڑا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب بھٹو اس رات دس بجے جو تقریر کرنے والے تھے۔ وفد کی روانگی میں تاخیر کے سبب اسے ایک بار پھر کل تک کے لئے ملتوی کرنا پڑا۔ امکان تھا کہ وفد

کی واپسی پر یہ تقریب کل کسی وقت ہو گی اور اس کا تعلق بنگلہ دیش کے مسئلہ سے بھی ہو گا۔

بنگلہ دیش جانے والے وفد کے سربراہ کویت کے وزیر خارجہ شیخ صباح الاحمد الجابر تھے۔ اسلامی سیکرٹریٹ کے سیکرٹری جنرل مسٹر حسن التہامی اسلامی کانفرنس کے نمائندے کی حیثیت سے وفد میں شامل تھے۔ دوسرے ارکان میں لبنان کے وزیر خارجہ فواد نفتح صومالیہ کے وزیر خارجہ عمر آرٹے غالب؛ وزرائے خارجہ کے اجلاس میں الجزائری وفد کے سربراہ مسٹر عبدالمجید عجالی پاکستان میں سینیگال کے سفیر البید دمامبا اور تنظیم آزادی فلسطین کے نمائندے ابو ہشم شامل تھے۔

وفد کو ڈھاکا روانگی سے پہلے تقریباً چھ گھنٹے تک نئی دہلی اور ڈھاکا سے ان پیغامات کا انتظار کرنا پڑا کہ بھارت کویت ایئرویز کے خصوصی طیارے کو اپنے علاقے پر سے پرواز کی اجازت دے گا اور بنگلہ دیش حکومت ڈھاکا میں وفد کا استقبال کرے گی۔

قبل ازیں وزارت خارجہ کے سیکرٹری مسٹر آغا شاہی نے جو مسلم وزرائے خارجہ کے ترجمان کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ اخبار نویسوں کو بتایا کہ وزرائے خارجہ کا اجلاس اسی دن ایک بجکر ۲۰ منٹ پر ہوا جس میں صومالیہ کے وزیر خارجہ عمر آرٹے غالب نے بنگلہ دیش کے لئے خیر سگالی وفد تشکیل دینے کی قرار داد پیش کی۔ قرارداد کے مطابق وزرائے خارجہ کی کانفرنس مسلمانوں کے مابین امن اور مفاہمت کے جذبہ کے تحت پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان مفاہمت کرانے اور بنگلہ دیش کو مسلم سربراہ کانفرنس میں شریک کرنے کی کوشش کریں گے۔ ترجمان نے بتایا کہ وفد نے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو سے دو ملاقاتیں کیں اسے ڈھاکا میں اپنے کام کے بارے میں وزرائے خارجہ کی جانب سے اختیارات حاصل تھے کہ جب تک مناسب ہو گا وہ ڈھاکا میں قیام کرے گا۔

ترجمان نے یہ بھی بتایا کہ وفد بھیجنے کا یہ فیصلہ بعض مسلم سربراہوں کی ان کوششوں کا حصہ تھا جو وہ پاکستان اور بنگلہ کے درمیان مفاہمت اور لاہور کانفرنس میں بنگلہ دیش کی شرکت کے لئے کر رہے تھے۔ ترجمان نے اس سوال کے جواب میں کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ کہ وفد وزیر اعظم بھٹو کی جانب سے کوئی پیغام لے کر جا رہا تھا۔

ترجمان نے بتایا کہ وفد کے طیارے کے لئے بھارتی علاقہ پر سے پرواز کی اجازت کے لئے کل بھارتی حکومت کو پیغام بھیجا گیا تھا۔ کویت کے وزیر خارجہ نے نئی دہلی میں کویت کے سفیر کو بھارتی حکومت اور بنگلہ دیش سے رابطہ قائم کرنے کی ہدایت کی۔

ہوائی اڈے پر بنگلہ دیش کے وزیر خارجہ ڈاکٹر کمال حسین نے وفد کے ارکان کا خیر مقدم کیا۔ اور آخری اطلاع کے مطابق شیخ مجیب الرحمٰن سے ان کی ملاقات جاری ہے۔

ریڈیو پاکستان کی اطلاع کے مطابق سوئٹزر لینڈ کے سفارتخانہ کے ذریعے حکومت بنگلہ دیش کو سات رکنی مصالحتی مشن کی ڈھاکا میں آمد کے متعلق اطلاع دی گئی تھی، چنانچہ بنگلہ دیش مشن کا سرکاری طور پر استقبال کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

اسلامی ممالک کے سربراہوں کی آمد پر لاہور کے ہوائی اڈے کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا طیاروں کی صحیح سمت میں رہنمائی کے لئے دو نئے آلات بھی لگائے گئے۔ ہوائی اڈے پر سب سے زیادہ سنیئر عملہ دن رات کام کر رہا تھا۔ نئے قالین بھی بچھائے گئے اور وی آئی پی لاؤنج بڑی خوبصورتی سے سجایا گیا۔ گلاب کے نو ہزار اور دوسرے پھولوں کے پانچ ہزار گملے مختلف ممالک کے پرچموں کے نیچے جگہ پر رکھے گئے۔ بجلی کی فراہمی جاری رکھنے کے لئے بھی جنریٹر لگائے گئے ہیں، جن کے باعث برقی رو معطل ہونے کے پانچ سیکنڈ بعد ہی چالو ہو جاتے۔ ہوائی اڈے کے حکام نے بیک وقت دو قسم کے طیاروں کے اترنے کے انتظامات کئے، ہوائی اڈے پر سخت حفاظتی اقدامات بھی کئے گئے۔ سربراہان مملکت جن طیاروں پر آئے تھے ان کی سروس کا انتظام کراچی میں کیا گیا۔ اکثر طیارے کانفرنس کے دوران کراچی ہی میں رہے۔ فوجی دستے سربراہوں کی روانگی پر بھی سلامی دیں گے۔ بری بحری اور فضائی افواج کے ۵۶ بینڈ ہوائی اڈے پر موجود تھے۔ جو استقبالیہ دھنیں بجاتے رہے۔

کون سے مہمان کس وقت تشریف لائے:

۸-۰۰ صبح

بلقان ایئر لائنز کے طیارے میں تشاد کے صدر فرینکو اسے ٹمبل باتے گمبیا کے صدر داؤد جوارا اور نائیجر کے صدر دیورے حمانی لاہور پہنچے۔

۹ — ۴۵ صبح

پی آئی اے کے طیارے میں عرب امارتوں کے وفاق کے سربراہ شیخ زید سلطان بن آل نہیان اور نائب صدر شیخ رشید بن سعید المکتوم تشریف لائے۔

۱۱ — ۰ صبح

عمان ایرلائنز کے طیارے میں عمان کے سلطان سید قابوس بن سعید لاہور میں اترے۔

۱۱ — ۴۵ صبح

لبنان کے وزیراعظم مسٹر تقی الدین صلح جنوبی یمن کے وزیراعظم علی ناصر محمد، سنیگال کے وزیرخارجہ احسان الشیخ اور عرب لیگ کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر محمود ریاض ایک ہی طیارے میں آئے۔

۱۲ — ۲۵ دوپہر

بحرین کے امیر عیسیٰ بن سلیمان خلیفہ پہنچے۔

۱ — ۱۵ بعد دوپہر

بی او اے سی کا چارٹرڈ طیارہ امیر قطر شیخ حلیم خلیفہ بن حماد الثانی کو لیکر اترا۔

۱ — ۵۰ بعد دوپہر

شامی ایرویز کا خصوصی طیارہ شام کے صدر حافظ الاسد کو لے کر پہنچا۔

۲ — ۱۰ بعد دوپہر

سوڈان کے صدر جعفر النمیری پہنچ گئے۔

۳ — ۲۵ سہ پہر

الجزائر کے طیارے میں صدر ہواری بومدین، گنی بساؤ کے وزیراعظم فرانسیسو ماندے گنی کے وزیراعظم ڈاکٹر لنسانا بیوگری لاہور پہنچے۔

۳ — ۴۵ سہ پہر

سعودی عرب ایئر لائنز کے طیارہ میں شاہ فیصل آئے۔ ان کے ہمراہ وزیرخارجہ عمر سقاف بھی تھے۔

۵۵ — ۴ سہ پہر

کویت ایئر لائنز کے خصوصی طیارہ میں کویت کے امیر صباح السالم، الصباح اور تنظیم آزادی فلسطین کے قائد یاسر عرفات اترے۔

۲۰ — ۵ شام

یمن عرب جمہوریہ (شمالی یمن) کے صدر قاضی عبدالرحمن الاریانی روسی الیوشن طیارے میں پہنچے۔

۵۵ — ۵ شام

مصر کی قومی فضائی کمپنی کے جیٹ طیارے میں مصر کے صدر انور السادات ان کی اہلیہ اور لیبیا کے صدر معمر القذافی پہنچے۔

۱۵ — ۷ شام

ترکی کے وزیر خارجہ مسٹر توران یونس مخصوص طیارے میں پہنچے۔

۵۰ — ۷ شام

ملائشیا کے وزیر اعظم تون عبدالرزاق پہنچے۔

۵۵ — ۸ رات

سعودی عربیہ ایئر لائنز کے طیارے کے ذریعہ صومالیہ کے صدر محمد سید باری لاہور پہنچے۔

سربراہوں کے استقبال کی جھلکیاں

- معزز مہمانوں کے استقبال کے لئے ہوائی اڈے کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا وی آئی پی لاؤنج کے سامنے استقبالیہ چبوترہ بنایا گیا تھا جس پر بیش قیمت سرخ قالین بچھائے گئے تھے چبوترے کے سامنے کچھ فاصلے پر بری اور فضائی فوج کے جوانوں کے چاق و چوبند دستے کھڑے تھے اور بحریہ کا بینڈ نغمہ سرائی کر رہا تھا۔
- صبح ٹھیک آٹھ بجے پہلا طیارہ ہوائی اڈے پر اترا، مطلع صاف تھا اور موسم نہایت خوشگوار، اس طیارے سے نائیجر، چڈ اور گمبیا کے صدور لاہور پہنچے۔ جب یہ سربراہان

مملکت بلقان ایئر لائنز کے چارٹرڈ طیارے سے نکلے تو صدر مملکت فضل الٰہی چودھری اور وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ان کا استقبال کیا اور ہوائی اڈے کی فضا ۲۱ توپوں کی گھن گرج سے گونج اٹھی۔ معزز مہمانوں کا استقبال کرنے والوں میں صدر مملکت، وزیر اعظم سینٹ کے چیئرمین، قومی اسمبلی کے اسپیکر، پنجاب اسمبلی کے اسپیکر، گورنر پنجاب، وزیر اعلیٰ پنجاب اور پنجاب کابینہ کے وزرا شامل تھے۔

- پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائنز کی پانچ میزبان خواتین ملک کے مختلف علاقائی لباسوں میں ملبوس تمام دن معزز مہمانوں کا استقبال کرنے میں مصروف رہیں یہ خواتین سرخ، کاسنی، فیروزی سبز اور مونگیا رنگ کے لباس پہنے ہوئے تھیں۔
- بری اور فضائی فوج کے جس چاق و چوبند دستے نے معزز مہمانوں کو گارڈ آف آنرز پیش کیا۔ اس کو اردو میں کمانڈ آرڈر دیئے گئے۔ اس طرح یہ پہلا موقع ہے کہ قومی زبان کو اس قسم کی انتہائی اہم تقریبات میں استعمال کیا گیا۔
- صدر فضل الٰہی چودھری اور وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو سے لے کر پنجاب کے وزراء تک صبح کے وقت کریم رنگ کی پارٹی یونیفارم پہنے ہوئے تھے لیکن سہ پہر کو تمام میزبانوں نے اپنا لباس تبدیل کر لیا اور اس کے بعد یہ سب کے سب گہرے نیلے رنگ کے لباس میں معزز مہمانوں کا استقبال کرتے رہے۔
- صدر مملکت کے دائیں ہاتھ میں سفید رنگ کی خوب صورت چھڑی تھی جو دور سے نمایاں نظر آتی تھی۔
- بعد دوپہر جب سوڈان کے صدر جناب جعفر النمیری کا طیارہ ہوائی اڈے پر اترا تو موسم بدل چکا تھا اور وزیر اعظم بھٹو نے دھوپ کی تمازت سے بچنے کے لئے خاکستری رنگ کی ماؤ کیپ پہن لی۔
- شاہ فیصل اپنے روایتی لباس میں ملبوس تھے۔ وہ سعودی عرب کے ۱۹ ارکین پر مشتمل وفد کی قیادت کر رہے تھے، کانفرنس میں شریک ممالک کے جن وفود کا اعلان کیا گیا ان میں سعودی عرب کا وفد سب سے بڑا تھا۔

- پانچ بجکر دس منٹ پر امیر کویت شیخ صباح السالم الصباح کا طیارہ ہوائی اڈے پر اترا تو عام خیال تھا کہ ان کے ہمراہ تنظیم آزادی فلسطین کے چیرمین جناب یاسر عرفات ہوں گے انھیں طیارے سے نکلنے میں دیر لگی تو لوگوں کو سخت مایوسی ہوئی لیکن کچھ دیر بعد جناب یاسر عرفات اپنے مخصوص لباس میں باہر نکلے تو لوگوں نے خوشی سے تالیاں بجائیں جناب یاسر عرفات نے اپنے چہرے کا بیشتر حصہ چارخانوں والے بڑے رومال سے چھپا رکھا تھا۔
- اسلامی سربراہ کانفرنس کی وجہ سے پاکستان کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ اس نے یاسر عرفات کا استقبال سربراہ مملکت کی حیثیت سے کیا، انھیں بھی ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ جناب یاسر عرفات نے امیر کویت کے ہمراہ گارڈ آف آنرز کا معائنہ کیا اور بعد میں مارچ پاسٹ سے سلامی لی، اس موقع پر وزیر اعظم بھٹو جناب یاسر عرفات کے بائیں جانب اور صدر فضل الٰہی چودھری امیر کویت کے دائیں جانب موجود تھے۔
- جناب یاسر عرفات جب ہوائی اڈے کی تقریبات کے بعد کار میں سوار ہو کر روانہ ہوئے تو ہوائی اڈے پر موجود ہجوم نے پرجوش تالیاں بجا کر ان کا خیر مقدم کیا اس پر انھوں نے اپنے دائیں ہاتھ کی دو انگلیاں اٹھا کر "وی" کا نشان بنایا۔ جس پر لوگوں نے یاسر عرفات زندہ باد کے نعرے لگائے۔
- چھ بجے شام مصر کے صدر انور سادات اور لیبیا کے صدر کرنل معمر القذافی مصر ایر لائنز کے چارٹرڈ طیارے سے آئے۔ دونوں رہنماؤں کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا گیا۔ صدر سادات سوٹ پہنے ہوئے تھے جبکہ کرنل قذافی فوجی وردی میں تھے اور انہوں نے سرخ رنگ کی "بیرٹ کیپ" لگا رکھی تھی۔ ہوائی اڈے کی تقریبات میں دونوں رہنما بجد سنجیدہ نظر آرہے تھے دونوں رہنماؤں کی بیگمات بھی ان کے ہمراہ تھیں۔ جن کا استقبال خاتون اول بیگم نصرت بھٹو اور وزیر اعلیٰ پنجاب کی اہلیہ بیگم شہزاد نے کیا۔ بیگم نصرت بھٹو اس موقع پر سبز رنگ کی ساڑھی پہنے ہوئے تھیں اور ان کے کندھوں پر گرم شال تھی۔

اسلامی سربراہوں کا شاندار استقبال

رنگ پیراہن کا خوشبو زلف لہرانے کا نام
موسم گل ہے تمہارے بام پر آنے کا نام
(فیض احمد فیض)

مہمانوں کی آمد پہ بادل چھٹ گئے

دوسری اسلامی سربراہ کانفرنس میں شرکت کے لئے جب اسلامی ممالک کے رہنماؤں کی آمد شروع ہوئی تو لاہور کا موسم گرم تھا، صبح کے وقت مطلع ابر آلود تھا لیکن بعد میں بادل چھٹ گئے اور تیز دھوپ نکل آئی، البتہ شام کے وقت موسم پہلے کی طرح خوش گوار ہو گیا۔ خاص طور پر دھوپ کی تمازت ان شخصیتوں کے لئے سخت تھی جو ایئر پورٹ پہ مہمانوں کے استقبال کے لئے موجود تھیں ان ممتاز پاکستانی شخصیتوں میں صدر پاکستان جناب فضل الٰہی چودھری اور وزیر اعظم جناب بھٹو بھی شامل تھے۔ جنہیں صبح سے رات تک متعدد بار استقبال آداب کے ساتھ معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہنا پڑا۔ وزیر اعظم صبح کے وقت ٹوپی پہنے ہوئے تھے لیکن بعد میں انہوں نے دھوپ کی تمازت سے بچنے کے لئے سرمئی رنگ کی پی کیپ پہن لی۔

لاہور کے دو ہزار سالہ قدیم تاریخی شہر میں شروع ہونے والی دوسری اسلامی سربراہ کانفرنس میں شرکت کے لئے آنے والے عظیم اسلامی رہنماؤں کا یہاں نہایت پرتپاک استقبال کیا گیا ان معزز مہمانوں کے شایان شان استقبال کے لئے لاہور کے ہوائی اڈے کی خاص طور پہ نہایت نفاست کے ساتھ تزئین و آرائش کی گئی تھی جس کی وجہ سے ہوائی اڈے نے دلہن کا روپ اختیار کر لیا تھا۔ اور وہ عالم اسلام کے اتحاد کا نمونہ بنا ہوا ایک عجیب روح پرور نظارہ پیش کر رہا تھا۔ مصافحے، معانقے، ۲۱ توپوں کی سلامی، قومی ترانے، گارڈ آف آنر، معزز مہمانوں کے پرتپاک استقبال کے مختلف مراحل تھے۔ تمام دن ان رہنماؤں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا اور شام تک ۲۵ بادشاہ، صدر، وزرائے اعظم اور وفود کے سربراہ یہاں پہنچے ان کی آمد سے دن بھر لاہور

ایرپورٹ پر گہما گہمی رہی۔ معزز مہمانوں کے استقبال کے لئے صدر فضل الٰہی چودھری اور وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو بہ نفس نفیس ہوائی اڈے پر موجود رہے۔

اسلامی سربراہ کانفرنس میں شرکت کے لئے جو معزز مہمان لاہور پہنچے۔ ان میں مصر کے صدر انور السادات، لیبیا کے صدر معمر قذافی، شام کے صدر حافظ الاسد، سعودی عرب کے شاہ فیصل، الجزائر کے صدر بومدین، سوڈان کے صدر جعفر نمیری، متحدہ عرب امارات کے صدر شیخ زائد بن سلطان آل نہیان، چڈ کے صدر ٹومبالبے، گامبیا کے صدر دوادا جوارا، ملائشیا کے وزیراعظم تن عبدالرزاق، کویت کے امیر شیخ صباح السالم الصباح، ترکی کے وزیر خارجہ پروفیسر طور خان گونیش اور لیبیا کے وزیر خارجہ تقی الدین صلح شامل تھے۔ تینوں ملکوں کے صدور کو لے کر پہلا طیارہ ٹھیک صبح ۸ بجے لاہور کے انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر اترا، اس طیارے سے چڈ، گامبیا اور نائیجر کے صدر پہنچے۔ میزبان معزز مہمانوں کے ساتھ بمشکل وی آئی پی روم پہنچے تھے کہ دوسرا طیارہ آگیا۔

سب سے بڑا وفد سعودی عرب کا آیا ہے جو ۱۹۔ اراکین پر مشتمل تھا اور جس کی قیادت سعودی عرب کے شاہ فیصل کر رہے تھے۔ شاہ فیصل کانفرنس کے شریک محرک بھی تھے۔ بیشتر سربراہان مملکت اپنے قومی لباس میں تھے۔ جبکہ لیبیا کے صدر کرنل قذافی، سوڈان کے صدر نمیری اور اومان کے حکمران سید قابوس بن سعید فوجی وردیاں پہنے ہوئے تھے۔ بحریہ کا ایک بینڈ دن بھر مہمان ملکوں کے قومی ترانے اور جنگی دھنیں بجاتا رہا۔ ہوائی اڈے سے زمزمہ چوک تک کا راستہ انتہائی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ جگہ جگہ آرائشی محرابیں بنی ہوئی تھیں جن پر استقبالیہ نعرے اور قرآنی آیات تحریر تھیں۔ سب سے بڑا استقبالیہ ہجوم چیئرنگ کراس پر تھا جہاں ہزاروں افراد مہمانوں کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے موجود تھے۔ اسلامی سربراہ کانفرنس میں شرکت کے لئے جو معزز مہمان پہنچے ان میں ۱۱ ملکوں کے صدر، ایک ملک کے بادشاہ، ۴ ملکوں کے امیر، ۵ ملکوں کے وزرائے اعظم، دو ممالک کے وزرائے خارجہ اور ۲ مسلم تنظیموں کے سربراہ شامل تھے۔

صدر ناگارنا ٹومبالبائے صدر داودا جوارا صدر دیوری حمانی

سب سے پہلے چڈ کے صدر ناگارنا ٹومبالبائے گامبیا کے صدر داودا جوارا اور نائیجر

کے صدر الحاج ولیری حمانی لاہور پہنچے۔ دلہن کی طرح سجے ہوئے لاہور انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر صدر فضل الٰہی چودھری اور وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ان کا استقبال کیا۔ تینوں ملکوں کے صدور لیبیئن ایئرویز کے خصوصی طیارے سے لاہور پہنچے۔ صدر فضل الٰہی چودھری معزز مہمانوں کا گرمجوشی سے استقبال کرنے کے لئے جب بڑھے تو ۲۱ توپوں نے سلامی دی۔ صدر اور وزیر اعظم دونوں کریم رنگ کا یونیفارم پہنے ہوئے تھے۔ فوجی بینڈ نے تینوں ملکوں کا قومی ترانہ بجایا اور بعد میں مہمانوں کو گارڈ آف آنر پیش کیا گیا۔

صدر شیخ زاید بن سلطان آل نہیان نائب صدر شیخ رشید بن سعید المکتوم

چڈ، گامبیا اور نائیجر کے صدور کی آمد کے تقریباً ۴۵ منٹ بعد پی آئی اے کے ایک چارٹرڈ بوئنگ طیارے سے متحدہ عرب امارات کے صدر شیخ زاید بن زاید بن سلطان آل نہیان اور نائب صدر شیخ رشید بن سعید المکتوم لاہور پہنچے۔ صدر زاید بن سلطان آل نہیان اور نائب صدر شیخ رشید دونوں اکثر و بیشتر شکار کے لئے پاکستان آتے رہتے ہیں۔ ان کے ہمراہ وزیر خارجہ وزیر خزانہ اور وزیر پٹرولیم پروڈکٹس سمیت وزیروں اور مشیروں کی ایک جماعت بھی لاہور آئی تھی۔ ہوائی اڈے پر صدر فضل الٰہی چودھری اور وزیر اعظم جناب بھٹو نے معزز مہمانوں کا استقبال کیا۔ معزز مہمانوں کو ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی اور گارڈ آف آنر پیش کیا گیا۔

سلطان قابوس بن سعید

صبح دس بجے سلطنت اومان کے نوجوان باریش حکمران اعلیٰ حضرت سید قابوس بن سعید لاہور پہنچے۔ وہ فوجی یونیفارم میں ملبوس تھے۔ صدر فضل الٰہی چودھری اور وزیر اعظم جناب بھٹو نے معزز مہمان کا استقبال کیا۔ معزز مہمان کو ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ بعد میں معزز مہمان کو ڈائس پر لے جایا گیا۔ فوجی بینڈ نے اومان اور پاکستان کے قومی ترانے بجائے۔ معزز مہمان کو گارڈ آف آنر پیش کیا گیا جس کے بعد پاکستان کی تینوں مسلح افواج کے دستوں نے مارچ پاسٹ کی۔

وزیر اعظم تقی الدین صلح، وزیر اعظم علی ناصر محمد، وزیر خارجہ آسین سیک سیکرٹری جنرل محمود ریاض

دوپہر کو پی آئی اے کے طیارے سے لبنان کے وزیر اعظم جناب تقی الدین صلح نو رکنی لبنانی وفد کے قائد کی حیثیت سے لاہور پہنچے۔ ان کے وفد میں لبنان کے وزیر خارجہ بھی شامل ہیں —
اسی طیارے سے عوامی جمہوریہ یمن (جنوبی یمن) کے وزیر اعظم جناب علی ناصر، سینیگال کے وزیر خارجہ آسین سیک کی قیادت میں سینیگال کا وفد اور عرب لیگ کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر محمود ریاض بھی لاہور پہنچے۔ سینیگال کے وفد میں وزارت امور خارجہ کے سربراہ جناب کرلی یحیی بھی شامل ہیں طیارے سے سب سے پہلے لبنان کے وزیر اعظم اترے تمام معزز مہمانوں کا صدر فضل الٰہی اور وزیر اعظم بھٹو نے استقبال کیا بعد میں معزز مہمانوں کو ڈائس پر لے جایا گیا جہاں چاروں ملکوں کے پرچم لہرا رہے تھے۔ مہمانوں کو توپوں کی سلامی دی گئی بعد میں گارڈ آف آنر پیش کیا گیا۔

امیر بحرین شیخ عیسٰی بن سلمان علی خلیفہ

دوپہر ۱۲ بجکر ۵۴ منٹ پر بحرین کے حکمران شیخ عیسٰی بن سلمان علی خلیفہ برٹش ایئرویز کے طیارے سے لاہور پہنچے، صبح سے یہ پانچواں طیارہ تھا جو معزز مہمانوں کو لے کر لاہور پہنچا تھا بحرین کے حکمران کا صدر جناب فضل الٰہی چودھری اور وزیر اعظم جناب بھٹو نے استقبال کیا۔ اور انھیں ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ بعد میں فوجی دستوں نے انھیں گارڈ آف آنر پیش کیا۔

امیر قطر شیخ خلیفہ بن حماد الثانی

بحرین کے حکمران کی آمد کے کچھ دیر بعد قطر کے حکمران شیخ خلیفہ بن حماد الثانی کو لے کر آنے والا برٹش ایئرویز کا طیارہ لاہور کے ہوائی اڈے پر اترا۔ ہوائی اڈے پر صدر فضل الٰہی اور وزیر اعظم جناب بھٹو نے معزز مہمان کا استقبال کیا اور معزز مہمان کو ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ معزز مہمان کے ہمراہ اخبار نویسوں کی ایک جماعت بھی آئی تھی بعد میں معزز مہمان کو سلامی کے چبوترے پر لے جایا گیا۔ فوجی بینڈ نے قطر اور پاکستان کے قومی ترانے بجائے۔

صدر حافظ الاسد

دوپہر ایک بجکر ۵۴ منٹ پر شام کے صدر حافظ الاسد شام عرب ایئر لائنز کے طیارے سے لاہور پہنچے۔ ہوائی اڈے پر صدر فضل الٰہی چودھری اور وزیر اعظم بھٹو نے معزز مہمان کا استقبال کیا۔ صدر الاسد کی آمد پر انھیں ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ صبح سے اب تک لاہور کے ہوائی اڈے پر پہنچنے والے طیاروں میں صدر حافظ الاسد کا طیارہ ساتواں تھا۔ معزز مہمان کو سلامی کے چبوترے پر لے جایا گیا اور فوجی بینڈ نے دونوں ملکوں کے قومی ترانے بجائے بعد میں چھٹی بلوچ رجمنٹ اور پاک فضائیہ کے دستوں نے معزز مہمان کو گارڈ آف آنر پیش کیا۔

صدر جعفر محمد نمیری

سہ پہر ۲ بجکر ۱۳ منٹ پر سوڈان کے صدر جناب جعفر محمد نمیری لاہور پہنچے۔ ہوائی اڈے پر صدر فضل الٰہی اور وزیر اعظم جناب بھٹو نے استقبال کیا۔ صدر نمیری کی آمد پر انھیں ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ بعد میں انھیں سلامی کے چبوترے پر لے جایا گیا جہاں دونوں ملکوں کے پرچم لہرا رہے تھے۔ فوجی بینڈ نے دونوں ملکوں کے قومی ترانے بجائے اور بری اور فضائی افواج کے دستوں نے معزز مہمان کو گارڈ آف آنر پیش کیا۔

صدر حواری بومدین وزیر اعظم ڈاکٹر لانسانہ بیوو گوئی، وزیر اعظم فرینکوئس مینڈیس

صدر نمیری کے بعد الجزائر کے صدر جناب حواری بومدین گنی کے وزیر اعظم ڈاکٹر لانسانہ بیوو گوئی اور گنی بساؤ کے وزیر اعظم فرینکوئس مینڈیس لاہور پہنچے۔ تینوں رہنما ایئر الجزائر کے طیارے سے پہنچے، ہوائی اڈے پر صدر فضل الٰہی چودھری اور وزیر اعظم بھٹو نے ان کا استقبال کیا۔ معزز مہمانوں کو ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی بعد میں انھیں سلامی کے چبوترے پر لے جایا گیا جہاں چاروں ملکوں کے قومی پرچم لہرا رہے تھے فوج کے دستوں نے مہمانوں کو گارڈ آف آنر پیش کیا۔

شاہ فیصل بن عبدالعزیز

سہ پہر ۳ بجکر ۵۴ منٹ پر سعودی عربین ایرلائنز کے ایک خصوصی طیارے سے سعودی عرب کے حکمراں شاہ فیصل بن عبدالعزیز تھے۔ لاہور پہنچ گئے۔ شاہ فیصل جو اسلامی کانفرنس کے ایک محرک بھی ہیں، ۱۹ رکنی وفد کی قیادت کر رہے تھے۔ جو اب تک آنیوالے وفود میں سب سے بڑا وفد تھا۔ شاہ فیصل کا صدر فضل الٰہی چودھری اور وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے استقبال کیا۔ معزز مہمان کی آمد پر انھیں ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ بعد میں انھیں سلامی کے چبوترے پر لے جایا گیا۔ جہاں دونوں ملکوں کے پرچم لہرا رہے تھے۔ فوجی بینڈ نے سعودی عرب اور پاکستان کے قومی ترانے بجائے اور بری اور فضائی فوج کے دستوں نے معزز مہمان کو گارڈ آف آنر پیش کیا۔ شاہ فیصل کا اہم شخصیتوں سے تعارف بھی کرایا گیا۔ شاہ فیصل جس طیارے سے لاہور پہنچے اس کے دونوں جانب کلمہ طیبہ لکھا ہوا تھا۔

امیر کویت شیخ صباح السالم الصباح چیئرمین یاسر عرفات

شام ۵ بجے کویت ایرویز کا طیارہ کویت کے حکمران شیخ صباح السالم اور تنظیم آزادی فلسطین کے چیرمین جناب یاسر عرفات کو لے کر لاہور کے ہوائی اڈے پر اترا، طیارے سے اترنے تک جناب یاسر عرفات کی آمد کی اطلاع نہیں تھی۔ ہوائی اڈے پر معزز مہمانوں کا استقبال صدر فضل الٰہی چودھری اور وزیر اعظم بھٹو نے کیا۔ معزز مہمانوں کی آمد پر انھیں ۲۱ توپوں کی سلامی دی، بعد میں انھیں سلامی کے چبوترے پر لایا گیا۔ فوجی بینڈ نے قومی ترانے بجائے۔ بعد میں بری اور فضائی فوج کے دستوں نے معزز مہمانوں کو گارڈ آف آنر پیش کیا۔ کویت کے حکمراں کے ہمراہ صحافیوں اور کیمرہ مینوں کی ایک جماعت بھی آئی تھی۔ صدر فضل الٰہی وزیر اعظم بھٹو، وزراء اعلیٰ اور ان کی کابینہ کے اراکین نے جو شاہ فیصل کی آمد تک سفید لباس پہنے ہوئے تھے کویت کے حکمراں اور جناب یاسر عرفات کا نیلے سوٹوں میں استقبال کیا۔ تنظیم آزادی فلسطین کے چیرمین جناب یاسر عرفات کا پورے اعزاز کے ساتھ استقبال کیا گیا۔ صدر

فضل الہی اور وزیر اعظم بھٹو نے ان سے انتہائی گرم جوشی سے مصافحہ کیا، بعد میں صدر فضل الہی اور وزیر اعظم بھٹو انھیں اور کویت کے حکمران کو سلامی کے چبوترے پہ لائے، جناب یاسر عرفات نے مسلح افواج کے دستوں سے سلامی لی اور گارڈ آف آنرز کا معائنہ کیا۔ بعد میں جناب یاسر عرفات نے مسکراتے ہوئے قومی اسمبلی کے اسپیکر، گورنر پنجاب، وزیر اعلیٰ پنجاب اور صوبائی کابینہ کے اراکین سے مصافحہ کیا واضح رہے کہ جناب یاسر عرفات کا یہ پہلا دورہ پاکستان ہے۔

قاضی عبدالرحمان بن یحیٰی الاریانی

شام ۵ بجکر ۷ منٹ پر عوامی عرب جمہوریہ یمن (شمالی یمن) کے صدر قاضی عبدالرحمن بن یحیی الاریانی لاہور پہنچے، ہوائی اڈے پر صدر فضل الہی چودھری اور وزیر اعظم بھٹو نے معزز مہمان کا استقبال کیا اور انھیں ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ فوجی بینڈ نے دونوں ملکوں کے ترانے بجائے اور فوج نے گارڈ آف آنر پیش کیا۔

صدر انور السادات، صدر کرنل معمر قذافی

شام ۵ بجکر ۵۴ منٹ پر مصر کے صدر جناب انور السادات اور لیبیا کے صدر کرنل معمر قذافی کو لیکر مصر ایئر ویز کا طیارہ لاہور کے انٹرنیشنل ایئر پورٹ پر اترا۔ دونوں سربراہوں کے ہمراہ ان کی بیگمات بھی آئی ہیں۔ جیسے ہی یہ خبر پھیلی کہ معزز مہمانوں کو لے کر آنے والا طیارہ اترنے والا ہے۔ ایئر پورٹ پر موجود ہجوم میں زبردست جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ معزز مہمان جیسے ہی طیارے سے اترے فضا ۲۱ توپوں کی سلامی سے گونج اٹھی۔ معزز مہمانوں کا صدر فضل الہی چودھری اور وزیر اعظم بھٹو نے استقبال کیا۔ بعد میں انھیں سلامی کے چبوترے پہ لے جایا گیا۔ جہاں تینوں ملکوں کے پرچم لہرا رہے تھے۔ فوجی بینڈ نے تینوں ملکوں کے قومی ترانے بجائے بعد میں فوج کے دستوں نے معزز مہمانوں کو گارڈ آف آنر پیش کیا۔ دونوں سربراہان کے ہمراہ لیبیا اور مصر کے اخبار نویس بھی تھے۔

صدر قذافی سربراہ کانفرنس میں دس رکنی وفد کی اور صدر سادات سات رکنی وفد کی قیادت کریں گے ، صدر سادات اور کرنل قذافی ایسے رہنما ہیں جنھوں نے اقوام کی برادری میں اپنے اپنے ملکوں کے لئے باوقار مقام حاصل کیا ہے صدر قذافی نے اپنے ملک کو ان تمام برائیوں سے پاک کر دیا ہے جو ان کے برسر اقتدار آنے کے وقت لیبیا میں موجود تھیں ۔ پاکستانی عوام ان سے گہری محبت کرتے ہیں ۔

پروفیسر طورخان گونیش

ترکی کے وزیر خارجہ پروفیسر طورخان گونیش پاک فضائیہ کے طیارے سے شام کو راولپنڈی سے لاہور پہنچے ۔ وہ آج صبح ترکی سے راولپنڈی پہنچے تھے معزز مہمان کا ویسے ہی استقبال کیا گیا جس طرح سربراہ مملکت کا کیا جاتا ہے ۔ ہوائی اڈے پر صدر فضل الٰہی چودھری اور وزیر اعظم بھٹو نے استقبال کیا ۔ ان کی آمد پر ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی بعد میں انھیں سلامی کے چبوترے پر لیجایا گیا جہاں دونوں ملکوں کے پرچم لہرا رہے تھے فوج نے معزز مہمان کو گارڈ آف آنر پیش کیا ۔

وزیر اعظم تن عبدالرزاق

ملائشیا کے وزیر اعظم تن عبدالرزاق شام کو لاہور پہنچے وہ اسلامی سربراہ کانفرنس میں اپنے ملک کے نو رکنی وفد کی قیادت کریں گے ۔ ان کے ہمراہ ان کی اہلیہ بھی آئی تھیں معزز مہمان جب طیارے سے اترے تو انھیں ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی ۔

صدر فضل الٰہی چودھری اور وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے معزز مہمان کا استقبال کیا بعد میں انھیں سلامی کے چبوترے پر لے جایا گیا ۔ جہاں دونوں ملکوں کے پرچم لہرا رہے تھے فوجی بینڈ نے دونوں ملکوں کے قومی ترانے بجائے اور فوج نے گارڈ آف آنر پیش کیا ۔

صدر میجر جنرل محمد سعید برے

رات ۸ بجکر ۵ منٹ پر سعودی عریبین ائیر لائنز کے طیارے سے صومالی کے صدر میجر ×

جنرل محمد سعید برے لاہور پہنچے۔ ہوائی اڈے پر پاکستان کے صدر اور وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے معزز مہمان کا استقبال کیا۔ معزز مہمان جب طیارے سے اترے تو انھیں ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ بعد میں معزز مہمان کو سلامی کے چبوترے پر لے جایا گیا۔ جہاں صومالی اور پاکستان کے پرچم لہرا رہے تھے فوجی بینڈ نے دونوں ملکوں کے قومی ترانے بجائے اور بری اور فضائی فوج کے چاق و چوبند دستوں نے معزز مہمان کو گارڈ آف آنر پیش کیا۔

پیغامات

اسلامی سربراہ کانفرنس عالم اسلام کے تاریخی اتحاد کا مظہر ہے

وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے ایک پیغام میں کہا :
اسلامی اتحاد اور مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ہمارے اخبارات نے بھی ہمیشہ اسی اتحاد کی تبلیغ و حمایت کی ہے۔ لاہور کی اسلامی سربراہ کانفرنس ہماری اس خواہش و تمنا کی مظہر ہے آیئے اس مبارک موقع پر دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ اس کانفرنس کو ایسا پلیٹ فارم ثابت کرے کہ پوری دنیا جان لے کہ اسلامیان عالم اسلامی دنیا کے قلب میں اپنے مقبوضہ علاقوں کو آزاد کرانے کے لئے متحد ہو گئے ہیں وزیر اعظم کے پیغام کا متن حسب ذیل ہے :
اسلامی سربراہ کانفرنس ۲۲ فروری ۱۹۷۴ء سے لاہور میں شروع ہو رہی ہے اسی شہر میں نظریہ پاکستان ۱۹۴۰ء میں پیش کیا گیا تھا۔ یہ کانفرنس بحر اوقیانوس میں مراکش سے بحر الکاہل میں انڈونیشیا تک پورے عالم اسلام کے لئے ایک تاریخی واقعہ ہے۔ یہ کانفرنس اسلامی اتحاد کی نشاۃ ثانیہ کی مظہر ہے۔ اقتصادی قوت اور سیاسی اثر و نفوذ کے حصول کے لئے اس سے قبل عالم اسلام کی حالیہ تاریخ میں کبھی ایسا موقع مہیا نہیں ہوا۔ پاکستان کے عوام مسلم نشاۃ ثانیہ پر شاداں و فرحاں ہیں انھیں ان اسلامی ممالک کے عظیم رہنماؤں کی میزبانی کا شرف و سعادت حاصل ہوا ہے جو اس کانفرنس میں شریک ہو رہے ہیں۔

ہندوستان میں اسلامی سلطنت کے زوال کے ساتھ عالم اسلام کے قلب میں سامراجیت نے پر پرزے نکالنا شروع کر دیئے۔ مشرق وسطیٰ افریقہ اور ایشیا اس کی زد میں آ گئے اور اس طرح عالم اسلام تقسیم ہو گیا اور اسے غلام بنا لیا گیا۔ لیکن غلامی کے اس دور میں بھی مسلمانوں نے اتحاد ملت کے عظیم نصب العین سے کبھی صرف نظر نہیں کیا۔ دور حاضر کی تاریخ میں جمال الدین افغانی

نے ملی اتحاد کی شمع روشن کی۔ بعد ازاں ملت کے اس عمومی جذبہ کا اظہار محمد عبدہٗ اور علامہ محمد اقبال کی نگارشات سے ہوا۔ متعدد دوسرے رہنماؤں نے اسلام کی سربلندی کے لئے عملی جدوجہد کی، ہمارے علما اور عظیم سیاسی رہنما جیسے بابائے قوم، قائد اعظم محمد علی جناح، ان سے قبل عزم و جرات کے مجسم محمد علی جوہر نے اپنی زندگیاں اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دیں اور مظلوم مسلم ممالک کی آزادی کے لئے کوشاں رہے۔

میں یہ دیکھ کر بجا طور پر فخر محسوس کرتا ہوں کہ ہمارے اخبارات شروع سے مسلسل اتحاد ملت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ اور انھوں نے اس عظیم مقصد کو ہمیشہ سربلند رکھا ہے۔ فطری بات یہ ہے کہ ہمارے اخبارات کو اس تاریخی کانفرنس کا فرط مسرت سے بارگاہ ایزدی میں سربسجدہ ہو کر خیر مقدم کرنا چاہیئے کہ یہ کانفرنس پاکستانی عوام کی دیرینہ خواہش کی تعبیر ہے آیئے ہم سب دعا کریں کہ کانفرنس ایک ایسا پلیٹ فارم ثابت ہو جس سے پوری دنیا کو یہ تاثر مل جائے کہ مسلمان پھر اسلامی دنیا کے قلب میں اپنے مقبوضہ علاقوں کو آزاد کرنے کے لئے متحد ہو گئے ہیں۔

شیخ خلیفہ بن حماد الثانی

امیر کویت شیخ خلیفہ بن حماد الثانی نے یہاں پہنچنے پر ایک تیار شدہ بیان جاری کیا جس میں انہوں نے تمام مسلم ملکوں پر زور دیا کہ وہ اپنے وسائل کو مسجد اقصےٰ اور دیگر مقامات مقدسہ کی آزادی کے لئے کوئی مشترکہ موقف اختیار کیا تو قطر ان تمام فرائض کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا۔ جو اس پر عاید ہوں گے۔ انہوں نے اسلامی کانفرنس کی تیاریوں کے لئے پاکستان کے عوام اور حکومت کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ اس کانفرنس کی کامیابی کے لئے قطر اپنی تمام کوششیں کرے گا۔ انہوں نے عالم عرب اور بالعموم عالم اسلام کو درپیش مسائل کے سلسلے میں پاکستان کے رویہ کی بھی تعریف کی اور اس توقع کا اظہار کیا کہ اسلامی کانفرنس مسئلہ فلسطین کے حل اور مسجد الاقصیٰ اور دیگر مقامات مقدسہ کو یہودی قبضہ سے آزاد کرانے کے لئے اہم کردار ادا کرے گی۔

ہندوستان کے بارے میں کسی تجویز پر غور نہ کیا جائے

اسلامی ملکوں کے نام اندرا کا تار

ہندوستانی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے لاہور میں ہونے والی اسلامی کانفرنس میں شریک ممالک کے نام ایک تار میں کہا کہ ہندوستان کو کانفرنس میں مدعو نہیں کیا گیا ہے۔ حالاں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی کئی مسلمان ممالک کی آبادی سے زیادہ ہے انہوں نے کہا ہے کہ ان کے مسلمان ملکوں سے تعلقات بہت اچھے ہیں۔ اگر پاکستان کانفرنس میں ہندوستان کے متعلق کوئی تجویز پیش کرے تو اس پر غور نہ کیا جائے۔ آل انڈیا ریڈیو کے مطابق انہوں نے شاہ ایران کے کانفرنس میں بذات خود شریک نہ ہونے کا خیر مقدم کیا ہے۔

ہندوستانی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے مسلمان ملکوں کے سربراہوں اور وفود کے نام جو تار بھیجے، ان میں کہا گیا کہ کانفرنس میں کشمیر کے مسئلہ پر غور نہ کیا جائے کیونکہ یہ فیصلہ کانفرنس کے دائرے سے باہر ہے۔

ہم اسلامی کانفرنس کی کامیابی کیلئے دعا گو ہیں

مولانا مودودی اور میاں طفیل کے تار

جماعت اسلامی کے بانی مولانا مودودی اور امیر جماعت اسلامی کے میاں طفیل محمد نے ایک مشترکہ تار میں اسلامی سربراہ کانفرنس میں شرکت کرنے والے اسلامی ملکوں اور حکومتوں کے سربراہوں کا خیر مقدم کیا اور مختلف امور پر ان کے اقدامات کی کامیابی کی دعا کی۔ دونوں لیڈروں نے اپنے تار میں کہا کہ ہم جماعت اسلامی اور پاکستانی عوام کی جانب سے اسلامی اخوت کے جذبہ کے ساتھ آپ اور آپ کے وفد کے ارکان کا گرمجوشی سے استقبال کرتے ہیں اس تاریخی اسلامی کانفرنس کی میزبانی کا شرف حاصل کرنا ہمارے لئے انتہائی خوشی اور اعزاز کا باعث ہے۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ یہ کانفرنس مسلم اقوام کے درمیان اتحاد اور اخوت کے رشتوں کو مزید مستحکم کرے۔

افغانی وفد کے قائد سے لیبیا کے صدر کی بات چیت

لیبیا کے صدر معمر القذافی نے اسلامی سربراہی کانفرنس میں افغان وفد کے قائد وزیر خارجہ عبدالرحمٰن پژواک سے بھی ملاقات کی اور کہا کہ کانفرنس کے اختتام کے بعد جب وہ افغانستان کے دورہ پر جائیں گے تو وہاں افغانستان کے صدر سردار محمد داؤد سے ان کی پاکستان افغانستان تعلقات پر بات ہوگی کیونکہ تیل پیدا کرنے والے بہت سے اسلامی ممالک کی خواہش ہے کہ پاک افغان کے درمیان خوش گوار تعلقات قائم ہوں۔ بعض دوست ممالک نے بہتر تعلقات کی صورت میں بہت سے صنعتی منصوبوں کے لئے امداد دینے کی بھی پیش کش کی ہے جو دونوں ملکوں کے درمیان مشترکہ ہوں گے۔ صدر قذافی اس سلسلہ میں وزیراعظم بھٹو سے تفصیلی بات بھی کریں گے۔

عالمی سطح پر اب ہماری آواز کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ التہامی

اسلامی سیکرٹریٹ کے سیکرٹری جنرل جناب محمد حسن محمد التہامی نے کہا کہ اسلامی سربراہ کانفرنس میں جو فیصلے کئے گئے ہیں ان میں اسلامی حکمت عملی کو ٹھوس اور واضح انداز میں پیش کیا گیا ہے اور ان فیصلوں پر مکمل عمل درآمد کے لئے بھرپور کوشش کی جائے گی۔ جدہ روانگی سے قبل اے پی پی سے ایک خصوصی انٹرویو میں انہوں نے کہا کہ ہم کسی مشکل کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالیں گے بلکہ جو دشواری اور مشکل بھی ہماری راہ میں آئے گی ہم اسے ہٹا کر کامیابی کی منزل کی طرف بڑھتے جائیں گے۔ جناب حسن التہامی نے کہا کہ ہمیں خدشہ ہے کہ بعض عالمی طاقتیں بعض اسلامی ملکوں پر عالم اسلام کے باہمی اقتصادی تعاون کے منصوبے کے بارہ میں دباؤ ڈالنے کی کوشش کریں گی۔ کیونکہ مسلمان ملکوں نے جس عزم و ارادے کا اظہار کیا ہے۔ اس سے ہمیں بڑی تقویت ملی ہے۔

اسلامی سیکرٹریٹ کے سیکرٹری جنرل نے کہا کہ عالمی طاقتوں کو کانفرنس میں کئے گئے فیصلوں کا خیال رکھنا ہی پڑے گا۔ عالم اسلام کی آواز رائیگاں نہیں جا سکتی، انہوں نے کہا

یہ پہلا موقع ہے کہ تمام مسلم ممالک نے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اپنی پالیسی وضع کی ہے اور جب بھی عالمی سطح پر کوئی فیصلہ کیا جانا ہو گا۔ اسلامی ملکوں کے جذبات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکے گا۔ انھوں نے کہا کہ کانفرنس کے فیصلے دنیا بھر کے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔

جناب حسن التہامی نے کہا کہ وہ عنقریب ان اسلامی ملکوں کا دورہ کریں گے، جنھوں نے اعلیٰ سطح پر کانفرنس میں نمائندگی نہیں کی۔ بلکہ کانفرنس میں اپنے نمائندے بھیجے اس سلسلے میں سب سے پہلے میں مراکش جاؤں گا اور پھر شہنشاہ ایران سے ملنے کے لئے تہران کا دورہ کروں گا انھوں نے کہا کہ یہ بہت ضروری ہے "تاکہ ان ملکوں کے سربراہ حالات سے پوری طرح باخبر ہو سکیں۔

انھوں نے کہا میں افریقی ملکوں کا دورہ بھی کروں گا۔ جنھوں نے اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے بھرپور کردار ادا کیا انھوں نے کہا جب تک مسلمان ملکوں کی نوجوان نسل متحد ہو کر ذمہ داریاں سنبھال لینی چاہئیں۔ تاکہ ہم دوسرے کام کر سکیں۔ اسلامی سیکرٹریٹ کی مزید توسیع کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے جناب حسن التہامی نے کہا ہماری خواہش ہے کہ اسلامی سیکرٹریٹ دس گنا بڑا ہو جائے۔ انھوں نے کہا کہ لاہور کانفرنس سے قبل سیکرٹریٹ کا سب سے بڑا مسئلہ رقوم کا تھا لیکن کانفرنس کے دوران متعدد ملکوں نے سیکرٹریٹ کی مالی امداد کی یقین دہانی کرائی ہے انھوں نے کہا مجھے اس بات پر بے حد خوشی ہوئی ہے کہ اقوام متحدہ اب تک وہ کامیابیاں حاصل نہیں کر سکی جو اسلامی سربراہ کانفرنس نے پہلے ہی مرحلے میں حاصل کر لی ہیں۔

انھوں نے کہا عرب موقف کی حمایت سے قطع نظر اسلامی سربراہ کانفرنس کے فیصلے عالمی مسائل کے ساتھ مسلمانوں کی از سر نو مطابقت پیدا کرنے کی غمازی کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا مسلمان اپنا وجود محسوس کر رہے ہیں اور عالمی قوت کے طور پر ابھر رہے ہیں اور انھوں نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ اپنی سرزمین کے خود مالک ہیں۔

انھوں نے کہا پہلی مرتبہ یروشلم کو مسلمانوں کا ایک شہر قرار دیا گیا ہے اور یہ ایک قابل تحسین فیصلہ ہے اس طرح یروشلم کو بین الاقوامی تحویل میں دینے کے فریب کا خاتمہ ہو گیا ہے

اب کوئی طاقت یا بین الاقوامی تنظیم شہر کو بین الاقوامی تحویل میں دینے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ انہوں نے کہا ایک وقت تھا جب مسلمان ملک بین الاقوامی سطح پر آواز بلند کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے لیکن اسلامی سربراہ کانفرنس کے ساتھ ہی مسلمان ملکوں کی پالیسیوں کی سربلندی کا آغاز ہو گیا ہے۔

مسٹر تہامی نے کہا لاہور سچے مومنوں کا شہر ہے اور اس شہر میں اسلامی کانفرنس کے ذریعے اسلامی یکجہتی حاصل کر کے تاریخ سازی کی گئی ہے انھوں نے کہا یروشلم اور عرب مقبوضہ علاقوں کی آزادی ہماری ابتدائی منزل ہے۔ جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب صرف اسرائیل کے خلاف عرب جدوجہد کی حمایت یا مقبوضہ علاقوں کو خالی کرانا نہیں ہوتا بلکہ اسلام سے ہم یہ مراد لیتے ہیں کہ مسلمانوں کی سوچ کے مطابق عالمی پالیسیوں کو از سر نو مرتب کیا جائے۔ انھوں نے کہا دشمن پسند کرتا ہے یا نہیں۔ اسے مقبوضہ علاقوں سے نکلنا پڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ وہ جنیوا مذاکرات میں شرکت نہیں کریں گے۔ کیونکہ جنیوا مذاکرات کا اسلامی سربراہ کانفرنس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سربراہ کانفرنس نے عرب موقف کی حمایت کا اعلان کر دیا ہے۔ کراچی میں اخبار نویسوں سے باتیں کرتے ہوئے مسٹر تہامی نے کہا مسلمان ملکوں نے پہلی مرتبہ اسلامی فلسفے کو ایک پالیسی لائن کے طور پر اپنایا ہے۔
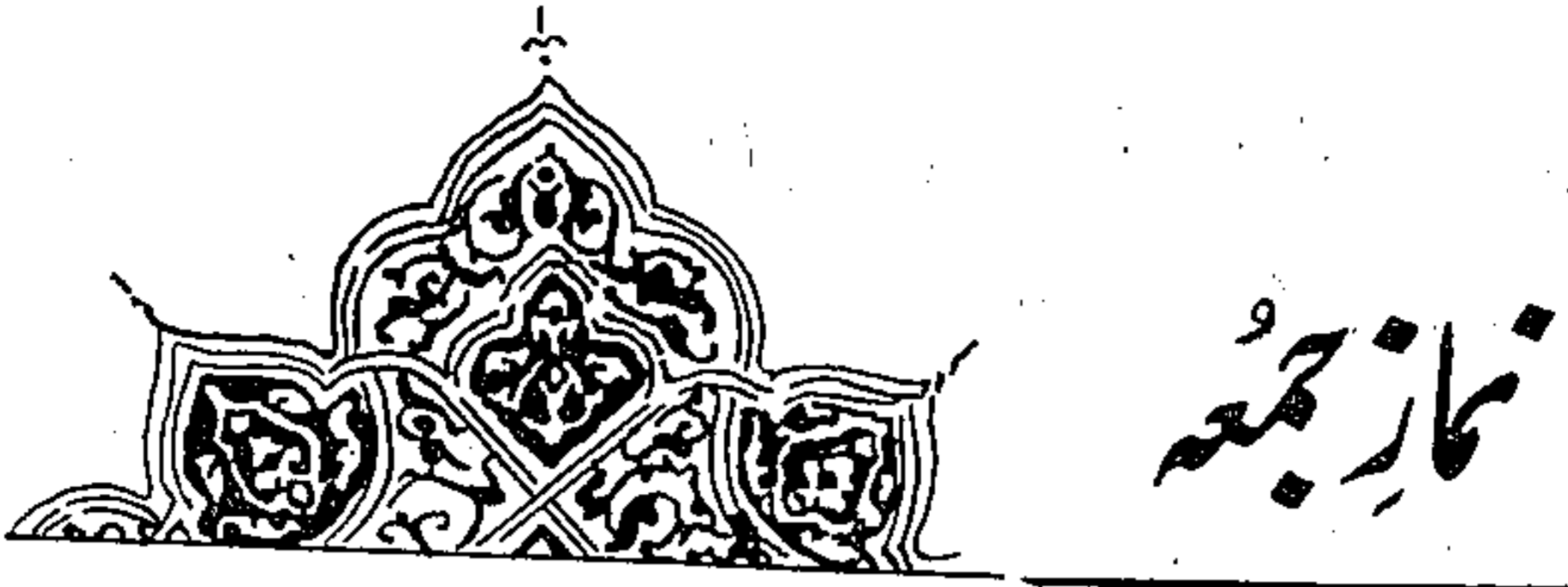
نمازِ جمعہ

ملت اسلامیہ کے جاہ و جلال کا ایمان افروز اجتماع

اسی کروڑ فرزندانِ توحید کے مقتدر رہنماؤں نے بادشاہی مسجد لاہور میں نمازِ جمعہ ادا کی

لاہور کی بادشاہی مسجد نے گزشتہ تین سو سال کے دوران ملت اسلامیہ کے جاہ و جلال کے بہت سے مناظر دیکھے ہیں۔ اسے ان مسلمان حکمرانوں کے سجدے بھی یاد ہیں جنھوں نے برصغیر میں اسلام کی عظمت کو فروغ دیا تھا اسے ان مجاہدین کی تکبیریں بھی یاد ہیں جنھوں نے اسلام کی حرمت کی خاطر اپنی گردنیں پیش کی تھیں اسے ان بزرگوں کی دعائیں بھی یاد ہیں جنھوں نے اسلام کی شمع کو فروزاں رکھنے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں اور اسے وہ روح پرور سماں بھی یاد ہوگا۔ جب قیام پاکستان کی خوشی میں اہل لاہور نے بارگاہ رب العزت میں سجدۂ شکر پیش کیا تھا لیکن اس نے جمعہ ۲۲ فروری ۷۴ء کو جو ولولہ انگیز، حیات آفرین اور ایمان پرور نظارہ دیکھا ہے اس کی مثال ماضی کے دامن میں نہیں۔

بادشاہی مسجد میں جمعہ کی نماز صدیوں ادا کی جاتی رہی ہے اسے دودمان مغلیہ کے اس شہنشاہ سے نسبت ہے جس کے سینے میں مرد مومن کا دل تھا اور جو شعائر اسلام کا نہ صرف پابند تھا بلکہ مبلغ اور محافظ بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس مسجد کو ہمیشہ احترام کی نگاہوں سے دیکھا گیا ہے یہ مسجد مکہ معظمہ کی مشہور مسجد الوحید کے نمونے پر تعمیر کی گئی ہے اور اس نسبت کی وجہ سے اسے ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ یہ مسجد مسلمانوں کے فن تعمیر کا نہایت حسین

مرقع ہے اور اس لئے اہل پاکستان اسے اپنا بہت ہی قیمتی ورثہ سمجھتے آئے ہیں لیکن اس مسجد میں بیک وقت تمام عالم اسلام کے سربراہوں اور نمائندوں کی موجودگی سے جو انفرادی حیثیت اسے ملی ہے اس پر ہم جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔

بادشاہی مسجد میں تمام عالم اسلام کے نمائندوں کا اجتماع اس تاریخی موقع پر ہوا جب لاہور میں ۲۲ فروری کو اسلامی سربراہ کانفرنس شروع ہوئی اور اس حسن اتفاق پر مستقبل کا مورخ یقیناً غور کرے گا۔ کہ سربراہ کانفرنس کی کاروائی نماز جمعہ کے بعد شروع ہوئی اور صحن مسجد ہی میں خداوند تعالےٰ کی بارگاہ میں اس دعا کے ساتھ شروع ہوئی کہ اسلام اور عالم اسلام کو وہ منصب، وہ عزت، وہ رفعت نصیب ہو، جس کی تمنا ستر کروڑ مسلمانوں کے دل میں ہے

اہل پاکستان اور اہل لاہور کے دلوں میں اسلام اور عالم اسلام کے لئے جو محبت اور عقیدت ہے اس کا مظاہرہ ہمیشہ ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ مگر ۲۲ فروری کو ایک عجیب روح پرور اور ولولہ انگیز سماں دیکھنے میں آیا تھا۔ لاہور کے شہریوں نے رات ہی کو سن لیا تھا کہ بحر اوقیانوس کے ساحل سے لے کر بحر الکاہل کے جزائر تک کے جو سربراہان مملکت اور نمائندے لاہور کی سربراہ کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے آتے ہیں وہ جمعہ کی نماز بادشاہی مسجد میں ادا کریں گے۔ اس خبر سے اہل لاہور کے دلوں میں عالم اسلام کے ان رہنماؤں کو ایک جھلک دیکھنے کی تمنا پیدا ہوئی جو ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی اور عالم اسلام کی سربلندی کے لئے تشریف لائے تھے۔ صبح ہی سے انسانوں کا ہجوم اُمڈنا شروع ہوا اور گیارہ بجے چیرنگ کراس سے لے کر بادشاہی مسجد تک سڑک کے دونوں کناروں پر تل دھرنے کی جگہ باقی نہ رہی اور عوام فٹ پاتھوں کے علاوہ قریبی عمارتوں کی چھتوں پر بھی چڑھے ہوئے تھے۔

بادشاہی مسجد جس کا صحن تمام دنیا کی مساجد سے بڑا ہے نماز جمعہ سے دو گھنٹے قبل ہی مکمل طور پر بھر چکا تھا۔ جب کسی مسلم رہنما کی گاڑی مسجد کے قریب پہنچتی تو ہر طرف سے نعرہ تکبیر کی صدائیں بلند ہوتی تھیں اور جب وہ مسجد میں داخل ہوتے تھے تو السلام علیکم کی ایمان افروز آواز آتی تھی۔ جن لوگوں کو صحن مسجد میں بیٹھنے کی جگہ نہ ملی انھوں نے اپنی نماز قریبی مسجدوں میں

چھت پر اسی امام کے پیچھے ادا کی۔ صدر پاکستان اور وزیر اعظم پاکستان پہلے ہی بڑے دروازے پر پہنچ گئے تھے اور وہ یہاں پر اپنے معزز مہمانوں کا استقبال کرتے تھے۔

اسلامی ممالک کے سربراہوں کی متوقع آمد کے پیش نظر مسجد میں نماز جمعہ کے لئے انتہائی خاص انتظامات کئے گئے تھے۔ حضوری باغ کے سامنے سیڑھیوں سے مسجد کے اندر تک سرخ قالین بچھایا گیا تھا جس پر سے گزر کر سربراہ مسجد کے اندر داخل ہوئے۔ مسجد کے ارد گرد اسلامی ممالک کے جھنڈے لہرا رہے تھے۔ دیگر انتظامات کے ساتھ ساتھ زبردست حفاظتی انتظامات بھی تھے۔ مسجد کے صحن کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ مین دروازے کے ساتھ لوہے کی چادروں کا ایک پختہ راستہ بنایا گیا تھا جو زمین سے ایک فٹ بلند تھا اس پر سرخ قالین بچھا تھا اور اس راستے کے دونوں طرف قالین کی سرخ رسیاں بندھی ہوئی تھیں۔ اس کے دائیں بائیں تیس تیس فٹ جگہ خالی تھی۔

مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے ہر جگہ پر نمازی موجود تھے۔ اس کے علاوہ مسجد کے باہر شاہی محلہ کی جانب دور دور تک میدان میں اور سڑکوں پر ارد گرد واقع مکانوں کی چھتوں پر لوگوں نے نماز جمعہ ادا کی۔

مسجد کا اندرونی حصہ سب سے اہم تھا جہاں صرف ممالک کے سربراہوں، ان کے وفود کے ارکان صوبائی گورنر، وزراء اور چند نہایت اہم اعلیٰ سرکاری افسروں نے نماز پڑھی۔ اس کے علاوہ مسجد کے باہر بھی ہزاروں افراد نے نماز جمعہ ادا کی۔ مسجد کے دائیں جانب مکانوں کی چھتوں پر ہزاروں افراد دور سے سربراہوں کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے کئی گھنٹے تک بیٹھے رہے۔

معزز مہمانوں کے وفود کی آمد پونے ایک بجے شروع ہوئی۔ سب سے پہلے یمن کے سربراہ قاضی عبدالرحمٰن الاریانی آئے جو بارہ بجکر ۵۵ منٹ پر مسجد میں پہنچے، ان کے بعد انڈونیشیا کے آدم ملک آئے۔ تنظیم آزادی فلسطین کے سربراہ یاسر عرفات ایک بجکر ۲۵ منٹ پر مسجد میں پہنچے۔ صحن میں عوام نے یاسر عرفات کو دیکھا تو نعرہ ہائے تکبیر کی آوازوں سے فضا گونج اٹھی اور یاسر عرفات نے بھی عوام کے جذبات کا اپنے مخصوص انداز میں

ہاتھ ہلا کر جواب دیا۔ یاسر عرفات اپنے مخصوص لباس خاکی پتلون سفید قمیض اور سر پر سیاہ اور سفید رنگ کا چارخانہ رومال ڈالے مسٹر عبدالحفیظ کاردار کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے تو مسجد کے اندر موجود لوگ کھڑے ہو گئے۔ ایک شخص ان سے والہانہ انداز میں لپٹ گیا۔ اس سے فائدہ اٹھا کر وزیر تعلیم عبدالحفیظ کاردار نے بھی یاسر عرفات کو گلے سے لگا لیا اور ان کی گردن کو بھی بوسہ دیا۔ ڈیڑھ بجے صدر حافظ الاسد آئے۔ شاہ فیصل جب نماز جمعہ میں شرکت کے لئے شاہی مسجد میں پہنچے تو صف میں بیٹھنے سے قبل ہی انھوں نے دو رکعت نماز نفل ادا کی۔ نماز کے بعد شاہ فیصل ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگے۔ ٹیلیویژن پر کارروائی نشر کرنے والے اصحاب نے اس موقع پر شاہ فیصل کی ایک حالیہ تقریر کا ذکر جس میں انھوں نے کہا تھا کہ میری زندگی کی اب آخری خواہش یہ ہے کہ میں بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کروں۔

اس حوالہ سے ٹیلیویژن دیکھنے والے لاکھوں افراد کے جذبات میں تلاطم برپا ہو گیا۔ اور بے اختیار ان کی زبان سے یہ دعا نکلی کہ "اے اللہ تو بیت المقدس کو غاصبوں کے تسلط سے آزاد کر دے۔ شاہ فیصل کافی دیر تک بڑے خشوع و خضوع سے دعا کرتے رہے اور جب انھوں نے دعا ختم کرنے کے بعد اپنے ہاتھ چہرے کے سامنے سے ہٹائے تو ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو چھلک آئے۔ اور ان کے ساتھ ہی ٹیلیویژن دیکھنے والے لاکھوں افراد کی آنکھیں بھی آبدیدہ ہو گئیں۔

ہزاروں نمازی بڑی عقیدت کے ساتھ اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے انھوں نے اللہ اکبر اور پاسبان کعبہ زندہ باد کے نعرے لگائے۔

شاہ فیصل نے اپنے شانوں تک ہاتھ اٹھا کر مسلمانان لاہور کے اظہار محبت کا جواب دیا۔ لوگ ایک بار پھر محافظ کعبہ کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے صفیں چھوڑ کر جنگلے کے قریب جمع ہو گئے۔ شاہ فیصل جب مسجد کے اندرونی برآمدے میں داخل ہوئے تو وہاں موجود متعدد سربراہ اظہار عقیدت و احترام کے طور پر کھڑے ہو گئے۔ شاہ فیصل کو امام کے منبر کے بالکل سامنے جگہ دی گئی۔

یوگنڈا کے صدر عیدی امین جب مسجد میں داخل ہوئے تو وہ اپنی فوجی وردی میں ملبوس

تھے۔ نمازیوں نے اللہ اکبر اور مجاہد اسلام زندہ باد کے نعروں سے ان کا استقبال کیا ایک بار پھر صفوں میں ہلچل مچی، لوگ جنگلے کی طرف بڑھے اور انھوں نے ہاتھ ہلا ہلا کر افریقی مسلمانوں کے اس پرجوش اور مقبول قائد کا خیر مقدم کیا اور عیدی امین نے بھی بار بار ہاتھ ہلا کر ان کے جذبات کا جواب دیا۔ ان کے بعد ماریطانیہ کے صدر، بحرین کے امیر، کویت کے امیر اور دیگر رہنما آئے۔ ایک بجکر ۲۸ منٹ پر صدر قذافی مسجد کے صدر دروازے پر آئے۔ جب وہ اندر داخل ہوئے تو نعرۂ تکبیر، مجاہد اسلام کے نعروں سے پوری فضا گونج اٹھی۔ ان کے فوری بعد الجزائر کے صدر بومدین اندر آئے وہ سیاہ چشمہ پہنے ہوئے تھے۔

موتمر عالم اسلامی کے سربراہ مفتی اعظم فلسطین الحاج امین الحسینی کی آمد پر بھی نمازیوں نے غیر معمولی جوش و خروش اور احترام کا مظاہرہ کیا۔ مفتی اعظم فلسطین موتمر عالم اسلامی کے قیام اور اس کے بعد اپنی مسلسل جدو جہد کے ذریعہ سالہا سال تک تمام دنیا میں اتحاد اسلامی کی تنہا علامت رہے ہیں۔ اور اعلان بالفور سے لے کر عرب اسرائیل جنگ تک انھوں نے مسئلہ فلسطین کو زندہ رکھنے کے لئے بے مثال قربانیاں دی ہیں۔

نماز جمعہ کی اذان سے چند منٹ قبل جب بیشتر معزز مہمان مسجد میں پہنچ چکے تو وزیر اعظم بھٹو بھی صدر پاکستان کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے۔ عوام نے اپنی جگہوں سے اٹھ کر قائد عوام زندہ باد، ذوالفقار علی بھٹو زندہ باد، اتحاد اسلامی زندہ باد کے پرجوش نعروں سے وزیر اعظم کا استقبال کیا گیا وہ صدر قذافی کے ساتھ بیٹھ گئے۔ ایک بجکر ۱۱ منٹ پر اذان شروع ہوئی اور شاہی مسجد کے خطیب عبدالقادر آزاد نے عربی میں خطبہ پڑھا۔ قرآنی آیات اور احادیث نبوی پر مشتمل تھا جن کا بنیادی موضوع اسلامی اتحاد تھا۔

نماز کے بعد تمام رہنماؤں نے سنتیں ادا کیں اور اس کے بعد اسلامی دنیا کے ان عظیم رہنماؤں نے ایک دوسرے کے ساتھ گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔ ایک دوسرے سے گلے ملے۔

اس کے بعد تمام رہنما پچھلے دروازے سے جو خاص طور پر اس مقصد کے لئے بنوایا گیا تھا مسجد سے باہر گئے۔ اور وہاں سے پورے شان و شوکت سے جلوس کی صورت میں واپس چلے گئے۔ آج کی نماز میں مہمان ممالک کے معزز ارکان کے علاوہ گورنر پنجاب صادق حسین

قریشی، وزیر اعلیٰ ملک غلام مصطفےٰ کھر، مرکزی وزیر اطلاعات مولانا کوثر نیازی، نائب وزیر خارجہ عزیز احمد، صوبائی وزراء، بری فوج کے چیف آف سٹاف جنرل ٹکا خان، جسٹس یعقوب علی خان سپریم کورٹ کے جج مسٹر جسٹس یعقوب علی خان اور اعلیٰ سرکاری افسران نے بھی شاہی مسجد میں نماز ادا کی۔

نماز سے قبل ۱۱ بجے سے ایک بجے تک ممتاز دینی رہنماؤں نے تقاریر کیں۔ عالم اسلام کے اتحاد اور اسلامی سربراہوں کی کانفرنس کے انعقاد کی اہمیت اور اس کی کامیابی کے بارے میں خیالات کا اظہار کیا۔ قاری غلام رسول نے تلاوت کی۔ مفتی محمد حسین نعیمی نے کہا کہ آج ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کی خطاؤں کو معاف کر دیا ہے اور انھیں عزت کی منزل کی طرف گامزن کر دیا ہے۔ انھوں نے وزیر اعظم بھٹو کو بھی شاندار خراج تحسین پیش کیا۔

مسجد وزیر خان کے خطیب مولانا خلیل احمد قادری نے کہا کہ اسلامی کانفرنس سے عالم اسلام متحدہ ہو گا۔ انھوں نے دعا کی کہ یہ کانفرنس کامیاب ہو، ان کے علاوہ مولانا عبدالحکیم صاحبزادہ کبیر علی، مولانا مقصود احمد، علامہ نصیر اجتہادی اور مولانا ابوبکر غزنوی نے اسلامی کانفرنس کو عالم اسلام کے اتحاد کا پیش خیمہ قرار دیا۔

اسلامی کانفرنس میں شرکت کرنے والے سربراہوں، ان کے رفقاء اور لاہور کے تقریباً دو لاکھ مسلمانوں نے بادشاہی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی، نمازیوں کی صف اول میں آج دنیا کے ۳۸ مسلم ملکوں کے وفود اور ۸۰ کروڑ مسلمانوں کے نمائندوں کی موجودگی سے مسجد عالمگیری میں دنیا بھر کے مسلمانوں کا ایک ایسا عظیم الشان اور تاریخی اجتماع ہوا جو مسجد الحرام اور مسجد نبوی کے سوا شاید ہی اس سے قبل دنیا کی کسی مسجد میں منعقد ہو گا۔

بادشاہی مسجد کے خطیب مولانا عبدالقادر آزاد نے امامت کے فرائض انجام دیئے۔ نماز جمعہ کے اس تاریخی اور عالمگیر اجتماع میں جو لاہور میں منعقد ہونے والی اسلامی کانفرنس کی برکتوں میں سے ہے۔ اہل لاہور کے لئے ایک بڑی سعادت تھی۔ افریقہ اور ایشیا کے مسلم ممالک کے متعدد ملکوں کے سربراہوں، قائدین اور نمائندوں نے اپنے قومی لباس پہن کر شرکت کی۔ ان کی آمد مسلمانوں کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گی۔

صدر قذافی اور وزیر اعظم بھٹو کھلی کار میں واپس آئے

شاہی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد لیبیا کے صدر قذافی اور وزیر اعظم بھٹو ایک ہی کار میں واپس آئے۔ دونوں رہنما جس کار میں سوار تھے اس کی چھت ہٹا دی گئی تھی۔ دونوں رہنما کار میں برابر کھڑے ہو گئے، راستے میں لاہور کے لاکھوں عوام نے جو دونوں طرف سربراہوں کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے جمع تھے۔ وزیر اعظم بھٹو اور صدر قذافی زندہ باد کے پر جوش نعروں سے ان کا خیر مقدم کیا۔ دونوں رہنما اپنے اپنے انداز میں ہاتھ ہلا کر عوام کے جذبات کا جواب دیتے رہے۔

اسلامی کانفرنس میرے زمانہ طالبعلمی کے خواب کی تعبیر ہے (بھٹو)

وزیر اعظم بھٹو نے کہا ہے کہ موجودہ اسلامی کانفرنس ان کے زمانہ طالبعلمی کے ایک خواب کی تعبیر ہے انھوں نے اس سلسلہ میں اپنے طالب علمی کا ایک واقعہ سناتے ہوئے کہا کہ ۲۶ برس قبل مجھے ایک یونیورسٹی میں طلباء کے ایک اجلاس سے اسلامی ورثے کے موضوع پر خطاب کرنے کے لئے کہا گیا جن طلباء سے مجھے خطاب کرنا تھا وہ تقریباً تمام غیر مسلم تھے۔ اس موقع پر میں نے اپنی تقریر میں استحصال کے خلاف اسلامی اتحاد کی تجویز پیش کی اور اسلامی دولت مشترکہ کا خاکہ پیش کیا میں نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ اس قسم کی ایک تحریک اگلے بیس برس کے اندر آخری شکل اختیار کرے گی۔ اس وقت مجھے اس بارے میں طرح طرح کے شکوک تھے کہ میرا یہ خواب پورا ہو گا بھی یا نہیں، لیکن آج خدا کا شکر ہے کہ میرے اس خواب کی تعبیر پوری ہو گئی ہے۔

پاکستان نے بنگلہ دیش تسلیم کر لیا

لاہور ۲۲ رفروری ـــــ پاکستان نے بنگلہ دیش تسلیم کر لیا ـــــ یہ اعلان وزیر اعظم پاکستان جناب بھٹو نے لاہور ٹیلیویژن کے سٹوڈیو میں گورنروں، وزرائے اعلیٰ، ارکان اسمبلی اور پارٹی لیڈروں کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کیا، یہ اجلاس ۱۹ فروری کو طلب کیا گیا تھا لیکن بعض وجوہ کی بنا پر ملتوی ہوتا رہا اور آج شام ۴½ بجے ممکن ہو سکا۔ وزیر اعظم نے کہا، کہ انھوں نے بنگلہ دیش کے مسئلے پر بڑی طاقتوں یا ہندوستان کی پرواہ نہیں کی لیکن اب یہ دوستوں کا مشورہ ہے، دشمنوں کی رائے نہیں۔ جناب بھٹو کی تقریر کے دوران سٹوڈیو بار بار تالیوں سے گونجا، بنگلہ دیش تسلیم کرنے کے فیصلے کا اعلان کرتے وقت وزیر اعظم کی آواز جذبات سے بھر اگئی، جب وزیر اعظم تالیوں کی گونج میں واپس جا رہے تھے تو تھوڑی دیر رک کر انھوں نے بھی حاضرین کے ساتھ مل کر تالیاں بجائیں۔

وزیر اعظم بھٹو کی تقریر کا متن درج ذیل ہے :

میں نے آپ کو اور دیگر صوبوں سے دوستوں کو یہاں آنے کی تکلیف دی ہے، سندھ، سرحد اور بلوچستان سے بھی دوستوں کو دعوت دی ہے کہ وہ اس میٹنگ کے لئے آئیں۔ دو دفعہ یہ میٹنگ بلائی گئی۔ کیونکہ میرا ارادہ تھا کہ آپ سے مخاطب ہوں لیکن اب تک موقع نہ مل سکا۔ کیونکہ چند واقعات ایسے ہوئے جن کے باعث میٹنگ کو ملتوی کرنا پڑا۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میں آپ سے کیوں ملنا چاہتا تھا، میں نے ہر مشکل وقت میں آپ سے مشورہ کیا ہے اور میری سیاسی زندگی کا دستور یہی ہے، جب میں کہتا ہوں، آپ سے مشورہ کروں تو میں آپ کی ذات سے نہیں بلکہ پاکستان کے عوام سے مخاطب ہوتا ہوں۔ کیونکہ آپ عوام کے نمائندے ہیں۔ اور آج میں اس چھوٹے سے کمرے میں عوام کے نمائندوں سے ملاقات کر رہا ہوں۔ اور آپ جانتے ہیں کہ میں کیا فیصلہ کرنا چاہتا ہوں اور کس مسئلے پر آپ کی رائے لینا چاہتا ہوں۔ یہ مسئلہ بنگلہ دیش

کا ہے یہ مسئلہ کیوں پیدا ہوا۔ بنگلہ دیش بننے کی وجوہات کیا تھیں۔ اس کا پس منظر کیا تھا۔ آپ سب جانتے ہیں وہاں آزادی یا علیحدگی کی تحریک چلی یا نہیں چلی۔ اس کا ناجائز فائدہ اٹھایا گیا یا نہیں؛ وہاں جارحیت اور مداخلت ہوئی یا نہیں، یہ بھی آپ کو معلوم ہے، دو سال سے اس بات پر بہت بحث اور مناظرے ہو چکے ہیں اس پر بھی بہت بحث ہوئی ہے کہ چھ نکات ملک کی سالمیت کا پروگرام تھا یا علیحدگی کا پروگرام تھا۔ میری ناقص رائے میں یہ پروگرام علیحدگی کا تھا۔

میں نے اس مسئلے پر دو سال تک تقریریں کی ہیں۔ جب سے میری حکومت آئی ہے میں نے یہ بات کہی ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں میرا جو فلسفہ تھا وہ میں پہلے دن سے کہہ رہا ہوں، آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہم پر کوئی دباؤ پڑ رہا ہے اگر دباؤ ہو بھی تو ہم دباؤ میں نہیں آتے۔ ہم پر بڑی طاقتوں نے دباؤ ڈالا بلکہ دباؤ سے بھی کچھ زیادہ کیا۔ اور کہا کہ اگر آپ نے یہ فیصلہ نہ کیا تو مشکلات بڑھیں گی لیکن میں نے بڑی طاقتوں یا ہندوستان کی پروا نہیں کی۔ لیکن اس وقت یہاں تاریخی اسلامی کانفرنس ہو رہی ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ ابھی بھی دباؤ ہے لیکن یہ دشمنوں کی رائے نہیں، یہ فیصلہ چاہنے والے ہمارے مخالف نہیں۔

یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ یہ کانفرنس اسی مقصد کے لئے بلائی گئی ہے اگر یہ کانفرنس اسی مقصد کے لئے بلائی گئی ہے تو کیا اسرائیل بھی پاکستان نے بنایا ہے اور کیا دو جنگیں بھی ہم نے کرائی تھیں کہ ایک دن مشرقی پاکستان الگ ہو کر بنگلہ دیش بنے۔ اور ہم کانفرنس کے بہانے اسے تسلیم کر لیں۔ اور کیا اکتوبر کی جنگ ہم نے کرائی تھی۔ لیکن سچی باتیں دنیا جانتی ہے غلط فیصلے سب سے ہو سکتے ہیں، میں نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ قوم یا عوام کے مفاد کے خلاف غلط فیصلہ نہ کروں میں نے اس مسئلہ پر بہت سوچا ہے اور اگر اس آخری وقت پر بھی کوئی شخص یا آپ میں سے کوئی دوست اٹھ کر یہ بتائے کہ ذوالفقار علی بھٹو ہم اس فیصلے کے سوا کسی دوسرے طریقے سے دوبارہ اکٹھے ہو سکتے ہیں تو میں کہوں گا کہ میں آپ کی بات مانتا ہوں۔ آخر ہمارے پاس ایسا کونسا طریقہ ہے جس سے ہمارے بھائی جنہوں نے ہمارے ساتھ مل کر پاکستان کے لئے قربانیاں اور جد و جہد کی، اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے اس سے کون انکار کرتا ہے اگر یہ

انصاف کی حقیقت ہے تو ہمیں اسے تسلیم کرنا چاہیئے اور اگر یہ غلط حقیقت ہے تو ہمارے فیصلے کے باوجود خود مٹ جائے گی۔ کیونکہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ غلط حقیقت مٹ جایا کرتی ہے اگر وہاں جارحیت ہوئی ہے تو وہاں کے لوگ خود اس کے خلاف فیصلہ کریں گے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو جارحیت کا پھل قبول کرنے والی بات ہوگی۔ لیکن یہ تقریروں کی باتیں ہیں دنیا کا دستور ہے اور آدم اور حوا کے زمانے سے یہ طریقہ چل رہا ہے کہ فیصلے جنگ سے ہوتے ہیں یا پرامن طور پر، لیکن صحیح فیصلے جنگ سے نہیں ہوتے امن سے ہوتے ہیں اور اگر امن سے نہ ہوں تو پھر جنگ آخری حربہ ہوتا ہے۔

آپ یہ نہ سمجھیں کہ آج کا دن میرے لئے مبارک ہے یہ نہ سمجھیں کہ مجھے خوشی ہو رہی ہے میں خوش نہیں بعض فیصلوں میں افسردگی ہوتی ہے، میں نہیں کہتا کہ میں یہ تقریر غم کے ساتھ نہیں کر رہا۔ میں نے پورے ملک میں عوام سے باتیں کی ہیں۔ خیبر سے کراچی تک ہر شہر اور ہر صوبے میں جا کر اس مسئلے پر اپنا نقطہ نظر عوام کے سامنے پیش کیا ہے۔ میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ قومی اسمبلی کی وہ قرار داد میرے پاس ہے جس میں حکومت کو یہ فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا تھا میں چاہتا تو آپ کو نہ بتلاتا، ایک پریس کانفرنس بھی کر سکتا تھا لیکن میں آپ کے سامنے پیش ہونا چاہتا تھا۔ اگر ہم ماضی کو بھول جائیں اور برصغیر کے حالات اور بنگلہ دیش کے ساتھ تعلقات کو دیکھیں تو میری رائے میں کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے اور مجھ سے کہا بھی گیا کہ تم دیر کیوں کرتے ہو یہ فیصلہ تو تمھیں بہت پہلے کرنا چاہیئے تھا۔

آج لاہور میں ہمارے بھائی اور دوست جمع ہیں وہ ہمیں غلط مشورہ نہیں دے سکتے انہوں نے ہر نازک وقت اور بحران میں ہمارا ساتھ دیا ہے۔ ان میں سے کئی نے بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کیا وہ ہمارے خیر خواہ ہیں میں نے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اس سے پہلے بھی اور ان کے لاہور میں آنے پر بھی مشورہ کیا ہے۔ میں نے ان سے کہا۔ آپ بتائیں ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ آپ ملت اسلامیہ کے خیر خواہ ہیں آپ ہمیں مشورہ دیں۔ ان سب نے کہا آپ یہ فیصلہ کریں۔ یہ فیصلہ پاکستان کے حق میں ہے۔ یہ رائے دشمن کی نہیں، انھوں نے اپنا وفد بھیجا ہے وہاں سے واپس آکر بھی دوستوں نے مجھ سے باتیں کی ہیں اور میں اللہ تعالے کا نام لے کر آپ کے پاس آیا ہوں۔ یہ

قوم کا فیصلہ ہے۔ اگر مجھ سے غلطی ہوئی ہے تو میں حاضر ہوں، عوام انصاف کریں۔ میں انصاف سے نہیں ڈرتا۔ میں ڈرنے والا نہیں۔ اگر یہ ہمارے مفاد کا فیصلہ ہے تو میرے عوام، میرے دوست، میرے مزدور، میرے کسان، میرے دانشور اسے قبول کر لیں گے۔ کیونکہ اس سے ہم اکٹھے ہو سکتے ہیں۔

> میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر حکومت پاکستان کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ ہم آج سے بنگلہ دیش کو منظور کرتے ہیں۔ ان کی حکومت کو تسلیم کرتے ہیں، کل ان کا وفد یہاں آئے گا ہم ان سے بغلگیر ہوں گے۔ اور اسلامی کانفرنس میں سات کروڑ مسلمانوں کو نمائندگی بھی مل جائیگی میں نے آپ کو اسی لئے دعوت دی تھی۔ اب آپ عوام کے پاس جائیں اور انھیں یہ پیغام پہنچائیں۔

مجیب کی لاہور میں موجودگی میرے خوابوں کی تعبیر تھی۔ آدم ملک

انڈونیشیا کے وزیر خارجہ ڈاکٹر آدم ملک نے اس موقعہ پر کہا کہ لاہور کی اسلامی سربراہ کانفرنس میں شیخ مجیب الرحمٰن کی موجودگی میرے خوابوں کی تعبیر تھی۔ جکارتہ روانہ ہونے سے پہلے انھوں نے کہا کہ انڈونیشیا، پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان تمام میدانوں میں تعلقات کو معمول پر لانے کے لیئے ہر ممکن کوشش کریگا۔ انھوں نے کہا پاکستان اور بنگلہ دیش کو ماضی بھول جانا چاہیئے اور امید کے ساتھ مستقبل پر نظر رکھنی چاہیئے۔

انھوں نے کہا۔ ہمیں تاریخ اور دین کی طرف دیکھنا چاہیئے اور ان کی رہنمائی سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ کانفرنس کے بارے میں انھوں نے کہا کہ میں یہ توقع نہیں کر سکتا تھا کہ سارا کام اتنے مختصر وقت میں مکمل ہو جائے۔ لیکن مشترک مقاصد اور نصب العین کی وجہ سے یہ ممکن ہو گیا۔ انھوں نے کہا کہ عالم اسلام کے درمیان اقتصادی تعاون میں اضافے کے وسیع تر امکانات موجود ہیں۔

مسلم سربراہوں کا عظیم الشان اجتماع

تاریخی اسلامی سربراہ کانفرنس کا افتتاحی اجلاس جمعہ ۲۲ر فروری کی شام چھ بجکر بیس منٹ پر پنجاب اسمبلی چیمبرز میں شروع ہوا۔ رات کے ساڑھے نو بجے تک جاری رہا۔ اس افتتاحی اجلاس سے خطاب کرنے والوں میں صدر مملکت جناب فضل الٰہی چودھری، وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو، شام کے صدر حافظ الاسد، لیبیا کے صدر معمر القذافی اور افغان وفد کے قائد مسٹر عبدالرحمٰن پژواک شامل تھے۔ اسمبلی ہال کے اندر اتنے بہت سے سربراہان مملکت اور حکومتوں کو باہم مل کر مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرتے دیکھنا بڑا۔ وجدانی اور ولولہ انگیز تھا۔ مندوبین ایک نیم دائرے میں چار قطاروں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مہمانانِ گرامی کی آمد شام کو ٹھیک پانچ بج کر ۳۵ منٹ پر شروع ہوئی اور سوا چھ بجے تک سب لوگ اسمبلی ہال میں جمع ہو چکے تھے۔

اسمبلی ہال کے سامنے کانفرنس میں شریک ممالک کے پرچم لہرا رہے تھے۔ صدر مملکت کے باڈی گارڈز اپنی بے داغ وردیوں میں ملبوس اسمبلی چیمبرز کے سامنے کھڑے تقریب کی رنگینی میں اضافہ کر رہے تھے۔
جونہی سربراہانِ مملکت اور دیگر مندوبین کی کاریں پہنچنا شروع ہوئیں تو چیرنگ کراس میں کھڑے بے شمار لوگوں نے نعرہ ہائے تکبیر سے ان کا خیر مقدم کیا۔ سعودی عرب کے فرمانروا شاہ فیصل اور کچھ اور عرب رہنماؤں نے روایتی عربی لباس پہن رکھا تھا۔ کچھ افریقی سربراہوں نے بھی ملکی لباس پہنا ہوا تھا۔
یوگنڈا کے صدر عدی امین نے پوری فوجی وردی پہنی ہوئی تھی اور ان کی چوڑی چکلی چھاتی پر تمغے پوری شان سے چمک رہے تھے۔ الجزائر کے صدر حوری بومدین اور شام کے صدر حافظ الاسد لاؤنج سوٹوں میں ملبوس تھے۔

لیبیا کے صدر معمر القذافی بھی فوجی وردی میں ملبوس تھے تنظیم آزادیٔ فلسطین کے رہنما یاسر عرفات نے سر پر عربوں کا روایتی رومال باندھ رکھا تھا اور ان کی آنکھوں پر گہرے شیشوں کا چشمہ تھا۔ تمام سربراہوں اور وفود کے دیگر ارکان کا استقبال صدر مملکت جناب فضل الٰہی چودھری نے کیا۔ وہ اسمبلی ہال کے مرکزی دروازے کے سامنے کھڑے تھے۔ انہوں نے گہرا نیلا سوٹ پہن رکھا تھا اور سر پر جناح کیپ بھی۔ ٹیلیویژن کے کیمرہ مینوں اور دوسرے بلیسیوں فوٹو گرافروں نے اسمبلی ہال کے مرکزی دروازے کو گھیر رکھا تھا۔

وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو سیاہ رنگ کی مرسیڈیز کار میں آئے۔ انہوں نے دھاری دار لاؤنج سوٹ اور گلابی قمیص پہن رکھی تھی۔ ان کے گلے میں قرمزی رنگ کی ٹائی تھی۔ شام کو چھ بج کر ایک منٹ پر وہ کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔ ان کے ساتھ اسلامی سیکرٹریٹ کے سیکرٹری جنرل جناب حسن التہامی اور کانفرنس کے سیکرٹری آغا شاہی کی کرسیاں تھیں۔ ہال کے دونوں طرف کانفرنس کے بڑے بڑے نشان آویزاں تھے۔

کانفرنس کی کارروائی کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ قاری زاہر قاسمی نے تلاوت کی بعد ازاں مراکش کے وزیر خارجہ طیبی حما نے شاہ حسن ثانی کا ایک پیغام پڑھا جس میں عالم اسلام کے استحکام کی دعا کی گئی تھی اور عرب موقف کی حمایت پر حکومتِ پاکستان کا شکریہ ادا کیا گیا تھا۔ وزیر اعظم بھٹو نے نائب سیکرٹری جنرل سے درخواست کی کہ وہ پاکستان کے صدر کو ہال میں لائیں۔ صدر فضل الٰہی چودھری جب ہال میں داخل ہوئے تو تمام حاضرین نے کھڑے ہو کر ان کی تعظیم کی۔ صدر فضل الٰہی نے معزز مہمانوں کے سامنے خطبہ استقبالیہ پڑھا۔

مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی اور عرب لیگ کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر محمود ریاض نے بھی شرکت کی افتتاحی اجلاس میں بنگلہ دیش کو اسلامی سیکرٹریٹ کی رکنیت دینے کا اعلان بھی کیا گیا۔ کانفرنس میں بنگلہ دیش کی شرکت کی توقع کی گئی۔ کانفرنس میں اکیس ملکوں کے سربراہوں نے شرکت کی۔ تین تنظیموں کے صدر شریک ہوئے اور دوسرے ملکوں کے وفود کی قیادت ان کے وزرائے خارجہ نے کی۔ کانفرنس کے چیئرمین وزیر اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے کرسی صدارت سنبھالتے ہوئے کانفرنس کا افتتاح کیا۔ جس کی تلاوت قرآن حکیم کے ساتھ باقاعدہ کارروائی شروع ہو گئی۔ یہ دنیائے اسلام کی دوسری سربراہ کانفرنس تھی۔ پہلی کانفرنس ستمبر ۱۹۶۹ء میں مراکش کے دارالحکومت رباط میں منعقد ہوئی جس میں ۲۱ ملکوں نے شرکت

کی تھی جس میں مسلم سربراہوں نے مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کے خلاف شدید ردِ عمل ظاہر کیا اور اسلامی اتحاد کی ضرورت پر زور دیا۔

سربراہ کانفرنس کے افتتاح کے بعد صدر پاکستان مسٹر فضل الٰہی چودھری سیکرٹری جنرل ڈاکٹر تہامی اور مسٹر آغا شاہی کے ساتھ ہال میں داخل ہوئے اور انہوں نے مسلم سربراہوں کو سپاسنامہ پیش کیا پھر مراکش کے وزیر خارجہ نے رباط کانفرنس پر مختصر روشنی ڈالی اور وزیر اعظم بھٹو کو دوسری کانفرنس کے انعقاد کے سلسلے میں خراج تحسین پیش کیا۔ بعد ازاں مصر کے صدر جناب انور سادات نے ایک قرارداد پیش کی جس میں بنگلہ دیش کو رکن بنانے اور شیخ مجیب الرحمٰن کو کانفرنس میں دعوت دینے کی تجویز پیش کی گئی، یہ قرارداد اتفاق رائے سے منظور ہو گئی۔ اس کے بعد صدر قذافی، صدر ہواری بومدین، افغانستان کے نمائندے پژواک نے تقاریر کیں۔

صدر فضل الٰہی چودھری نے کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کے عوام مسلم سربراہوں کے اس عظیم الشان اجتماع کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں اور میں پاکستانی عوام اور اپنی جانب سے معزز مہمانوں کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ مشرقِ وسطیٰ کی حالیہ جنگ نے فلسطین کے اس سنگین مسئلہ کو جس پر عربوں اور اسرائیل کے درمیان گذشتہ ربع صدی میں چار مرتبہ جنگ ہو چکی ہے۔ ایک بار پھر نمایاں کر دیا ہے۔ اس جنگ سے ثابت ہو گیا ہے کہ بے انصافی اور ظلم کی موجودگی میں کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔ آج تمام دنیا کے مسلمان اس ظلم اور ناانصافی کو ختم کرنے کے لئے متحد ہو گئے ہیں انہوں نے ثابت کر دیا ہے کہ اسرائیل طاقت کے بل بوتے پر جس ناانصافی کو عرب ممالک پر مسلط کرنا چاہتا ہے۔ اسے اسلامی ممالک ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ ہم تمام مسلم ممالک بھی اس معاملے میں ان کے ہم نوا ہیں اور اپنے بھائیوں کی اس جدوجہد میں برابر کے شریک رہیں گے۔

چودھری فضل الٰہی نے کہا کہ مسجد اقصیٰ میں آتشزدگی کے واقعہ نے مسلمانوں میں اتحاد کی یہ تحریک پیدا کی تھی اور مراکش کے شاہ حسن نے رباط میں مسلم ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس طلب کر کے بلاشبہ ایک شاندار کارنامہ انجام دیا اور اس کانفرنس نے مسلمانوں میں اتحاد اور اشتراک عمل کے ایک مستقل نظام کی شکل پیدا کر دی۔ آج کی یہ کانفرنس اسی نظام کے تحت ہے اور اس کانفرنس کے محرکین میں بھی شاہ حسن کا نام شامل ہے۔ چودھری فضل الٰہی نے اسلامی کانفرنس میں چھوٹے ممالک کی بطور رکن شمولیت کا بھی خیر مقدم کیا۔

صدر پاکستان فضل الہٰی چودھری کے بعد وزیر اعظم پاکستان نے تقریر کی۔ ان کی تقریر کے دوران ہال میں مکمل خاموشی چھائی رہی اور مندوبین نے ان کی تقریر نہایت توجہ اور انہماک سے سنی۔ وزیر اعظم نے جب فلسطین کے مسئلہ کا ذکر کیا تو یاسر عرفات نے ڈیسک بجا کر اس کا خیر مقدم کیا۔ وزیر اعظم نے جب جولان اور سینائی کے محاذ کے شہیدوں کو خراجِ عقیدت پیش کیا تو شرکا منے پر جوش تالیوں سے اس کا خیر مقدم کیا۔ وزیر اعظم نے جب کہا کہ پاکستانی عوام بیت المقدس پر غیر عرب حاکمیت کو تسلیم نہیں کریں گے تو پر جوش تالیاں بجائی گئیں۔

مسلمان سربراہوں کی کانفرنس کے افتتاحی اجلاس میں وزیر اعظم بھٹو کی تقریر

وزیر اعظم بھٹو کی تقریر کا متن حسب ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرانِ اسلام! سربراہانِ مملکت، صدروں اور وزراء اعظم کا یہ منفرد اجتماع عالمی حالات کے اس موقع پر ہوا ہے جو اتنا ہی نازک ہے جتنا تخلیقی ہو سکتا ہے۔ یہاں موجود سیاستدان اور رہنما ان تمام مسائل کا گہرا شعور رکھتے ہیں جو اس کانفرنس میں زیرِ غور آئیں گے۔ مجھے اس کی صدارت کا کہہ کر آپ نے مجھے اعزاز بخشا ہے جو حقیقت میں پاکستان کو خراجِ تحسین ہے مجھے اس پہ ندامت بھی ہے اور فخر بھی، ندامت ذاتی ہے اور فخر قومی۔ یہاں جمع ہو کر آپ نے لاہور کو بھی اعزاز بخشا ہے۔ یہ قدیم شہر نہ صرف پاکستان کی قومی جدوجہد بلکہ عالم اسلام کے ساتھ اتحاد کی علامت بھی ہے۔ یہیں لاہور میں محمد اقبال رہتے تھے۔ جنہوں نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی شاندار نوید دی تھی۔ انہوں نے تصورِ پاکستان پیش کیا تھا اور مسلمانوں کی خوشیوں اور دکھوں کی ترجمانی کی تھی اور جن کی آواز بیداری اور بغاوت کا پیغام تھی۔ اسی لاہور میں ۳۴ سال پہلے وہ قرارداد منظور ہوئی جس سے برصغیر جنوبی ایشیا میں قائدِ اعظم محمد علی جناح کی قیادت میں مسلمانوں کی آزادی کی شاندار جدوجہد کا آغاز ہوا۔ کوئی معمولی حقیقت نہیں کہ مسلم لیگ کے اس سیشن میں جس میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی فلسطین پر بھی ایک متفقہ قرارداد منظور ہوئی تھی۔

قرارداد میں کہا گیا تھا کہ "عالم اسلام سے جو وعدے کئے گئے ہیں۔ ان کے منافی جزوی نوعیت کا فلسطین میں کوئی طریق کار اختیار نہیں کیا جانا چاہیئے۔ ہماری یہ طے شدہ رائے ہے اور ہم اس کا واشگاف

لفظوں میں اعلان کر رہے ہیں۔" قرارداد میں آگے چل کر بیت المقدس میں طاقت کے استعمال کے خطرہ سے خبردار کیا گیا تھا۔ صرف ان ترمیمات کے ساتھ جو برطانوی نوآبادیاتی نظام کے ختم ہونے سے ضروری ہیں۔ یہ قرارداد آج بھی اتنی ہی ناگزیر ہے جتنی ۱۹۴۰ء میں تھی۔ تاریخ کے شواہد نہیں بلکہ حکمت خداوندی یہی ہے۔ کہ اس قسم کا انتباہ پھر لاہور سے جاری ہونا چاہیئے۔

عالم اسلام کے جو منصفانہ موقف ہیں، پاکستان نے ہمیشہ ان کی حمایت کی ہے۔ کیونکہ ان سے پاکستان کا اپنا مفاد وابستہ تھا اور پاکستان اور اس کے قومی مفاد اور مسلمانوں کی نجات کی کوششیں ایک دوسرے سے کبھی علیحدہ نہیں ہوئیں۔ جب فلسطین کی تقسیم کا فیصلہ ہوا تو لاہور میں اس کے خلاف جو مظاہرہ ہوا۔ اس میں اقبالؒ بھی موجود تھے۔ اس موقع پر انہوں نے واضح کیا تھا کہ فلسطین سے ہی تعلق نہیں رکھتا بلکہ پوری اسلامی دنیا اس سے متاثر ہوگی۔ بعد ازاں ۱۹۴۷ء میں ہماری آزادی کے فوراً بعد قائد اعظمؒ نے انتباہ کیا کہ فلسطین کی تقسیم سے "سنگین ترین خطرہ وابستہ ہے اور اس سے ایسا تصادم پیدا ہوگا جس کی نظیر نہیں ملے گی اور یہ کہ پورا عالم اسلام ہر اس فیصلہ کے خلاف اٹھ کھڑا ہوگا جو تاریخی، سیاسی اور اخلاقی اصولوں پر پورا نہیں اترے گا۔" اس کے فوراً بعد پاکستان نے اقوام متحدہ میں اعلان کیا کہ بیت المقدس کو مغلوب کیا جا رہا ہے۔ ان لفظوں پر کان نہ دھرے گئے۔ مگر کئی عشرے بعد آج بھی یہ برمحل ہیں۔

عرب مشرق وسطیٰ میں جو مسائل درپیش ہیں۔ پاکستان کا ان سے گہرا تعلق ہے۔ ہمارے عزیز ہمسایوں ایران اور ترکی سے بھی گہرے روابط ہیں اور دوسرے ملکوں سے بھی اور اگر میں انڈونیشیا اور ملائشیا کا خاص طور پر ذکر کروں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں دوسروں کے ساتھ اپنے تعلقات کو کم اہمیت دے رہا ہوں۔ پاکستان کی ثقافت پر ایرانی اور ترکی چھاپ ہے۔ یہ ہمارے لئے انتہائی اطمینان کا سبب ہے کہ یہ تاریخی رشتہ ان ملکوں کے ساتھ اور بھی قریبی گہرے دوستانہ رشتوں کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔ یہ رشتے وقت کی ہر آزمائش میں پورے اترے ہیں۔

افغانستان کے ساتھ بھی پاکستان کے خاصے تاریخی ثقافتی اور روایات کا تعلق ہے۔ اس لئے عالم اسلام کے مسائل کے سلسلہ میں پاکستان کا نقطۂ نظر اسلامی اخوت کے عظیم مقاصد کے لئے ہے۔

پیارے بھائیو! یہ قدرتی بات ہے کہ عالم اسلام کے جو رہنما یہاں شرکت کے لئے آئے ہیں۔ ان کے ذہنوں میں مختلف النوع مسائل ہیں کچھ قومی، دوسرے علاقائی مگر ان سب کا تعلق مسلمانوں کے مفادات سے

ہے مگر یہ کانفرنس اکتوبر ۱۹۷۳ء کی جنگ کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی صورت حال کے علاوہ اور کسی مسئلہ پر غور نہیں کر سکتی کیونکہ یہ اسی مخصوص مقصد کے لئے بلائی گئی ہے ہم سب اس سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ پہلی سربراہی کانفرنس جو ۱۹۶۹ء میں رباط میں ہوتی تھی۔ بیت المقدس پر اسرائیلی قبضہ کے بعد مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کے سوال پر غور وخوض کے لئے بلائی گئی تھی۔ اسی طرح اس کانفرنس کا بھی ایک ایجنڈا ہے یہ ایجنڈا اپناتے ہوئے ہم ان دوسرے اہم مسائل سے انکار نہیں کر رہے جو مسلمانوں کے ذہنوں کو جھنجھوڑتے ہیں۔ یہ بھی بہت اہم مسائل ہیں۔ مثال کے طور پر آپ کا میزبان ملک بین الاقوامی سازشوں کا شکار ہوا ہے اور ایک ایسے مسئلہ سے دو چار ہے جس کے متعلق اس کا موقف انصاف اور مسلمانوں کے حقوق کے بارے میں تشویش ہے۔ تاہم اگر ہم اس پلیٹ فارم کو اپنے قومی نقطہ نظر کی وضاحت کے لئے استعمال کرتے تو یہ اس کانفرنس کی کوئی خدمت نہ ہوتی اگر وہ مصلحتوں پر برابری کو ترجیح دیں اگر وہ تاریخی قوتوں کی سمت کو سمجھیں تو وہ وقت آئے گا۔ جب ان مسائل پر بدمزگی اور معذرت کے بغیر غور کیا جا سکے گا اس وقت کانفرنس کا بنیادی طور پر ان امور پر سے تعلق ہے جو ایجنڈے میں درج ہیں۔ اور جن سے تمام مسلمانوں کی زندگی اور ثقافت وابستہ ہے۔

مشرق وسطیٰ کی صورت حال فلسطین کے مسئلہ کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہے پچاس سال پہلے فلسطین کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ اس وقت فلسطین نام کا صرف ایک ملک تھا۔ مغربی نوآبادیاتی استعمار نے از خود اپنے آپ کو جو حق دیا۔ اس کے بل بوتے پر ایک مغربی قوم نے یہودیوں کو عربوں کے ملک کا حق دار قرار دے دیا۔ اس بات کا اعادہ کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ بنیادی ناانصافی تھی۔ ایک ملک کے لوگوں کو اپنے وطن سے نکالا گیا تھا اور اجنبیوں کو وہاں آباد کیا گیا تھا۔ اس سے پورے عالم اسلام میں غم وغصہ پیدا ہو گیا۔ اس مسئلہ کی تہہ میں یہودیوں اور مسلمانوں یا یہودیوں اور عربوں میں دیرینہ دشمنی نہیں مسلمان کی حیثیت سے ہم کسی طبقہ سے دشمنی روا نہیں رکھتے اور جب ہم یہ کہتے ہیں تو ہم یہودیوں کو اس سے خارج نہیں کرتے یہودیوں کے ساتھ اگر وہ یہودی ہوں تو ہماری دوستی ہے ان یہودیوں کے ساتھ جو صیہونی ہیں اور اپنے فوجی جتھے بندی کے نشے سے سرشار ہیں ہم مہمان نوازی کا مظاہرہ نہیں کر سکتے۔

صدیوں کے دوران ان پر جو مظالم ہوئے اور انہیں نازی ازم کے تحت جو مصائب والام

کا شکار ہونا پڑا وہ انسانی تاریخ کے سیاہ اوراق ہیں مگر اس کی تلافی مغربی دنیا کو کرنی چاہیئے۔
فلسطین کا المیہ نصف صدی سے مسلمانوں کے ذہنوں کو جھنجوڑ رہا ہے۔ ۱۹۴۷ء میں اس کی تقسیم اور ۱۹۶۷ء میں اسرائیلی قبضہ مسلمانوں کے لئے بہت بڑا اصدمہ ہے۔ کیونکہ یہ حصہ عالم اسلام کا روحانی مرکز ہے فلسطین کا مسئلہ اس وقت عالمی تنظیم میں پیش کیا گیا تھا جب اس تنظیم میں بین الاقوامی برادری کی نمائندگی نہ ہونے کے برابر تھی۔ اس نے فلسطین کی تقسیم کا جو منصوبہ پیش کیا ہے۔ اس کے ارکان کی اکثریت تیسری دنیا کے ملکوں پر مشتمل ہے جو قوموں کے حق خود ارادیت کے حامی ہیں حتیٰ کہ اس وقت بھی مسلمان ملکوں نے مغربی دنیا کو اپنے طویل المیعاد مفادات اور مشرقِ وسطیٰ میں زبردستی پیدا کی جانے والی خلیج کے نقصانات سے آگاہ کر دیا تھا۔ ان یاد دہانیوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اگر موجودہ حقیقتوں کی روشنی میں بھی دیکھا جاتا تو مشرق وسطیٰ کے اس تاریخی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اسرائیل کو مغربی ملکوں کی حمایت حاصل ہے جس کے بل بوتے پر اس نے تشدد کا راستہ اختیار کیا اور جارحیت سے اپنے قدم پھیلائے اور اس خطہ کے سینکڑوں ہزاروں باسیوں کو بے دخل کر دیا اس کی ہمسایہ قوموں کا امن و سکون غارت کر دیا گیا ہے۔ اس کے صفائی پیش کرنے والے اپنی سلامتی کے حوالے سے طاقت کے استعمال کو ناجائز قرار دے رہے ہیں۔ لیکن اس کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا کہ اپنے ہمسایوں سے معرکہ آرائی کے نتیجہ میں اسرائیل کی حیثیت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگی کہ اسرائیل دنیا کی نظروں میں تماشا بن جائے گا۔ طاقت کے استعمال سے سلامتی اور امن قائم نہیں کیا جا سکتا ۱۹۶۷ء کے بعد اسرائیل اور بھی ڈھٹائی پہ اتر آیا اور اقوام متحدہ نے اس کے کرتوتوں کی جو مذمت کی اسے نظر انداز کر دیا اور اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ ۱۹۷۳ء کی جنگ کا سبب پیدا ہو گیا۔ جنگ کا راستہ اختیار کرنا کوئی خوشگوار فیصلہ نہیں ہوتا کونسی قوم دل سے چاہتی ہے کہ اس کی ترقی رک جائے مگر صورتِ حال ایسی ہوگئی تھی کہ غاصب کے خلاف جنگ کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ عربوں کے لئے یہ صورتِ حال پیدا ہوگئی تھی۔ انہوں نے اس کا جس مردانگی کے ساتھ مقابلہ کیا وہ قابلِ ستائش ہے۔ آیئے ہم انہیں خراج عقیدت پیش کریں جنہوں نے سینائی کے ریگ زاروں اور گولان کی پہاڑیوں میں اپنی جان کی قربانی دی۔ ان شہیدوں نے انصاف اور انسانی وقار کے لئے اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کی۔ اس جنگ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں جو مشرقِ وسطیٰ کے مسئلہ کے منصفانہ تصفیہ کے لئے مددگار ہیں۔ دنیا کے ملکوں کی اکثریت نے عربوں کے موقف کی حمایت

کا ہے۔ افریقی ملکوں نے مسلحتوں پر اصولوں کو ترجیح دے کر عربوں کے ساتھ اپنے اتحاد کا مظاہرہ کیا ہے۔ جناب بھٹو نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے مزید کہا۔

سامراجیوں نے ہماری افرادی قوت کو اپنی حکمت عملیوں کو پورا کرنے پر لگا دیا۔ اس طرح مسلمان مسلمان کے اور بھائی بھائی کے خلاف ہو گیا۔ دوسری طرف ایسے بھی برابر ہوتے رہتے اور ناانصافیاں بھی جاری رہیں اور دنیا کے تمام مظلوم عوام کی طرح ہم بھی ان سے دوچار ہوتے رہے۔ یورپی ممالک کے درمیان دوسری جنگ عظیم ہونے تک یہ عمل جاری رہا۔ اس کے بعد نوآبادیاتی نظام اپنے انجام کو پہنچا اور تیسری دنیا کی اقوام جس میں مسلمان ممالک بھی شامل تھے آزاد ہوئیں۔ لیکن اس نیم سیاسی آزادی نے بھی خود مختاری کے جال بننے کے سوا اور کچھ نہ دیا۔ ترقی پذیر ممالک کی اقتصادی زندگی بدستور نام نہاد عالمی علاقوں سے منسلک رہی۔ تیسری دنیا بدستور صنعتی ممالک کو خام مال فراہم کرنے کا کردار ادا کرتی رہی۔ تیسری دنیا کو قدرتی وسائل پر بھی تصرف نہ تھا اور اسے یہ اختیار بھی نہیں تھا کہ وہ اپنی پیدا کردہ اشیا کی قیمت خرید ہی مقرر کر سکے۔ بتدریج ان اشیا کی قیمتوں اور بااثر اقدام کے صنعتی سامان کی قیمتوں میں ربط پیدا ہوا۔ اس سلسلہ میں ابھی تک توازن پیدا نہیں ہوا۔ تاہم تیسری دنیا کے پاس ابھی کچھ حاصل کرنے کے لئے وقت موجود ہے۔ غربت اور ناداری آج کی دنیا میں زیادہ عرصہ قائم نہیں رہ سکتی۔ صنعتی دنیا کی طرف سے تازہ ردِ عمل کے باوجود ہم نے ابھی تک اپنی اقتصادی طاقت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا ابھی تک ہم نے ترقی کے لئے سائنس اور ٹیکنالوجی کی فوری ضرورت کا بھی احساس نہیں کیا جو کہ ہماری بقا کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ ہماری کمزوری یا ناکامی کی وجہ روحانی طاقت کی کمی نہیں بلکہ ہمارے اقتصادی ڈھانچہ کی کمزوری ہے کیونکہ نوآبادیاتی نظام کے تاریک ترین ایام میں بھی ہم میں ایمان کی کمزوری نہ تھی بلکہ ہم اقتصادی فنون اور علوم کو بروئے کار نہ لا سکے اور نہ ہی اپنے عوام کو اس طرف مائل کر سکے۔

اس خطرے پر مثبت کارروائی سے قابو پانا ضروری ہے۔ ٹھوس اقدامات کرنے ایسے ادارے بنانے ضروری ہیں جو تیل پیدا کرنے والے ممالک کے وسائل کو اس طرح متحرک کریں کہ بنیادی ضرورتوں اور دیگر خدمات کے لئے ان کا تیسری دنیا سے باہر کے ممالک پر نہ صرف انحصار ختم ہو جائے بلکہ تیسری دنیا سے باہر کے ممالک پر نہ صرف انحصار ختم ہو جائے بلکہ تیسری دنیا بھی اقتصادی اعتبار سے مستحکم و مضبوط ہو جاتے۔ اس سے وہ امداد تصور نہ کی جائے جو ایک ترقی پذیر ملک سے دوسرے ترقی پذیر ملک

سے دوسرے ترقی پذیر ملک کو خیرات کی شکل میں ملتی ہے بلکہ اس کا تصور یہ ہے کہ تیسری دنیا کے ممالک میں باہمی اقتصادی تعاون ہو جس سے ان کے انفرادی وسائل مجتمع ہو کر سب کے لئے اقتصادی استحکام کا باعث بن سکیں۔ اسی لئے میں دوسرے لوگوں کے برعکس یہ کہتا ہوں کہ ہمیں روحانی استحکام کی نہیں بلکہ اقتصادی عدم استحکام کا شکار ہیں۔ اقتصادی استحکام کے بغیر کوئی طاقت نہیں کہلا سکتی جب تک ہم اپنے نقطہ نظر کو از سرِ نو متعین نہیں کریں گے اور مشترکہ مساعی سے اپنی بنیادی اقتصادی اور دفاعی ضروریات پوری کرنے کے لئے اپنی پوشیدہ قوت کو ترقی دینے کی کوشش نہیں کریں گے ہم اپنی ذاتی قوت سے محروم رہیں گے ہم اس استواری سے محروم رہیں گے جس کی ہمیں اپنے سماجی ثقافتی اور سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے ضرورت ہے مسلم ممالک اب اس مقام پر ہیں کہ وہ نہ صرف آپس میں بلکہ تیسری دنیا کے دوسرے ممالک سے تعاون کے سلسلہ میں بڑا تعمیری اور منفعت بخش کردار ادا کر سکتے ہیں وہ نہ صرف ایک مشترکہ میراث اور مشترکہ نظریئے کے حامل ہیں بلکہ ان کی معیشتیں بھی ایسی ہیں کہ وہ ترقیاتی جدوجہد میں ایک دوسرے کے ممد و معاون ہو سکتے ہیں۔

اب وہ وقت آگیا ہے کہ ہم اسلامی اتحاد کے جذبات کو باہمی فوائد اور تعاون کے ٹھوس اقدامات میں تبدیل کریں اسی طرح ہم روحانی اور مادی اعتبار سے مضبوط و مستحکم ہو سکیں گے۔ ہمیں آنے والی نسلوں کو یہ کہنے کا موقع نہیں دینا چاہیئے کہ ہمیں صدیوں کی ناانصافیوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک تاریخی اور دوبارہ نہ ملنے والا موقعہ ملا مگر ہم اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے اہل ثابت نہ ہو سکے۔

اس ضمن میں ہو سکتا ہے کہ کسی قسم کی کارروائی سے ہمیں کچھ نیا بوجھ اٹھانا پڑے لیکن مثبت اصولوں سے یہ بوجھ بانٹا جا سکتا ہے۔ آج ایک نئے نقطہ نظر کی واضح نشانیاں ہمارے سامنے ہیں۔ اس سے متاثر ہو کر اور موجودہ مشکلات کے باوجود پاکستان جیسے تیل نہ پیدا کرنے والے ممالک نے یہ عزم کر رکھا ہے کہ وہ تیسری دنیا کے اتحاد کو تہ و بالا کرنے کے سلسلے میں کسی بھی تشدد کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالیں گے صنعتی پیداوار کی قیمتوں کے ضمن میں اشیائے صرف کی قیمتوں کے مسئلے کا وسیع تر سیاق و سباق میں کوئی قابلِ عمل حل تلاش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس میدان میں اقوام متحدہ کو بھی کچھ ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانا چاہیئے۔ الجزائر نے اس سلسلے میں محدود سطح کی بجائے عالمی سطح پر اس مسئلے پر بحث و تمحیص کا جو مطالبہ کیا ہے۔ ہم نے اس کی بھرپور حمایت کی ہے۔ یہ مسائل اگرچہ بظاہر اقتصادی نظر آتے ہیں لیکن در حقیقت

سیاسی ہیں تاہم اگر باہمی افہام و تفہیم اور صلح صفائی کا رویہ اپنایا جائے تو مختلف ممالک کے گروہوں کے درمیان متصادم مفادات کے ضمن میں مصالحت کرائی جا سکتی ہے ہمیں اس مقصد کے حصول کے لئے اپنی کاوشوں کو ہر نہج پر مجتمع کرنا چاہیئے۔

عزیز بھائیو! ہم آج یہاں مل بیٹھے ہیں اور میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ہمارا رویہ آج نئے مسائل ہی نہیں بلکہ واضح طور پر مسلم اتحاد کی بنیاد پر مبنی ہونا چاہیئے۔ ہمارے مقاصد کے بعض خطوط واضح ہیں جو کہ ابھی تک باقی دنیا کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ اور اگر باقی نسلِ انسانی عالم اسلام کے بارے میں مفاہمت کو فروغ دیتا ہے تو ہمیں اس پر زور دینا ہوگا۔ سب سے پہلے ہمیں تعصبات کو بھی اسی طرح رد کرنا چاہیئے جیسا کہ ہم کسی کی بالادستی کو مسترد کرتے ہیں۔ یہ بات نہ صرف وقت اور جگہ کی حقیقتوں کو تسلیم کرنے سے بلکہ اسلام کے جذبہ سے بھی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ طاقت کا غرور موجود ہے تو یقین کا فخر بھی ہونا چاہیئے ہمارا مذہب ہمیں اس قسم کے کسی بھی احساس کے بارے میں سختی کے ساتھ منع کرتا ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ ہم منتخب لوگ ہیں اور ان قوتوں سے مبرا ہیں جو بنی نوع انسان کی منزل کا تعین کرتی ہیں۔ ثانیاً مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمیں دوسرے انسانی طبقوں کے ساتھ کسی قسم کی مخاصمت نہیں ہونی چاہیئے۔

مشرق ہو یا مغرب، شمال ہو یا جنوب ہمیں اس طرح کا برتاؤ کرنا چاہیئے کہ ایک دوسری قوتوں کے درمیان تعلقات کے پل قائم کر سکتے ہیں اور جہاں میں یہ حوالہ دیتا ہوں وہ یہ دیکھیئے مشرق اور مغرب دونوں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ جسے وہ چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے ہم نے تمہیں وسطی (درمیانی) امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے لئے گواہ بن جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو۔ درمیان کی قوم یا درمیان کے عوام ہونے کی حیثیت سے ہم پر یہ فرض عائد ہو گیا ہے کہ ہم جھگڑوں کا تصفیہ کرائیں نفرت و حقارت ختم کرائیں۔ ثقافتی اور نسلی برتری کو پاش پاش کر دیں اور رحم کا سماجی اصطلاح کے طور پر نظریہ قائم کریں جو ہمارے یقین کی بنیادیں ہیں۔ اور یہاں کے لوگوں کا تصور ایک نئی سیدھی زندگی کو بھی تجویز کرتا ہے۔ ایک رسمی مخالفت کے لئے مشرق کو روحانیت اور مغرب کو مادیت کا علمبردار سمجھا جاتا ہے۔ اسلام اس قسم کی باتوں کو مسترد کرتا ہے مسلمان روحانیت اور مادیت دونوں الفاظ کو قبول کرتے ہیں۔ وہ جو تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ روحانیت کے سرچشمے انسانیت کی قدر اور وہ احساس ہے جو تمام ثقافتی روایات میں مقدس ہے اور جس سے ایک نئی قسم کا انسان بنایا جا سکتا ہے۔

اس کا مقصد تقدیر سے کہیں بڑھ کر ہے اگر وہ ایک حقیقی مسلمان ہے تو وہ بیک وقت مشرقی و مغربی ہے اور مادیت اور روحانیت پرست اور عظمت و وقار کا پیکر ہے۔

ثالثاً یہ ہمارے مقصد کی میراث ہے کہ ہم نے تہ و بالا کرنے کے بجائے تیسری دنیا میں یکجہتی کو فروغ دیا ہے۔ یہ اہتمام گروہی نہیں بلکہ انسانیت پر مبنی ہے اسلام نسلی امتیاز کی نفی کرتا ہے اور اس مذہب کے نزدیک جد و جہد کی بڑی حیثیت ہے کیونکہ اس نے ہمیشہ ظلم کے خلاف جنگ اور انصاف قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ یکجہتی ایشیا افریقہ اور لاطینی امریکہ کی تاریخی یکسانیت کا مظہر ہے انھوں نے ایک جیسی ناانصافیوں کو برداشت کیا ہے۔ ایک ہی قسم کے حالات نے جنم لیا ہے اور ایک ہی طرح کی جد و جہد کی ہے۔ یہ ان طاقتوں کی یکجہتی ہے جو استحصال اور انسانی مسائل میں عدم مساوات ختم کرنے کے خلاف جد و جہد کر رہے ہیں۔ اور اپنی اکثریت کے ورثہ کو حاصل کرنے میں مصروف ہیں اور یہ بات ضروری ہے کہ تیسری دنیا کے مقصد اور متوازن عالمی نظام قائم کرنے کے لئے انسانیت کی جد و جہد میں مسلمانوں کو مرکزی کردار ادا کرنا ہے۔ اس ضمن میں مسلمانوں کے ذہن میں اسلام میں قومیت کا کردار اور اسلامی معاشرہ قائم کرنے کے لئے اس کی اہمیت کے بارے میں تصور کا ذکر کروں گا۔ اس معاملے میں بے یقینی کی صورتِ حال پائی جاتی ہے۔ ہمارے اندر بھی کئی قومیتیں ہیں۔ جن میں عرب اور غیر عرب شامل ہیں اور ان تمام میں خواہشات کے ساتھ ایک جیسی قوت موجود ہے۔ ان قومیتوں کی تشکیل ہماری توجہ اس تاریخی صورت حال کی طرف دلاتی ہے کہ ہم مختلف جغرافیائی حدوں میں مصروف جد و جہد ہیں۔

قومیت عوامی آزادی کی متحرک قوت کی حیثیت سے قومیت عوام کے درمیان استحکام کے ایجنٹ کی حیثیت سے قومیت سماجی اور اقتصادی ترقی کی حیثیت سے، ایک طاقت ور ترین قوت ہے۔ جسے ہم کمزور نہیں کر سکتے مزید براں قومیت انسانی ثقافت کے وسیع خطوط کے لئے ضروری مزاج کی حیثیت رکھتی ہیں۔ دوسرے ممالک کے ساتھ مفاہمت کے فروغ اور ان کی اندرون زندگی سمجھنے اور تعلقات بڑھانے کے لئے اپنے ملک اس کی تاریخ اور زبان کے بارے میں سوجھ بوجھ انتہائی ضروری ہے۔ اسلام اس قسم کی باہمی مفاہمت جذبہ اور طریقہ فراہم ہوتا ہے۔ حب الوطنی اور اسلام کے ساتھ وفاداری کو اعلیٰ موافقت کے ساتھ ملایا جا سکتا ہے۔ مسلمان کی حیثیت سے

قومیت کو تباہ کئے یا نقصان پہنچائے بغیر ہم اس سے بھی اوپر جا سکتے ہیں۔

لیکن ہم نے یورپ کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے اور ہم اس کے تجربات سے مفاد اٹھانے سے انکار نہیں کر سکتے۔ قومیت نے ناچاقی پیدا کرنے کے عمل اور غیر لچکدار انانیت کے ایجنٹ کی حیثیت سے مغربی عوام کو ناقابل بیان دکھوں سے نبرد آزما کیا۔ اس نے انسانیت کے افق کو محدود کر دیا۔ اور جنگلوں کو پھیلایا اس کی تاریخ خون آشام ہے اور نہ صرف ہم مسلمانوں کو بلکہ تیسری دنیا کے عوام کو اس قسم کی قومیت سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اپنے اعلیٰ قومی وجود کا تصور کئے بغیر جو قومیت کے مثبت پہلوؤں کو بروئے کار لا سکتا ہے۔ ہماری گروپنگ کا کوئی مقصد نہیں اگر وہ ہمیں ان خامیوں کو دور کرنے میں مدد نہیں دیتی جن کے ساتھ یورپ چار سو سال تک دو چار رہا۔ یہ امر ناگزیر ہے کہ ہمیں مملکتوں کی حیثیت سے انسانی زندگی میں رونما ہونے والے واقعات میں ہمارے درمیان کبھی اختلافات پیدا نہ ہوں۔ اور اس سے زیادہ بے بنیاد بات کوئی نہیں ہو گی کہ قوموں کے درمیان اختلافات کو راتوں رات ختم کیا جا سکتا ہے لیکن ضروری امر یہ ہے کہ ہمیں ان اختلافات کو اس حد تک نہیں لے جانا چاہیئے کہ ایک مسلم قوم دوسرے کے ساتھ برسرپیکار ہو جائے یا اس کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرے۔

اس دور میں جبکہ کوئی قوم تنگ نظری کی حامل نہیں ہو سکتی اور ایسے وقت میں جبکہ مواصلاتی اور اقتصادی قوتیں اقوام اور ممالک کی وسیع تر گروپنگ کے فروغ کے لئے کام کر رہی ہیں۔ عالم اسلام کے درمیان باہمی تعلقات کے قیام کے لئے کوئی معذرت قبول نہیں کی جا سکتی۔

معززین گرامی میں یہاں اسلامی برادری کے چند بنیادی نقطہ ہائے نظر پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں جو ہمارے لئے اختلافی نہیں ہیں جیسا کہ ہم بحث و مباحثہ شروع کر رہے ہیں۔ ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ چھتیس خودمختار مملکتوں کے درمیان مکمل ہم آہنگی کے بارے میں سوچنا غیر حقیقی امر ہوگا۔ ہر ملک کی اپنی مجبوریاں ہوتی ہیں اور لازمی نہیں کہ وہ وہی ہوں جو دوسرا ملک سمجھتا ہے۔ لیکن جبکہ ہم اہم نقطوں اور حکمت عملی کے بارے میں اختلاف کر سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہم اتحاد کے مقصد کی طرف بھی تیزی سے بڑھیں گے۔ ہم بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا مقصد عظیم ہے۔ ہم اعتماد کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا مقصد یکسانیت اور انصاف کا فروغ ہے۔ ہمارا اتحاد کسی نسل، مذہب یا لامذہبیت کے خلاف

نہیں اور یہ نفرت و حقارت سے آلودہ نہیں اس کی قوت انصاف کا راستہ ہے۔

اس کانفرنس کو عالمی رائے عامہ کو اس حقیقت کے بارے میں بیدار کرنا چاہیئے کہ عربوں کا مقصد تمام چھوٹے بڑے ممالک کا مقصد ہے جو جارحیت کے مخالف ہیں اور علاقہ حاصل کرنے کے لئے طاقت کے استعمال کے حق میں نہیں۔ اس کانفرنس کو دنیا کو متحرک کرنا چاہیئے کہ فلسطینیوں کا مقصد ان تمام کا مقصد ہے۔ جو عوام کے اس حق میں یقین رکھتے ہیں کہ انہیں اپنی منزل خود متعین کرنی چاہیئے۔ یہ کانفرنس انسانی شعور پر یقیناً ایک انمٹ مہر لگائے گی کہ ہم اس بات کی کبھی اجازت نہیں دیں گے کہ بیت المقدس کی روحانی حیثیت جنگ کی نظر ہو جائے۔ یہ کانفرنس ترقی پذیر ممالک کے درمیان ان کے مشترکہ مفاد کے لئے بار آور اقتصادی تعاون کے نئے دور کی نقیب ہو گی۔ یہ کانفرنس مشرق وسطیٰ کے عفونت کے شکار علاقوں میں امن کا معاہدہ کرنے میں اپنا کردار ادا کرے گی۔ اور مجھے یہ بھی امید ہے کہ یہ کانفرنس ایسے طریق عمل کا آغاز کرے گی جس کے نتیجہ میں مسلم عوام کے اقتصادی سماجی اور ثقافتی ادارے مستحکم ہوں گے۔

پیارے بھائیو ! ـــ میں اس عظیم اور شاندار اجتماع کا جائزہ لیتے ہوتے میں ۲۶ سال قبل کا وہ وقت یاد کرتا ہوں جب میں ایک نوجوان طالب علم تھا اور مجھے ایک یونیورسٹی کے طلباء کی انجمن سے خطاب کرنے کو کہا گیا۔ اجتماع غیر مسلموں کا تھا اور میری تقریر کا موضوع تھا۔ اسلامی معراج میں نے نوجوانوں کی طرح اس موضوع کی وضاحت کرنے کی کوشش کے بعد میں نے مسلمانوں کے اتحاد پر تقریر کی میں نے مسلم دولت مشترکہ کا ایک خاکہ بھی پیش کیا اور میں یہ پیش گوئی کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ آئندہ بیس برسوں میں اس سلسلے میں ایک تحریک متشکل ہوگی۔ میری زندگی میں ایسے دور بھی آئے جب دوسروں کی طرح مجھے بھی یہ شک ہوا کہ میرا یہ خواب پورا بھی ہوگا یا کہ نہیں۔ آج راہ کی تمام مشکلات کے باوجود میں اپنا سر اللہ کے حضور جھکاتا ہوں اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک ایسے نظارے کا مشاہدہ کرایا ہے جس سے وہ شکوک ختم ہو گئے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہم ان تاریخی مواقع کو ہاتھ سے نہیں کھوئیں گے۔ جو اب ہمیں میسر ہونے میں صدیوں تک ہم نے اس نقطہ عروج کی امید رکھی ہے۔ اب یہ نقطہ عروج آ گیا ہے۔ ایک نئے سویرے کی امید اب مایوسی میں نہیں ہو سکتی اور نہ مفلسی زیادہ دیر تک ہمارا مقدر نہیں بن سکتی اور جہالت میں اب ہماری شناخت کی علامت نہ ہو گی۔

وزیر اعظم پاکستان نے اپنی تقریر کا اہتمام سورہ بقر کے آخری رکوع کی دعاؤں سے کیا۔

اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا ہو تو ہم پر گرفت نہ کرنا۔
اے ہمارے رب ہم سے وہ بوجھ نہ اٹھوانا جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔
اے ہمارے رب ہم سے درگذر فرما۔ ہمیں بخش دے۔ اور ہم پر رحم فرما۔ تو ہمارا مولا ہے ہمیں کافروں کی قوم پر فتح دے۔

کانفرنس میں اختلافی مسائل اٹھانے کی کوشش

اسلامی کانفرنس میں وزیر اعظم بھٹو نے افغانستان کے نمائندے عبدالرحمٰن پژواک کی جانب سے پختونستان کا مسئلہ اٹھانے کی کوشش کو ناکام بنا دیا۔ جناب وزیر اعظم بھٹو جو کانفرنس کے صدر تھے۔ افغان مندوب کے سوال کا جواب دینے کے حق سے دستبردار ہو گئے اور کہا کہ میں کانفرنس کے وسیع تر مفادات کے پیش نظر اس موقع پر جواب نہیں دوں گا۔

وزیر اعظم بھٹو کے اس فراخدلانہ طرز عمل پر کانفرنس کے شرکاء نے انہیں شاندار خراج تحسین پیش کیا۔ بالخصوص مصر کے صدر انور السادات اور الجزائر کے صدر حواری بومدین نے وزیر اعظم بھٹو کی بڑی تعریف کی۔ صدر سادات نے ایک پوائنٹ آف آرڈر پر کہا کہ دونوں دینی بھائیوں کو اپنے اختلافات اس طرح کانفرنس میں نہیں اٹھانے چاہئیں۔ ہمیں اس ہال میں داخل ہونے سے پہلے اپنے تمام اختلافات بالائے طاق رکھ دینے چاہئیں کیونکہ ہم نہ صرف ایک دوسرے کے دوست ہیں بلکہ بھائی بھی ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اسلامی رشتے کو کمزور کرنے کی بجائے اسے مضبوط تر بنائیں۔

صدر بومدین نے صدر سادات کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ کانفرنس کے دوران ایجنڈے کی سختی سے پابندی ہونی چاہیئے۔ ایجنڈا مشرق وسطیٰ کی صورتِ حال بیت المقدس اور فلسطین کے مسئلے پر مشتمل ہے۔ بعض سوالات کے بارے میں میرے اپنے بھی کچھ اور نظریات ہیں لیکن میں اپنے آپ کو ایجنڈے کی شقوں تک محدود رکھوں گا۔ اگر مسلمان بھائیوں میں کوئی اختلافات ہیں تو انہیں اسمبلی ہال سے باہر زیر بحث لایا جانا چاہیئے۔ یہ طرز عمل کانفرنس کی کامیابی کی ضمانت ہوگا۔

شیخ مجیب الرحمٰن اسلامی کانفرنس میں

بنگلہ دیش کے وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمٰن اپنے ملک کے گیارہ رکنی وفد کے قائد کی حیثیت سے اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لئے لاہور پہنچ گئے وہ الجزائر کے صدر ہواری بومدین کے خاص ۷۰۷ بوئنگ طیارے میں آئے ہیں وہ پاکستان کی سرزمین پر ۱۰ بجکر ۵ منٹ پر اترے صدر پاکستان مسٹر فضل الٰہی چودھری اور وزیر اعظم جناب بھٹو نے ان کا خیر مقدم کیا۔ شیخ مجیب الرحمٰن دونوں رہنماؤں سے بغلگیر ہوئے۔ اس وقت بنگلہ دیشی وزیر اعظم نے سفید پاجامہ سفید کرتہ اور مونگیا رنگ کی واسکٹ پہن رکھی تھی۔ ان کے اترتے ہی ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ استقبال کرنے والوں سے مصافحہ کرنے کے بعد وزیر اعظم بھٹو اور صدر فضل الٰہی کے ہمراہ اسلامی چبوترہ پر چلے گئے جہاں پاکستان اور بنگلہ دیش کے قومی پرچم لہرا رہے تھے پاکستان کی مسلح فوج کے دستوں نے ان کو سلامی دی بعد ازاں انھوں نے گارڈ آف آنر کا معائنہ کیا۔

شیخ مجیب نے پنجابی افسر کو پہچان لیا

بنگلہ دیش کے وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمٰن کی حفاظت پر سول کپڑوں میں ملبوس جو عملہ مقرر کیا گیا تھا شیخ صاحب نے ان میں سے ایک پنجابی افسر کو پہچان لیا اور مصافحہ کے بعد اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ آخر اتنی دیر اکٹھے رہنے والے ایک دوسرے کو کیسے بھلا سکتے ہیں۔

چند اخبار نویس شیخ مجیب کے گرد فوج، پولیس اور سول کپڑوں میں ملبوس حفاظتی پولیس کے سخت گھیرے میں سے ہوتے ان کے قریب پہنچ گئے اور ان سے سوال کیا کہ آیا اخبارات کے لئے ان کے پاس کوئی خبر ہے؟ تو شیخ صاحب نے برجستہ جواب دیا " لاہور میں میری آمد بجائے خود ایک بہت بڑی خبر ہے "

بنگلہ دیش کی طرف سے عربوں کی مکمل حمایت کا اعلان

بنگلہ دیش کے وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمن نے کہا ہے کہ بنگلہ دیش پاکستان سے تعلقات کے ایک نئے دور میں برصغیر میں امن کے قیام کے لئے مثبت اقدام کرنے کو تیار ہے۔ اسلامی سربراہ کانفرنس کے عام اجلاس میں تقریر کر رہے تھے۔ بنگلہ دیشی وزیر اعظم کی تقریر مختصر تھی انہوں نے وزیر اعظم بھٹو کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں بنگلہ دیشی وفد کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا گیا ہے۔ شیخ مجیب الرحمن نے کہا :

میں سربراہ کانفرنس کے عام اجلاس میں اعلان کرتا ہوں کہ خود مختاری اور مساوات کی بنیاد پر بنگلہ دیش کے پاکستان سے جو تعلقات استوار ہوتے ہیں ان سے برصغیر میں قیام امن کی کوششوں کو تقویت پہنچے گی۔ ہمیں دلی مسرت ہے کہ بنگلہ دیش کے ساڑھے سات کروڑ عوام کو اس فورم سے اپنے ان بھائیوں سے مکمل اتحاد و یکجہتی کا اظہار کرنے کا موقع ملا ہے جو ہمارے عرب بھائیوں کے حق و انصاف پر مبنی موقف کی حمایت کے لئے جمع ہوئے ہیں انھوں نے ان تمام اصحاب اور اسلامی سیکرٹریٹ کے سیکرٹری جنرل مسٹر حسن تہامی کا شکریہ ادا کیا، جنھوں نے ہم سب کو یکجا کرنے کے انتظامات کئے ہیں۔ میں ان تمام ممالک کے معزز مندوبین کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے میرے ملک کے بارے میں محبت و شفقت کا اظہار کیا ہے۔

شیخ صاحب نے کہا کہ یہ حقیقت ہے کہ دنیا کو آج جو چیلنج درپیش ہے وہ انتہائی سنگین ہے اور انسانیت قبل ازیں کبھی ایسی بھیانک صورت حال سے دوچار نہیں ہوئی تھی۔ دنیا ایک طرف تباہی و بربادی کے دہانے پر کھڑی ہے دوسری طرف بہتر زندگی کی سہولتیں حاصل کرنے کے لئے ٹھوس امکانات نظر آرہے ہیں۔ انسان نے زبردست مادی طاقت حاصل کر لی ہے وہ دنیا کو تہس نہس کرنے کی طاقت بھی حاصل کر چکا ہے۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ طاقتور ممالک جنگ کرنے میں اپنی صلاحیتوں کو کس طرح بروئے کار لاتے ہیں۔ ان کی قوت عوام پر مظالم ڈھانے کے لئے وقف رہی جائز حقوق غصب کر لئے گئے اور مظلوم عوام پر ناقابل بیان مصائب کے پہاڑ توڑے گئے ہمارے فلسطینی بھائی ایسے ہی ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہیں ضرورت یہ ہے کہ طاقت

تباہی و بربادی کے لئے استعمال نہ کی جائے۔ اسے بنی نوع انسان کی بہبود کے لئے استعمال کیا جائے، جنگیں نہ کی جائیں پائیدار امن کی بنیاد رکھی جائے۔

بنگالی سیاسی رہنماؤں کی طرف سے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا خیر مقدم

بنگلہ دیش کے سیاسی اور غیر سیاسی حلقوں نے پاکستان کی طرف سے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے اعلان کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ پاکستان کے اس اعلان سے دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کو معمول پر لانے میں بڑی مدد ملے گی۔ حکمران اور مخالف سیاسی پارٹیوں کے رہنماؤں نے وزیر اعظم بھٹو کے اس دانشمندانہ فیصلہ کی تعریف کی اور کہا کہ انھوں نے اپنی فہم و فراست کی بدولت بہت سے مسائل حل کر لئے ہیں۔ مولانا بھاشانی، عوامی لیگ کے صدر قمر الزمان، حزب اختلاف کے عطاء الرحمٰن اور پروفیسر مظفر احمد نے جناب بھٹو کو مبارکباد دی۔ بنگلہ دیش کے اخبارات نے بھی پاکستان کے اس فیصلہ کا خیر مقدم کیا۔ برطانوی اخبارات نے بھی وزیر اعظم بھٹو کے اعلان کا خیر مقدم کیا اور لکھا کہ اب دونوں ممالک کے درمیان تعاون کی راہ ہموار ہو گئی ہے۔

شیخ مجیب کی اسلامی کانفرنس میں شرکت سے دو بھائیوں کا خوشگوار ملاپ ہو گیا ہے

اسلامی کانفرنس میں پاکستان کی طرف سے بنگلہ دیش کو تسلیم کئے جانے کا پر جوش خیر مقدم کیا گیا۔ مصر کے سادات، اردن کے مسٹر عبد المنعم رفاعی، ایران کے وزیر خارجہ مسٹر خلعت باری اور دوسرے ملکوں کے رہنماؤں نے اس بات پر گہری دلچسپی کا اظہار کیا کہ کانفرنس میں شیخ مجیب الرحمٰن بھی شریک ہو گئے ہیں اس طرح دو بھائیوں کا پھر سے خوش گوار ملاپ ہو گیا ہے۔ مسلم ممالک کے رہنماؤں نے مصالحت اور مفاہمت کی یہ فضا پیدا کرنے پر وزیر اعظم بھٹو کی کوششوں کو بھی خراج تحسین پیش کیا۔

صدر سادات نے اسلامی کانفرنس کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا میں دو بھائیوں کے پھر سے ملاپ پر بہت خوش ہوں اور ان کے لئے اپنی بہترین تمناؤں کا اظہار کرتا ہوں

انھوں نے کہا کہ وزیر اعظم بھٹو نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر کے بڑی جرأت اور عظیم سیاسی فراست و بصیرت کا ثبوت دیا ہے امید ہے کہ اب یہ دونوں ملک اپنے اختلافات طے کر لیں گے اور امن و سکون کی فضا میں رہیں گے۔ اردن کے شاہ حسین کے خصوصی نمائندے مسٹر رفاعی نے بھی اس قسم کے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے جناب بھٹو اور شیخ مجیب کے لئے شاہ حسین کی طرف سے مبارک باد اور نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔

شیخ مجیب اور پاکستانی فوٹو گرافر

بنگلہ دیش کے وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمٰن سربراہ کانفرنس کے اجلاس میں شرکت کے بعد واپس جاتے لگے تو فوٹو گرافروں نے ان کی تصاویر بنانی شروع کر دیں۔ شیخ مجیب اسمبلی کی سیڑھیوں پر رک گئے تاکہ فوٹو گرافران کی تصاویر بنا سکیں۔ شیخ مجیب نے "سن" کے فوٹو گرافر مسٹر داؤد سبحانی کو پہچان لیا اور کہا، ہیلو! کیا حال ہے۔ داؤد سبحانی نے شیخ مجیب کا اپنی جانب بڑھایا ہوا ہاتھ تھام لیا اور کہا کہ جناب ۲۱ ماہ تک جنگی قیدی رہ کر واپس آیا ہوں۔ شیخ مجیب نے داؤد سبحانی سے زور سے ہاتھ ملایا اور مسکرا کر چھوڑ دیا۔

سربراہ کانفرنس کے کھلے اجلاس میں سربراہوں کی
تقاریر

اسلامی ملکوں کی سربراہ کانفرنس کے کھلے اجلاس میں دوسرے روز ۱۲ ملکوں کے قائدین اور انطاکیہ کے عیسائی وفد کے سربراہ نے تقاریر کیں۔ انھوں نے اسرائیلی جارحیت کی مذمت کرتے ہوئے بیت المقدس کی فوری آزادی کی حمایت کی۔ انھوں نے کہا کہ فلسطینی مہاجرین کے مسئلے کا تصفیہ ضروری ہے۔ اسلامی ملکوں کے قائدین نے مسلم ملکوں کے درمیان گہرے اتحاد و تعاون کی ضرورت پر زور دیا۔ الجزائر کے سربراہ جناب ہواری بومدین نے تالیوں کی گونج میں اعلان کیا کہ الجزائر اسلامی ممالک کے لئے روحانی، ثقافتی رشتے استوار کرتے ہیں ہر ممکن تعاون کرے گا انھوں نے زور دیا کہ مسلم ملکوں کے درمیان مضبوط و مستحکم اتحاد قائم کرنے کے لئے ان میں گہرے اقتصادی تعاون کی ضرورت ہے۔ انھوں نے کہا بھوک کوئی بھی برداشت نہیں کر سکتا اس لئے اقتصادی خوشحالی کے لئے ہمیں باہمی تعاون کرنا ہوگا اس کانفرنس میں شریک عرب اور افریشیائی ممالک اگر متحد ہوں۔ اور تعاون کریں تو وہ دنیا کی تیسری اہم طاقت بن سکتے ہیں۔ یوگنڈا کے صدر عدی امین نے ترقی پذیر ممالک کے درمیان تعاون کے لئے تجاویز پیش کیں اور کہا کہ ترقی یافتہ ممالک کے طیاروں کو ترقی پذیر ممالک میں نہ اترنے دیا جائے۔

کھلا اجلاس دو نشستوں میں ہوا جو مجموعی طور پر چار گھنٹے جاری رہا۔ پہلے اجلاس میں مقررین نے کانفرنس کے چیئرمین مسٹر بھٹو کی تجویز پر کھلے اجلاس کی یہ آخری نشست شام کو پانچ بجے شروع ہوئی اور سوا چھ بجے ختم ہوگئی۔ شام کے اجلاس میں دوسرے زعما کے علاوہ بنگلہ دیش کے وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمن نے بھی تقریر کی کانفرنس کے اجلاس کے خاتمہ کے بعد مجموعی تاثر یہ تھا کہ اسلامی کانفرنس کے شرکا مسلم اتحاد اور یک جہتی کی راہ پر آگے بڑھ رہے ہیں۔

اجلاس ۲۴ر فروری کو صبح ۱۱ بجکر ۲۵ منٹ پر شروع ہوا تو بنگلہ دیش کے وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمٰن بھی ہال میں موجود تھے وزیر اعظم بھٹو نے جو کانفرنس کے چیرمین بھی تھے۔ پرجوش تالیوں کی گونج میں شیخ مجیب الرحمٰن کا خیر مقدم کیا۔

اجلاس کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بنگلہ دیش کے وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمٰن بھی موجود ہیں وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ شیخ مجیب الرحمٰن ہمارے دوستوں، بھائیوں اور ساتھیوں کی نمائندگی کر رہے ہیں جن کے ساتھ ہمارے ایمان اور تاریخ کے رشتے ہیں۔ وزیر اعظم بھٹو نے کانفرنس کے شرکا سے مخاطب ہو کر کہا کہ ہم ممنون ہیں کہ آپ سب بھائیوں نے ہمارے درمیان مصالحت کے لئے اتنی جدوجہد کی۔ میں پاکستان کی حکومت اور عوام کی طرف سے آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں آپ کے اس اقدام سے مسلم اتحاد اور یکجہتی کے لئے کی جانے والی کوششوں کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

صدر بومدین

الجزائر کے سربراہ حوری بومدین نے اس کانفرنس میں اپنی تاریخی تقریر میں زور دیا کہ مسلمان ملکوں کے درمیان جو روحانی رشتہ قائم ہے اس کو مضبوط بنانے کے لئے ہمیں اپنے مادی وسائل میں بھی اشتراک کرنا چاہیئے اور زندگی کے تمام شعبوں میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا چاہیئے انھوں نے انتباہ کیا کہ ہم نے اگر ایک دوسرے کے ساتھ اقتصادی تعاون کو فروغ نہ دیا تو ہم غیروں کے دست نگر رہیں گے۔ انسانی تجربے سے یہ بات واضح ہے کہ محض مذہبی تعلقات خواہ اسلامی ہوں یا سیاست پر مبنی ہوں اتنے مضبوط نہیں ہوتے کہ ان سے بھوک اور جہالت کا مقابلہ کیا جا سکے۔ انسان خوراک کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

صدر بومدین نے کہا کہ تیل کی قیمتوں میں اضافہ دراصل ترقی پذیر ملکوں کی مدد سے قدرتی وسائل پر قبضہ کرنے کی احتجاجی جنگ کا حصہ ہے۔ نئی قیمتیں زیادہ نہیں ہیں اس وقت ترقی پذیر ممالک تیل کے بحران کا شکار رہیں لیکن اس میں ان کی مدد کے لئے اور ذرائع بھی اختیار

کئے جاسکتے ہیں۔ انھوں نے زور دیا کہ اسلامی کانفرنس دو قراردادیں منظور کرے۔ ایک قرارداد کے ذریعے پوری اسلامی دنیا عربوں کے انصاف پر مبنی موقف کی حمایت پر عملاً یکجہتی اختیار کرے اور دوسری قرارداد میں عالم اسلام کے اتحاد کی شکل واضح کی جاتے جب تک کسی بات یا قرار داد پر عمل نہ ہو۔ اسے اہمیت نہیں دی جاسکتی۔

صدر بومدین نے کہا کہ مسلم ملکوں نے اگر اقتصادی میدان میں تبدیلی نہ کی تو وہ دوسروں کے دست نگر رہیں گے۔ انھوں نے کہا کہ اسلام انسانیت کا چارٹر ہے اس کے ساتھ ہی ہم اقتصادی شعبوں میں تبدیلی لاسکتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ بھوکے لوگوں کو خوراک اور بیماروں کو ہسپتالوں کی ضرورت رہتی ہے انھوں نے کہا اگر میری دونوں قراردادیں قبول کر لی گئیں تو یہ کانفرنس بامقصد ہوگی۔ اور مسلمانان عالم کی ترقی، طاقت اور اتحاد کا ذریعہ بن جائے گی ہم اگر کمزور رہے تو دنیا سے اپنا نقطہ نظر منوا نہیں سکتے۔

انھوں نے کہا کہ عربوں نے مشرق وسطیٰ کے مسائل حل کرنے کے لئے تیل کا ہتھیار استعمال کیا ہے کیونکہ فوجی طاقت کے ساتھ ساتھ یہ موثر ہتھیار ہے تاکہ سینائی کے ریگزاروں اور جولان کی چوٹیوں پر مصری اور شامی شہیدوں کی قربانیوں کو نتیجہ خیز بنایا جائے ابوظہبی جیسے چھوٹے ملکوں نے بھی امریکا کے لئے تیل بند کر دیا۔ اس سے ترقی پذیر ملکوں کے عوام کو فائدہ پہنچے گا اور استحصال سے نجات حاصل ہوگی۔ انھوں نے کہا کہ کسی ملک کی حاکمیت اعلیٰ جب ہی قائم رہ سکتی ہے جب اسے اپنے قدرتی وسائل پر قابو ہو انھوں نے افسوس ظاہر کیا کہ ترقی یافتہ ملکوں نے ابھی تک اس تجویز کی حمایت نہیں کی کہ وہ اپنی قومی دولت کا ایک فیصد ترقی پذیر ممالک کی بہبود اور ترقی پر صرف کریں۔ انھوں نے کہا کہ ترقی پذیر ممالک اگر ایک دوسرے سے تعاون کریں تو ہم اپنی بقا کی جدوجہد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس طرح جو ممالک مالی مشکلات سے دوچار ہیں ان کی امداد کی جائے۔

شیخ مجیب الرحمٰن

شیخ مجیب الرحمٰن کانفرنس کا اجلاس شروع ہونے سے پیشتر ہال میں پہنچ گئے۔ اور

انھوں نے حروف تہجی کے اعتبار سے چوتھے ملبر پر بنگلہ دیش کے لئے مخصوص نشست سنبھال لی۔ وہ واسکٹ اور قمیض پاجامے میں ملبوس تھے ان کے ساتھ وزیر خارجہ ڈاکٹر کمال حسین بھی اپنے ساتھیوں سمیت اپنی نشستوں پر پہنچ گئے۔ وہ ملائشیا کے نائب وزیر اعظم تن عبدالرزاق سے بغلگیر ہوئے۔ اس دوران شیخ مجیب الرحمٰن سے صدر سادات نے معانقہ کیا۔ شیخ مجیب الرحمان کی نشست کے پیچھے لیبیا کے صدر معمر قذافی کی نشست تھی۔

شام کے اجلاس میں بنگلہ دیش کے وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمٰن اور دیگر مہمانوں نے تقریریں کیں۔ اس کے بعد کانفرنس کا پہلا اجلاس ختم ہوا اور بند کمرے میں اجلاس شروع ہوا اور مختلف قرار دادوں پر غور کرنے کے لئے ورکنگ گروپوں نے کام شروع کر دیا۔

صدر عدی امین

یوگنڈا کے صدر عدی امین نے اس بات پر زور دیا کہ ایران اور عراق کے درمیان دو طرفہ تنازعہ ختم کرنے کے لئے مصالحتی مشن بھیجا جائے عراق کو کانفرنس کا پورا ممبر بنایا جائے جو اب مبصر کی حیثیت سے شریک ہے۔ انھوں نے تجویز پیش کی کہ جو ممالک اسرائیل کی حمایت کر رہے ہیں ان کے مسافر بردار طیاروں کو مسلم ممالک کے ہوائی اڈوں پر اترنے کی اجازت نہ دی جائے اور نہ ہی انھیں اسلامی ممالک کی فضا پر سے گزرنے کی اجازت دی جائے۔ اس طرح موقع پر عربوں کے منصفانہ موقف کی حمایت کر سکیں گے۔ اس موقع پر چیئرمین نے ان کی توجہ دلائی کہ یہ نازک مسائل ہیں اور ان پر بند کمرے کے اجلاسوں پر غور کیا جا سکتا ہے صدر عدی امین نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے تجویز پیش کی کہ عالم اسلام کا ایک مرکزی لیڈر ہونا چاہیئے۔ اس طرح ہم وسیع تر اتحاد کو زیادہ موثر بنا سکتے ہیں۔

انھوں نے کہا کہ اسلامی دنیا میں بحران کا ایک سبب یہ ہے کہ ہمارا کوئی ایک قائد نہیں ہے انھوں نے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو اور شیخ مجیب الرحمٰن کو خراج تحسین پیش کیا کہ وہ مسلمانوں کی یکجہتی کے پیش نظر باہم مل بیٹھے ہیں۔

تن عبدالرزاق

ملائشیا کے وزیر اعظم تن عبدالرزاق نے اپنی تقریر میں توقع ظاہر کی اگر مسلم دنیا نے اتحاد کی راہ اختیار کی تو وہ اپنے دور اوّل کی عظمت کو پھر حاصل کرے گی انھوں نے کانفرنس میں شیخ مجیب کی موجودگی کا خیر مقدم کرتے ہوئے وزیر اعظم بھٹو کے تدبر اور فراست کی تعریف کی اور کہا کہ اب اس خطے میں ایک نئے دور کا آغاز ہو گیا ہے۔

آدم ملک

انڈونیشیا کے وزیر خارجہ آدم ملک نے کہا کہ مشرق وسطیٰ کا تنازعہ صرف اس صورت میں طے ہو سکتا ہے جبکہ اس کے بنیادی اسباب کو دور کیا جائے اس لئے ضروری ہے کہ فلسطین کے مسلمان باشندوں کو وطن واپسی کا حق دیا جائے۔ اسرائیل نے عربوں کے جن علاقوں پر قبضہ کر رکھا ہے انھیں واپس کیا جائے آدم ملک نے کہا کہ بیت المقدس پر صرف مسلمانوں کا حق ہے اور یہ شہر میں عیسائیوں کے حقوق کے بارے میں مسلم ممالک کو عیسائیوں کے ساتھ بات چیت کرنی چاہیئے تاہم یہ بات واضح ہے کہ عرب علاقوں کی واپسی کا جو مطالبہ ہم کرتے ہیں بیت المقدس کی واپسی بھی اس کا ایک لازمی حصہ ہے اس لئے تمام مسلم ممالک کو یہ مطالبہ کرنا چاہیئے کہ بیت المقدس کو اسرائیل میں ضم کرنے کے لئے جو اقدامات کئے گئے ہیں انھیں فوراً واپس لیا جائے۔

ڈاکٹر آدم ملک نے مزید کہا کہ سربراہ کانفرنس نے مسلمان ممالک کو ایک اجتماعی سیاسی قوت بننے کا نادر موقع دیا ہے۔ کانفرنس میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور اسلامی اخوت کے بھرپور مظاہرے کے لئے راہیں ہموار ہو گئی ہیں۔

انھوں نے کہا کہ مشرق وسطیٰ میں قیام امن کی واحد صورت یہ ہے کہ اس بحران کی حقیقی وجوہ ختم کی جائیں جب تک اسرائیل طاقت کے بل بوتے پر ہتھیائے ہوئے عرب علاقے خالی نہ کر دے اور فلسطینی عوام کے حقوق بحال نہ کئے جائیں اس خطے میں امن قائم نہیں ہو سکتا

انھوں نے مطالبہ کیا کہ بیت المقدس عربوں کو واپس کر دیا جائے۔ انھوں نے تجویز پیش کی کہ مسلم رہنماؤں کو بیت المقدس کے بارے میں عیسائی دنیا کو بھی اعتماد میں لینا چاہیئے کیونکہ بیت المقدس عیسائیوں کے لئے بھی مقدس مقام ہے۔

ڈاکٹر آدم ملک نے مسلم رہنماؤں پر زور دیا کہ وہ اسرائیل کو اس بات پر مجبور کریں کہ اس نے بیت المقدس پر قبضہ مستحکم کرنے کے لئے جتنے اقدامات کئے ہیں۔ وہ منسوخ کر دے۔

جنیوا مذاکرات کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر آدم ملک نے کہا کہ مذاکرات کا پہلا مرحلہ بڑی حد تک کامیاب رہا ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ مذاکرات کو مزید موثر بنانے اور ان کے نتائج کو مستحکم بنانے کے لئے عربوں کی بھرپور حمایت کی جائے۔ اکتوبر ۱۹۷۳ء کی جنگ کا حوالہ دیتے ہوئے انڈونیشی رہنما نے کہا کہ اس سے دو مثبت فائدے حاصل ہوئے ہیں ایک تو یہ کہ اسرائیلی فوج کے ناقابل تسخیر ہونے کا افسانہ ختم ہو گیا ہے اور دوسرا یہ کہ عربوں میں اتحاد نہ ہونے کا الزام بے حقیقت ثابت ہوا ہے انھوں نے کہا کہ اہل عرب نے بتا دیا ہے کہ وہ اپنے وطن کو آزاد کرانے کا ناقابل تسخیر عزم کئے ہوئے ہے۔ عربوں نے تیل کے ہتھیار کو اتنے موثر طریقے سے استعمال کیا کہ بین الاقوامی اقتصادیات میں ان کے اثر کو واضح طور پر محسوس کر لیا گیا انھوں نے دنیا پر یہ بات ظاہر کر دی کہ اس خطے کے امن کو درہم برہم کیا جائے تو دنیا کا کوئی حصہ بھی اس کے اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

انھوں نے کہا کہ اکتوبر ۷۳ء کی جنگ نہ صرف عربوں کی فوجی کامیابی ثابت ہوئی بلکہ ڈپلومیسی کے میدان میں بھی ان کی فتح ہے۔ ڈاکٹر آدم ملک نے تاریخی اسلامی کانفرنس منعقد کرانے پر وزیر اعظم بھٹو کو شاندار خراج تحسین پیش کیا۔

نائیجر کے صدر

نائیجر کے صدر ویری حمانی نے کہا کہ اسلامی کانفرنس کو مشرق وسطیٰ اور بیت المقدس کے متعلق قرار دادیں منظور کرنے کے علاوہ برادر مسلم ملکوں کے درمیان مزید اقتصادی تعاون

بڑھانے کے امکانات کا جائزہ لینا چاہیئے انھوں نے بنگلہ دیش کی شرکت اور چھ نیئے ممالک کے اسلامی سیکریٹریٹ کا رکن بننے پر مسرت ظاہر کی اور کہا کہ مسلم برادری میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ صدر رحمانی نے کہا کہ افریقی ممالک کی اکثریت غریب ہے۔ میرے اپنے ملک کی اقتصادی صورت حال بہت خراب ہے۔ اور صحرائے اعظم کے جنوب میں واقع ممالک سخت خشک سالی کا شکار رہیں۔ کانفرنس کو اقتصادی تعاون بڑھانے کے طریقے بھی تلاش کرنے چاہئیں انھوں نے کہا کہ صنعتی ملکوں کی پسماندہ دنیا سے ہمدردی محض زبانی جمع خرچ ہوتا ہے۔ دشمن کے خلاف عربوں کی جدوجہد میں افریقہ نے ہمیشہ ان کا ساتھ دیا ہے۔ میرے ملک کا بھی یہ مطالبہ ہے کہ اسرائیل جارحیت کے ذریعے ہتھیائے گئے علاقے خالی کردے اور بیت المقدس کو آزاد کرایا جائے۔

گیمبیا

گیمبیا کے وفد کے سربراہ صدر داؤد جوارا نے کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مقبوضہ عرب علاقوں کو آزاد کرانے کے لئے مسلم ممالک کو اپنے تمام وسائل سے کام لینا چاہیئے اور مسئلہ فلسطین کو حل کرنے کے لئے کوئی طریقہ کار طے کیا جائے جس سے فلسطینی اپنے وطن کو دوبارہ حاصل کرسکیں۔ انھوں نے کہا کہ تیل پیدا کرنے والے عرب ملکوں کو غیر جانبدار تیسرے بلاک کے حقوق کا تحفظ کرنا چاہیئے کیونکہ تیسری دنیا نے ہمیشہ عربوں کی حمایت کی ہے۔

وزیر خارجہ تیونس

تیونس کے وزیر خارجہ حبیب شطی نے پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان مصالحت ہوجانے پر اطمینان ظاہر کیا انھوں نے آج کانفرنس میں عام بحث میں حصہ لیتے ہوئے کہا کہ رباط کانفرنس میں بھی دو مسلم ممالک مراکش اور موریطانیہ میں اختلافات ختم ہوگئے تھے اسی طرح مسلم ممالک میں برادرانہ تعلقات اور تعاون کو فروغ حاصل ہوا اور اسلامی کانفرنس ایک مضبوط ادارہ بن جائیگا۔ مسٹر حبیب شطی نے کانفرنس کے انعقاد کے سلسلہ میں وزیر اعظم بھٹو کی کوششوں کو سراہا اور کہا کہ ان کی افتتاحی تقریر کانفرنس کے سلسلہ میں ایک تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔ پاکستان کا قیام اسلام

کی عظمت اور شان و شوکت کو چار چاند لگانے کے لئے عمل میں آیا تھا اور اسے مسلمانوں کے قلعے کی حیثیت حاصل ہے۔ پاکستان میں کانفرنس کا انعقاد اس بات کی ضمانت ہے کہ وہ عالم اسلام کے مسائل حل کرنے میں اہم کردار ادا کرے گا۔

وزیر اعظم گنی

گنی کے وزیر اعظم ڈاکٹر لنسانا بیوراگوئی نے دوسری اسلامی کانفرنس میں بنگلہ دیش کی شمولیت کا خیر مقدم کیا انھوں نے کانفرنس کے وفود کی مہمان نوازی پر مبارکباد دی۔ انھوں نے لاہور کے عوام کی طرف سے گرمجوشی کا اظہار کرنے پر مسرت کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر بیوراگوئی نے کانفرنس کا انتظام کرنے پر وزیر اعظم بھٹو کو شاندار خراج تحسین پیش کیا انہوں نے ان کو مدبر وزیر اعظم قرار دیا۔ گنی کے صدر شیخ طور کی طرف سے شرکت نہ کرنے پر افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ اس کے باوجود انھوں نے کانفرنس کی کامیابی کی دعا کی ہے۔ انھوں نے بتایا کہ مشرق وسطیٰ اور عربوں کے لئے گنی کے صدر کے جو جذبات ہیں وہ سب پر عیاں ہیں اور اس سلسلہ میں آپ بخوبی باخبر ہیں۔

یاسر عرفات

تنظیم آزادی فلسطین کے سربراہ یاسر عرفات کو اجلاس سے خطاب کرنے کی دعوت دی گئی تو انھوں نے کہا کہ کانفرنس میں فلسطین اور بیت المقدس کا اہم مسئلہ زیر بحث آرہا ہے یہ میرے لئے زندگی اور موت کے مسئلہ کی حیثیت رکھتا ہے میری خواہش ہے کہ میں دوسرے حضرات کی تقریروں کے بعد کانفرنس کے آخری خفیہ اجلاس سے خطاب کروں اس لئے اس وقت میری تقریر ملتوی کر دی جائے انھوں نے مسئلہ فلسطین سے ہمدردی پر تمام مسلم ممالک کا شکریہ ادا کیا

خلعت باری

ایران کے وزیر خارجہ اور ایرانی وفد کے قائد مسٹر خلعت باری نے کانفرنس کے انعقاد

اور اس کا چیرمین منتخب ہونے پر وزیر اعظم بھٹو کو خراج تحسین پیش کیا۔ انھوں نے اس بات پر مسرت کا اظہار کیا کہ کانفرنس میں نئے ارکان بھی شرکت کر رہے ہیں جن میں بنگلہ دیش بھی شامل ہے۔ مسٹر خلعت باری نے کہا کہ ایران نے کل ہی بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔ آج ہم کانفرنس میں شیخ مجیب کی موجودگی کا خیر مقدم کرتے ہیں انھوں نے مزید کہا کہ ایران نے ہمیشہ عربوں کے مفادات اور حقوق کی حمایت کی ہے اس نے انسانی حقوق کے کمیشن اور اقوام متحدہ میں عربوں کے حق میں قرار دادیں پیش کیں اور بین الاقوامی ترقیاتی فنڈ میں بھی ترقی پذیر ملکوں کے لئے بھاری رقم دی ہے ایران عربوں کا ساتھ دیتا رہے گا۔

اسلامی سربراہ کانفرنس کے کھلے اجلاس اس دن ختم ہو گئے اور شام ۷ بجکر ۱۵ منٹ پر کانفرنس کا خفیہ اجلاس شروع ہو گیا جو دوسرے دن بھی جاری رہا۔ کھلا اجلاس دو نشستوں میں ہوا جو مجموعی طور پر چار گھنٹے جاری رہا۔ پہلے اجلاس میں مقررین کی تعداد زیادہ ہونے کے باعث کانفرنس کے چیرمین جناب بھٹو کی تجویز پر کھلے اجلاس کا وقت سوا گھنٹہ بڑھا دیا گیا۔ کھلے اجلاس کی یہ آخری نشست شام ۵ بجے شروع ہوئی اور سوا چھ بجے ختم ہو گئی۔ شام کے اجلاس میں دوسرے زعما کے علاوہ بنگلہ دیش کے وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمن نے بھی تقریر کی۔

اسلامی سربراہ کانفرنس کی قراردادیں

اسلامی سربراہ کانفرنس نے اعلان کیا ہے کہ اسرائیل سے عربوں کے مقبوضہ علاقے خالی کرانے کے لئے تمام وسائل بروئے کار لائے جائیں گے جن پر اس نے جون ۱۹۶۷ء کے بعد طاقت کے ذریعہ قبضہ کیا ہے۔ اسرائیل کو یہ علاقے فوری اور غیر مشروط طور پر خالی کرنا پڑیں گے۔ ۳۷ رکنی، دوسری سربراہ کانفرنس نے مشرق وسطیٰ کے بحران، بیت المقدس کی بازیابی اہل فلسطین کے حقوق کی بحالی اور تیسری دنیا کے ملکوں کے اتحاد کے سلسلے میں دور رس فیصلے کئے ہیں۔ یہ تاریخی فیصلے ۲۳ فروری کو اسلامی کانفرنس کے خفیہ اجلاس میں دو قراردادوں میں کئے گئے ہیں۔ یہ متفقہ طور پر منظور کی گئی ہیں۔ اجلاس کی صدارت وزیر اعظم بھٹو کر رہے تھے کانفرنس میں تنظیم آزادی فلسطین کو فلسطینی عوام کی واحد نمائندہ تنظیم قرار دیا گیا اور تمام رکن ممالک پر زور دیا گیا ہے کہ وہ اہل فلسطین کے قومی حقوق کی جدوجہد کی حمایت کے سلسلے میں اپنے تمام ذرائع اور وسائل کو بروئے کار لائیں۔

کانفرنس نے فیصلہ کیا کہ بیت المقدس کی آزادی کے لئے جدوجہد جاری رکھی جائیگی مشرق وسطیٰ کے مسئلے کا جو بھی حل ہوگا اس میں اس مقدس شہر پر عربوں کی حاکمیت اور بالادستی کو اولین حیثیت حاصل ہوگی۔ مسلمانوں کے لئے اس مسئلے کا کوئی ایسا حل قابل قبول نہیں ہوگا جس میں بیت المقدس کو بین الاقوامی شہر بنانے کی کوششوں کی زبردست مخالفت کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ بیت المقدس کی آزادی اور دیگر مقدس مقامات کی حفاظت کے مسئلے پر کسی قسم کی سودابازی یا مصالحت نہیں کی جائے گی۔ اس مقصد کے لئے مسلمان ممالک کی طرف تعاون اور دوستی کا جو ہاتھ بھی بڑھایا جائے گا اس کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

قرارداد میں بیت المقدس کی مذہبی اہمیت اور تاریخی حیثیت تبدیل کرنے سے متعلق اسرائیل کے اقدامات کی شدید مخالفت کی گئی اور اس سلسلے میں جنرل اسمبلی اور سلامتی کونسل

کی قرار دادوں کو مسترد کرنے پر اسرائیل کی مذمت کی گئی ہے۔ کانفرنس نے پہلی اسلامی کانفرنس اور بیت المقدس سے متعلق اسلامی وزرائے خارجہ کی کانفرنسوں کی منظور کردہ تمام قرار دادوں کی بھی توثیق کی۔

قرار داد میں مزید کہا گیا ہے کہ بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ اوّل اور تیسرا مقدس ترین مقام ہے۔ اسرائیل نے اس پر قبضہ کرنے کے بعد ان مقامات کی بے حرمتی کی اور اس کے تاریخی اور مذہبی آثار کو تباہ کر کے پوری اسلامی دنیا میں غم و غصے کی لہر دوڑا دی جس سے دنیا بھر کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچی اور مشرق وسطیٰ ایک مسلسل بحران میں مبتلا ہو گیا۔ قرار داد میں ان اسلامی ممالک سے جن کے اب تک اسرائیل کے ساتھ تعلقات ہیں کہا گیا ہے کہ وہ ہر شعبے میں اسرائیل سے اپنے تعلقات و تعاون ختم کر لیں تاکہ مسلمانوں کے اتحاد کو تقویت مل سکے۔

قرار داد میں کانفرنس کے رکن ممالک سے کہا گیا ہے کہ وہ صیہونیت اور یہودی نسل پرست نوآبادیاتی نظام کے خلاف فلسطینی عوام کی جدوجہد کی بھرپور حمایت کریں کیونکہ جب تک فلسطین کے عوام کے حقوق بحال نہیں ہوں گے مشرق وسطیٰ میں پائیدار امن قائم نہیں ہو سکتا۔ قرار داد میں سفارش کی گئی ہے کہ جن ممالک میں تنظیم آزادی فلسطین کے دفاتر نہیں وہاں اس کے دفاتر کے قیام کے لئے ہر ممکن سہولت دی جائے۔

ایک اور قرار داد میں اسلامی سربراہ کانفرنس میں شریک ممالک پر زور دیا ہے کہ وہ پرتگال، رہوڈیشیا اور جنوبی افریقہ سے ہر قسم کے تعلقات اور تعاون ختم کر لیں۔ نوآبادیاتی نظام اور نسل پرستی کے خلاف جدوجہد کی حمایت جاری رکھی جائے۔

اسلامی کانفرنس کے فیصلے

باخبر ذرائع کے مطابق اسلامی کانفرنس میں شریک ممالک کے سربراہوں نے ۲۴ فروری کو اقتصادی اور سیاسی میدان میں خود کفیل ہونے کے سلسلہ میں اسلامی کانفرنس کے سیکرٹری جنرل مسٹر حسن التہامی کی رپورٹ میں مندرج متعدد منصوبوں پر غور کیا۔ مسلم یونیورسٹی اور اسلامی نیوز ایجنسی قائم

کرنے اور مسلمان ممالک کا متحدہ بنک قائم کرنے پر اتفاق رائے ہو گیا ہے اور اقتصادی ترقی اور کم وسائل رکھنے والے مسلم ممالک کی امداد کے سلسلہ میں ٹھوس تجاویز تیار کرنے پر غور ہو رہا ہے۔

اسلامی سربراہوں کا خفیہ اجلاس ۲۴ر فروری کو شروع ہوا جو چار گھنٹے سے زائد عرصہ تک جاری رہا۔ ابتدا میں سیکرٹری جنرل محمد حسین التہامی کی رپورٹ پر غور کیا گیا اور اس پر بحث کے دوران صدر معمر قذافی کی یہ تجویز منظور کر لی گئی کہ تمام مسلم ممالک کے مختلف منصوبوں کو سرمایہ فراہم کرنے کے لئے الگ بنک قائم کرنے کی بجائے ایک ہی بنک ہونا چاہیے۔ جس کا نام بنک استحکام اسلامیہ رکھا جائے۔

باوثوق ذرائع کے مطابق اس تجویز کو بھی منظور کر لیا گیا ہے کہ مشرقی اور مغربی افریقہ کے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی اور انھیں عیسائیوں کے مشنری تعلیمی اداروں سے نجات دلانے کے لئے نائیجر میں مغربی افریقہ کے لئے اور یوگنڈا میں مشرقی افریقہ کے لئے دو یونیورسٹیاں قائم کی جائیں اس فیصلے پر نائیجر کے صدر دیوری حمانی اور یوگنڈا کے صدر عدی امین نے کانفرنس کے ارکان کا شکریہ ادا کیا۔

اسلامی نیوز ایجنسی قائم کرنے کی ضرورت پر متعدد وفود نے روشنی ڈالی اور بالآخر اسلامی نیوز ایجنسی قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور یہ بھی طے کیا گیا کہ نیوز ایجنسی کے قیام کے لئے ابتدائی سرمایہ کے طور پر ۲۰ لاکھ ڈالر مختص کئے جائیں اور ہر سال ۵۰ لاکھ ڈالر سالانہ خرچ کئے جائیں۔ یاد رہے کہ اسلامی نیوز ایجنسی کا قیام اسلامی ممالک کی پہلی کانفرنس میں بھی زیر غور آیا تھا لیکن اس پر پوری طرح عمل درآمد نہیں ہو سکا تھا۔ لہٰذا اس مرتبہ اس کے لئے فنڈز مختص کر دیئے گئے ہیں۔

سیکرٹری جنرل کی طرف سے بین الاقوامی اسلامی اقتصادی منصوبہ پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے الجزائر کے صدر مسٹر ہوری بومدین نے کانفرنس پر زور دیا ہے کہ اقتصادی حالت بہتر بنانے کے لئے منظم معاشی منصوبہ بندی کی جائے ورنہ ہم مغرب کی محکومیت سے نجات حاصل نہیں کر سکیں گے۔

کانفرنس نے فلپائن کی مسلمان اقلیت کے بارے میں امدادی کامرس کا جائزہ بھی لیا اور اس سلسلہ میں وزراء خارجہ کی آئندہ میٹنگ میں رپورٹ پیش کرنے کی ہدایت کی گئی مؤتمر عالم اسلامی کے وفد کے قائد مفتی اعظم فلسطین الحاج امین الحسینی نے عالم اسلام کے لئے صیہونیت کے پرخطر عزائم پر روشنی ڈالی اور اسے مسلمانوں کے لئے شدید خطرہ قرار دیا۔ اور اس بات پر زور دیا کہ اس خطرہ سے نبرد آزما ہونے کے لئے مؤثر اقدامات کئے جائیں یوگنڈا کے صدر مسٹر عدی امین نے مسلمانوں کے تحفظ کی ضرورت پر زور دیا انہوں نے افریقہ میں مشنریوں کے ذریعہ اسلام کو کمزور کرنے کے واقعات پر روشنی ڈالی اور کہا کہ یہ ادارے تعلیم کے ذریعے عیسائی مذہب کو فروغ دے رہے ہیں۔ لہذا ان ممالک میں اسلامی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ صدر قذافی نے اریٹریا کے مسلمانوں کے تحفظ اور صومالیہ کے غصب شدہ علاقوں کو خالی کرانے کی ضرورت پر بھی زور دیا۔
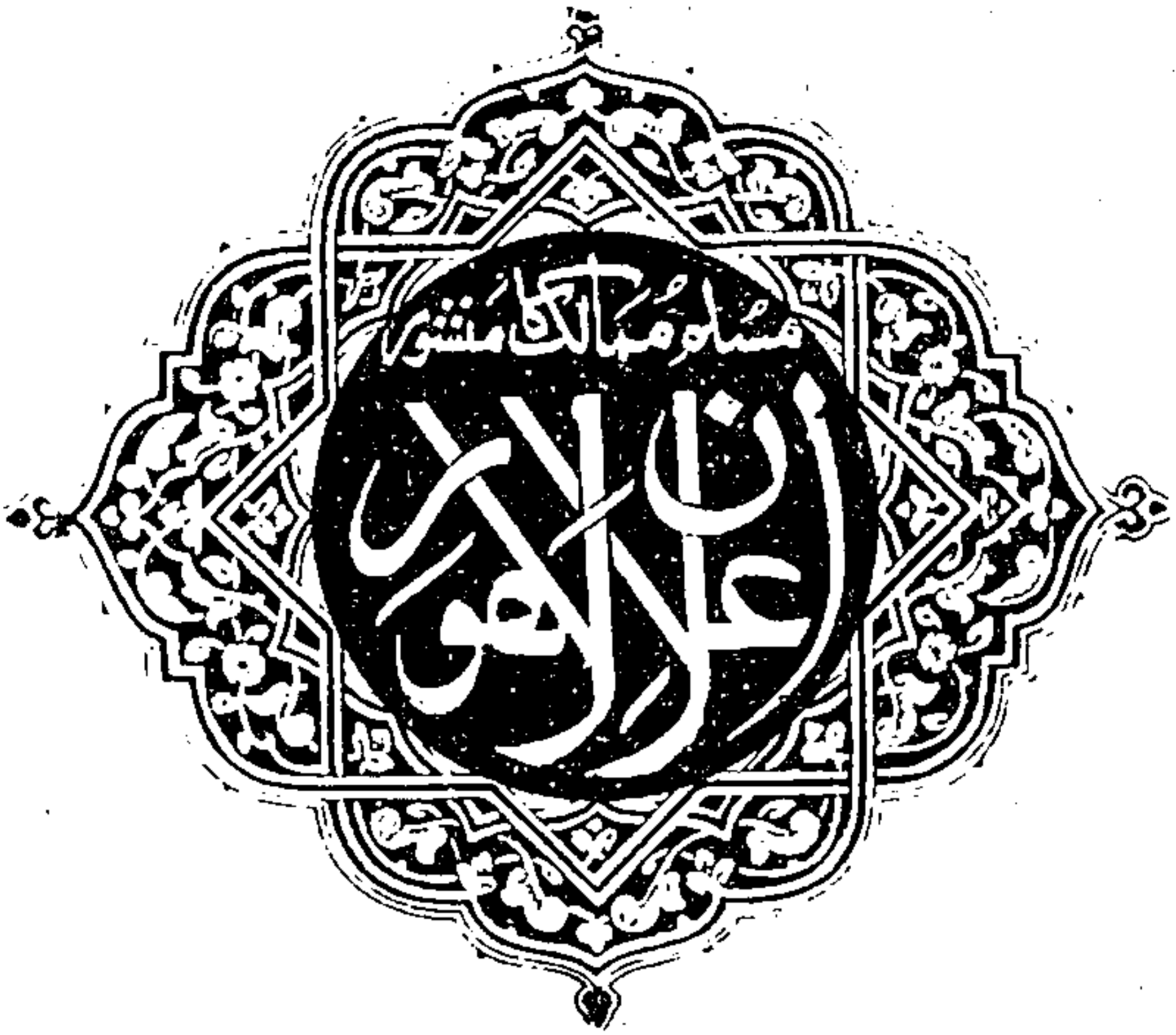
دوسری اسلامی سربراہ کانفرنس نے آٹھ ممالک پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا، جو کانفرنس کے رکن ترقی پذیر ممالک کی اقتصادی مشکلات دور کرنے کے طریقے وضع کرے گی۔ اس کمیٹی میں ان ممالک کے ماہرین شامل کئے جائیں گے اور ایک ماہ کے اندر اندر اس کا پہلا اجلاس جدہ میں ہوگا۔ اس کمیٹی کے قیام کا اعلان کانفرنس کے اختتام پر جاری ہونے والے "اعلان لاہور" میں کیا گیا ہے۔ کمیٹی الجزائر، مصر، کویت، لیبیا، پاکستان سعودی عرب، سینیگال اور متحدہ عرب امارتوں کے ماہرین پر مشتمل ہوگی۔ اس کانفرنس کے اختتام پر دس نکات پر مشتمل اعلان جاری ہوا ہے اس اعلان لاہور میں اس عزم کا اظہار کیا گیا ہے کہ بیت المقدس سمیت تمام مقبوضہ علاقوں کو اسرائیل سے آزاد کرانے کے لئے عربوں کو بھرپور امداد دی جائے گی۔ اور وہ اس سلسلہ کے حصول کے لئے اپنے تمام وسائل بروئے کار لائیں گے۔

اعلان لاہور میں کہا گیا ہے کہ تمام اسلامی ممالک اس بات پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہ ان کے عوام کے درمیان کبھی ختم نہ ہونے والے رشتوں کی بنیاد مساوات، اخوت

انسانی عظمت، نسلی امتیاز اور استحصال سے نجات اور ناانصافیوں کے خلاف جدوجہد کے لافانی اصولوں پر ہے۔ اعلان لاہور میں اس عزم کو دہرایا گیا کہ مسلمان ملک ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے اور اپنے اختلافات برادرانہ جذبے سے بات چیت کے ذریعے طے کریں گے۔

اسلامی سربراہ کانفرنس کے اختتام پر جو "اعلان لاہور" جاری ہوا، اس کا مکمل متن مندرجہ ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمہوریہ افغانستان، جمہوریہ الجزائر، عوامی جمہوریہ بنگلہ دیش، جمہوریہ چاڈ، عرب جمہوریہ مصر، جمہوریہ گیبون، گمبیا، جمہوریہ گنی، گنی بساؤ، جمہوریہ انڈونیشیا، دولت ایران، سلطنت ہاشمیہ، اردن، مملکت مراکش، مملکت سعودی عرب، مملکت کویت، جمہوریہ لبنان، عرب جمہوریہ لیبیا، ملائیشیا، جمہوریہ مالی، اسلامی جمہوریہ موریطانیہ، جمہوریہ نائیجر، سلطنت اومان اسلامی جمہوریہ پاکستان، عوامی جمہوریہ یمن، مملکت قطر، سینیگال، جمہوریہ صومالیہ، جمہوریہ سوڈان عرب جمہوریہ شام، جمہوریہ تیونس، جمہوریہ ترکی، جمہوریہ یوگنڈا، متحدہ عرب امارتیں، عرب جمہوریہ یمن کے سربراہ مملکت اور نمائندوں نیز فلسطین (تحریک آزادی فلسطین) اور جمہوریہ عراق کے نمائندوں نے خود مبصر کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ دوسری اسلامی سربراہ کانفرنس میں شرکت کی۔ یہ کانفرنس لاہور میں ۲۲ فروری سے ۲۴ فروری تک ہوئی۔ عرب لیگ کے سیکرٹری جنرل مہمان کی حیثیت سے کانفرنس میں شریک ہوئے۔ لبنان کے لاٹ پادری نے بھی اس کانفرنس میں شرکت کی۔

اسلامی مملکتوں کے سربراہ، بادشاہ، نمائندے اور تنظیموں کی طرف سے یہ اعلان کیا جاتا ہے:

ا۔ ہماری قوموں کے درمیان مشترکہ عقیدہ اٹوٹ رشتہ ہے۔ مسلمان قوموں کا اتحاد اور یکجہتی کی بنیاد پر دوسری قوموں سے دشمنی یا نسل اور ثقافت کے امتیازات پر نہیں بلکہ مساوات، اخوت، انسانی وقار کے مثبت اور لازوال نظریوں پر ہے

اور یہ مثبت اور لازوال نظریہ ہے کہ انسان رنگ ونسل کے امتیاز اور استحصال سے آزاد ہوں اور ظلم اور ناانصافی کے خلاف جدوجہد کی جائے۔

۲۔ ہم ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکا کی قوموں کی مشترکہ جدوجہد کے ساتھ ہیں جو وہ سماجی اور اقتصادی ترقی کے لئے کر رہی ہیں اور خوش حالی کے لئے دنیا کی تمام قوموں کی جدوجہد کے حامی ہیں۔

۳۔ آزادی سماجی انصاف پر مبنی عالمی امن کے لئے ہماری کوششیں دوسرے عقائد کے لوگوں سے بھی تعاون اور آشتی کے جذبے سے کی جائیں گی۔ جو اسلامی اصولوں کے عین مطابق ہے۔

۴۔ ہم یہ عزم کرتے ہیں کہ مسلمان ملکوں کے درمیان یکجہتی کو فروغ دیں گے اور اس کا تحفظ کریں گے۔ ہم ایک دوسرے کی آزادی علاقائی سالمیت کا احترام کریں گے ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔ آپس کے اختلافات پر امن طور پر برادرانہ جذبے سے طے کریں گے۔ اور جب کبھی ممکن ہوگا اس مقصد کے لئے برادر مسلم ملک یا ممالک کی مصالحانہ کوششوں سے استفادہ کریں گے، یا ثالثی کے لئے ان کی خدمات حاصل کریں گے۔

۵۔ ہم جنگ رمضان میں اسرائیل کی سرحدوں سے متصل عرب ملکوں اور تحریک آزادی فلسطین کے مجاہدانہ کردار اور عربوں کی جدوجہد اور مسلمانوں کی طرف سے ان کی حمایت کو جو اس فیصلہ کن مرحلے پر زیادہ نمایاں تھی سراہتے ہیں۔

۶۔ ہم اسلامی کانفرنس اور اس کے سیکرٹریٹ کی سرگرمیوں کو سراہتے ہیں یہ سرگرمیاں مسلمان ملکوں کے درمیان گہرے اور برادرانہ تعاون اور ان کے دوسرے مشترکہ اقدامات کا ذریعہ ہوں گی۔

مشرق وسطیٰ کی موجودہ صورت حال پر غور کرنے کے بعد ہم اعلان کرتے ہیں:

۱۔ عربوں کا مقصد ان تمام ملکوں کا مقصد ہے جو جارحیت کے مخالف ہیں اور جو یہ برداشت نہیں کریں گے کہ طاقت کے استعمال کرنے والے کو صلے میں کوئی علاقہ یا دوسرے

فوائد حاصل ہو جائیں۔

۲۔ عرب ملکوں کی مکمل اور موثر حمایت کی جانی چاہیئے تاکہ وہ ہر ممکن طریقے سے مقبوضہ علاقے واپس لے سکیں۔

۳۔ فلسطینی عوام کا مقصد یہ عقیدہ رکھنے والے تمام لوگوں کا مقصد ہے کہ ہر قوم کو اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے اور آزادی سے فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے۔

۴۔ مشرق وسطیٰ کا مسئلہ حل کرنے اور انصاف پر مبنی پائیدار امن قائم کرنے کے لئے ضروری اور بنیادی شرط یہ ہے کہ فلسطینی قوم کے مکمل قومی حقوق بحال کئے جائیں۔

۵۔ عالمی برادری اور خاص کر ان مملکتوں پر جنھوں نے ۴۷ء میں عرب فلسطین کی تقسیم کرائی فلسطینی عوام کو اس نا انصافی سے نجات دلانے کی بھاری ذمہ داری عاید ہوتی ہے جو ان پر مسلط کی گئی ہے۔

۶۔ القدس اسلام اور دوسرے آسمانی مذاہب کا سنگم رہا ہے۔ تیرہ سو سال سے زیادہ مسلمانوں نے بیت المقدس کو ان سب لوگوں کے لئے ایک امانت کے طور پر اپنے پاس رکھا جو اس کا احترام کرتے ہیں۔ مسلمان ہی اس کے محبت کرنے والے اور دیانت دار محافظ ہو سکتے ہیں۔ جس کی سیدھی سادھی وجہ یہ ہے کہ صرف مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ تینوں الہامی مذاہب کی جڑیں بیت المقدس میں ہیں لہذا کوئی میثاق معاہدہ یا سمجھوتہ جو متبرک شہر یروشلم پر اسرائیلی قبضہ برقرار رکھنے کو تسلیم کرے یا جس کے ذریعے کسی غیر عرب ادارے یا مملکت کو یہ شہر منتقل کیا جائے یا جس کے ذریعے اس مقدس شہر کو سودے بازی یا مراعات کا وسیلہ بنایا جائے۔ مسلمان ملکوں کے لئے ناقابل قبول ہوگا۔ بیت المقدس سے اسرائیل کا انخلاء مشرق وسطیٰ میں پائدار امن کے لئے پہلی شرط ہے جو تبدیل نہیں ہو سکتی۔

۷۔ عرب ممالک خصوصاً لبنان نے، مصر، اردن اور شام اور عموماً دنیا کے عیسائی کلیساؤں نے بین الاقوامی رائے عامہ اور دنیا بھر کی مذہبی کانفرنسوں میں بیت المقدس اور فلسطین کے دوسرے مقدس مقامات پر عربوں کی بالادستی کی جس خوبی سے وضاحت کی ہے

اور اس باب میں تعاون کے لئے جو مثبت اقدامات کئے ہیں کانفرنس انھیں قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

۸۔ اسرائیل نے مقبوضہ عرب علاقوں کی حیثیت کو تبدیل کرنے کے لئے جو اقدامات کئے ہیں اور خصوصی طور پر بیت المقدس کے متبرک شہر کی حیثیت کو جس طرح وہ تبدیل کر رہا ہے یہ سب بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی ہے اور اسلامی کانفرنس کے رکن ممالک خصوصی طور پر اور پوری اسلامی دنیا اس پر نفرت کا اظہار کرتی ہے یہ کانفرنس ان تمام افریقی اور دوسرے ملکوں کے اس وقار اور مثبت موقف کو بنظر استحسان دیکھتی ہے، جو انھوں نے عرب مقاصد کی حمایت کے لئے اختیار کیا ہے۔

۹۔ پائیدار اور منصفانہ امن کے قیام کے لئے جو کوششیں ہو رہی ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ اس مسئلے کی اصل بنیاد پر توجہ مبذول کی جائے اور فوجوں کی واپسی کا اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں ہے کہ یہ تمام عرب علاقوں سے اسرائیل کے مکمل انخلاء اور فلسطینی عوام کے مکمل حقوق کی بحالی کی جانب ایک قدم ہے۔

عالمی اقتصادی صورت حال بالخصوص اسلامی ملکوں کی اقتصادی حالات کا سربراہ کانفرنس میں صدر الجزائر، صدر لیبیا اور دوسرے سربراہان مملکت کی جانب سے کی گئی تقاریر کی روشنی میں جائزہ لیتے ہوئے اور (۱) اسلامی ملکوں میں غربت، بیماری اور جہالت کے خاتمے، (۲) ترقی یافتہ ممالک کی جانب سے ترقی پذیر ملکوں کا استحکام ختم کرانے (۳) ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ملکوں میں تجارت کی شرائط کو بہتر شکل دینے اور خام مال اور مصنوعات کی درآمد کے اصول مرتب کرنے (۴) ترقی پذیر ملکوں کو اپنے قدرتی وسائل پر مکمل بالادستی قائم کرنے (۵) قیمتوں میں حالیہ اضافے کے پیش نظر ترقی پذیر ملکوں کی تکالیف دور کرنے اور (۶) مسلمان ملکوں کے درمیان اقتصادی تعاون بڑھانے کی ضرورت کے پیش نظر ایک کمیٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے جو مندرجہ ذیل مقاصد کی تکمیل کے لئے راہیں متعین کرے گی؛ تاکہ رکن ممالک کے عوام کے حالات زندگی بہتر ہو سکیں۔ یہ کمیٹی الجزائر مصر، کویت، لیبیا، پاکستان سعودی عرب، سینیگال اور متحدہ عرب امارتوں کے نمائندوں اور ماہروں پر مشتمل ہو گی اس

کمیٹی کو مزید ارکان شامل کرنے کا بھی اختیار حاصل ہو گا۔ اس کمیٹی کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنا کام جلد از جلد مکمل کرے اور اپنی سفارشات اسلامی وزرائے خارجہ کے آئندہ اجلاس میں پیش کر دے تاکہ وہ فوری طور پر غور و خوض کے بعد انھیں عملی جامہ پہنا سکے۔ اس کمیٹی کا اجلاس جدہ میں ہو گا اور اسے سیکرٹری جنرل طلب کریں گے، وہی اجلاس کی تاریخ مقرر کریں گے۔ یہ اجلاس اس کانفرنس کے ختم ہونے کے ایک ماہ کے اندر اندر بلایا جائے گا۔

شالامار باغ میں مسلمان سربراہوں کا
والہانہ استقبال

اسلامی کانفرنس میں شرکت کرتے والے سربراہوں کے اعزاز میں ۲۴ر فروری کی شام کو وزیر اعلیٰ پنجاب نے شالامار باغ میں استقبالیہ دعوت دی، جس میں پانچ ہزار سے زائد افراد نے شرکت کی۔ استقبالیہ دعوت میں معزز مہمانوں کے خیر مقدم کے لئے لوگوں نے جس بے پناہ جوش و خروش کا مظاہرہ کیا۔ اس سے اس تقریب کے تمام حفاظتی انتظامات درہم برہم ہو گئے بالخصوص لیبیا کے صدر معمر القذافی، تنظیم آزادی فلسطین کے سربراہ یاسر عرفات، وزیر اعظم بھٹو اور شیخ مجیب الرحمٰن کی آمد پر لوگ اتنی بڑی مقدار میں اپنی جگہ چھوڑ کر معزز مہمانوں کو دیکھنے اور ان سے ہاتھ ملانے کے لئے راستہ میں جمع ہو گئے کہ ان سربراہوں کو شالامار کے صدر دروازے سے بارہ دری تک پہنچنا مشکل ہو گیا۔ صدر قذافی زندہ باد، یاسر عرفات زندہ باد، مجیب بھٹو بھائی بھائی کے نعروں سے باغ کی فضا گونج اٹھی۔

جب وزیر اعظم بھٹو شیخ مجیب الرحمٰن کو ساتھ لے کر بارہ دری کے دوسرے تختہ میں آئے تو وہاں بیٹھے ہوئے دو ہزار سے زائد افراد بھی ان دونوں رہنماؤں کو خوش آمدید کہنے کے لئے جمع ہو گئے۔ یاسر عرفات اور صدر قذافی کافی دیر تک بارہ دری کے جھروکے میں کھڑے رہے اور لوگ بارہ دری کے پیچھے بکھرنے کے سامنے اور بڑے حوض کے گرد راستوں پر جمع ہو کر نعرے لگاتے رہے۔ سینکڑوں افراد نے پیچھے سے آٹوگراف بکیں صدر قذافی اور جناب یاسر عرفات کے دستخط حاصل کرنے کے لئے اوپر پھینکنی شروع کر دیں یہ دونوں رہنما اور ان کے حفاظتی عملہ کے افراد آٹوگراف بک پکڑتے رہے اور دستخط کر کے لوگوں کی طرف واپس پھینکتے رہے۔

عوام نے وزیر اعظم بھٹو سے مطالبہ کیا کہ وہ تمام سربراہوں کو بالکنی میں لے کر آئیں،

اور عوام کو ان کی ایک جھلک دیکھنے کا موقع دیں، چنانچہ وزیر اعظم بھٹو تمام سربراہوں کو ساتھ لے کر باہر اس بالکنی میں آئے اور سب نے ہاتھ ہلا ہلا کر عوام کے استقبالیہ نعروں کا جواب دیا شیخ مجیب الرحمن اور وزیر اعظم بھٹو جب بالکنی میں آئے تو لوگوں نے شیخ مجیب سے تقریر کا مطالبہ کیا۔ وزیر اعظم بھٹو نے مائیک شیخ مجیب الرحمن کے سامنے کر دیا۔ لیکن مجیب نے تقریر نہیں کی اور اس کے جواب میں وزیر اعظم بھٹو کی گردن پر بوسہ لیا اور عوام نے بڑے جوش و خروش سے ایک بار پھر بھٹو مجیب بھائی بھائی کے نعرے لگائے۔

شالامار باغ کی یہ تاریخی تقریب دو گھنٹے تک جاری رہی معزز مہمانوں کی آمد کا سلسلہ ۱/۲ ۴ بجے شروع ہوا۔ اس وقت تک لاہور کے پانچ ہزار سے زائد مدعوین اپنی جگہوں پر بیٹھ چکے تھے اس تقریب کے لئے شالامار باغ میں تزئین و آرائش کا جو اہتمام کیا گیا تھا۔ اس کی مثال اس سے پہلے کبھی نہیں ملتی۔ اس سے قبل اس باغ میں تقریباً ہر سال کسی ایک غیر ملکی سربراہ کے اعزاز میں استقبالیہ دعوت منعقد ہوتی رہی ہے۔ اور ہر بار بڑی محنت سے باغ کو سجایا جاتا رہا لیکن آج ۳۷ مسلم ممالک کے اعلیٰ حکام اور نمائندے اور ۱۶ سے زائد ممالک کے سربراہ وزرائے اعظم استقبالیہ دعوت میں شریک تھے۔ اس لئے باغ کی آرائش و زیبائش بھی اس مناسبت سے پہلے کے مقابلہ میں کہیں زیادہ تھی۔

باغ کے صدر دروازے سے بارہ دری تک بائیں جانب کے راستے پر سرخ قالین بچھے ہوئے تھے اور راستوں پر سکولوں کے ننھے بچے اور بچیاں پاکستان کے چاروں صوبوں کے رنگا رنگ علاقائی لباس پہنے ہوئے پھولوں کی ٹوکریاں اٹھائے کھڑے تھے، ان کے ساتھ ساتھ سرخ کرتے اور سفید چست پاجامے میں ملبوس چوبداروں کی قطار تھی۔ باغ کی خوبصورت نہر میں جابجا فواروں سے پانی ابل رہا تھا اور راستے کے دونوں جانب رنگین چھتریوں کے نیچے لاہور کے معزز شہری کرسیوں پر بیٹھے تھے۔

بارہ دری میں متعدد سربراہوں کے بیٹھنے کی جگہ تھی، جسے انتہائی قیمتی قالینوں اور

آرائشی جھالروں سے سجایا گیا تھا۔ بارہ دری کے نیچے باغ کے دوسرے تختے پر بھی دو ہزار سے زائد مہمان بیٹھے تھے۔ جب معزز مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا تو فوج کے بینڈ نے استقبالیہ دھنیں بجائیں اور سکول کے بچوں نے تالیاں بجا کر معزز مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔

الجزائر کے صدر ہوری بومدین وزیر اعظم بھٹو اور شیخ مجیب الرحمٰن کے ساتھ باغ میں داخل ہوئے اور عوام نے پرجوش نعروں اور تالیوں کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ ان کی آمد پر باغ میں معزز مہمانوں کی حفاظت کے روایتی انتظامات ختم ہو گئے۔ لوگ راستوں پر اتنی بڑی تعداد میں جمع ہوئے کہ ٹیلیویژن اور ریڈیو کے مبصرین کے لیے ان تمام رہنماؤں کے استقبال کے مناظر دیکھنا اور بیان کرنا ممکن نہیں رہا۔ ہوری بومدین اور شیخ مجیب کے ساتھ وزیر اعظم بھٹو بھی بالکنی میں آئے تو لوگوں نے پرجوش نعرے لگائے اور تینوں رہنماؤں نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر اتحاد کے مظاہرے کے طور پر ہوا میں لہرائے۔

لیبیا کے صدر معمر القذافی کو بالکنی میں دیکھ کر عوام کا جوش و خروش اتنا بڑھا کہ ایک نوجوان سنگ مرمر کی بنی ہوئی آبشار پر چڑھ گیا اور اس نے صدر قذافی سے ملاقات کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ یہ نوجوان آبشار کے درمیان میں پہنچ کر ڈگمگایا اور گرنے کے قریب تھا کہ صدر قذافی نے جھک کر اس کا ہاتھ تھام لیا اور اسے کھینچ کر اوپر لے گئے۔ اور اس نوجوان کی آٹوگراف بک پر دستخط کئے۔

معزز مہمانوں کے تاثرات واپسی کے وقت

اسلامی سربراہی کانفرنس کے اختتام پر جب معزز مہمان اپنے اپنے ملکوں کو واپس روانہ ہوئے تو ان کے دل عالم اسلام کے اتحاد و یگانگت، پیار اور محبت اور اسلام سے شیفتگی اور لگاؤ کے جذبات سے معمور تھے۔ ان معزز مندوبین میں سے بعض نے کانفرنس کی کاروائی اور عالم اسلام کے مسائل کو حل کرنے کے لئے اسلامی سربراہوں کی کوششوں کے بارے میں انتہائی امید افزا تاثرات کا اظہار کیا ہے:

جناب عمر سقاف

سعودی عرب کے وزیر خارجہ عمر سقاف نے کہا ہے کہ اسلامی سربراہی کانفرنس کے فیصلوں سے دنیا بھر میں مسلمانوں کے موقف کو تقویت پہنچے گی۔ انھوں نے بتایا کہ کانفرنس کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمانوں میں اسلام کی سربلندی کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ بھرپور تعاون کا جذبہ بیدار ہو گیا ہے۔

پاکستان کے عوام اور وزیر اعظم جناب بھٹو نے جس عمدگی سے کانفرنس کے انتظامات کئے ہیں۔ شاہ فیصل نے اس پر دلی اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ شاہ فیصل اسلامی کانفرنس کے انعقاد کے پر زور حامی رہے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ مسلم ممالک کے مسائل پر غور کرنے کے لئے ایسی کانفرنسیں دنیا کے تمام اسلامی ملکوں میں منعقد ہونی چاہئیں۔

مسٹر عمر سقاف نے کہا کہ اسلام کی قوت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ مسلمان ملکوں کی تنظیم اقوام متحدہ کے بعد دوسری سب سے بڑی عالمی تنظیم بن گئی ہے جو افریقی اتحاد تنظیم سے بھی زیادہ بڑی ہے اور وہ ملک جو اسلامی اتحاد کی مخالفت کرتے رہے ہیں اب اسلامی سیکرٹریٹ کا رکن بننے کی کوشش کر رہے ہیں انہوں نے کہا کہ مسلمان ملکوں کو

احساس ہو گیا ہے کہ ان کا مستقبل ان کے اپنے بھائیوں کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ اور انھیں تمام مقاصد کے حصول کے لیے متحد ہو جانا چاہیئے۔

سعودی وزیر نے کہا کہ شاہ فیصل اللہ تعالے سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ پاکستان اپنی مشکلات پر قابو پالے تاکہ وہ زیادہ سرگرمی کے ساتھ مسلمانوں کی خدمت کر سکے۔ انھوں نے کہا کانفرنس کے سلسلے میں تمام انتظامات ہر لحاظ سے تسلی بخش تھے۔

جناب عدی امین

یوگنڈا کے صدر عدی امین نے کہا کہ مسلمان ملکوں کو اس بات کی ضمانت حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے کہ بنگلہ دیش پاکستان کے ۱۹۵ جنگی قیدیوں پر مقدمے چلانے کے مطالبہ سے دست بردار ہو جائے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے اس مسئلہ پر شیخ مجیب اور مسٹر بھٹو سے بات چیت کی تھی اور یہ امر باعث اطمینان ہے کہ شیخ مجیب نے یہ وعدہ کیا تھا کہ پاکستان ہندوستان اور بنگلہ دیش کے نمائندوں کی کانفرنسوں میں یہ مسئلہ حل کر لیا جائے گا۔

جناب صدر نمیری

سوڈان کے صدر نمیری نے کہا ہے کہ کانفرنس کی کاروائی عین نظم و ضبط کے ساتھ مکمل کی گئی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے بڑی محنت سے تیار کی گئی تھی مجھے یقین ہے کہ اسلامی اتحاد کے رشتے اور مستحکم ہو جائیں گے۔

جناب سندون گورت

گیمبون کے وزیر سندون گورت نے کہا کہ میرے لئے اسلامی کانفرنس میں شرکت باعث فخر ہے انھوں نے کانفرنس کے انتظامات کے سلسلہ میں حکومت پاکستان اور پاکستانی عوام کو زبردست خراج تحسین پیش کیا، انڈونیشیا، ترکی اور سینیگال کے وزرائے خارجہ جو اپنے ملکوں کے وفود کے قائد تھے آج وطن واپس چلے گئے۔

جناب العبیدی

لیبیا کے وزیر محنت العبیدی نے توقع ظاہر کی ہے کہ اسلامی کانفرنس کے نتیجے میں دنیا بھر کے مسلمانوں کو درپیش مسائل کا حل ممکن ہو سکے گا۔ سیرالیون کے وزیر برائے سماجی بہبود و مذہبی امور نے اپنے ملک کے صدر کی طرف سے حکومت پاکستان اور پاکستانی عوام کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا۔

جناب سعید باری

صومالیہ کے صدر میجر جنرل محمد سعید باری نے کہا کہ یہ کانفرنس اسلامی دنیا کی تاریخ میں ایک اہم واقعہ کے طور پر یاد رکھی جائے گی۔ انھوں نے کہا کہ کانفرنس کی میٹنگوں کے چیئرمین جناب بھٹو نے انتہائی خوشگوار ماحول میں جس توجہ اور انتھک محنت کے جذبہ سے کام کیا۔ اس کے لئے وہ تمام اسلامی وفود کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔

جناب فرانکوئی ٹومبلبائی

جمہوریہ شاد کے صدر فرانکوئی ٹومبلبائی نے کہا ہے کہ اسلامی کانفرنس نے میرے ذہن پر بڑے گہرے نقوش چھوڑے ہیں انھوں نے کانفرنس کے منتظمین کے نظم و ضبط کی تعریف کی۔

جناب دریبے

شاد کے وزیر خارجہ مسٹر دریبے نے اسلامی کانفرنس پر تبصرہ کرتے ہوئے بتایا کہ کانفرنس میں بیت المقدس فلسطین اور مقبوضہ عرب علاقوں کے بارے میں نہایت اہم فیصلے کئے گئے ہیں مجھے توقع ہے کہ کانفرنس کے دوررس نتائج نکلیں گے۔

چاڈ کے وزیر خارجہ نے پاکستان اور بنگلہ دیش کے مابین مصالحت اور اسلامی کانفرنس

کے رکن کی حیثیت سے پانچ افریقی ممالک کی شمولیت کا خیر مقدم کیا۔

جناب آدم ملک

انڈونیشیا کے وزیر خارجہ ڈاکٹر آدم ملک نے کہا ہے کہ اسلامی کانفرنس میں شیخ مجیب الرحمن کی شرکت سے میری دلی آرزو پوری ہو گئی ہے۔ میرا ملک پاکستان اور بنگلہ دیش کے تعلقات کو خوش گوار بنانے کے لیئے مقدور بھر کوششیں جاری رکھے گا۔ اب پاکستان اور بنگلہ دیش کو ماضی کی تلخیاں فراموش کر کے بہتر مستقبل کی تعمیر کے لئے آپس میں تعاون کرنا چاہیئے۔

کراچی پہنچنے پر انھوں نے کہا کہ میرے لئے یہ بات دلی اطمینان کا باعث ہے کہ سربراہ کانفرنس میں عالم اسلام کے مسائل اور عرب مقبوضہ علاقوں اور بیت المقدس کی آزادی کے لئے کانفرنس نے متفقہ فیصلے کئے۔

جناب نصیر محمد الحسنی

شمالی یمن کے وزیر اعظم مسٹر نصیر محمد الحسنی نے کہا کہ اسلامی کانفرنس کے فیصلوں سے یمن اور اسلامی دنیا کے عوام کو بہت سے فائدے پہنچیں گے انھوں نے کہا کہ یمن کے آئندہ پنجسالہ منصوبہ پر مارچ سے عمل درآمد شروع ہو گا۔ ہم اس منصوبہ کو اسلامی کانفرنس کے فیصلوں کی روشنی میں مکمل کوشش کریں گے۔ جس سے یمنی عوام کی خوش حالی میں زبردست اضافہ ہو گا۔

جناب عبدالعزیز کامل

مصر کے نائب وزیر اعظم عبدالعزیز کامل نے کہا کہ اسلامی سربراہ کانفرنس بہت کامیاب رہی ہے اور اسلام کی تاریخ میں اسے سنگ میل کی حیثیت حاصل رہے گی۔ مسٹر کامل نے کہا۔ وزیر اعظم بھٹو نے اسلامی کانفرنس میں مسلمان ملکوں کے درمیان تمام شعبوں میں تعاون کی بنیاد رکھ دی ہے۔ مقبوضہ عرب علاقوں اور بیت المقدس کی واپسی کے اقدامات کے بارے میں اخباری نمائندوں کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ ہمارے سامنے سب سے بڑا

کام جارحیت کو ختم کرنا ہے۔ عرب علاقوں کی آزادی کی جدوجہد جاری رہے گی اور مجھے امید ہے ہم اپنی زندگی ہی میں یہ مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اقتصادی تعاون بڑھانے کے اقدامات کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ مسلم ممالک دو طرفہ، علاقائی پان اسلامی اور بین الاقوامی تعاون کے معاہدوں سے اقتصادی ترقی کی کوششوں کا دائرہ وسیع کر سکتے ہیں۔

جناب شیخ محمد مکی

مراکش کے وزیر اطلاعات و اوقاف شیخ محمد مکی نے کراچی میں اخباری نمائندوں سے کہا کہ اسلامی کانفرنس بہت کامیاب رہی ہے جس نے مسلمان ملکوں کے درمیان عظیم تر اتحاد کی راہ ہموار کر دی ہے۔ جناب بھٹو نے کانفرنس کی کامیابی میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے اور مسٹر بھٹو ایک عظیم سیاست دان کی حیثیت سے ابھرے ہیں۔ انھوں نے کہا ہمارا مقصد عرب علاقوں کو یہودیوں کے جارحانہ تسلط سے آزاد کرانا اور مسلم ممالک کے درمیان حقیقی اتحاد قائم کرنا ہے جسے دشمنوں کی سازشیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں۔

شام کے وزیر خارجہ لیبیا کے وزیر محنت گیبون کے وزیر معدنیات اور سیرالیون کے دینی امور اور سماجی بہبود کے وزیر اسلامی سربراہ کانفرنس میں شرکت کے بعد لاہور سے کراچی پہنچنے پر اسلامی سربراہ کانفرنس کو بہت اہم واقعہ اور اجتماع قرار دیا۔ ان وزراء نے کہا کہ اس تاریخی کانفرنس سے مسلمان رہنماؤں کو مسلمان ملکوں کے درمیان اتحاد کو مزید مضبوط اور مستحکم کرنے کا موقع ملا ہے۔

سربراہوں کی بیگمات اور مہمان خواتین کے تاثرات

اسلامی سربراہی کانفرنس لاہور میں جہاں مختلف اسلامی ممالک کے سربراہ، مندوبین اور مبصرین نے شرکت کی وہاں کئی زعمائے اسلام کی بیگمات نے بھی اپنی تشریف آوری سے اسلامی کانفرنس کی رونق دوبالا کی اور پاکستانی خواتین کی مسرتوں میں اضافہ کیا۔ چند مہمان بیگمات کے انٹرویو کا خلاصہ درج ذیل ہے ——

بیگم صفیہ قذافی

عرب جمہوریہ لیبیا کے صدر کرنل قذافی کی بیگم صفیہ قذافی نے پاکستانی خواتین کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا،

پاکستانی خواتین کی ایک بات جو میرے نزدیک بہت پسندیدہ ہے وہ یہ ہے کہ پاکستانی خواتین اسلامی طرز کا باپردہ لباس زیب تن کرتی ہیں۔ پاکستانی خواتین باشعور، تعلیم یافتہ اور خوش شکل ہیں۔ میں ان کے اخلاق و کردار اور اپنائیت کے جذبے سے بہت متاثر ہوئی ہوں۔

انھوں نے لیبیا کی خواتین کے متعلق خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ لیبیا کی خواتین بھی اسلامی طرز کا لباس پہننا بہت پسند کرتی ہیں۔ انھیں مغربی طرز معاشرت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ لیبیا کی خواتین کو تمام اسلامی حقوق حاصل ہیں انھیں سرکاری شعبوں میں ملازمتیں بھی دی جاتی ہیں۔ لڑکیوں کے لئے اسکول اور کالج میں تعلیم کا بھی انتظام ہے خواتین کے لئے ہفتہ وار اخبار بھی شائع کیا جاتا ہے۔

بیگم قذافی کی گھریلو مصروفیات

اخباری نمائندے کو انھوں نے بتایا کہ وہ گھریلو امور میں کافی دلچسپی لیتی ہیں ان کی

زیادہ تر توجہ کا مرکز ان کے بچے ڈیڑھ سالہ سیف الاسلام اور دس ماہ کا سعدی ہیں وہ لباس کے معاملے میں سادگی اور اپنے شوہر کی پسند کو اولیت دیتی ہیں۔ بیگم قذافی انٹرویو کے وقت پھولدار کپڑے کا بیل باٹم پہنے تھیں اور ان کے سر پر ریشمی رومال بندھا ہوا تھا۔ بیگم قذافی نے بتایا کہ نرسنگ کی تربیت حاصل کرنے کے بعد کرنل قذافی سے ان کی شادی ہوگئی۔

کرنل قذافی بچوں کے ساتھ بہت کم وقت گذارتے ہیں

اپنے شوہر کرنل قذافی کے بارے میں انہوں نے بتایا کہ وہ اپنا زیادہ تر وقت سرکاری کاموں میں صرف کرتے ہیں، گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ بہت کم وقت گذارتے ہیں۔

بیگم قذافی نے لاہور کے عوام کے جوش و خروش اور جذبہ خیرسگالی کو سراہتے ہوئے بتایا کہ انارکلی میں خریداری کے لئے گئیں تو لوگوں نے بڑی گرم جوشی سے ان کا خیر مقدم کیا۔ جس سے انھوں نے اندازہ لگایا کہ ان کے شوہر کرنل قذافی پاکستانی عوام میں بہت مقبول ہیں۔

پاکستانی عوام کی خوشحالی اور ترقی کے لئے دُعا

انھوں نے کہا کہ میں پاکستانی عوام کی خوشحالی اور ترقی کے لئے دعا گو ہوں اور پاکستان سے جاتے ہوئے ان کے خلوص و محبت اور یگانگت کے انمول تحفے لئے جا رہی ہوں۔

مادام مریم مختار الدادہ

سرخ و سفید رنگت، دراز قامت، سنہرے بال اور نیلی آنکھیں یہ ہیں اسلامی جمہوریہ موریطانیہ کے صدر کی اہلیہ مادام مریم مختار الدادہ اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لئے اپنے شوہر کے ہمراہ لاہور آئی ہوئی تھیں۔ ان کا تعلق فرانس سے ہے وہ یہیں پیدا ہوئیں اور تعلیم حاصل کی جب وہ تعلیم حاصل کر رہی تھیں ان کی ملاقات مختار الدادہ سے ہوئی۔ اور ۱۹۵۹ء میں دونوں رشتہ ازدواج سے منسلک ہوگئے اور مریم شادی کے تین ماہ بعد اپنے شوہر کے ساتھ موریطانیہ چلی آئیں۔ پیرس کی رنگینیاں چھوڑ کر انہوں نے یہاں دیکھا کہ ایک چھوٹا سا گھر

ہے جس میں نہ بجلی تھی نہ پانی، ارد گرد صحرا صرف چند مکانات اور وہ بھی زیر تعمیر، پانی دور دراز علاقوں سے لایا جاتا تھا، وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہونے کی حیثیت سے ناز پروردہ تھیں لیکن اپنے شوہر کے ہاں آکر انھوں نے ہر حال میں زندگی بسر کرنے کا عہد کر لیا تھا اور جلد ہی وہ صحرائی زندگی کی عادی ہو گئیں۔

مادام مختار الداداہ نے بتایا کہ ان کے شوہر کی سیاسی زندگی کا آغاز ۱۹۵۹ء میں ہوا وہ موریطانیہ پیپلز پارٹی کے سربراہ تھے۔ ۱۹۶۱ء میں وہ ملک کے صدر بن گئے۔ موریطانیہ کی خواتین کی سیاسی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے بتایا کہ موریطانیہ میں واحد سیاسی جماعت موریطانیہ پیپلز پارٹی ہے۔ ۱۹۷۰ء تک وہ خود اس پارٹی کے زنانہ شعبہ کی صدر تھیں۔ اور اپنے شوہر کے شانہ بشانہ عورتوں میں سیاسی بیداری اور معاشرتی شعور پیدا کرنے کے فرائض انجام دے رہی تھیں ان کی کاوشیں رنگ لائیں۔ اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ موریطانیہ کی جدوجہد آزادی میں خواتین نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔

تعلیم کے متعلق انہوں نے بتایا کہ موریطانیہ میں صرف قرآن پاک کی تعلیم رائج تھی اور جدید تعلیم اتنی زیادہ نہ تھی لیکن اب لڑکیوں کے لئے سکول اور کالج ہیں، ذریعہ تعلیم عربی اور فرانسیسی ہے۔ آج کل فرانسیسی زیادہ عام ہے۔ لیکن مستقبل میں ذریعہ تعلیم صرف عربی ہو گا۔

انہوں نے بتایا کہ موریطانیہ میں ڈاکٹر بہت کم ہیں نرسنگ اور دیگر پیشہ وارانہ امور لڑکیاں انجام دیتی ہیں، کئی اعلیٰ عہدوں پر بھی عورتیں فائز ہیں۔ پارلیمنٹ میں دو عورتوں کو نمائندگی حاصل ہے۔ انہوں نے بتایا کہ نئی نسل کے لڑکے لڑکیاں کلبوں، سینماؤں اور رقص و موسیقی کا شوق رکھتے ہیں لیکن یہ چیز بے حیائی اور عریانی کی حد تک نہیں ہے۔ موریطانیہ کی سو فیصد آبادی مسلمان ہے۔ یہاں شراب قطعی ممنوع ہے۔ خواتین کے لباس کے متعلق وہ بتانے لگیں کہ خواتین کا لباس دس گز بغیر سلا کپڑا ہوتا ہے۔ وہ اپنے جسم سے اس طرح لپیٹتی ہیں کہ آنکھوں اور ناک سوا جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آتا۔

مادام مریم رومن کیتھولک ہیں لیکن اسلام کے لئے گہری عقیدت رکھتی ہیں۔ اسلامی طرز کا لباس پہنتی ہیں۔ انگریزی اور فرانسیسی کے علاوہ عربی روانی سے بولتی ہیں۔

پندرہ سال میں پہلی بار وہ کسی ملک میں آئی ہیں یہاں تک کہ وہ شادی کے بعد پیرس بھی نہیں گئیں۔ ان کی والدہ کبھی کبھار ان سے ملنے چلی آتی ہیں۔ ان کے دو بیٹے اور ایک بیٹی فائزہ ہیں۔ بیٹی اور ایک بیٹا سکول جاتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے بچوں کو کبھی غیرملکی زبان سکھانے کی کوشش نہیں کی، وہ عربی روانی سے بولتے ہیں فرانسیسی بہت کم جانتے ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ انھیں لکھنے کا بھی شوق ہے، اور وہ عنقریب موریطانیہ کے عوام کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر مشتمل چند کتابیں تصنیف کریں گی۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ ان کے شوہر بیوی بچوں کے ساتھ کتنا وقت گزارتے ہیں تو وہ ہنس دیں اور کہنے لگیں کہ انھیں یہی تو رونا ہے کہ وہ اپنے قومی امور میں اس قدر مگن رہتے ہیں کہ انھیں اپنے بیوی بچوں کی طرف توجہ دینے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ میں تو خیر ان کی ذمہ داریوں کو سمجھتی ہوں لیکن بچے اپنے باپ کی بے توجہی کو محسوس کرتے ہیں۔

مختار الداد اپاکستانی تاریخ و ثقافت سے کافی دلچسپی رکھتی ہیں۔ انھیں پاکستانی تاریخ کے مطالعہ کا بہت شوق ہے۔ اسی لئے لاہور کے ایک بک سٹال سے انھوں نے پاکستان کی تاریخ سے متعلق چند کتابیں خریدیں۔ وہ شالیمار باغ اور شاہی قلعہ کی سیر سے بہت متاثر نظر آ رہی تھیں۔ کہنے لگیں پاکستانی عوام اپنی تاریخ پر جتنا فخر کریں کم ہے

مس میمونہ

مس میمونہ کینیے جو یوگنڈا کے وفد کے ہمراہ لاہور کانفرنس میں شریک ہوئی تھیں یوگنڈا کی خواتین کی سرگرمیوں کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس سے پیشتر یوگنڈا کی خواتین کسی قسم کے ملکی کاموں میں حصہ نہیں لیتی تھیں۔ حالانکہ یوگنڈا کی نصف سے زیادہ آبادی عورتوں پر مشتمل ہے لیکن اب صدر عدی امین نے ملک کی خواتین کی ترقی کی جانب خاص توجہ دینا شروع کر دی ہے۔ جس کی وجہ سے عورتیں بھی مردوں کے ساتھ میدان عمل میں نکل آئی ہیں وہ ملک کی انتظامیہ میں شریک ہیں اور اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز ہیں۔ یوگنڈا میں اب فرانسیسی کی بجائے عربی زبان کو ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات کے ذریعے فروغ دیا جا رہا ہے۔

لاہور کے عوام کے پر خلوص جذبے کی تعریف کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ یوگنڈا میں وہ ایک پاکستانی سے ملی تھیں جس کے حسن سلوک سے وہ بیحد متاثر ہوئیں تاہم انھوں نے پاکستانیوں کا جو تصور قائم کر رکھا تھا انھوں نے اہل لاہور کو اس معیار سے بلند پایا۔ لاہور آنے سے قبل انھوں نے دو روز کراچی بھی قیام کیا۔ مگر انھیں لاہور زیادہ پسند آیا۔ اسلامی کانفرنس کے متعلق اپنے اور عوام کے احساسات بیان کرتے ہوئے مس میبرنہ نے کہا کہ لاہور کانفرنس ایک عظیم الشان کانفرنس ہے اور اسلامی ممالک کے علاوہ دنیا بھر کے لئے اہمیت کی حامل ہے۔

وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اس کانفرنس کے ذریعے دنیا بھر کے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرکے بہت نیک کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ یوگنڈا کے عوام کی نیک تمنائیں پاکستان کے ساتھ ہیں۔ کانفرنس کے بعد ہمیں یہ احساس ہوتا ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک ہی خاندان کے افراد ہیں۔ خدا اس بھائی چارے اور مقدس رشتے کو ہمیشہ قائم رکھے۔ آمین!

ملائشیا کے وزیر اعظم اور وزیر خارجہ تن عبدالرزاق کی اہلیہ

بیگم تن عبدالرزاق جو ملائشیا سے اپنے شوہر کے ساتھ اسلامی سربراہی کانفرنس لاہور میں شرکت کے لئے آئی تھیں۔ انھوں نے ایک مقامی اخباری نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا کہ پاکستانی خواتین ہماری بہنیں ہیں میں پاکستانی خواتین کی خوش اخلاقی سے بہت متاثر ہوئی ہوں۔ میری خواہش ہے کہ پاکستانی خواتین ملائشیا آئیں تو میں انھیں اپنے ملک کی خواتین سے متعارف کراؤں۔

ملائشیا کے وزیر اعظم اور وزیر خارجہ تن عبدالرزاق کی اہلیہ راحت ٹون پون انارکلی میں شاپنگ کے دوران عوام کی گرمجوشی اور خلوص کو سراہتے ہوئے کہنے لگیں کہ پہلے بھی میں پاکستان میں آچکی ہوں اور کراچی میں ٹھہری تھی لیکن لاہور میں پہلی بار آئی ہوں میرا خیال ہے کہ لاہور کے عوام میں اپنے مہمانوں کے لئے خلوص اور گرمجوشی کے بے پناہ جذبات ہیں۔

انھوں نے کہا کہ مجھے پاکستانی خواتین کی دستکاری اور کام دیکھنے کا موقع ملا اور میں سمجھتی ہوں کہ پاکستانی خواتین محنتی اور ہنرمند ہونے کے ساتھ ساتھ خوش ذوق بھی ہیں ۔ بیگم عبدالرزاق ملیشیا کے شہر جوہو میں پیدا ہوئیں ۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ان کی منگنی ہو گئی اور انھوں نے منگنی کے بعد اپنے شوہر کو دیکھا ۔ ان کے پانچ بیٹے ہیں جو برطانیہ کے علاوہ مختلف ملکوں میں زیر تعلیم ہیں ۔

ملیشیا کی خواتین کی معاشرتی، معاشی اور تعلیمی حیثیت کے متعلق انھوں نے بتایا کہ ملیشیا کی عورتیں ہر شعبہ زندگی میں کام کر رہی ہیں ۔

ملائشیا کے وزیر اطلاعات کی بیگم

اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لئے آنے والے ملیشیا کے وفد میں وزیر اطلاعات جناب تنکو کی بیگم بھی شامل تھیں ۔

انھوں نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہ پہلی بار لاہور آئی ہیں اور لاہور ایک خوبصورت شہر ہے یہاں کے لوگ بھی بہت دلچسپ ہیں ۔

انھوں نے بتایا کہ انھیں پاکستانی خواتین سے ملنے کا موقع ملا ہے ان کا کہنا ہے کہ پاکستانی خواتین بڑی باشعور اور مستعد ہیں ۔

مسز تنکو نورعلینی نے ملیشیا میں کیمبرج تک تعلیم حاصل کی ہے ان کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں ۔

مسز تنکو نورعلینی نے ملیشیا کا قومی لباس پہن رکھا تھا انھوں نے بتایا کہ ملیشیا کی خواتین مغربی طرز کا لباس بھی پسند کرتی ہیں ۔

جمہوریہ گیمبیا کے صدر کی اہلیہ مادام چلیے جوارا

مادام چلیے جوارا نے بھی اپنے شوہر کے ساتھ اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت سے لاہور کی رونق میں اضافہ کیا ۔

جمہوریہ گیمبیا کے اہلیہ مادام چلے جوارا انار کلی پہنچیں تو بازار میں موجود شہریوں کے ہجوم نے "تالیاں بجا کر ان کا پرجوش خیر مقدم کیا۔ گیمبیا کے وزیر بلدیات کی اہلیہ مادام سیسے ان کے ہمراہ تھیں۔ انجمن پاک عرب دوستی کے نائب صدر مسٹر غلام مرتضےٰ فراق نے انھیں پاکستانی کاریگروں کی تیار شدہ دو بہترین شالیں تحفہ کے طور پر پیش کیں جو انھوں نے قبول کر لیں۔

مادام چلے جوارا نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ وہ پاکستان میں اپنے مختصر قیام کے دوران بہت لطف اندوز ہوئیں اور پاکستانی شہریوں کی مہمان نوازی نے انھیں بہت متاثر کیا ہے۔

مصری نیوز کاسٹر مسز ہمت مصطفےٰ

مسز ہمت مصطفےٰ اسلامی سربراہی کانفرنس کے سلسلے میں ۱۴ فروری سے لاہور ٹیلیویژن پر عربی نیوز کاسٹر (عربی میں خبریں نشر کرتی ہیں) کے فرائض سرانجام دیتی رہی ہیں ان کے ہمراہ مصر سے احمد رضا خلیفہ، مسٹر فوزی اور شام سے مسٹر خالد دنے نالح بھی آئے تھے یہ حضرات عربی خبروں کے لئے ڈسک پر کام کرتے رہے۔

مسز ہمت مصطفےٰ کا تعلق قاہرہ سے ہے قاہرہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ ۱۹۵۵ میں قاہرہ ریڈیو اور ۶۰ء میں قاہرہ ٹیلی ویژن سے منسلک ہو گئیں جہاں اب وہ چیف اناؤنسر اور نگران پروگرام تعلیم بالغاں ہیں مسز مصطفےٰ نے بتایا کہ مصر میں صرف قاہرہ ٹیلیویژن اسٹیشن ہے جو دو چینل پر پروگرام نشر کرتا ہے۔

ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مسز مصطفےٰ نے کہا کہ مصری عوام مشرق وسطےٰ کے مسائل کا حل چاہتے ہیں۔ اور امید رکھتے ہیں کہ اسلامی کانفرنس میں اس مقصد کے لئے ٹھوس اور مثبت اقدامات کئے جائیں گے کیونکہ ارض فلسطین اور بیت المقدس کی آزادی ہر مسلمان کی سب سے بڑی خواہش ہے۔

مسز مصطفےٰ نے کہا کہ اسلامی بلاک کا قیام عالم اسلام کی سربلندی اور مسلم برادری کو اخوت اور محبت کے مضبوط بندھنوں میں باندھنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

انھوں نے اس امر پہ زور دیا کہ مسلمانوں کے مسائل کا حل صرف اور صرف اتحاد میں مضمر ہے بڑی طاقتیں ہمیں آپس میں لڑا کر اپنے لئے فائدے حاصل کرتی رہی ہیں لیکن اب وقت آگیا ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان ایک پلیٹ فارم پہ جمع ہو کر اسلامی محاذ بنالیں۔ پاکستان کے وزیر اعظم نے دنیا بھر کے مسلمانوں کو یکجا کر کے بڑا مبارک قدم اٹھایا ہے اور توقع رکھنی چاہیئے کہ وہ اسلامی برادری کی فلاح و بہبود پر منتج ہوگا۔

مسز مصطفےٰ نے پاکستان اور پاکستانی عوام کے متعلق اپنے احساسات اور تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں پہلی بار پاکستان آئی ہوں۔ لیکن مجھے یہاں اپنائیت دوستی مہمان نوازی خلوص اور محبت کا بھرپور احساس ہوا ہے ؎

اسلامی کانفرنس کے سربراہوں اور وفود کی واپسی

اسلامی سربراہ کانفرنس میں شرکت کرنیوالے تقریباً تمام سربراہ اور وفود کے قائدین واپس چلے گئے ۔ لیبیا کے صدر جناب معمر قذافی تا حال پاکستان میں ہیں وہ پاکستان کا سہ روزہ سرکاری دورہ شروع کر رہے ہیں یہاں ہوائی اڈے پر صدر فضل الٰہی چودھری نے معزز مہمانوں کو پورے سرکاری اعزاز کے ساتھ رخصت کیا ۔ گزشتہ روز مصر کے صدر انور سادات ، شام کے صدر حافظ الاسد ، ملائشیا کے وزیر اعظم تن عبدالرزاق ، قطر کے امیر شیخ خلیفہ بن حماد الثانی ، دوبئی کے حکمران شیخ راشد بن سعید المکتوم ، بحرین کے امیر شیخ عیسےٰ بن سلیمان الخلیفہ ، افغانستان وفد کے سربراہ عبدالرحمن پژواک ، بنگلہ دیش کے وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمن ، گیبون کے وزیر معدنیات علی سربائے ، سیرالیون کے وزیر سماجی بہبود اے بی ایس جنہ ، متحدہ عرب امارات کے صدر اور ابوظہبی کے حکمران شیخ زید بن سلطان النہیان ، ترک وزیر خارجہ توران گنیش ، مالی کے وزیر خارجہ کرنل چارلس موسیاسو ، مختلف اوقات میں بذریعہ طیارہ اپنے وطن روانہ ہو گئے ۔ صدر فضل الٰہی چودھری ، گورنر پنجاب نواب صادق حسین قریشی ، وزیر اعلیٰ ملک غلام مصطفےٰ کھر ، قومی اسمبلی کے سپیکر صاحبزادہ فاروق علی خاں ، سینٹ کے چیئرمین حبیب اللہ خاں ، صوبائی وزراء اور بری بحری فضائیہ کے چیف آف سٹاف انھیں الوداع کہنے کے لئے ہوائی اڈے پر موجود تھے تمام معزز مہمانوں کو تینوں فوجوں کے چاق و چوبند دستوں نے سلامی دی اور انہوں نے گارڈ آف آنر کا معائنہ کیا اور روانگی سے قبل انھیں ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی ۔ آج صبح بھی کئی معزز مہمانوں کو پاکستان سے روانہ کیا ۔ الجزائر کے صدر ہواری بومدین پیکنگ گئے ہیں ۔

واپس جانے والے دیگر مہمانوں میں سعودی عرب کے شاہ فیصل ، سوڈان کے صدر میجر جنرل جعفر النمیری ، ماریطانیہ کے صدر مختار الدادا ، اومان کے امیر سلطان سعید قابوس بن سعید ، گنی کے وزیر اعظم علی ناصر محمد ، ایران کے وزیر خارجہ ڈاکٹر عباس علی خلعت باری ، صومالیہ

کے صدر میجر جنرل محمد سعید باری، تیونس کے وزیر خارجہ، انڈونیشیا کے وزیر خارجہ ڈاکٹر آدم ملک اور سینیگال کے وزیر خارجہ ایس سیک شامل ہیں۔

تمام معزز مہمانوں کو نہایت شاندار اور یادگار انداز میں رخصت کیا گیا۔ پاکستان کے صدر فضل الٰہی چودھری، وزیر اعظم بھٹو، گورنر پنجاب نواب صادق حسین قریشی، پنجاب کے وزیر اعلیٰ غلام مصطفےٰ کھر، قومی اسمبلی کے سپیکر، سینیٹ کے چیئرمین، صوبائی وزراء، بری بحری فضائی افواج کے چیف آف سٹاف انھیں الوداع کرنے کے لئے ہوائی اڈے پر موجود تھے۔ تمام معزز مہمانوں کو پاکستانی افواج کے چاق و چوبند دستوں نے سلامی دی۔ اور ترانے بجائے گئے۔ معزز مہمانوں نے گارڈ آف آنر کا معائنہ کیا۔ طیارے میں داخل ہونے سے قبل انہیں ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی

دریں اثنا لبنان کے وزیر اعظم مسٹر تقی الدین الصلح اور وزیر خارجہ مسٹر فواد نافعی بھی رات کو کراچی روانہ ہو گئے۔ جہاں سے وہ بیروت جائیں گے قبل ازیں صبح لبنانی رہنما علامہ اقبال کے مزار پر گئے۔ یوگنڈا کے صدر عدی امین بھی آج شام واپس چلے گئے۔

متحدہ عرب امارتوں کے صدر شیخ زید بن سلطان النہان بھی اپنے وطن روانہ ہو گئے۔ صدر فضل الٰہی چودھری اور گورنر پنجاب نے انھیں ہوائی اڈے پر الوداع کہا۔

لاہور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مفتی اعظم السید امین الحسینی نے کہا کہ ان کے نزدیک اسلامی کانفرنس کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اس سے مستقبل قریب میں دل یکجا ہوں گے اور عمل میں اتحاد پیدا ہو گا۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ وزیر اعظم بھٹو فلسطین اور یروشلم کی آزادی کے لئے ہر ممکن قربانی دیں گے۔

اسلامی سربراہوں کی طرف سے کانفرنس کی کامیابی پر وزیر اعظم بھٹو کو مبارکباد

موریطانیہ کے صدر مختار الداداہ نے وطن واپس جاتے ہوئے ایک پیغام میں وزیر اعظم بھٹو کو کانفرنس کی کامیابی پر مبارکباد دی اور پاکستان اور لاہور کے عوام کا شکریہ ادا کیا ہے۔

صومالیہ کے صدر محمد سعید باری نے اپنے پیغام میں جہاں پاکستانی عوام کا شکریہ ادا کیا ہے اور کانفرنس کو کامیاب قرار دیا ہے وہاں کانفرنس کے چیئرمین کی حیثیت سے جناب بھٹو کو مبارکباد دی ہے۔

سوڈان کے صدر جعفر نمیری نے اپنے پیغام میں یقین ظاہر کیا ہے کہ اسلامی بھائی چارے کو تقویت ملے گی۔ اور اللہ کی دی ہوئی روشنی میں عوام مزید متحد ہوتے جائیں گے۔

انقرہ روانہ ہونے سے پہلے ترک وزیر خارجہ مسٹر تران گینز نے کہا۔ ترک اور پاکستان کے عوام کی خواہشات کے مطابق ترکی اور پاکستان کے تعلقات میں مزید اضافہ ہوگا۔

مصر کے نائب وزیر اعظم عبدالعزیز کامل نے کراچی سے روانہ ہوتے ہوئے اسلامی سربراہ کانفرنس کو عظیم کامیابی اور اسلامی تاریخ میں ایک عظیم واقعہ قرار دیا ہے۔

انڈونیشیا، ترکی، سینیگال کے وزرائے خارجہ بھی کراچی پہنچے۔ مراکش کے شیخ محمد میک نکیری نے کہا: مسلمان ملکوں کے درمیان عظیم تر اتحاد کا راستہ ہموار ہوگیا ہے۔ وزیر اعظم بھٹو ایک عظیم مدبر کی حیثیت سے سامنے آئے ہیں

شمالی یمن کے وزیر اعظم علی ناصر نے روانگی سے پہلے ایک ٹیلیویژن انٹرویو میں کہا: اسلامی کانفرنس کے فیصلوں پر جب عملدرآمد ہوگا تو اس سے سارے عالم اسلام کو فائدہ پہنچے گا۔

چڈ کے صدر ٹومبالبے نے کہا: کانفرنس میرے اور دیگر افریقی ملکوں کے لئے عظیم تجربہ تھی گیمبیا کے صدر جمانی اور صومالیہ کے وزیر خارجہ بھی چڈ کے صدر کے ہمراہ روانہ ہوگئے۔

صدر کرنل قذافی نے پاکستان کا دورہ کیا۔

لیبیا کے صدر معمر القذافی ۲۶ر فروری سے ۲۸ر فروری تک پاکستان کا سرکاری دورہ کریں گے۔ مادام قذافی اور وفد کے دیگر ارکان ان کے ہمراہ ہوں گے۔ ۲۶ر فروری کو اسلام آباد پہنچنے پر انہیں استقبالیہ دیا جائے گا۔ اس کے بعد لیبیا کے صدر جناب بھٹو سے باہمی دلچسپی کے امور پر بات چیت کریں گے۔ سہ پہر کو واہ فیکٹری کے معائنے کے لئے جائیں گے۔ رات کو وزیر اعظم بھٹو ان کے اعزاز میں دعوت دیں گے۔ ۲۷ر فروری کو جناب قذافی نیا در جائیں گے۔ جہاں وہ پاک فضائیہ کا مظاہرہ دیکھیں گے۔ وہ بذریعہ طیارہ درہ خیبر اور وارسک ڈیم اور تربیلا ڈیم دیکھیں گے۔ اور شام کو کراچی روانہ ہو جائیں گے۔ کراچی میں معمر القذافی سپارکو کا معائنہ کریں گے۔ وہ اور لیبیا کے وفد کے دیگر ارکان ۲۸ر فروری کو کراچی سے واپس وطن روانہ ہو جائیں گے۔

قذافی سٹیڈیم صدر قذافی کی تقریر

• بھٹو، قذافی بھائی بھائی • مرحبا، مرحبا یا قذافی مرحبا
• جوش و خروش کا عالم قابل دید تھا
• ہر فقرے پر نعرے، ہر فقرے پر تالیاں
• محبت اور دوستی کے عظیم مظاہرے • وہاں میلے کا سا سماں تھا
• قذافی کو قذافی سٹیڈیم کا نقرئی ماڈل پیش کیا گیا

دو برس پہلے قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے زندہ دلان لاہور سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان اور لیبیا کی گہری دوستی اور صدر معمر القذافی کی پاکستانی عوام سے بے پناہ محبت کے جواب میں لاہور سٹیڈیم کا نام قذافی سٹیڈیم رکھا تھا اور آج دو برس بعد اسی سٹیڈیم میں لیبیا کے صدر معمر قذافی نے پاکستانیوں کے ایک اجتماع سے خطاب کیا۔ لاہور کے شہریوں اور دوسرے شہروں سے آتے ہوئے عوام نے تالیوں اور نعروں کی گونج میں کرنل قذافی سے اپنی عقیدت محبت اور دوستی کا اظہار کیا۔

جلسہ طے شدہ پروگرام کے مطابق ۳ بجے سہ پہر شروع ہونا تھا مگر لوگ ۱۲ بجے ہی آنا شروع ہو گئے، لاہور کے علاوہ دوسرے شہروں سے عوام کی ایک بڑی تعداد ٹرکوں، بسوں اور کاروں کے ذریعے جلسہ گاہ پہنچی۔ لاہور کے شہری بسوں کی چھتوں پر بھی سوار ہو کر آتے۔ جلسہ گاہ سے باہر میلے کا سماں تھا مردوں کے علاوہ خواتین بھی جلسہ میں شریک ہوئیں۔

جلسہ گاہ میں چاروں طرف پاکستان اور لیبیا کے پرچم لہرا رہے تھے اور سٹیج کے پیچھے پاکستان لیبیا دوستی پائندہ باد" کا بہت بڑا بینر لہرا رہا تھا۔ جلسہ گاہ میں ۱۲ فٹ اونچا سٹیج بنایا گیا تھا جس کی دائیں طرف پاکستان اور بائیں طرف لیبیا کا سہ رنگا پرچم لہرا رہا تھا جلسہ گاہ میں "خوش آمدید" "پاکستان لیبیا دوستی زندہ باد" "کرنل قذافی زندہ باد" اور "قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو زندہ باد" کے بینر بھی لگائے گئے تھے۔ یہ بینر پاکستان پیپلز پارٹی کے پرچم کے رنگوں پر مشتمل تھے۔

کرنل قذافی ۴ بجکر ۱۱منٹ پر جلسہ گاہ میں تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ وزیر اعظم بھٹو وزیر اعلیٰ پنجاب ملک غلام مصطفیٰ کھر اور لیبیا کے وزیر اطلاعات ابوزید دردی تھے۔ کرنل قذافی نے فوجی وردی پہن رکھی تھی۔ جب وہ سٹیج پر پہنچے تو جلسہ گاہ تالیوں کے شور میں ڈوب گئی۔ کرنل قذافی نے ہاتھ ہلا کر عوام کے نعروں اور جذبات کا جواب دیا اور دونوں ہاتھ جوڑ کر مسلمانوں کے اتحاد کا سنبل بنایا۔ اس کے بعد وزیر اعظم بھٹو اور کرنل معمر قذافی نے ہاتھ میں ہاتھ ملا کر عوام کے نعروں اور تالیوں کا جواب دیا۔ اور جناب بھٹو نے کرنل قذافی کا بوسہ لیا تقریر سے پہلے صدر قذافی کو قذافی سٹیڈیم کا ایک نقرئی ماڈل قائد عوام جناب بھٹو نے خود پیش کیا۔ یہ ماڈل عوام نے دیکھا تو خوب تالیاں بجیں۔

صدر قذافی کی تقریر کے دوران جلسہ گاہ میں عوام نے انتہائی جوش و جذبے کا مظاہرہ کیا اور ہر فقرے پر تالیاں بجائیں اور نعرے لگائے، جلسہ گاہ سے "مرحبا مرحبا یا قذافی مرحبا" اسلام زندہ باد، بھٹو قذافی بھائی بھائی"۔ بھٹو قذافی شیر ہے باقی ہیر پھیر ہے۔ اور نعرہ تکبیر اللہ اکبر کے نعرے گونجتے رہے کچھ لوگ دفور جذبات میں اچھل اچھل کر نعرے لگاتے رہے کرنل قذافی نے پر جوش انداز میں تقریر کی۔ پروفیسر ظہور احمد نے اردو میں ساتھ ساتھ ترجمہ کیا۔ جلسہ گاہ میں نظم کا اچھا مظاہرہ کیا گیا۔ اور اتنے ہجوم کے باوجود کسی بھی قسم کا ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔

قذافی سٹیڈیم میں وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی تقریر

وزیر اعظم جناب بھٹو نے کہا ہے کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا فیصلہ پاکستان کے بہترین مفاد میں ہے انھوں نے کہا کہ شیخ مجیب الرحمٰن کی لاہور کانفرنس میں شرکت سے دونوں علاقوں کے بھائیوں کے درمیان تعاون کو فروغ حاصل ہوگا۔ اور ہم ایک دوسرے کے قریب تر آجائیں گے۔ انھوں نے یہ بات ۲۵ فروری کو قذافی سٹیڈیم میں عظیم الشان جلسے میں صدر لیبیا معمر القذافی کے خطاب سے قبل تعارفی تقریر کرتے ہوئے کہی۔ ان کی تقریر کے دوران فضا تالیوں اور اللہ اکبر کے نعروں سے گونجتی رہی۔

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنا دونوں ملکوں کے درمیان دوستی اور تعاون

کے قیام کی طرف پہلا قدم ہے۔ دونوں ملکوں کے عوام آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ہم میں تعاون بڑھتا چلا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے شیخ مجیب الرحمن نے بنگلہ دیش کے دورے کی دعوت دے دی ہے جو میں نے قبول کر لی ہے۔ میں پلٹن میدان میں جلسہ عام سے خطاب کروں گا اور بنگلہ دیش کے عوام سے کہوں گا کہ وہ ماضی میں غلطیاں معاف کر دیں تاکہ ہم نئے دور کا آغاز کر سکیں۔ انھوں نے کہا کہ جنگ میں گولی گولی کا تعاقب کرتی ہے۔ اسی طرح دوستی اور تعاون کی جانب ایک قدم کے بعد دوسرا قدم خود بخود بڑھ جاتا ہے وزیر اعظم نے کہا کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنا درست قدم ہے جو بڑی غور و فکر کے بعد اٹھایا گیا ہے اور قوم کے بہترین مفاد میں ہے انہوں نے کہا کہ میں انسان ہوں، مجھ سے غلطی ہو سکتی ہے لیکن میں قومی مفاد سے کبھی غداری نہیں کر سکتا۔ وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ اس تقریب کے سب سے بڑے مقرر کرنل قذافی ہیں اس لئے میں اپنی تقریر کو یہیں ختم کرتا ہوں میں عنقریب پنجاب کا دورہ شروع کرنے والا ہوں جس میں قومی اور بین الاقوامی امور پر مفصل تقریریں کروں گا انہوں نے کہا کہ ملک میں جمہوریت کا دور دورہ ہے اس نقطہ نظر کے مخالفین کو اپنے خیالات کے اظہار کی پوری آزادی ہے ان کے اعتراضات کا دوسرے دورے میں جواب دوں گا۔ میرا عوام سے رابطہ ہے جو ہمیشہ برقرار رہے گا۔ انہوں نے مشکل وقت میں پاکستان کا ساتھ دینے پر قذافی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ قذافی انقلابی لیڈر ہیں جو اصولوں پر یقین رکھتے ہیں انھیں کوئی آزمائش اپنے عزم کی تکمیل سے نہیں روک سکتی۔

لیبیا کے مرد مجاہد صدر معمر القذافی کا لاہور کے عوام سے خطاب

عرب جمہوریہ لیبیا کے صدر کرنل معمر القذافی نے اعلان کیا ہے کہ دشمنوں کے مقابلہ کے لئے اب پاکستان تنہا نہیں رہا ہے بلکہ پورا عالم اسلام اس عظیم ملک کے ساتھ ہے جو اسلام کا سب سے بڑا قلعہ ہے۔ جس کو دشمن ملیا میٹ کرنے کے لئے سازشیں کر رہا ہے۔ دشمن کی ان سازشوں اور ریشہ دوانیوں کو ناکام بنانے کے لئے ضروری ہے کہ پاکستانی عوام اپنے داخلی انتشار کو ختم کر دیں اور صوبائی، لسانی اور علاقائی تعصبات کو ختم کر کے اپنے عظیم قائد ذوالفقار علی بھٹو کے پیچھے

جمع ہو جائیں، جن کو عوام نے اپنے ووٹوں سے منتخب کیا ہے، صدر قذافی، قذافی سٹیڈیم لاہور میں ایک عظیم الشان جلسہ عام سے خطاب کر رہے تھے، جس میں وزیر اعظم بھٹو بھی موجود تھے معزز مہمانوں کی تقریر سے قبل وزیر اعظم نے ان کا تعارف کرایا، جلسہ میں لاکھوں افراد عالم اسلام کے عظیم رہنما کی تقریر سننے کے لئے موجود تھے۔ صدر قذافی نے نہایت پرجوش اور ولولہ انگیز تقریر کی جس کے دوران عوام بلند آواز میں اللہ اکبر صدر قذافی زندہ باد کے نعرے بلند کرتے رہے۔ صدر قذافی نے یقین ظاہر کیا۔ کہ ایک وقت آئے گا، جب جہاد کی دعوت نئے سرے سے عام ہو گی جس کے بعد اسلام دوبارہ سربلند ہو گا اور یہ دعوت پاکستان کی طرف سے ہو گی۔ اس لئے کہ دشمن پاکستان کو ختم کرنے کے منصوبے بنا رہا ہے انھوں نے کہا کہ لیبیا کے عوام پاکستان کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر لیبیا کے عوام اپنی جان تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ انھوں نے کہا صرف اسلامی تعلیمات پر عمل کر کے ہی دنیا کی مشکلات کم ہو سکتی ہیں۔

صدر قذافی کی تقریر کا مکمل متن درج ذیل ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

میرے پیارے مجاہد بھائی ذوالفقار علی بھٹو اور میرے عزیز پاکستانی بھائیو!

میں سب سے پہلے آپ کو لیبیا کے عوام کی جانب سے جو آپ کے بھائی ہیں حمایت اور تائید کا پیغام پہنچانا چاہتا ہوں۔ آپ کے اور ہمارے درمیان جو فاصلہ ہے۔ وہ ہمیں آپس میں ملنے سے نہیں روک سکتا کیونکہ یہ فاصلہ ہمارے آباؤ اجداد کو بھی یہاں آنے سے نہیں روک سکا تھا جو اللہ کا پیغام لے کر اس سرزمین میں آئے تھے جب ہمارے پیارے رسول اللہ کا پیغام لے کر آئے تھے تو وہ پیغام یہی پھیلا تھا۔ کیونکہ دعوت حق ایک ایسی طاقت ہے جس کی راہ میں کوئی صحرا یا فاصلہ حائل نہیں ہو سکتا۔ اللہ اکبر کی آواز تمام حدود و قیود سے آزاد ہے اور دنیا کی ہر طاقت سے برتر ہے۔

میرے عزیز بھائیو! جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس خطہ (پاکستان) میں کروڑوں لوگ

اللہ کے دین کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ تو ہمیں انتہائی خوشی ہوتی ہے ہم پاکستان کو ایشیا میں اسلام کا سب سے بڑا قلعہ سمجھتے ہیں جو آگے بڑھتا جائے گا۔ اس لئے ہم سب کا فرض ہے کہ ہم یہ فیصلہ کر لیں کہ اسلام کا یہ عظیم قلعہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ آپ کا جو چیلنج درپیش ہیں لیبیا کے عوام کو ان کا اتنا ہی احساس ہے جتنا آپ کو ہے اور آپ کے بھائی صرف باتوں میں ہی نہیں بلکہ پوری طاقت کے ساتھ آپ کی حمایت کرتے ہیں۔ میں یہ باتیں کہہ کے آپ کی خوشامد نہیں کر رہا بلکہ لیبیا کے عوام کے حقیقی احساسات کی ترجمانی کر رہا ہوں۔ ہمارے ان احساسات سے ہی ساری دنیا کو پتہ چل جانا چاہیئے کہ ہم نے اتحاد کا فیصلہ کر لیا ہے اور اب ہمارے عمل کا وقت آ گیا ہے۔

میرے بھائیو! میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہماری اور ہمارے دشمنوں کی کشمکش ابھی ختم نہیں ہوئی۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے خاص طور پر پاکستان میں آپ کو ضرور سمجھ لینا چاہیئے۔ اور اسے پیش نظر رکھ کر پوری تیاری کرنی چاہیئے اور اقتصادی سیاسی، فوجی اور روحانی قوت پیدا کرنی چاہیئے۔

میرے عزیز بھائیو! مشرقی اور مغربی پاکستان کی علیحدگی پر ہم نے بھی وہ تلخی اور غم محسوس کیا تھا جو آپ کو ہوا تھا۔ اسی لئے ہم نے کہا تھا کہ جب تک پاکستان بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کرتا لیبیا بھی اسے تسلیم نہیں کرے گا۔ لیکن اس تلخی اور غم کے باوجود مسائل کو خوش اسلوبی سے حل کرنے اور ایک ساتھ مل کر کھڑے ہونے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم قائد پاکستان جناب بھٹو کے اس جرات مندانہ اور دلیرانہ فیصلے کو تسلیم کریں۔ جو انھوں نے بنگلہ دیش کے متعلق کیا ہے مجھے یقین ہے کہ وزیر اعظم بھٹو نے یہ فیصلہ کسی ڈر یا دباؤ کے تحت نہیں کیا بلکہ بہادری کے ساتھ اور مسلمانوں کی بہتری کی خاطر کیا ہے آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپکے قائد بھٹو اتنے بہادر اور طاقتور آدمی ہیں کہ کسی طرح نرم نہیں پڑ سکتے۔

میرے بھائیو! ماضی پر روتے رہنا اچھا نہیں بلکہ ہمیں ماضی سے سبق حاصل کر کے حال کے مسائل پر قابو پانا اور مستقبل کے مسائل کا حل تلاش کرنا چاہیئے ہمیں چاہیئے کہ ہم

اپنے بنگلہ دیشی بھائیوں کا ہاتھ پکڑیں ان کی مدد کریں تاکہ انھیں مشکلات سے نجات ملے۔ دشمن چاہتے تھے کہ پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان علیحدگی اور مخالفت رہے۔ لیکن آپ کے قائد نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر کے دشمنوں کی امیدوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی آیئے ہم یہ عہد کریں کہ اپنی سرزمین کے ایک ٹکڑے سے بھی کبھی دستبردار نہیں ہوں گے۔

اس علاقہ میں آپ کو ایک بہت خطرہ للکار رہا ہے اور اسلام کے دشمن ابھی تک اپنے منصوبوں پر عمل کے لئے زور شور سے کام کر رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ چھوٹے ملکوں کو اپنی اغراض کے لئے استعمال کریں۔ لیکن ہم ان سے نہیں ڈرتے۔ ہم چیلنج کا مقابلہ چیلنج سے اور طاقت کا مقابلہ طاقت سے کریں گے۔ آپ یقین کریں کہ آپ اکیلے اور تنہا نہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ کے اور ہمارے مسائل ایک ہیں عالم عرب اور پاکستان میں یہ کوششیں کی جا رہی ہیں کہ ہمیں غافل بنا دیا جائے لیکن ہم ان کا مقابلہ کریں گے اور ہمارا عزم ہے کہ اس علاقہ میں اسلام کا پرچم کبھی سرنگوں نہیں ہوگا۔ اللہ سب پر غالب آئے گا وہی سب سے بڑی طاقت ہے۔ بڑے ملک بڑی طاقتیں نہیں ہیں۔

اسلام کے دشمن ابھی باز نہیں آئے اس لئے ہمارا جہاد جاری ہے اور جو یہ سوچتا ہے کہ اسلام کا پیغام رک جائے گا وہ سخت غلطی پر ہے اور ہمارے لئے بھی یہ بڑی شرم کی بات ہے کہ اسلام حملہ کرنے کے بجائے اپنا دفاع کرے۔ اسلام صرف نماز اور دعاؤں کا نام نہیں۔ اسلام جہاد کی تیاری اور طاقت کا نام بھی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ "دشمنوں کے مقابلے کے لئے جو تیاری کر سکتے ہو کرو" ہمیں اس ارشاد پر عمل کرنا چاہیئے۔ ہمارے پاس طاقت کی کمی نہیں ہو سکتی کیونکہ مسلمان کی طاقت ہتھیار ہی نہیں اسلام کی روحانی قوت ہے اور ہمارا دشمن روحانی قوت کہیں سے نہیں لا سکتا۔ خواہ اس کے پاس کتنی ہی مادی اور فوجی قوت ہو وہ کبھی ہم سے بلند نہیں ہو سکتا۔ ہمارے دشمنوں کے اتحاد کی بنیاد دنیاوی فائدے اور مصلحتیں

ہیں لیکن ہم ایک ایسے دین کی خاطر متحد ہیں جو ہمیشہ رہے گا دنیاوی مصلحتیں عارضی چیز ہیں اس لیئے دشمنوں کا اتحاد بھی عارضی ہے لیکن ہمارا دین دائمی ہے اس لیئے ہمارا اتحاد بھی ہمیشہ برقرار رہے گا۔ ہمارا اتحاد ایمان اور عقیدے پر مبنی ہے اور دشمن کے پاس کوئی عقیدہ یا ایمان نہیں۔

میرے عزیز بھائیو! آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے مسائل اور مشکلات ختم ہو جائیں گی یا ہمارے دشمن اپنی حرکتوں سے باز آجائیں گے، ہمارا فرض ہے کہ ہم دشمن کے مقابلے کے لیئے ہمیشہ تیار رہیں۔

ایک دن ایسا بھی آئے گا، جب جہاد کی دعوت تازہ ہو گی اور ایسا زمانہ بھی آئے گا جب اسلام دوبارہ سربلند ہو گا، یہ وہ وقت ہو گا جب مجاہدوں کے قافلے میدان عمل میں اتریں گے۔ اور اسلام کی فتح ہو گی اس لیئے ہمارا فرض ہے کہ ہم دشمن کے مقابلے میں جہاد کے لیئے ہر وقت تیار رہیں۔ اسلام کی یہ نئی دعوت پاکستان سے اٹھیگی اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے دشمن پاکستان کو ختم کرنا چاہتے ہیں لیکن ہم مصمم ارادہ کرتے ہیں کہ دشمن کبھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

پاکستان میں سب سے پہلے داخلی اتحاد کی ضرورت ہے اس لیئے میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ گروہوں اور ٹکڑوں میں تقسیم نہ ہوں۔ پاکستانی قوم ایک بہت بڑی جماعت ہے اس کے اتحاد کی بنیاد دوستی اور ہمدردی پر ہونی چاہیئے۔ دنیاوی مصلحتوں پر نہیں، آپ صوبائی تقاضوں اور علاقائی مصلحتوں کو اپنے اندر تفرقے نہ پیدا کرنے دیں کیونکہ دشمن داخلی فتنوں اور گروہی جھگڑوں کے ذریعے پاکستان کے ٹکڑے کرنا چاہتا ہے۔ پاکستان کا مفاد علاقائی زبانوں اور سیاسی جماعتوں سے بالاتر ہے۔ آپ کا دشمن داخلی فتنے پیدا کر کے آپ کو غافل کرنا اور پھر حملہ کرنا چاہتا ہے اور یہ بات ہم آپ سے دور لیبیا میں رہ کر بھی محسوس کرتے ہیں۔ جب ہمیں پاکستان کے خلاف دشمنوں کی سازشوں کا علم ہوتا ہے تو ہم اپنا دل تھام کر رہ جاتے ہیں لیکن ہمارا فیصلہ ہے کہ ہم ایک محاذ بنا کر دشمن کے خلاف سینہ سپر ہو جائیں۔

میرے بھائیو! آپ نے اپنے قائد ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں متحد ہو جائیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اللہ، اس کے رسول اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرو اور آپ کا حاکم وہ ہے جسے آپ نے خود اپنے ووٹوں سے منتخب کیا ہے، ووٹ ایک عہدنامہ ہے اور مسلمان کبھی اپنے عہد سے نہیں پھرتا۔ آپ کا فرض ہے کہ خطرات کے مقابلے کے لئے اپنے عظیم قائد کی مدد کریں اور آپس میں اتحاد پیدا کریں۔ اتحاد اور تنظیم کے ذریعے فوجی قوت حاصل کریں۔ یہ بات آپ کی اقتصادی طاقت کے لئے بھی ضروری ہے اور ان مسائل کے حل کے لئے ضروری ہے جو بنگلہ دیش کے قیام کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ ہمیں اس معرکے سے متحد ہو کر گزرنا چاہیئے دشمن ہمیں آپس میں لڑانا چاہتا ہے۔ اور اگر آپ سچے مسلمان ہیں تو اپنے قائد ذوالفقار علی بھٹو کے پیچھے صفیں باندھ کر متحد ہو جائیں۔ اور طاقت کا مظاہرہ کریں۔ اس معرکے میں آپ یا ہم اکیلے نہیں کیونکہ آپ ہمارے ساتھ اور ہم آپ کے ساتھ ہیں، ہم ایک ہیں۔

جب آپ داخلی اتحاد پیدا کریں گے تو آپ کے وہ بھائی جو پاکستان سے باہر ہیں آپ کے قائد کی مدد پر آمادہ ہوں گے اور میں یقین دلاتا ہوں کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں کیونکہ جس عقیدہ کے لئے آپ لڑ رہے ہیں، وہی ہمارا عقیدہ ہے آپ کی سرزمین اسلام کی سرزمین ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ آپ ہماری سرزمین کا دفاع کر رہے ہیں اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم آپ کے ساتھ ہوں کیونکہ آپ کا دشمن ہمارا بھی دشمن ہے۔

بھائیو! وہ زمانہ گیا جب اسلام کمزور تھا وہ دن گئے جب مسلمان ملکوں پر سامراجیوں کا قبضہ تھا اور اب ہم آگے بڑھنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم نے دنیا پر ثابت کرنا ہے، کہ اسلام طاقت کا دین ہے اور عمل اور تعمیر کا دین بھی ہے آیئے ہم یہ ثابت کریں کہ اسلام ہی دین حق ہے اور دنیا کے مسائل اور مشکلات حل کر سکتا ہے۔ ستمبر میں جب ہم لیبیا میں انقلاب لائے تھے۔ اس کے ساتھ ہی اسلام کے انقلاب کا ہراول دستہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ستمبر کی وہ انقلابی قوت آپ کی بھی قوت ہے جس نے ثابت کیا ہے کہ اسلام سب سے سچا دین ہے اور سب سے بڑی طاقت ہے۔ ہم نے دنیا میں پہلی مرتبہ اسلامی شریعت کو نئی روشنی میں

پیش کیا۔ اور سب سے پہلے دنیا میں اسلام کے انقلابی اور اقتصادی سوشلسٹ پروگرام کو پیش کیا ہمارے اس نظریہ حیات کو یورپ اور امریکہ میں بھی قبول کیا جا رہا ہے اور وہاں کی نئی نسل کو پتہ چل گیا ہے۔ کہ ان کے معاشروں کی بنیاد کسی کتاب پر نہیں تھی۔ وہ تنگ اور تاریک راہوں پر چل رہے تھے۔ اس بات کا اظہار انھوں نے اخلاقی حدود کو ٹھکرانے کی تحریکوں سے کیا۔ مثال کے طور پر ہپیوں کی تحریک چل پڑی۔ ایسی تحریکوں کے لوگ لیبیا میں بھی آئے، جن سے ہیں خود ملا اور جب انھیں اسلامی تعلیمات اور حقیقت کا علم ہوا تو وہ حیران رہ گئے۔ ان میں سے کئی نے اسلام قبول کر لیا اور ہمارے ساتھ نمازوں میں شریک ہو گئے۔ یہ بات ہمارے ایمان اور اسلام پر ہمارے یقین کو پختہ کرتی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ مستقبل ہمارا اور ہمارے دین کا ہے۔ غیر مسلم معاشروں کی نئی نسل نے محسوس کر لیا ہے کہ اسلام کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں اور انھیں ابھی مزید احساس ہو گا کہ وہ اسلام کے بغیر اپنے بنیادی مسائل حل نہیں کر سکتے۔ اور اس روحانی قوت کے ذریعے ہی ہم طاقتور ہو کر مسائل کا جرأت کے ساتھ مقابلہ کریں گے۔ یہی ہمارا مستقبل ہے اور دشمن کو اس حقیقت کا علم ہے۔

پاکستانی بھائیو! ہم جانتے ہیں کہ آپ کو درپیش چیلنج کا پس منظر کیا ہے کیونکہ ہمیں بھی اسی چیلنج کا سامنا ہے لیکن اگر ہم مومن ہیں تو چیلنج کا مقابلہ چیلنج سے اور طاقت کا مقابلہ طاقت سے کریں گے۔ عالم اسلام کے پاس بہت بڑی بڑی قوتیں موجود ہیں اور ہم پاکستان اور لیبیا کے عوام ان طاقتوں کو ابھارنے کے لئے تیار ہیں۔

قرآن ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم دشمن کے خلاف طاقت ور ہوں اور ایسی طاقت پیدا کریں جس سے دشمن خوفزدہ ہو جائے اس لئے ہمیں دشمن کو دبانے کے لئے تیاری کرنی چاہیئے۔ اور یہ تیاری صرف اسلام کے ذریعے ہو سکتی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ "جب تمھیں کوئی سزا دے تو اسے اسی طرح سزا دو" اسی لئے ہمیں چیلنج کا مقابلہ چیلنج سے کرنا چاہیئے۔ ہمیں یہ جان لینا چاہیئے کہ پاکستان کے خلاف اب بھی چیلنج موجود ہے اس ملک، اس سرزمین، اس قوم اور اس قوم کے بہادر قائد ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف چیلنج

موجود ہیں جن کا مقابلہ ہم متحد ہو کر کریں گے۔

بھائیو! ہم نہیں سمجھتے کہ پاکستان کو شکست ہوئی ہے کیونکہ حقیقت میں وہ جنگ اس وقت ہوئی تھی جب حالات ٹھیک نہیں تھے پاکستانی قوم اتنی طاقتور ہے کہ دشمن اس پر غلبہ نہیں پا سکتا اور اسلام کا لشکر کبھی پیٹھ نہیں دکھاتا۔ اور مومن کبھی جہاد سے دستبردار نہیں ہوتے اس لئے آپ خود اعتمادی پیدا کریں، آپ طاقت ور ہیں۔ لیبیا کے عوام آپ کے بھائی آپ کے ساتھ ہیں۔ معرکہ جاری ہے اور ہم نے فتح کا عزم کر رکھا ہے۔ آپ آپس میں اتحاد پیدا کریں۔ اپنے وسائل کو استعمال کریں دشمن کے مقابلے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اور یقین کر لیں کہ اللہ سب پر غالب آئے گا۔ لیبیا کے عوام آپ کے ساتھ ہیں۔ اور آپ کے لئے خون کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ میں اپنی قوم کی جانب سے آج آپ کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ ہماری طاقت آپ کی طاقت ہے اور ہمارے وسائل آپ کے وسائل ہیں۔ ہمارا دشمن ہمارے خلاف تیاری کر رہا ہے اس لئے اس علاقے کے مسلمانوں کے اختلافات ختم کر دینے چاہئیں۔ پاکستان کا دشمن بنگلہ دیش، افغانستان، ایران یا لیبیا نہیں، بلکہ ہمارے حقیقی دشمن وہ ہیں۔ جو پاکستان، ایران، بنگلہ دیش، افغانستان اور لیبیا کے دشمن ہیں۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ یہ تصویر ہمارے ذہنوں میں واضح طور پر ہونی چاہیئے۔ تاکہ ہم دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکیں انھوں نے کہا کہ ہم جنگ کی دعوت نہیں دے رہے اور نہ ہی یہ بات ہے کہ ہم امن نہیں چاہتے۔ بلکہ مقصد صرف اتنا ہے کہ ہم اپنے آپ کو تیار کریں۔ دشمن نے ہمارے خلاف فیصلہ کیا ہوا ہے۔ اور اسلام کے ٹکڑے کرنے کا ارادہ کیا ہوا ہے۔ ایسے موقع پر ہمیں ہاتھ دھر کر نہیں بیٹھنا چاہیئے بلکہ دشمن کے ہر چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا چاہیئے۔

انقلاب آنے سے لیبیا میں اقتصادی و سیاسی لحاظ سے ترقی ہونا شروع ہو گئی ہے اور اسلام ابھرنے لگا ہے پاکستان میں اسلامی طاقت ابھرنے لگی ہے اور مجھے پاکستان میں بھی اسلام کی شکل نظر آ رہی ہے۔ اب یہ ممکن نہیں کہ ہمیں اللہ کے حکم

سے شکست ہو، ہم دشمن کے سامنے پر عزم ہیں غافل نہیں ہمیں آپس میں جھگڑنا نہیں چاہیئے تاکہ صفوں کے اندر انتشار پیدا نہ ہو۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ ان چیزوں کا مقابلہ کریں۔ اور طاقت کی تعمیر کریں۔

انھوں نے کہا کہ یہاں کھڑے ہو کر میں یہ بات محسوس کرتا ہوں کہ جیسے میں بھی آپ ہی میں سے ہوں۔ اور آپ کے بھائی جو میرے ساتھ جو فوجی افسر ہیں میں سمجھتا ہوں وہ صرف لیبیا کی فوج کے افسر نہیں بلکہ پاکستانی فوج کے بھی افسر ہیں میرا پاکستان کا دورہ کسی اجنبی شخص کا اجنبی ملک کا دورہ نہیں ہے اور اگر آپ بھی لیبیا میں آئیں تو وہ بھی آپ کے لئے اجنبی نہیں ہو گا مجھے افسوس ہے کہ ہم نے متحد ہونے میں پہلے ہی کافی وقت ضائع کر دیا ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم ماضی پہ رونے کی بجائے مستقبل کی تیاری کریں، طاقت جمع کریں ہمارے دل ایک ساتھ ہیں اور ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنی آخری فتح ہم اپنے خون سے لکھ دیں۔ آپکی آزادی ہماری آزادی ہے۔ آپکی عزت ہماری عزت ہے۔ آپ کا دشمن ہمارا دشمن ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ایک ہو جائیں اور یہی بات ہے جس کا ہمیں عہد کرنا ہے تاکہ ہم ایک ہو جائیں طاقت ایک ہو جائے، ایک امت بنکر دشمن کا مقابلہ کریں، ایک ہو کر اسلام کی حفاظت کریں۔ اللہ کی جماعت بن جائیں ایک ساتھ رہیں یہاں تک کہ اسلام کی فتح ہو۔ دشمن کو شکست دیں حق غالب ہو اور یہاں تک کہ اسلامی پاکستان فتح یاب ہو جائے۔

صدر قذافی سے اسلام سے خلوص محبت کے الفاظ سنکر جلسہ گاہ میں یا قذافی مرحبا۔ یا قذافی مرحبا کے نعرے گونجتے رہے اور جب کرنل قذافی نے دشمن کے مقابلے میں تیار رہنے کے عزم کا اظہار کیا اور صدر قذافی نے جب پاکستان کے استحکام اور بقا کے لئے امداد اپنے مادی وسائل پاکستان کیلئے استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ یہ کہا کہ لیبیا میں آپ کے بھائی آپ کے لیے جان کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں تو ۵ منٹ تک سٹیڈیم میں تالیاں بجتی رہیں اور فضا میں نعرۂ تکبیر بلند ہوتے رہے۔

پاکستان اور لیبیا میں اقتصادی معاہدہ

اسلام آباد میں پاکستان اور لیبیا نے سیاسی، اقتصادی، سائنسی اور باہمی فائدے کے دیگر شعبوں میں تعاون بڑھانے کے لئے ایک مشترکہ وزارتی کمیشن قائم کرنے کا معاہدہ کیا ہے معاہدے پر ۲۸ فروری کو ایک سادہ تقریب میں دستخط ہوئے۔ معاہدہ ابتدائی طور پر دس سال کے لئے ہوگا۔ تاہم اس کے بعد اس میں خود بخود مزید دس سال کے لئے توسیع ہو جائے گی۔ کمیشن میں پاکستان کی نمائندگی وزیر مملکت برائے امور خارجہ عزیز احمد اور لیبیا کی نمائندگی لیبیا کے وزیر خارجہ کریں گے۔ وزارتی کمیشن کی تشکیل کے معاہدے پر گورنر ہاؤس کراچی میں منعقد ہونے والی ایک سادہ تقریب میں لیبیا کے سربراہ کرنل قذافی اور جناب بھٹو نے دستخط کئے۔ معاہدے کے مطابق کمیشن کا اجلاس چھ ماہ میں کم از کم ایک بار ضرور ہوگا۔ ضرورت پڑنے پر اجلاس کسی وقت بھی بلایا جا سکتا ہے کمیشن کا اجلاس طرابلس اور پاکستان میں ہوا کرے گا۔ پہلا اجلاس مارچ میں طرابلس میں ہو رہا ہے۔ معاہدہ ابتدائی طور پر دس سال کے لئے ہوگا۔ اور کسی فریق نے اسے منسوخ کرنے کی درخواست نہ کی تو دس سال کے بعد اس میں خود بخود مزید توسیع ہو جائے گی۔ معاہدہ کی تنسیخ کے لئے فریقین کو کم از کم چھ ماہ کا نوٹس دینا ہوگا۔

کمیشن دونوں ملکوں کے مابین سیاسی، اقتصادی، سائنسی، ثقافتی شعبوں میں قریبی تعاون بڑھانے کے اقدامات تجویز کرے گا اور ان پر عمل درآمد کرائے گا۔ دونوں ملک سرکاری نجی شعبوں میں صنعتی و تجارتی سرمایہ کاری کریں گے اور مشترکہ کارخانے لگائیں گے۔ معاہدہ کے تحت دونوں ملکوں کے مابین تجارت کو فروغ دیا جائے گا اور سائنسی تحقیق کے شعبہ میں تعاون کیا جائے گا۔ فنی تعاون کے سلسلے میں فریقین فنی ماہروں اور انجینئروں کا تبادلہ کرینگے اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ثقافتی تبادلے کریں گے۔ وزارتی کمیشن مشترکہ کمیٹیاں تشکیل دیں گے جو اس بات کا جائزہ لیں گی کہ کن منصوبوں میں تعاون ہو سکتا ہے۔

پاک لیبیا مشترکہ اعلامیہ

لیبیا کے سربراہ کرنل معمر القذافی کے تین روزہ سرکاری دورے کے اختتام پر جو مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا ہے۔ اس میں کرنل قذافی اور وزیر اعظم بھٹو نے اس بات پر زور دیا ہے کہ ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ملکوں کے درمیان تجارت کی شرائط طے کرنے کے لئے فوری طور پر بین الاقوامی کانفرنس بلائی جائے۔ دونوں لیڈروں نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اعلان لاہور میں اسلامی ملکوں کو پیش آنے والی معاشی دشواریوں کے ازالہ کے لئے ڈھانچہ وضع کر دیا گیا ہے اس سلسلے میں وزیر اعظم بھٹو نے اسلامی سربراہی کانفرنس کے دوران صدر قذافی کی اس تجویز کا خیر مقدم کیا تھا کہ مختلف ملکوں کو تیل کی فراہمی کے سلسلے میں زمرے بنا دیئے جائیں۔ دونوں ملکوں کے رہنماؤں نے فلسطینی عوام کے حقوق کی بحالی کا اعادہ کیا۔

جناب بھٹو نے اس بات کی پھر یقین دہانی کرائی کہ حکومت پاکستان اور عوام جنھوں نے ہمیشہ ہی اپنے عرب بھائیوں کا ساتھ دیا ہے آئندہ بھی عربوں کے حق و انصاف پر مبنی موقف کی حمایت کرتے رہیں گے۔ مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ دونوں لیڈروں نے افریقی ملکوں کی طرف سے عربوں کی بھرپور حمایت کا خیر مقدم کیا اور اس بات کا اعادہ کیا کہ نو آبادیاتی نظام نسلی امتیاز اور استحصال کے خلاف افریقی عوام کی جدوجہد کی حمایت جاری رہے گی۔

اعلامیہ کے مطابق فریقین نے دونوں ملکوں کے باہمی تعلقات کا بھی جائزہ لیا اور اس بات پر مکمل اطمینان کا اظہار کیا کہ لیبیا اور پاکستان کے درمیان پہلے ہی بہت گہرے تعلقات ہیں دونوں رہنماؤں نے سیاسی، اقتصادی، سائنسی، ثقافتی اور دیگر مفید شعبوں میں تعاون بڑھانے کا بھی فیصلہ کیا انھوں نے مشترکہ وزارتی کمیشن قائم کرنے کے ایک معاہدہ پر بھی دستخط کئے گئے۔

دونوں رہنماؤں نے امید ظاہر کی کہ دوسری تاریخی اسلامی سربراہی کانفرنس کے فیصلوں پر تمام رکن ممالک پوری طرح عمل کریں گے اور اس کانفرنس میں اسلامی اتحاد کا جو شاندار مظاہرہ ہوا ہے اس اتحاد کو نہ صرف برقرار رکھا جائے گا بلکہ مزید مستحکم کیا جائے گا۔ جناب قذافی نے یقین دلایا کہ لیبیا کے عوام ضرورت پڑنے پر ہمیشہ اپنے پاکستانی بھائیوں کے شانہ بشانہ رہیں گے۔

اسلامی کانفرنس کی قراردادوں پر عمل درآمد ضروری ہے

پاکستان اور لیبیا کے معاہدہ تعاون پر وزیراعظم بھٹو کا اظہار اطمینان

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے کہا ہے کہ اسلامی سربراہ کانفرنس میں منظور کی جانیوالی قراردادیں انتہائی مفید اور تعمیری تھیں ۔ ۲۸ فروری کو کراچی کے ہوائی اڈے پر ریڈیو پاکستان کی بیرونی سروس کو انٹرویو دیتے ہوئے وزیراعظم نے کہا کہ ان تمام قراردادوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بنیادی مقاصد پر مسلمان ملکوں کے درمیان مکمل اتحاد ہے ۔ اسلامی سربراہ کانفرنس سے بنیادی سوالوں کے متعلق مسلمان ملکوں کے درمیان مکمل اتفاق رائے بھی ظاہر ہوتا ہے ۔ اسلامی سربراہ کانفرنس کی قراردادوں پر عمل درآمد کے متعلق سوالات کا جواب دیتے ہوئے وزیراعظم نے کہا کہ ان قراردادوں پر عملدرآمد کرایا جائے گا ۔ اور اس کے ساتھ ہی ان قراردادوں پر عمل درآمد کرایا جائے گا اور اس کے ساتھ ہی ان قراردادوں پر عمل درآمد کرانے کے لئے مسلمان ملکوں کا عزم بھی مستحکم ہوتا جائے گا ۔ انھوں نے کہا کہ ان پر عملدرآمد کرانے بغیر ہم اپنا اعتماد برقرار نہیں رکھ سکتے ۔ اور مختلف سطحوں پر آپس میں زیادہ سے زیادہ ملاقاتوں کے ذریعے اس اعتماد کو بڑھایا جا سکتا ہے ۔

وزیراعظم سے پوچھا گیا کہ آیا اقوام متحدہ کی ہنگامی فوج قائم کئے جانے کا امکان ہے یا نہیں وزیراعظم نے کہا کہ آئندہ کیا ہوگا اس کے بارے میں پہلے سے کوئی قیاس نہیں کرنا چاہتا اور نہ ان کے متعلق بہت زیادہ خوش فہمی کا اظہار کرنا چاہتا ہوں ۔ آج کی دنیا تلخ حقائق کی دنیا ہے اس لئے بہتر ہوگا ہم اپنے پاؤں زمین میں گاڑھے رکھیں ۔ اور قدم بہ قدم آگے بڑھیں میں مستقبل کے بارے میں تصوراتی اور خیالی محل تعمیر کرنا چاہتا ہوں تاہم اگر مل جل کر کام کریں تو ہم اپنے مقاصد پالیں گے ۔ وزیراعظم سے پوچھا گیا کہ یورپی منڈی کی طرز پر مسلمان ملکوں کی مشترکہ منڈی کے قیام کا کوئی امکان ہے وزیراعظم نے کہا کہ اس سوال کے بارے میں میرا وہی جواب ہے کہ پاکستان اور لیبیا کے درمیان تمام شعبوں میں تعاون بڑھانے کیلئے مشترکہ وزارتی کمیشن کے قیام کے سلسلہ میں وزیراعظم بھٹو اور صدر قذافی کے درمیان ہونیوالے معاہدے کے بارے میں جناب بھٹو نے کہا یہ ایک بہت اچھا معاہدہ ہے ۔

صدر کرنل معمر القذافی کی پشاور یونیورسٹی میں تقریر

عرب جمہوریہ لیبیا کے صدر کرنل قذافی نے کہا کہ پاکستان دنیا میں اسلام کا مضبوط ترین ستون ہے اور متحد ہو کر اور خون دے کر اس کی حفاظت کریں گے وہ ۲۷ فروری کو پشاور یونیورسٹی میں طلباء سے خطاب کر رہے تھے اس موقع پر وزیر اعظم بھٹو بھی موجود تھے۔ صدر قذافی کی تقریر کے دوران طلباء نے پرجوش انداز میں تالیاں بجائیں اور اللہ اکبر، مرحبا، پاک لیبیا دوستی زندہ باد اور اسلام زندہ باد کے نعرے لگائے۔

صدر قذافی نے کہا کہ جب بھی کوئی مشکل وقت آیا اور جب بھی کسی نے ہمیں للکارا تو ہم متحد ہو کر مقابلہ کریں گے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ اور دشمن کو عبرتناک شکست فاش دیں گے انھوں نے کہا یہ محض الفاظ ہی نہیں انشا اللہ ہم اپنے عمل سے ثابت کر دکھائیں گے۔ کہ ہم دشمن کی للکار پر کس طرح جھپٹتے ہیں انھوں نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ پاکستان کی سرحدیں کفر سے ملتی ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے ماننے والے شیطانی قوتوں پر غلبہ حاصل کرتے رہیں گے انھوں نے کہا کہ پاکستانی عوام خدا کے مومن بندے ہیں۔ اور وہی آخر کار فتح یاب ہوں گے۔ کیوں کہ نیکی کا مقدر ہے کہ وہ بدی پر غالب ہو۔ انھوں نے کہا محض منہ سے الفاظ نکال دینے سے کام نہیں چلے گا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں اللہ پر کامل یقین رکھتے ہوئے تاریکی کی طاقتوں کے خلاف جہاد کرنا چاہیئے۔

کرنل قذافی نے کہا کہ اس مقصد کے حصول کے لئے اللہ پر ایمان کے ساتھ ساتھ مادی قوت بھی حاصل کرنی چاہیئے اور اس جدوجہد میں ہم کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے اگر خون بہانے کی ضرورت بھی پیش آئی تو اس سے بھی گریز نہیں کیا جائے گا۔ اور ہم اپنے اس عزم کو اپنے عمل سے ثابت کر دکھائیں گے انھوں نے کہا میں پاکستان میں اسلام کی قوتوں کو غالب آتے دیکھ رہا ہوں اس لئے میرا یقین پختہ ہو گیا ہے کہ ہم ہی غالب ہیں گے کرنل قذافی کی تقریر سے قبل وزیر اعظم بھٹو مائیک پر آئے اور کہا کہ قذافی ایک انقلابی رہنما ہیں اس لئے ہمیں سپاسنامے وغیرہ کی رسموں کی ضرورت نہیں انھوں نے کرنل قذافی سے کہا

کہ وہ تقریر کریں تاہم انھوں نے سامعین سے کہا کہ وہ اپنے معزز مہمان کی تقریر نظم و ضبط سے سنیں اس دوران طلبا مسلسل تالیاں بجاتے اور زندہ باد کے نعرے لگاتے رہے۔ تقریر شروع کرنے سے قبل کرنل قذافی نے روایتی انداز سے وزیر اعظم بھٹو کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر سر سے بلند کیا اور اتحاد کی علامت ظاہر کی۔ اس سے قبل جب کرنل قذافی اور وزیر اعظم بھٹو ہیلی کاپٹر کے ذریعے اسلامیہ کالج کی گراؤنڈ میں آئے تو طلبا نے ان کا والہانہ استقبال کیا اور پرجوش انداز میں تالیاں بجائیں۔ ہر کوئی صدر قذافی اور وزیر اعظم بھٹو سے ہاتھ ملانے کے لئے بیتاب تھا لیکن ڈائس تک پہنچنا بہت مشکل کام تھا۔

اسلامیہ کالج میں پشاور یونیورسٹی سے خطاب کے دوران صدر قذافی نے مزید کہا کہ وہ عوام کے سامنے لفظی باتیں نہیں کرتے وہ اپنے الفاظ کو مثبت اقدامات کر کے صحیح ثابت کرتے ہیں ہم کو اپنی منزل کی طرف بڑھنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ منزل کے حصول کے لئے ہر چیلنج کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔

راولپنڈی سے کراچی روانگی سے قبل ہوائی اڈے پر اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ وہ پاکستانی عوام کی طرف سے اپنے پرجوش اور والہانہ استقبال سے انتہائی متاثر ہوئے ہیں انھوں نے کہا ہم پاکستان کو مضبوط و خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ پاکستان کا مضبوط اور خوشحال ہونا لیبیا کا مضبوط ہونا ہے۔

صدر قذافی اور وزیر اعظم کل کار میں ہوائی اڈے پر پہنچے اور پی آئی اے کے خصوصی بوئنگ طیارے میں کراچی کے لئے روانہ ہوئے انھیں الوداع کہنے والوں میں سینٹ و قومی اسمبلی کے چیرمین اور ارکان شامل تھے۔

صدر قذافی نے پشاور میں ولولہ انگیز فضائی مظاہرہ دیکھا

عرب جمہوریہ لیبیا کے صدر کرنل معمر قذافی نے جمرود میں پاک فضائیہ کے شاہینوں کے شاندار اور ولولہ انگیز مظاہرے دیکھے جو ایک گھنٹے تک جاری رہے۔ اس موقع پر وزیر اعظم جناب بھٹو، گورنر سرحد محمد اسلم خٹک پاک فضائیہ کے چیف آف سٹاف ایئر مارشل ظفر چودھری

بری فوج کے چیف آف سٹاف جنرل ٹکا خاں اور دیگر اعلیٰ فوجی افسر بھی موجود تھے پاک فضائیہ کے جدید لڑاکا طیاروں نے نشانہ بازی بمباری اور نیپام بم پھینکنے کے حیرت انگیز کارنامے دکھائے جنھیں دیکھ کر پاک فضائیہ کی مہارت و برتری کا احساس اجاگر ہوتا تھا۔ جمرود میں معزز مہمان کا استقبال ائر مارشل ظفر چودھری نے کیا۔ اس سے قبل جب پاکستانی عوام کے محبوب رہنما عرب جمہوریہ لیبیا کے صدر جناب کرنل قذافی راولپنڈی سے پشاور پہنچے تو ہوائی اڈے پران کا نہایت شاندار اور تاریخی استقبال کیا گیا۔ وزیر اعظم جناب بھٹو بھی ان کے ہمراہ تھے ہزاروں لوگوں نے انھیں دیکھ کر جوش و خروش سے نعرے لگائے اور تالیاں بجائیں۔ ہزاروں لوگوں نے مرحبا مرحبا۔ صدر قذافی زندہ باد۔ بھٹو قذافی بھائی بھائی کے نعرے بلند کئے تو صدر قذافی نے اپنے مخصوص انداز میں ہاتھ اٹھا کر ان کے نعروں کا جواب دیا اور موٹروں کے جلوس میں شہر روانہ ہو گئے انھوں نے پشاور یونیورسٹی میں طلبا کے ایک اجتماع سے بھی خطاب کیا اور بعدازاں وزیر اعظم جناب بھٹو کے ہمراہ تربیلا بند دیکھنے گئے۔

فضائی مظاہرہ میں جسے ہزاروں عوام نے بھی دیکھا۔ میراج لڑاکا و بمبار مگ ۱۹، ایف ۸۶۔ لڑاکا بمبار، ٹی ۳۷ جیٹ اور سی ۔ ۱۳۰ ٹرانسپورٹ طیاروں نے حصہ لیا۔ وزیر اعظم بھٹو اور صدر قذافی کا جمرود پہنچنے پر انتہائی پرجوش خیر مقدم کیا گیا لوگ حفاظتی انتظامات توڑ کر دونوں رہنماؤں کے قریب جا پہنچے۔ دونوں رہنما جونہی سفید رنگ کے ہیلی کاپٹر سے نیچے اترے عوام نے انھیں گھیر لیا اور فلک شگاف نعرے لگائے۔

فضائی مظاہرہ میں سب سے پہلے دو ایف ۸۶ سیبر طیارے نیچی پرواز کرتے ہوئے پاکستان اور لیبیا کے پرچموں کو سلامی دیکر گزرے اور ۳۷۔ ٹی قسم کے تربیتی طیاروں نے پرواز کے مظاہرے کئے قطاروں میں پرواز کے بعد بم کے دھماکہ کا مظاہرہ بھی کیا۔ بعدازاں میراج طیاروں نے غوطے لگانے کا مظاہرہ کیا۔ ان کے بعد سیبر طیاروں نے مشین گنوں سے نشانہ بازی کا مظاہرہ کیا اور اپنے تمام ہدف مکمل طور پر تباہ کر دیئے بعدازاں چار مگ ۱۹ لڑاکا و بمبار طیاروں نے ٹیڑھی اور پیچیدہ زاویوں کی پروازوں کے دوران کامیاب نشانہ بازی کا مظاہرہ کیا۔ مظاہرے کے اختتام پر پاک فضائیہ کے سربراہ ائیر مارشل ظفر چودھری نے صدر قذافی کو فضائیہ کے نشان والا قالین پیش کیا۔

کراچی میں صدر قذافی کا والہانہ استقبال

لیبیا کے صدر معمر القذافی اپنے تین روزہ سرکاری دورہ کے آخری مرحلہ میں وزیراعظم بھٹو کے ہمراہ کراچی پہنچنے پر لاکھوں عوام نے بے مثال اور والہانہ خیر مقدم کیا۔ ہوائی اڈے کی عمارت عوام سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ جونہی صدر قذافی طیارے سے باہر آئے ــــ "شیر اسلام زندہ باد" اور "پاک لیبیا دوستی زندہ باد" کے نعروں سے ہوائی اڈہ گونج اٹھا، خیر مقدم کرنے والوں میں گورنر و وزیراعلیٰ سندھ، صوبائی کابینہ کے ارکان اور دوسرے اعلیٰ حکام شامل تھے ہوائی اڈے سے شہر تک کا ۱۲ میل لمبا راستہ استقبالیہ دروازوں، پاکستان اور لیبیا کے پرچموں اور بینروں سے سجایا گیا تھا۔

ہوائی اڈے پر عوام کے زبردست ہجوم کے باعث حفاظتی انتظامات بھی برقرار نہ رہ سکے۔ لوگ صفیں توڑ کر اپنے محبوب رہنما کو دیکھنے آگے چلے گئے۔ پولیس بڑی مشکل سے انھیں کار تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئی۔

صدر قذافی کی آمد سے قبل ہوائی اڈے پر لوگوں کے بوجھ سے ایک ٹین کی چھت گر گئی جس سے اکیس افراد زخمی ہو گئے۔ زخمیوں کو فوراً ایمبولنسوں کے ذریعے ہسپتال میں پہنچا دیا گیا۔ کراچی الیکٹرک کمپنی کا ایک ملازم بھی زخمی ہوا۔ صدر قذافی کل بانی پاکستان حضرت قائداعظم کے مزار پر حاضری دیں گے۔

صدر قذافی کی کراچی میں تقریر

آج رات کراچی میں گورنر سندھ کی ضیافت میں تقریر کرتے ہوئے صدر قذافی نے کہا کہ کل جب ہم پاکستان سے رخصت ہوں گے تو ہمیں یوں محسوس ہو گا جیسے ہماری روحیں ابھی تک آپ کے ساتھ ہیں۔ صدر قذافی نے کہا میں نے اکثر اس بات کو دہرایا ہے، کہ پاکستان اور لیبیا کے درمیان برادرانہ جذبات کو عملی شکل دی جائے، میں جانتا ہوں کہ دو دن پاکستان جیسے عظیم ملک کے دورے کے لئے ناکافی ہیں۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں

کہ ہم برادرانہ سطح پر پھر ملیں گے۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں ایک دوسرے کے سمجھنے کی ضرورت نہیں ہم جب بھی چاہیں مل سکتے ہیں۔

صدر قذافی نے کہا۔ میرے اور میرے ساتھیوں کے پاس اس مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرنے کے لئے الفاظ نہیں جو ہمیں پاکستان میں ملی۔ انھوں نے کہا کہ میں اس بات سے بڑا متاثر ہوا ہوں کہ پاکستان کے ایک صوبے پر ایک خاتون کی حکومت ہے اور یہ اسلامی شریعت کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ شریعت نے مردوں اور عورتوں کو مساوی حقوق دیئے ہیں میرے ملک میں بھی خواتین کا معیار بلند کرنے کے لئے بڑی کاوش کی جا رہی ہے ہزاروں خواتین تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ اور لیبیا کی نئی نرسیں ہسپتالوں میں اپنی پاکستانی بہنوں کے ساتھ کام کر رہی ہیں۔

انھوں نے کہا ہم ترقی چاہتے ہیں لیکن اگر ہم مغربی معاشرے کی پیروی نہیں کریں گے انھوں نے کہا کہ لیبیا کی خواتین کی اسلامی شریعت کے مطابق حوصلہ افزائی کی جاتی ہے انھوں نے اپنی مہمان نوازی پر پاکستان کے باشندوں کا شکریہ بھی ادا کیا۔

لیبیا کے مرد مجاہد کو انتہائی گرمجوشی سے رخصت کیا گیا

لیبیا کے صدر معمر قذافی نے ۲۸ فروری کو کراچی میں کہا کہ دوسری اسلامی سربراہ کانفرنس کی کامیابی کا سہرا میرے دوست جناب بھٹو کے سر ہے۔ اور عالم اسلام کے لئے یہ سربراہ کانفرنس غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔ اسلامی کانفرنس اور پاکستان کے سہ روزہ سرکاری دورے کے اختتام پر وطن روانہ ہونے سے پہلے کراچی کے اڈے پر ریڈیو پاکستان کی بیرونی سروس کو انٹرویو دیتے ہوئے صدر قذافی نے کہا کہ سربراہ کانفرنس سے مسلمان ملکوں کے درمیان تعلقات کو مستحکم بنانے کا مقصد پورا ہو گیا ہے۔ اس کا سہرا جناب بھٹو کے سر ہے جنھوں نے کانفرنس کی کارروائی انتہائی عمدگی اور قابلیت سے انجام دی۔ اور مسلمان ملکوں کے لیڈروں کی رہنمائی کی مختلف ممالک کے لئے تیل کی الگ الگ قیمتیں مقرر کرنے کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے صدر قذافی نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان جنگ

اب بھی جاری ہے۔ اور اگر اسرائیل عربوں کے غصب شدہ علاقوں سے دستبردار نہیں ہو گا تو وہ سارے عالم اسلام کو فلسطینیوں کو نشانہ پائے گا۔

صدر قذافی سے جہاد فنڈ کے قائم کرنے کے متعلق ان کی تجویز کے بارے میں بھی سوال کیا گیا اس کے جواب میں صدر قذافی نے یاد دلایا کہ سربراہ کانفرنس میں ایک قرارداد منظور کی گئی ہے جس میں اسلام کے مقاصد کو مستحکم بنانے اور مسلمان ملکوں کے درمیان تعاون کو بڑھانے کے سلسلہ میں مستقل بنیاد پر فنڈ قائم کرنے کی تجویز ہے۔

لیبیا کے صدر نے کہا کہ میری تجویز پر مثبت ردعمل ظاہر کیا گیا تھا۔ آخر میں صدر قذافی نے اپنے پرتپاک اور والہانہ استقبال کے لئے پاکستان کی حکومت اور عوام کا شکریہ ادا کیا۔ صدر قذافی نے یہ انٹرویو عربی میں دیا۔ صدر قذافی پاکستان کا دورہ کر کے جس کی یادیں پاکستانیوں کے دلوں میں ہمیشہ تازہ رہیں گی۔ ۲۸ فروری کو سہ پہر کراچی سے طرابلس واپس روانہ ہو گئے۔ ہوائی اڈے پر پاکستان کے دوست ملک لیبیا کے صدر کو انتہائی گرمجوشی کیساتھ الوداع کہا گیا انھیں الوداع کہنے والوں میں وزیر اعظم بھٹو، گورنر سندھ وزراء اور اعلیٰ حکام ہوائی اڈے پر موجود تھے۔

عظمت کے نشان

امام العصر، شیخ الاسلام، جلیل القدر
فرزند توحید، جلالۃ الملک

شاہ فیصل

شاہ فیصل کو عبدالعزیز ابن سعود کے چالیس بیٹوں میں تیسرا درجہ حاصل ہے۔ شاہ فیصل جب چھوٹی عمر میں تھے تو اس وقت بھی ان کی خداداد صلاحیتوں سے یہ عیاں ہوتا تھا، کہ وہ انتہائی تابناک مستقبل رکھتے ہیں، انھوں نے بچپن ہی میں قرآن حکیم پڑھا اور جب ذرا بڑے ہوئے تو گھوڑ سواری میں تربیت حاصل کی۔ دور جوانی میں انھوں نے اپنے والد کے ساتھ کئی فوجی مہمات میں حصہ لیا۔

۱۹۳۱ میں جب ابن سعود نے اپنی سلطنت کو مستحکم کر لیا تو شاہ فیصل کو وزیر خارجہ نامزد

کیا گیا۔ اس حیثیت میں انھوں نے یورپ اور امریکا کا تفصیلی دورہ کیا۔ ۱۹۵۳ء میں جب ان کا والد کا انتقال ہوا تو شاہ فیصل کے بڑے بھائی شاہ سعود سعودی عرب کے شہنشاہ مقرر ہوئے لیکن بدقسمتی سے وہ اپنے آپ کو اس عہدے کا اہل ثابت نہ کر سکے۔ چنانچہ سعودی عرب کو تیل سے جتنی آمدنی ہوتی تھی، شاہ سعود اسے محلوں کی تزئین و آرائش، کیڈلک کاروں کی خریداری اور اقربا پروری پر خرچ کر دیتے تھے۔

۱۹۵۸ء میں ملک کے خزانہ کی حالت دگرگوں ہوگئی۔ شاہ سعود نے شاہ فیصل کو وزیر اعظم بننے کی دعوت دی۔ ۱۹۶۴ء میں شاہی خاندان کے افراد نے محسوس کیا کہ حالات بہت خراب ہو چکے ہیں۔ لہٰذا اب شاہ سعود کو دستبردار ہو جانا چاہیئے۔ چنانچہ انھوں نے شاہ سعود کو مجبور کیا کہ وہ شاہ فیصل کی حمایت میں دستبردار ہو جائیں۔ شاہ فیصل نے پس و پیش کے بعد یہ ذمہ داری قبول کر لی۔

شاہ فیصل اور شاہ سعود کی عادات و اطوار میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ شاہ فیصل بہت مذہبی اور اصولوں کے پابند واقع ہوئے ہیں وہ سگریٹ نہیں پیتے اگر کبھی کبھار شوق کریں تو تنہائی میں سگریٹ پیتے ہیں شراب کو ہاتھ تک نہیں لگاتے اور ان کا بیشتر وقت تفریحی سرگرمیوں کی بجائے مملکت کے فرائض کی انجام دہی میں گزرتا ہے انھوں نے اپنی زندگی میں چار شادیاں کیں۔ اس وقت ان کی ایک اہلیہ ہیں جس کے بطن سے چار لڑکیاں اور پانچ لڑکے ہیں۔ لڑکیاں پردے کی سختی سے پابند ہیں۔ ان کے متعلق بہت کم سننے میں آتا ہے۔ البتہ ان کے لڑکے آکسفورڈ، کیمبرج اور پرنسٹن کالجوں کے تعلیم یافتہ ہیں۔

شاہ فیصل کو اگر دنیا کا سب سے محنتی شہنشاہ کہا جائے تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ زیادہ محنت کرنے والے دوسرے منتظمین کی طرح وہ بھی السر کی بیماری کا شکار رہیں۔ قبل ازیں وہ ۱۸ گھنٹے کام کرتے ہیں لیکن اپنی بیماری کی وجہ سے وہ اب ۱۴ گھنٹے کام کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ جب ان سے ان کی صحت کے بارے میں دریافت کیا جائے تو وہ کہتے ہیں " ابھی تک زندہ ہوں "۔ شاہ فیصل سحر خیز ہیں، صبح اٹھ کر نماز پڑھتے ہیں پھر مختلف ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد ریاض میں واقع اپنے جھونپڑے سے صدارتی محل کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ شاہ سعود نے ۱ کروڑ ڈالر کی لاگت سے ایک محل تعمیر کروایا تھا لیکن شاہ فیصل اسے استعمال نہیں کرتے۔ وہ آرائش و زیبائش

کے مخالف ہیں چنانچہ جب ایک ماہر زیبائش نے محل میں شاہ فیصل کی خواب گاہ سے ملحق ایک عالیشان باتھ نصب کیا تو شاہ فیصل نے حکم دیا کہ اسے وہاں سے فوراً ہٹا دیا جائے انھوں نے کہا کہ ہمارا خاندان سادگی کا قائل ہے۔

جمعرات کی صبح کو شاہ فیصل ایک مجلس کا انعقاد کرتے ہیں۔ یہ رسم عالم عرب میں زمانہ قدیم سے چلی آ رہی ہے۔ اس مجلس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں عورت، مرد، غریب، امیر، چھوٹا، بڑا ہر شخص شہنشاہ سے اپیل کر سکتا ہے۔ شاہ فیصل یہ شکایات عملی اقدام کے لئے متعلقہ وزیروں کے حوالے کر دیتے ہیں یا موقعہ پر ہی فیصلہ سنا دیتے ہیں۔ بعض خواتین شاہ فیصل کو اس وقت بھی روک لیتی ہیں جب وہ کار پر جا رہے ہوتے ہیں اور ان کے آگے اپنی درخواست پیش کرتی ہیں۔ ہر روز دوپہر کے وقت شاہی محل کے صدر دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ ہر اس شخص کو جس کو محل کے اندر داخل ہونے کی اجازت دی جاتی ہے۔ وہ شاہ فیصل کے ساتھ ظہرانے میں شامل ہو سکتا ہے۔ اس موقعہ پر سرکاری افسران اور دوسرے کارکن لوگ شامل ہوتے ہیں جنھیں اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے محل کے اندر داخل ہونا پڑتا ہے۔ شاہ فیصل کی ظہرانے کی میز ۲۰ نشستوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ سہ پہر کو وہ ایک غیر رسمی دعوت منعقد کرتے ہیں۔ جس میں سو کے قریب قبائلی لیڈر اور کاروباری لوگ مدعو ہوتے ہیں۔

شاہ فیصل انگریزی، فرانسیسی اور ترکی زبان جانتے ہیں لیکن سرکاری امور کی انجام دہی کے لئے عربی زبان کو ترجیح دیتے ہیں جب وہ غیر ملکی افراد سے ملتے ہیں تو ایک مترجم ان کی معاونت کرتا ہے لیکن بعض اوقات وہ مترجم کی بھی تصحیح کرتے ہیں۔ شاہ فیصل کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ دوسروں کی بات بڑے تحمل سے سنتے ہیں اور اس عرب ضرب المثل پر یقین رکھتے ہیں، کہ خدا نے انسان کو ایک زبان اور دو کان عطا کئے ہیں تاکہ ہم جتنی باتیں کرتے ہیں اس سے دو چند سن سکیں۔

سعودی عرب میں فی الحقیقت کسی سیاسی جماعت یا کسی فرد واحد کی حکومت نہیں ہے بلکہ صرف اور صرف قرآن کی حکمرانی ہے اور اس سرزمین کا قانون صرف اسلام ہے۔ یہاں زندگی کے ہر شعبے میں قرآنی اصولوں اور ضابطوں کی کارفرمائی ہے۔ شاہ فیصل اپنے عوام پر ایک قبائلی

سربراہ کی طرح حکومت کرتے ہیں۔ اور اگر کسی معاملے میں مشورہ لینا ہو تو اس سلسلہ میں اپنے وزراء اور سوتیلے بھائیوں سے رجوع کرتے ہیں۔ سعودی عرب میں مذہب کے اصولوں کی سختی سے پابندی کی جاتی ہے۔ نماز کے اوقات میں دکانیں بند کر دی جاتی ہیں۔ جرائم کی سزا قرآنی احکامات کے مطابق دی جاتی ہے مثلاً زنا کی سزا سنگسار ہے اور چوری کا جرم ثابت ہو جانے پر ہاتھ کاٹ دیئے جاتے ہیں۔ قتل کی سزا موت ہے۔

سعودی عرب کا ۹۸ فیصد حصہ بنجر اور بیابان ہے اور ریگستانوں پر مشتمل ہے گرمیوں میں دوپہر کو درجہ حرارت ۱۲۰ ڈگری تک پہنچ جاتا ہے رات نسبتاً ٹھنڈی ہوتی ہے۔ سعودی عرب کی صحیح آبادی کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا تاہم محتاط اندازوں کے مطابق یہ آبادی ۴۴ لاکھ سے ۸۲ لاکھ کے درمیان ہے ملک میں کاریگروں اور فنی ماہرین کی کمی ہے اس وقت یہاں ۴ لاکھ سے زائد غیر ملکی باشندے کام کر رہے ہیں۔ تعمیر و مرمت کے شعبوں میں زیادہ تر یمنی اور دفتروں میں اردنی باشندے ملازم ہیں۔ سعودی عرب میں تیل جیسی دولت کی دریافت کوئی پرانی بات نہیں ہے۔ بنجر اور بیابان سرزمین غیر ملکیوں کے لئے کوئی کشش نہیں رکھتی تھی۔ پھر ۱۹۳۳ء میں کیلی فورنیا کی ایک تیل کی کمپنی کی دریافت کی امید لے کر اس سرزمین میں وارد ہوئی۔ ۱۹۳۸ء میں تیل کا پہلا کنواں کھودا گیا۔ اور اس کے بعد کی تحقیقات نے اس حقیقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ وسیع و عریض تپتے ہوئے ریگستان کے سینے میں سیال سونے کی صورت میں تیل کا سمندر موجزن ہے کون کہہ سکتا تھا کہ آگے چل کر یہ دولت مغربی ملکوں کی شاہ رگ ثابت ہوگی اور اس شاہ رگ پر عربوں کا ہاتھ ہوگا۔

شاہ فیصل یہودیوں کو مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن سمجھتے ہیں اور مسجد اقصیٰ پر یہودیوں کی عملداری، انھیں کسی لمحہ چین نہیں لینے دیتی۔ ان کی صرف ایک خواہش ہے کہ وہ اس دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے حضرت عمر کی مسجد میں نماز پڑھ سکیں۔

پاسبان حرمین شریف رئیس الاسلام

رئیس الاسلام و پاسبان حرمین شریف نفضیلت مآب جلالۃ الملک شاہ فیصل درے دامے

آج تک اسلام کی جو خدمت کر چکے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ و مخفی نہیں ہے۔ اس عالم کی ہماہمی و رونق اقوام کے دم سے ہے۔ مگر اقوام کی زندگی کچھ افراد یا کسی ایک فرد کے دم سے وابستہ ہوتی ہے۔ قومیں مرتی ہیں اور زندہ ہوتی ہیں اور کچھ فرد ایسے ہوتے ہیں جن کا مرنا قوموں کا مرنا ہوتا ہے اور وہ اپنے ظہور کے اندر ایک پوری قوم اور ملک کی زندگی کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔

ایک چراغ سے ہزاروں چراغ روشن ہو جاتے ہیں آگ کی ایک چنگاری آتش کدوں کو شعلوں سے بھر دیتی ہے۔ ایک بیج ہزاروں شاخیں اور پھل پیدا کر دیتا ہے۔ شہوار کا ایک دانہ پورے تاج کی زینت بڑھا دیتا ہے۔ کیوڑے کے ایک پھول سے پوری بستی مہک جاتی ہے یہی حال قوموں اور ملکوں کا بھی ہے۔ قوموں میں جب زندگی آتی ہے تو ہزاروں افراد کے ذریعہ نہیں بلکہ ہمیشہ سرچشمہ حیات ایک یا چند نفوس ہی ہوتے ہیں۔

ایک ہی انسان چاہیئے جو انسان ہو اور پوری قوم اور پورے ملک و ملت کو زندہ و تابندہ کر دے ؎

قیس سا پھر کوئی اٹھا نہ بنی عامر سے
فخر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ہی ایک شخص

اور کہ بقول غالب ؎

کون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق
لب ساقی پہ مکرر ہے صلہ میرے بعد

جلالۃ الملک موجودہ دور اسلام کے ایک ایسے ہی فرزند جلیل، سرنامہ صحیفہ عظمت و جلال وارفع منار الملت والاسلام ہیں جو تن من دھن سے اسلام کی خدمت کر رہے ہیں اور پوری دنیا کے مسلمانوں کو وہ جہاں بھی کہیں ہیں متحد و منسلک کرتے ہیں دن رات کوشاں ہیں۔ اور فروغ اسلام کے لئے اپنا سب کچھ دے دینے کو تیار ہیں۔ اور ان کی مساعی جمیل ملت اسلامیہ کو متحد کرنے کا رستہ بالکل صاف کر دیا ہے۔ اور بڑی سے بڑی رکاوٹ بھی اب مسلمانوں کی کامیابی کے لئے رکاوٹ نہیں بن سکتی اور ہم پہ ایسی راہ

عمل کھول دی۔ کہ جب تک ہم خود اپنے کو شکست نہ دینا چاہیں ہمیں کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ ان کی ذات گرامی ہمیں قربانی، استقامت اور اتحاد کا سبق دیتی ہے۔ قربانی سے مقصود یہ ہے کہ مقصد کی راہ میں ہم ہر طرح کی تکلیف و مصیبت جھیلنے کو تیار رہیں۔ اور استقامت سے مراد یہ ہے کہ جادہ استقلال پر جمے رہیں۔ اور کبھی اس سے منہ نہ موڑیں اور اتحاد سے مقصود یہ ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک مرکز پہ متحد ہو جائیں اور اپنے مسائل کا حل باہمی طور پہ خود آپ تلاش کریں۔ سیاسیات عالم کے سم سم " نہ تلاش کرتے پھریں۔ وہ کون سا عقدہ ہے جو باہمی فکر و تدبر سے حل نہیں ہوتا۔ وہ کون سا طلسم ہے جسے مسلمانوں کا باہمی اتحاد پاش پاش نہیں کر سکتا۔ اگر ہمارے یہ باہمی فاصلے مٹ جائیں تو منزل کوئی دور نہیں۔ اگر ہم جھوٹی منزلوں کے فریب میں نہ آتے اور آپس میں ہم قدم ہو کر اسلام کے بتلائے ہوئے راستے پہ چلتے رہتے تو نہ جانے اب کہاں ہوتے ؎

منزلوں کے فریب نے مارا
چلتے رہتے تو اب کہاں ہوتے

شیخ المجاہدین، محبوب الاسلام والمسلمین، غنیمِ ملت البطل العظیم کرنل

معمر القذافی سیف الاسلام

ہم نئی زندگی کے مطرب ہیں
زمزمے ولولوں میں ڈھالیں گے
اپنے ساز طرب کی "تانوں" سے
تیرہ ماحول کو اجالیں گے
مردہ جسموں فسردہ نبضوں میں
روح پھونکیں گے جان ڈالیں گے
وہ سنو موت کے حصاروں سے
زیست آواز دے رہی ہے ہمیں
توڑ کر ہر طرح کی زنجیریں
ساتھیو آؤ مل کے بڑھے چلیں

یکم ستمبر ۱۹۶۹ء لیبیا کی تاریخ میں ایک عظیم انقلاب کا نام ہے۔ شاہ ادریس آنکھوں کے علاج کی غرض سے ترکی گئے ہوئے تھے۔ ان کا ولی عہد رنگ رلیوں میں محو تھا۔ یکم ستمبر کی شب کو ایک تقریب ہو رہی تھی، جس میں شاہ کے وفادار فوج اور پولیس کے حکام مہمان خاص تھے۔ کرنل قذافی اور ان کے ساتھیوں نے چھاپہ مارا اور ان سب کو گرفتار کر لیا اور صبح سات بجے تک طرابلس فوجیوں کے قبضے میں تھا۔ اور لیبیا میں شاہ ادریس کی حکومت کا تختہ الٹ چکا تھا۔

یکم ستمبر کو کرنل قذافی برسر اقتدار آئے اور گیارہ دسمبر ۱۹۶۹ء کو ایک حکم نامہ جاری کیا جس سے ملک میں اسلامی قوانین کے نفاذ کی تدابیر کو عملی جامہ پہنانے کا کام شروع ہو گیا۔ عدالت عالیہ کے چیف جسٹس جناب علی منصور کی زیر کمان ایک کمیٹی قائم کر دی گئی۔ برسر اقتدار آتے ہی کرنل قذافی نے شراب، جوا اور زناکاری کا لیبیا میں خاتمہ کر دیا۔ غیر ملکیوں کو وہاں سے نکال دیا۔ امریکیوں سے طرابلس میں (W-heelus Base) اور برطانویوں سے طبروق میں (El - Adam Base) خالی کروا لئے۔

کرنل قذافی کو عیش و عشرت سے کوئی علاقہ نہیں، سپاہیانہ جفاکش اور سادہ زندگی

بسر کرتے ہیں اسلام سے ان کو عشق ہے۔ قرآن حکیم کو سرمایہ حیات سمجھتے ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم ہر وقت گھر اور دفتر میں ان کے پاس ہوتا ہے۔ اپنی ایمان افروز اور ولولہ انگیز تقاریر عربی زبان میں کرتے ہیں۔ عربی زبان سے ان کو فریفتگی کی حد تک لگاؤ ہے۔

ایک بار ایک فرانسیسی نامہ نگار کو انٹرویو دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ میرا ذہن آیات القرآن کی تفہیمات نے تیار کیا ہے۔ نہ روسو کی کتابوں نے۔ کتابیں میں نے حسب ضرورت پڑھی ہیں مگر کسی کتاب نے مجھے ایسا متاثر و متحرک نہیں کیا، جیسا قرآن حکیم نے۔ قرآن میرا مرشد ہے، مربی ہے، رہنما ہے، اس کے بارے میں بلا خوف تردید یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ اگر روسی کمیونسٹ کشادہ دلی سے قرآن پڑھیں اور اسے سمجھیں تو خیمہ اسلام میں آجائیں۔ اور دنیائے اسلام کو مٹانے کی بجائے کمیونزم کو مٹانا شروع کردیں۔

دنیا ایک رزم گاہ ہے۔ میدان کارزار ہے اور جس چیز کو عمل کہا جاتا ہے دراصل یہ ایک حریفانہ کشمکش و آزمائش کا نام ہے۔ جس طرح جنگ میں رہنے والے سپاہیوں کو فتح و شکست کے سوا چارہ نہیں۔ وہ کبھی زخمی کرتے ہیں اور کبھی خود زخمی ہوتے ہیں۔ اسی طرح دنیا میں بھی جو مخلوق بستی ہے اسے کامیابی اور ناکامی سے چارہ نہیں۔ کیا ضرور ہے کہ ہمیشہ ہماری تلوار اور دشمن کی گردن ہو۔ کیوں نہ ہم اپنے سینوں کو زخموں سے آراستہ کریں۔ بستر پر آرام کرنے والوں کو رونا چاہیئے۔ کہ پاؤں پر کانٹا چبھ گیا۔ لیکن سپاہی کو زخم لگا کر بھی اف نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اس کی جگہ تو بستر نہیں بلکہ میدان جنگ ہے شکست و زخم کا خوف ہے تو میدان جنگ میں قدم ہی نہ رکھو اور تلواروں سے بچنا چاہتے ہو تو تمھارے لئے بہتر جگہ پھولوں کی سیج ہے۔ چلو گے تو ٹھوکر کھاؤ گے۔ لڑو گے تو زخم سے چارہ نہیں۔ بس اگر ٹھوکر کھا چکے ہو تو آنکھیں کھولو اور بیٹھ کر رونے کی جگہ تیزی سے چلو۔ کیوں کہ جتنی دیر بیٹھ کر تم نے گھٹنا سہلانا ہے اتنی دیر میں قافلہ اور دور نکل جائے گا۔

دل میں منزل کی لگن ہو تو میرے ہم سفرو
پھول بن جاتا ہے ہر خار ذرا تیز چلو

پھر اگر دشمن کی کاٹ نے زخمی کیا ہے تو بھاگتے کیوں ہو۔ آپس کی سر پھٹول کیا معنی،

یہ لسانی وطبقاتی جھگڑے کیسے۔ یہ سیاسی و معاشی خلفشار و انتلا کس لئے۔ مایوسیوں اور ناکامیوں کا یہ واویلا تمہیں زندگی سے اور دور لے جائے گا۔ مایوسی خودکشی ہے اور امید زندگی ہے۔ اور زیادہ عزم صمیم اور چابک دستی سے پیکار و جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ کیونکہ جب تک دوسروں کو زخمی کرتے تھے زیادہ ہمت مطلوب نہ تھی لیکن زخم کھا کر تم نے معلوم کیا کہ دشمن توقع سے زیادہ قوی ہے اور اب پہلے سے زیادہ ہمت اور مستعدی مطلوب ہے۔

زندگی کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ ہر فرد ایک پیکر امید ہو اور اپنے دل کو امید کی جلوہ گاہ سمجھتا ہو۔ مصیبتیں زندہ قوموں کو مایوس نہیں کرتیں بلکہ غفلت سے ہوشیار کر دیتی ہیں۔ اور عبرت و تنبیہ کی صورت میں ان کے سامنے آتی ہیں۔ وہ مصائب کے طوفان کو دیکھ کر بھاگتی نہیں۔ بلکہ اس راہ کو ڈھونڈ کر بند کرنا چاہتی ہیں جہاں سے طوفان نے آنے کی راہ نکالی ہے جب قومیں عزم صمیم کے ساتھ ڈٹ جاتی ہیں تو مصائب ان کے لئے رحمت ہو جاتے ہیں اور ناکامیاں ان کے لئے کامیابی کا دروازہ کھول دیتی ہیں وہ جس قدر کھوتی ہیں اس سے زیادہ پالیتی ہیں۔ اور جس قدر گرتی ہیں اتنا ہی زیادہ مستعدی سے اٹھتی ہیں۔ وہی دنیا جو کل تک ان کے لئے نامرادیوں کا دوزخ ہوتی ہے یکایک کامیابیوں کا بہشت بن جاتی ہے۔ یہی بہشت امید ہے جس کے رہنے والوں کی نسبت کہا گیا ہے کہ کامیابی و فیروزمندی کے تخت پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے۔ غم و اندوہ کی سوزش و تپش کا انہیں حس تک نہ ہو گا۔ کیونکہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتیں۔

اور اسی طرح قومی زندگی کے ایام ممات اور انسانی ارتقائے حیات کا سدباب اس دن سے شروع ہوتا ہے جس دن کاشانہ دل سے امید کا جنازہ اٹھتا ہے اور مایوسی کا لشکر فنا امنڈتا ہے۔

دنیا میں واقعات کا مطالعہ کرنے کے لئے ہمیشہ دو طرح کی نظریں رہی ہیں۔ ایک امید کی اور دوسری نا امیدی کی۔ اور اسلام ہم کو ہمیشہ امید کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام ایک قوت الہیہ ہے جس کی زندگی انسانوں اور قوموں سے وابستہ نہیں بلکہ قوموں کی زندگی اس کی متابعت اور معیت سے وابستہ ہے۔ پھر قومیں مٹ سکتی ہیں۔ انسان فنا ہو سکتے ہیں پر اسلام تہذیب

مٹ سکتا۔ اسلام فنا نہیں ہو سکتا۔ ایک لافانی قوت فانی کیسے ہو سکتی ہے وہ اپنے خدائے لازوال کی غیر فانی قوت کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ کیونکہ وہ صداقت ہے اور صداقت کب نہ تھی، کب نہ ہو گی ؟

اسلام کا ظہور ہمارے ظہور کے ساتھ نہیں ہوا بلکہ ہم نے اس کے دم سے اپنی ہستی کو برقرار رکھا ہے آج سے تیرہ سو برس پہلے جب غار حرا سے حق کی روشنی پھوٹی تھی، تو کیا ہمارا ہاتھ اس کا محافظ تھا۔ کیا بدر اور حنین کے میدانوں میں ہم تھے۔ وہ تو تین سو فاقہ کش تھے اور آسمان سے نازل ہونے والے وہ فرشتے جنھوں نے تین ہزار مشرکین و کفار کو خاک و خون میں ملا دیا تھا۔ ہم سے پہلے جس قوت نے ہمیشہ علم توحید کی حفاظت کی ہے۔ کیا وہ آج ہماری بجائے کسی دوسری قوم کو بھیج کر نہیں کر سکتی۔

اس تیرہ سو برس کے عرصہ میں کتنی قومیں آئیں اور اپنی اپنی باری میں حفاظت اسلام کی خدمت انجام دیکر چلی گئیں۔ جب تک انہوں نے اسلام کا ساتھ دیا اور اپنے اعمال و اعتقادات میں اس سے منہ نہ موڑا۔ اس وقت تک وہ بھی ان کے ساتھ رہا۔ لیکن جب انھوں نے اپنی صلاحیت اور قابلیت کھو دی۔ اور اس مقصد کو بھول گئے جس کی انجام دہی کے لئے زمین کی وراثت ان کو دی گئی تھی قرآن کا دور کارفرمائی ختم ہو گیا اور اللہ نے اپنے دین کی حفاظت کی امانت کسی دوسری جماعت کے سپرد کر دی۔ وہ اپنے کلمۂ مقدس کی حفاظت کے لئے ہمارا محتاج نہیں بلکہ ہم اپنی زندگی کے لئے اس کے دین مبین کی خدمت گزاری کے محتاج ہیں۔ جیسا کہ سورۂ نسا میں ارشاد ہوا ہے :

> اگر تم اس کے آگے نہ جھکو گے تو وہ تمھارا کچھ محتاج نہیں ہے کیونکہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کے زیر حکم ہے اور وہ بے نیاز اور ہمہ صفت موصوف ہے اگر وہ چاہے تو اے مغرور انسانوں تم سے اپنی زمین کو خالی کر دے اور اس کی جگہ دوسری قوموں کو لا بسائے اور وہ ایسا کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔"

میزبانِ قمۃ الاسلامیہ
وزیرِ اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو

پاکستان میں ہونے والی کانفرنس عالمِ اسلام کی تاریخ میں ایک اہم تاریخی واقعہ ہے۔ یہ برصغیر میں مسلم عوام کی احیائے اسلام کی اس تحریک کا حصہ ہے جس کا خواب جمال الدین افغانی نے دیکھا۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے اس کی تعبیر پیش کی۔ اور قائدِ اعظم نے اس کے لئے برصغیر میں ایک ایسی ریاست تشکیل کی جس کا بنیادی مقصد اتحادِ عالم کی تحریک کے لئے جدوجہد کرنا ہے۔ آج اتحادِ عالمِ اسلامی کی تحریک اسلامی کانفرنس کی حیثیت میں ہمارے سامنے ہے۔ اور زندگی کے ہر شعبے میں اس کانفرنس کی کامیابی کے لئے ایک زبردست جوش و خروش پایا جاتا ہے۔ یہ کانفرنس حقیقی معنوں میں پاکستانی عوام کی قومی امنگوں کی آئینہ دار ہے اور یہ اقدام میزبانِ قمۃ اسلامیہ وزیرِ اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے تدبر، فراست اور سیاسی بصیرت کا مقدس نتیجہ ہے۔

جناب بھٹو کی سیاسی و ملّی کوششوں کا جائزہ

اسلامی سربراہ کانفرنس کے میزبان وزیرِ اعظم ذوالفقار علی بھٹو ۱۹۵۴ء سے پاکستان کی سرگرم سیاست میں عملی حصہ لے رہے ہیں۔ اکتوبر ۱۹۵۸ء میں وہ صرف ۳۰ سال کی عمر میں پاکستان کے وزیرِ تجارت مقرر ہوئے۔ پاکستان کی تاریخ میں ذوالفقار علی بھٹو سب سے کم عمر مرکزی وزیر تھے۔ مسٹر بھٹو کو اپنے طالب علمی کے زمانہ سے ہی سیاست اور بین الاقوامی امور سے گہری دلچسپی رہی ہے۔ ان کے والد ماجد شاہنواز بھٹو برصغیر جنوب ایشیا کے ایک سرکردہ لیڈر تھے انہوں نے سندھ کو بمبئی پریذیڈنسی سے علیحدہ کرانے کی جدوجہد میں بے حد نمایاں اور کلیدی کردار انجام دیا۔ سندھ کی پریذیڈنسی سے علیحدگی کا واقعہ آخر کار پاکستان کے قیام میں ایک سنگِ میل ثابت ہوا۔ قائدِ اعظم

محمد علی جناح، بھٹو خاندان کے ایک دوست اور ذوالفقار علی کی پسندیدہ شخصیت اور آئیڈیل تھے ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے زمانہ طالب علمی کے دوران بمبئی میں عملی سیاست کا آغاز برصغیر میں مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ وطن کے حصول کی تحریک میں حصہ لے کر لیا۔

بمبئی میں ہائی اسکول تک تعلیم مکمل کرکے ذوالفقار علی بھٹو اعلیٰ تعلیم کے لئے امریکہ چلے گئے جہاں انہوں نے ۱۹۴۷ میں لاس اینجلز میں یونیورسٹی آف سدرن کیلیفورنیا میں داخلہ لیا۔ اس کے بعد ۱۹۴۹ میں انہوں نے برکلے کی یونیورسٹی آف کیلیفورنیا میں داخلہ لے لیا۔ ایک باعمل اور سرگرم طالب علم کی حیثیت سے بین الاقوامی مسائل پر بحث کے لئے انہوں نے کالج کی مختلف انجمنوں اور اداروں کو ذریعہ بنایا، ان کے اوائل زمانہ کی تقریروں میں سے ایک اپریل ۱۹۴۸ میں لاس اینجلز میں "ورثہ اسلام" کے عنوان پر ان کا خطاب تھا جس میں انھوں نے کہا۔

"میں آپ کو اسلام کے بارے میں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔ اسلام جو دور ماضی کی آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی ایک روشنی تھی اور جو آج بھی اندھیروں کو چمکانے والا ایک نور ہے اور جو آنے والے کل کے لئے بھی ایک روشنی ہے۔ اسی بنیاد پر میں اسلام کے مستقبل کا تصور کر سکتا ہوں۔"

اسلام کے بارے میں ذوالفقار علی بھٹو کا یہی تصور تھا جو ان کی ملکی اور بیرونی پالیسیوں کی تشکیل کے عمل میں رہنمائی کرتا رہا۔ انھوں نے اپنی پارٹی پاکستان پیپلز پارٹی کی تشکیل اور اس کے انتخابی منشور کی بنیاد بھی سماجی انصاف کے اسلامی اصول پر ہی رکھی۔ اور ملک کے لئے خارجہ پالیسی کی تشکیل میں بھی اسلام کے عادلانہ سماجی اصولوں کو انہوں نے بنیادی قدروں میں شامل رکھا۔ اور پاکستان کو اسلامی سربراہ کانفرنس کی میزبانی کی سعادت حاصل کرنے کا موقع بخشا۔

برکلے سے جہاں سے ذوالفقار علی بھٹو نے ۱۹۵۰ء میں پولیٹیکل سائنس میں بی اے (آنرز) کیا۔ انھوں نے مشہور قانون دان پروفیسر ہانس کیلسن سے قانون پڑھا۔ اس کے بعد وہ آکسفورڈ یونیورسٹی کے کرائسٹ چرچ کالج گئے۔ جہاں سے انھوں نے ۱۹۵۲ء میں ایم اے جورس پروڈینس میں ایم اے (آنرز) کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے ایک سال کے بعد انھیں لنکن ان بار میں بلایا گیا۔ پھر یونیورسٹی آف ساؤتھمپٹن میں انھیں بین الاقوامی قانون کا لیکچرر مقرر کیا گیا۔ ۱۹۵۴ء میں وہ پاکستان آ گئے اور سندھ مسلم لا کالج کراچی میں قانون دستوریہ پڑھاتے رہے۔ ۱۹۵۴ء سے

سے لے کر ۱۹۵۸ء تک وہ کراچی میں مغربی پاکستان ہائیکورٹ میں بیرسٹر کی حیثیت سے پریکٹس کرتے رہے۔ ایک کامیاب وکیل اور اچھے پروفیسر کی حیثیت سے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا لینے کے باوجود قانون کو زیادہ وقت دینے سے قاصر تھے۔ کیونکہ وہ اندرون سندھ کی سیاست میں عملی حصّہ لے رہے تھے۔

۱۹۵۸ء میں ذوالفقار علی بھٹو کو ایوب خاں کی حکومت میں وزیر مقرر کیا گیا۔ ۱۹۶۲ء میں بنیادی جمہوریتوں کے نظام کے تحت انھوں نے لاڑکانہ سے قومی اسمبلی کا الیکشن جیتا اور اس کے بعد وہ مرکزی حکومت میں مختلف وزارتوں پر ۱۹۶۶ء تک فائز رہے اور ۱۹۶۶ء میں انھوں نے ایوب خاں سے پالیسی پر اختلافات کی بنیاد پر وزیر خارجہ کے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔

وہ آٹھ سال تک مختلف وزارتوں پر فائز رہے جن میں تجارت، ایندھن، بجلی، قدرتی وسائل، امور کشمیر، قومی تعمیر نو، اطلاعات، سیاحت، اقلیتی امور شامل تھیں۔ آخری بار ۱۹۶۳ء سے لے کر ۱۹۶۶ء تک وزیر خارجہ کی حیثیت سے ملک کی خدمات دیتے رہے۔

۱۹۵۸ء میں وزیر تجارت مقرر ہونے سے کبھی پہلے مختلف بین الاقوامی کانفرنسوں میں انہوں نے امور خارجہ پر اپنے علم و واقفیت سے خاصی شہرت حاصل کی۔ ۱۹۵۷ء میں انھوں نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں منعقدہ بحری قانون کی کانفرنس میں پاکستان کے وفد کی قیادت کی بحیثیت ایک مرکزی وزیر، وزیر خارجہ کے عہدہ پر فائز ہونے سے پہلے بھی انھوں نے اپنی مختلف وزارتوں کے دوران ایسی پالیسیاں وضع کیں جن سے پاکستان کے دوسرے ممالک کے ساتھ تعلقات پر عمدہ اثرات مرتب ہوئے مثلاً ایندھن، بجلی اور قدرتی وسائل کے وزیر کی حیثیت سے ۱۹۶۰ء میں ان کی سرکردگی میں پاکستان کا ایک وفد ماسکو گیا جہاں انھوں نے سوویٹ یونین کے ساتھ تیل کے ایک معاہدہ پر دستخط کئے۔ اقتصادی تعاون کے میدان میں روس کے ساتھ پاکستان کا یہ پہلا معاہدہ تھا۔

جموں و کشمیر کے تنازعہ پر بھارت کے ساتھ ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں پاکستانی وفد نے ۶۳-۱۹۶۲ء میں گفت و شنید کے چھ دور مکمل کئے۔ ۵۹ اور ۱۹۶۰ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں وہ پاکستانی وفد کے چیئرمین رہے۔ ۱۹۶۳ء میں وزیر خارجہ مقرر ہونے کے

کے بعد ایک بار پھر ۶۳ء میں انھوں نے جنرل اسمبلی میں پاکستانی وفد کی قیادت کی اور اس کے بعد ۶۴ اور ۶۵ء میں بھی پاکستانی وفود کی قیادت کی اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے نہایت اہم اجلاسوں میں بھی پاکستانی وفد کی قیادت کی۔

ذوالفقار علی بھٹو نے وزیر خارجہ کے عہدے پر فائز رہنے کے دوران پاکستان کے لئے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ان میں سے عوامی جمہوریہ چین اور پاکستان کے درمیان ۱۹۶۳ء میں سرحدوں کے تعین کے ایک معاہدہ پر دستخط اور اس کے بعد آئندہ سال برما کے ساتھ سرحدوں کے تعین کے معاہدہ کی تکمیل شامل ہیں۔ بعد ازاں اپریل ۶۴ء میں بھٹو صاحب نے جکارتہ میں منعقدہ دوسری افرو ایشیائی کانفرنس کے لئے وزرائے خارجہ کے اجلاس میں پاکستانی وفد کی قیادت کی۔

دو ماہ بعد انہوں نے استنبول میں آر سی ڈی (علاقائی تعاون برائے ترقی) ایران، ترکی اور پاکستان کے درمیان ایک معاہدہ پر دستخطوں کے سلسلے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ جولائی ۶۵ء میں انھوں نے الجزائر میں منعقدہ افرو ایشیائی وزرائے خارجہ کانفرنس میں حصہ لیا اور اس کے بعد قاہرہ میں منعقدہ پاکستان متحدہ عرب جمہوریہ، انڈونیشیا اور عوامی جمہوریہ چین کے سربراہوں کی کانفرنس میں پاکستان کی نمائندگی کی۔

۱۹۶۶ء میں تاشقند کانفرنس کے بعد ذوالفقار علی بھٹو ایوب حکومت سے مستعفی ہو گئے اور ۱۹۶۷ء میں ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان پیپلز پارٹی کی مندرجہ ذیل نصب العین کے ساتھ تشکیل کی:

۱۔ اسلام ہمارا مذہب ہے۔

۲۔ جمہوریت ہماری سیاست ہے۔

۳۔ سوشلزم ہماری معیشت ہے۔

۴۔ طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔

اس یقین کے بعد کہ حکومت عوام کے سماجی، اقتصادی اور سیاسی مسائل پر عوام کے ساتھ ہم آہنگ نہیں ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو نے ۱۹۶۸ء میں ایوب خاں کی حکومت کیخلاف

عوام کی تحریک کی قیادت کی۔ حکومت نے ان کی تحریک کو ختم کرنے کی کوشش کے تحت جناب بھٹو کو نومبر ۱۹۶۸ کو جیل میں ڈال دیا۔

۷ دسمبر ۱۹۷۰ کو بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ملک میں انتخابات ہوئے۔ ووٹوں کی گنتی سے ظاہر ہوا کہ ذوالفقار علی بھٹو کی پارٹی نے ووٹنگ کے روایتی قبائلی نظام کو پارہ پارہ کر دیا۔ عوام کو بیدار کر دیا اور عوام کو احساس دلایا کہ سماجی، اقتصادی اصلاحات سے ان کی زندگیوں میں انقلاب برپا ہو گا۔ ذوالفقار علی بھٹو کی پارٹی نے مغربی پاکستان میں قومی اسمبلی کی ۱۳۸ نشستوں میں سے ۸۲ نشستیں جیتیں اور پنجاب سندھ سرحد اور بلوچستان کی صوبائی اسمبلیوں کی ۳۰۰ نشستوں میں سے ۱۴۴ نشستیں حاصل کیں۔ خود جناب بھٹو لاہور، ملتان، لاڑکانہ، بدین اور ٹھٹھہ کے انتخابی حلقوں سے بیک وقت ۵ نشستوں پر منتخب ہوئے۔

ذوالفقار علی بھٹو نے ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو ۴۴ سال کی عمر میں اس وقت پاکستان کی صدارت کا عہدہ سنبھالا جب یحییٰ خاں عوام کے غم و غصہ سے بچنے کے لئے عہدہ صدارت چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے اور پاکستان کے داخلی امور میں بھارت کی مسلح مداخلت کے نتیجہ میں ملک دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔ جناب بھٹو نے یحییٰ خاں کے بعد صدارت کے ساتھ ساتھ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی ذمہ داری بھی سنبھالی مگر اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کرنے کی تیاریوں کا کام بھی شروع کر دیا اور اس کے پہلے قدم کے طور پر مارشل لاء کی جگہ ملک کو ایک عبوری آئین دیا۔ اپریل ۷۲ء میں جب قومی اسمبلی کا اجلاس ہوا تو ذوالفقار علی بھٹو کو صدر منتخب کر دیا تھا انھوں نے عبوری آئین نافذ کر کے مارشل لاء اٹھا لیا۔ پاکستان کے سربراہ مملکت اور اعلیٰ ترین منتظم کی حیثیت سے قومی اسمبلی سے انہوں نے متفقہ اعتماد کا ووٹ حاصل کیا۔

جنگ کے صرف ۶ ماہ بعد جناب بھٹو نے شملہ میں مذاکرات کی میز پر وہ سب کچھ حاصل کر لیا جو مغربی پاکستان ۷۱ء کی جنگ میں کھو چکا تھا جس میں پانچ ہزار مربع میل علاقہ بھی شامل تھا۔ اور یہ سب کچھ انہوں نے کشمیر پر پاکستان کے موقف سے دستبردار ہوئے بغیر حاصل کیا۔

پاکستان پیپلز پارٹی نے اکثریت میں ہونے کے باوجود آئین پر مکمل اتفاق رائے حاصل کرنے کی کوشش کی اور اس مقصد کے لئے پارٹی نے قومی اسمبلی میں نمائندگی کرنے والی تمام

دوسری سیاسی جماعتوں سے مذاکرات کیئے۔ چنانچہ آئین اتفاق رائے سے پاس ہوا۔ اس آئین کے تحت ۲ اگست ۱۹۷۳ کو جناب بھٹو وزیر اعظم منتخب ہوئے اور اس کے دو روز بعد آپ نے یہ منصب سنبھالا۔

فلسطین کے عوام کا مفاد ذوالفقار علی بھٹو کو ہمیشہ عزیز رہا ہے جس کا اظہار آپ ۱۸ اکتوبر کو تہران کی ایک پریس کانفرنس میں کہہ چکے ہیں۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو آرٹ اور ادب سے بھی شغف رکھتے ہیں جب کبھی انھیں وقت ملتا ہے تاریخ اور حاضرہ حالات سے متعلق کتابوں کا مطالعہ کر کے اپنے ذوق کی تسکین کرتے ہیں آپ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں: "منتھ آف انڈی پنڈنس"۔ دی لا آف دی سیز فائر"۔ دی پولیٹیکل سیچوئیشن ان پاکستان"۔ دی گریٹ ٹریجڈی"۔ پاکستان اینڈ دی الائنسز"۔ پیس کیپنگ بائی دی یو این اور "پالیٹکس آف دی پیپل"۔ قابل ذکر ہیں۔

سفرِ اخوت

جناب ذوالفقار علی بھٹو کو صدارت کی کرسی سنبھالنے کے ساتھ ہی جن مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے بیان کی یہاں ضرورت نہیں، تاہم ان کا ایک کارنامہ تو یہ کہیئے کہ انہوں نے اس سیاسی و سفارتی خلا کو پر کر دیا جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بھارت نے ہمیں شکست دی تھی۔ اندرون ملک و بیرون ملک بھارت جو سب سے بڑا ہتھیار ہمارے خلاف استعمال کیا کرتا تھا وہ کند ہو گیا۔ کیونکہ اب وہ یہ کہنے کی جسارت نہیں کر سکتا تھا کہ پاکستانی عوام تو فوجی آمروں کے تسلط سے پسے جا رہے ہیں۔ جناب بھٹو نے اس بنیادی بات پر بھی اپنی اولین توجہ مبذول کی کہ انھوں نے اپنی حیثیت کو عالمی برادری میں تول کر دیکھا۔ کہ پوری دنیا میں وہ کس پلڑے میں گریں تو ان کا وزن سب سے زیادہ موثر و کارگر قوت کے طور پر محسوس کیا جائے گا۔

جیسے ہی انھیں اندرونی نظم و نسق کے بکھیڑوں سے قدرے سانس لینے کی فرصت ہوئی تو انھوں نے برادر ملک ایران کے شہنشاہ اعلیٰ حضرت رضا شاہ پہلوی کو مشورہ کے لئے پاکستان آنے کی دعوت دی اور پھر دوسرے ہمسایہ مسلمان برادر ملک افغانستان کے اعلیٰ حضرت شاہ ظاہر شاہ سے ملاقات کے لئے وہ خود کابل چلے گئے اس کے بعد انھوں نے وسیع پیمانے پر دوسرے مسلمان ملکوں کے سربراہوں سے صلاح و مشورہ کا بیڑا اٹھایا اور مشرق وسطیٰ اور شمالی افریقہ کے ۸ ملکوں کا صرف پانچ دن کے اندر دورہ مکمل کر کے وطن لوٹ آئے۔ اور دو روز قیام کے بعد وہ ایک عظیم تر ہمسائے اور دوست ملک چین کے سربراہوں سے باہمی دلچسپی کے امور پر بات چیت کے لئے ۱۲ جنوری کو پیکنگ روانہ ہو گئے۔ ایران، ترکیہ، مراکش، تیونس، الجزائر، لیبیا، مصر اور شام جیسے اہم ترین آٹھ مسلمان ملکوں کے دورے پر جناب بھٹو ۲۴ جنوری کو روانہ ہوئے اور ۲۸ جنوری تک تین براعظموں میں پانچ دن کے اندر دس ہزار میل سے زائد کا فاصلہ طے کیا۔ جناب بھٹو نے مسلمان ملکوں کے دورے پر انقرہ روانہ ہونے سے پہلے کراچی میں تاجروں

کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ وہ عید کے موقع پہ ملک سے باہر ہوں گے۔ کیونکہ ان کے نزدیک قومی وقار بحال کرنے سے پہلے کسی قسم کی عید یا خوشی کی تقریب منانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ نے قوم سے کہا کہ وہ پاکستان کی پاکیزہ پیشانی سے بدنامی کا داغ مٹانے میں ان کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔ آپ نے یہ اعلان کیا کہ وہ جب تک قومی وقار کو بحال نہیں کر دیتے چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ چنانچہ انہی احساسات و جذبات کو اپنے سینے میں دفن کئے پاکستان کا یہ سوگوار زخم خوردہ اور بے چین صدر اپنے برادر ملکوں کے عوام کے لئے سیمابی کیفیات کے تحفے دامن تار تار میں سمیٹے کراچی کے ہوائی اڈے پہ پہنچا۔ جہاں پہ روانگی سے پہلے پون گھنٹہ تک روسی سفیر سے بات چیت کی۔ اور اسے یہ منوانے کی کوشش کی کہ روس ان کے غیر ملکی دورہ کی تکمیل تک نام نہاد بنگلہ دیش کا ڈھونگ تسلیم کرنے سے گریز کرے۔ آپ نے اپنے ملک کی وکالت کرتے ہوئے روسی سفیر سے کہا کہ "میرا ملک بیشمار مشکلات میں پھنسا ہوا ہے اس لئے جب تک ہمیں مشرقی پاکستان کے لیڈروں سے براہ راست معاملات طے کرنے کا موقع نہیں ملتا، روس کو چاہیئے کہ وہ پاکستان کو اپنے بارے میں خوش فہمی کے احساسات برقرار رکھنے کا موقع دے۔ تاہم روسی سفیر سے اس گفتگو کے بعد صدر بھٹو کا بوئنگ طیارہ صبح ۱۰ بجکر ۵ منٹ پہ انقرہ کے لئے پرواز کر گیا۔ اور راستے میں کچھ دیر کے لئے تہران کے ہوائی اڈے پہ اترا۔

ایران

ایران کے شہنشاہ اعلیٰ حضرت رضا شاہ پہلوی نے تہران کے ہوائی اڈے پہ جناب بھٹو کا نہایت گرمجوشی سے استقبال کیا۔ اگرچہ تہران میں اس وقت سخت برفباری ہو رہی تھی لیکن اس کے باوجود شہنشاہ اپنے معزز مہمان کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ ایرانی وزیر اعظم جناب عباس ہویدا بھی ان کے ساتھ تھے۔ دونوں ملکوں کے رہنماؤں میں ڈیڑھ گھنٹہ کی طویل بات چیت اس امر کی غماز تھی کہ دونوں ملکوں کے سربراہوں کو باہمی دلچسپی کے امور پہ سخت سوچ بچار کی اشد ضرورت تھی۔ موسم کی شدت کا اندازہ اسی بات

سے لگایا جا سکتا تھا کہ وہاں پہ درجہ حرارت نقطہ انجماد سے بھی ۱۶ درجے کم تھا۔ لیکن دونوں ملکوں کے سربراہوں نے فیصلہ کر رکھا تھا کہ ان کے سینے محبت و خلوص کی گرمی و تپش سے برف کو بھاپ اور دشمنانِ اسلام کے پھیلائے سازشوں کے جال کو جلا کر خاک کی مانند اڑا کر رکھ دیں گے۔ جس وقت صدر بھٹو کا طیارہ تہران کے ہوائی اڈے پر اترا تو شہنشاہ ایران کے خصوصی دستے نے گارڈ آف آنر پیش کیا۔ جناب بھٹو کے استقبال کے لئے روس، برطانیہ، اور متعدد مسلمان ملکوں کے سفیر ہوائی اڈے پر موجود تھے۔ ایران میں مقیم پاکستانی باشندے بھی بھاری تعداد میں اپنے صدر جناب بھٹو کی دید کے لئے آئے ہوئے تھے۔ جناب بھٹو کا طیارہ فضا میں نمودار ہوا تو ہوائی اڈہ جناب بھٹو زندہ باد، پاکستان پائندہ باد اور شہنشاہ ایران تابندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھا۔

جناب بھٹو طیارے سے اترتے ہی سب سے پہلے پاکستانی باشندوں سے ملنے کے لئے ان کی طرف لپکے، جس سے مجمع بے قابو ہو گیا اور فرطِ جذبات سے لوگوں کی آنکھوں سے آنسو موتی بن کر ٹپکنے لگے۔ بہت سے جوشیلے پاکستانی طالبعلم دیوانہ وار "ہمارے صدر زندہ باد" کے نعرے لگاتے رہے۔ شہنشاہ اور جناب بھٹو دونوں دس منٹ تک ان جوشیلے نوجوانوں کے نرغے میں رہے۔ دونوں ملکوں کے سربراہوں میں بعد ازاں ایک گھنٹہ تک اپنے مشیروں کی موجودگی میں گفتگو ہوئی اور نصف گھنٹہ تک دونوں سربراہوں نے علیحدگی میں بات چیت کی۔

ایران اور پاکستان کے سربراہوں کی بات چیت مکمل ہو جانے کے بعد ایک مشترکہ اعلان جاری کیا گیا جس میں کہا گیا کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان حالیہ جنگ کے دوران میں دونوں ملکوں سے جن افراد کو قیدی بنایا گیا ہے انھیں جلد از جلد واپس بھیج دیا جائے۔ جنرل اسمبلی کی ۷ دسمبر ۱۹۷۱ اور سلامتی کونسل کی ۲۱ دسمبر ۱۹۷۱ کی قراردادوں کا احترام کیا جائے۔ اور ان پر بلا تاخیر عمل کیا جائے۔ اعلامیہ میں مزید کہا گیا کہ اس علاقے کے ملکوں کو اپنے مسائل حل کرنے کے لئے طاقت کے استعمال کے گریز کرنا چاہئیے۔ دونوں ملکوں کے سربراہوں نے اقوام متحدہ کے ممبر ملکوں پر بھی زور دیا کہ وہ پاکستان اور بھارت کے درمیان

پائیدار امن کے قیام، مستقل جنگ بندی اور بین الاقوامی سرحدوں کے احترام میں دونوں ملکوں
کی فوجوں کی اپنے اپنے علاقوں میں واپسی کے لئے مؤثر طور پر کوشش کریں اور اقوام متحدہ کی
جنرل اسمبلی اور سلامتی کونسل کی منظور کردہ متعلقہ قرار دادوں پر عمل درآمد کرانے کی جدوجہد
کریں۔ دونوں سربراہوں نے اس امر پر بھی اتفاق کا اظہار کیا کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے
مابین آئندہ تعلقات کا فیصلہ دونوں حصوں کے منتخب نمائندوں کے درمیان مذاکرات کے
ذریعے ہونا چاہیئے۔ اور اس بات چیت میں کوئی غیر ملکی مداخلت نہیں ہونی چاہیئے۔

پی آئی اے کا بوئنگ طیارہ جناب بھٹو اور ان کی جماعت کے دوسرے ارکان،
جن میں نصرت بھٹو، جناب بھٹو کے خصوصی معاون مسٹر رفیع رضا اور وزارت امور خارجہ کے
سیکرٹری جناب سلطان محمد خان پاک فضائیہ کے سربراہ ائیر مارشل اے رحیم اور پی آئی اے کے
مینیجنگ ڈائریکٹر ائیر وائس مارشل ظفر چودھری کے علاوہ آٹھ خبر رساں ایجنسیوں اور اخبارات
کے نمائندے بھی شامل تھے کو لے کر جب انقرہ پہنچا تو وہاں پر بھی موسم سخت خراب تھا اس
لئے انقرہ سے تقریباً ۴۵ میل کے فاصلے پر ایک فوجی ہوائی اڈے پر مہمان طیارے کو اترنے
کا اشارہ دیا گیا۔ جونہی طیارہ فضا میں نمودار ہوا تو نیچے عوام و خواص کے جم غفیر سے فلک
شگاف نعروں کی صدائیں آسمان کو چیرنے لگیں۔ طیارہ اڈے پر اترا تو سب سے پہلے جناب
بھٹو دروازے پر نمودار ہوئے۔ اور اس کے ساتھ ہی عظیم ترکیہ کی سرزمین توپوں کی گھن گرج سے
جوشِ مسرت کے ساتھ تھرتھرانے لگی۔ ترکیہ کے عظیم عوام کی طرف سے اپنے دوست پاکستان کے
منتخب صدر کو ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ بعد ازاں ترکیہ کی تینوں مسلح افواج کے چاق و چوبند
دستوں نے صدر پاکستان کو نہایت ہی جوش و خروش کے ساتھ گارڈ آف آنر پیش کیا ہوائی
اڈے پر ترکیہ کے بزرگ رہنما اور بوڑھے صدر جناب جودت سنائی وزیر اعظم جناب ارم اور
اعلیٰ حکام موجود تھے ہر طرف برف باری کے سبب سفیدی کی چادر بچھی ہوئی تھی شدید سرد ہواؤں
کے جھونکے جسموں پر ٹھوکریں لگا رہے تھے۔ لیکن سن رسیدہ بوڑھے ترک صدر جودت سنائے
یخ بستہ ہواؤں میں کھڑے تھے۔ ان کی اہلیہ بھی بیگم بھٹو کے استقبال کے لئے ہوائی اڈے پر
موجود تھیں ان کے خلوص و محبت کا اندازہ تو اس بات سے لگایا جا سکتا تھا کہ واپسی پر بھی

شدید سردی برف باری اور یخ بستہ ہواؤں کے باوجود جناب جودت سنائے ہوائی اڈے پر جم کر کھڑے رہے۔ صدر بھٹو نے ان سے درخواست بھی کی کہ وہ موسم کی خرابی کے سبب واپس تشریف لے جائیں لیکن طیارہ فضا میں بلند ہونے تک وہ نیچے کھڑے ہاتھ ہلا ہلا کر جناب بھٹو اور ان کی جماعت کو الوداع کہتے رہے ان کی بیگم بھی برابر اپنے واجب الاحترام شوہر کے پہلو میں کھڑی رہیں۔

ترکیہ

جناب بھٹو نے ہوائی اڈہ سے مختلف تقریبات میں شمولیت کے بعد سب سے پہلے انقرہ پہنچ کر جدید ترکیہ کے بانی جناب مصطفیٰ کمال اتاترک کے مزار پر حاضری دی ازاں بعد وہ ترکیہ کے ایوان صدر پہنچے جہاں انھوں نے میزبان صدر سے فوری طور پر بات چیت شروع کر دی۔ وزیر اعظم ارم اور ترک وزیر خارجہ بھی اس گفتگو میں شریک ہوتے۔ جناب بھٹو کے ساتھ بات چیت میں ایئر مارشل اے رحیم اور پاک وزارت خارجہ کے سیکرٹری جناب سلطان محمد خان شریک تھے۔ رات کو صدر سنائی نے مہمان صدر کے اعزاز میں ایک پر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا جس میں حزب اختلاف کے سب سے بڑے بزرگ رہنما خصوصاً جناب اتاترک کے دست راست جناب عصمت انونو بھی شریک تھے۔

جناب بھٹو کو جونہی جناب عصمت انونو سے ملایا گیا تو وہ "میرا بیٹا" کہتے ہوئے صدر سے لپٹ گئے اور پھر ترکیہ کے معمر ترین سیاست دان اور عظیم قومی رہنما جناب عصمت انونو کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ جذبات عقیدت و احترام کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت دنیا پیش کر سکتی ہے؟ بزرگ رہنما کے آنسوؤں کا یہ نذرانہ پاکستان کے لئے اتنا قیمتی ہے کہ ہم اسے کبھی نہیں بھلا سکتے اس لئے ۔

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

جناب بھٹو نے عشائیہ میں معزز میزبانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج میں

اپنے عظیم ترین دوست اور برادر ملک ترکیہ میں اپنے بھائیوں کے سامنے یہ اعتراف کرتے ہوئے دلی بوجھ ہلکا محسوس کر رہا ہوں کہ ہمیں سخت ترین ہزیمت و ندامت کا سامنا کرنا پڑا ہے لیکن یہ سب کچھ ہماری اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے ہوا۔ اگر ہم وہ غلطیاں نہ کرتے تو پاکستان کے خلاف تباہی کی سازش کبھی کامیاب نہ ہوتی۔ آپ نے کہا کہ ہمارے خلاف سب سے پہلے فوجی جارحیت کا ارتکاب کیا گیا۔ اور آج ہمیں سیاسی اور سفارتی جارحیت کا نشانہ بنایا جا رہا ہے ہم یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان کے دوست ملک ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ اور ہمیں غیر ملکی دباؤ سے آزاد رکھتے ہوئے ہمارے مسائل حل کرانے میں مدد دیں۔

جناب بھٹو نے انقرہ میں ترک وزیر خارجہ کی قیام گاہ پر پریس کانفرنس سے بھی خطاب کیا اور مختلف سوالوں کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ روس بھارت دفاعی معاہدے نے برعظیم پاک و ہند کو سخت بحرانی کیفیت سے دوچار کر دیا ہے۔ نئی صورت حال میں پاکستان ہو سکتا ہے کہ سنٹو یا سیٹو اور دوسرے معاہدوں پر نظر ثانی کرنے پر مجبور ہو جائے آپ نے کہا کہ ان معاہدوں پر پاکستان کی قومی اسمبلی میں ہی کوئی حتمی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے اخبار نویسوں کو بتایا کہ ویسے میری پارٹی ایسے معاہدات کے پہلے ہی خلاف ہے۔

ایک اور سوال کے جواب میں صدر بھٹو نے کہا کہ مسز اندرا گاندھی اور شیخ مجیب الرحمن کے ساتھ کسی مشترکہ بات چیت کا کوئی جواز موجود نہیں ہے۔ تاہم وہ بھارت سے برابری اور حق و انصاف کی بنیاد پر بات چیت کے لئے ہر وقت تیار ہیں اور شیخ مجیب الرحمن سے بھی کسی بیرونی دباؤ کے بغیر الگ گفتگو ہی کو وقت کا تقاضا تصور کرتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ مجھے قوی امید ہے کہ اگر عالمی برادری دونوں بازوؤں کے منتخب رہنماؤں کو باہمی مشاورت اور بات چیت کا موقع فراہم کر دے تو ہم آپس میں کسی تصفیہ پر پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ دونوں بازوؤں کے تعلقات اس گفتگو کے بعد یقیناً بحال ہو جائیں گے۔ آپ نے کہا کہ پاکستان کا حصول دونوں حصوں کے عوام کی مشترکہ جدوجہد کا ثمرہ ہے اس لئے عارضی واقعات و حادثات انہیں مستقل طور پر ایک دوسرے سے الگ نہیں کر سکتے۔ آپ نے دنیا بھر کے ملکوں کو یہ مشورہ دیا کہ ان حالات میں وہ "بنگلہ دیش" کو تسلیم کر کے ہمیں نئی مشکلات میں پھنسانے سے گریز کریں

آپ نے کہا کہ شیخ مجیب الرحمٰن سے ہماری بات چیت اس وقت تک سود مند نہیں ہو سکتی۔ جب تک بھارت کی فوجیں مشرقی پاکستان پر سے اپنا تسلط ختم نہیں کرتیں۔

ترکیہ اور پاکستان کے صدور اور نمائندوں کی بات چیت کے بعد ایک مشترکہ اعلامیہ بھی جاری کیا۔ جس میں اس امر پر مکمل اتفاق و اتحاد کا اعلان کیا گیا کہ برعظیم پاک و ہند میں امن و امان کی بحالی و استحکام کے لئے ضروری ہے کہ جنرل اسمبلی کی دسمبر ۱۹۷۱ کی قرارداد پر بلا تاخیر عمل کیا جائے۔ اقوام متحدہ کے رکن ممالک کا فرض ہے کہ وہ ایسی فضا پیدا کرنے میں مدد دیں کہ دونوں ممالک کے مابین مستقل جنگ بندی کی راہ ہموار ہو سکے۔ اس مقصد کے تحت یہ ضروری ہے کہ دونوں فوجیں اپنی مسلمہ بین الاقوامی حدود کے اندر واپس چلی جائیں۔ جموں و کشمیر میں بھی سابقہ جنگ بندی لائن کا احترام کرتے ہوئے دونوں ملکوں کی فوجیں متنازعہ علاقہ خالی کر دیں مشترکہ اعلامیہ میں اس امر پر بھی زور دیا گیا کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے منتخب رہنماؤں کو بیرونی دباؤ کے بغیر آپس میں گفتگو کا موقع دیا جائے اور بھارت کو چاہیئے کہ وہ ایسی بات چیت سے پہلے اپنی فوج مشرقی پاکستان سے نکال دے۔

ترکیہ کا دورہ مکمل کرکے جب ۲۵ر جنوری کو پاکستان کے صدر اپنی جماعت کے ہمراہ انقرہ سے رباط (مراکش) روانہ ہوئے تو کچھ ہی فاصلے پر ان کی جماعت کے کسی رکن نے ریڈیو پر یہ خبر سنی کہ روس نے نام نہاد بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا ہے اگرچہ پاکستان کے اس وقت کے صدر اور عوام کے لئے یہ خبر چنداں تعجب خیز نہیں تھی لیکن پھر بھی اس خبر کی اہمیت اور اس سے پیش آمدہ اثرات پر فوری غور و خوض کا تقاضا تھا کہ اس کی بلا تاخیر تصدیق یا تردید ہو تا کہ مراکش پہنچتے ہی ہوائی اڈے پر موجود اخبار نویسوں کے سامنے جناب بھٹو اپنے اثرات اطمینان و سکون کے ساتھ ظاہر کر سکیں۔ چنانچہ ہوائی جہاز کو واپس انقرہ لایا گیا اور فضا سے پاکستانی سفارت خانے کے ساتھ ریڈیائی رابطہ قائم کیا گیا۔ پون گھنٹہ تک صدر کا طیارہ انقرہ کی فضا میں چکر لگاتا رہا جس کے بعد ہمارے سفارتخانے نے خبر کی تصدیق کر دی گویا کہ ایک عالمی سازش میں روس کے کردار کی بھی تصدیق ہو چکی تھی جس کے بعد صدر پاکستان کا طیارہ پھر سے اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گیا۔

مراکش

جناب بھٹو پی آئی اے کے خصوصی طیارے میں بدھ ۲۶ جنوری کو انقرہ سے مراکش کے دارالحکومت رباط پہنچے تو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ تاریخ نے اپنے دھارے کو بدل ڈالا ہے کیونکہ مراکش کی قومی تاریخ میں پہلی بار یہ واقعہ پیش آیا کہ مراکش کے شاہ حسن ہوائی اڈے پہ جناب بھٹو کے استقبال کے لئے بہ نفس نفیس موجود تھے۔ پروٹوکول کے مراکشی قواعد کے تحت بادشاہ کبھی اپنے محل سے باہر جا کر کسی بھی مہمان کا استقبال نہیں کیا کرتا۔ بلکہ غیر ملکی مہمان ہمیشہ شاہ کے محل میں پہنچ کر ان سے ملاقات کرتے ہیں۔ مراکش کے شاہ نے نہایت گرمجوشی کے ساتھ صدر پاکستان کا استقبال کیا، جس کے بعد دونوں سربراہوں میں نہایت ہی دوستی اور اخوت کی فضا میں بات چیت شروع ہوگئی۔

جن اصحاب نے اس گفت گو میں شرکت کی ان میں جناب بھٹو کے خصوصی معاون جناب رفیع رضا، وزارت خارجہ کے سیکرٹری جناب سلطان محمد خاں، مراکش میں پاکستان کے سفیر جناب طیب جی وزارت خارجہ کے ڈائریکٹر جنرل جناب محمد یونس اور مراکش کی جانب سے وزیر اعظم کریم عمرانی۔ وزیر خارجہ جناب بہنیتی، شاہی کابینہ کے ڈائریکٹر جناب احمد عباس اور وزارت خارجہ کے مستقل سیکرٹری جناب ابی سفال شامل تھے۔

مراکش کے شاہ حسن ثانی نے اس امر پہ بے پایاں مسرت کا اظہار کیا کہ وہ ان کی حکومت اور عوام، برادر ملک پاکستان کے صدر اور ان کی بیگم کا مراکش کی تاریخ میں پہلی بار استقبال کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پاکستان کے ساتھ مراکش کے گہرے تاریخی، ثقافتی، اقتصادی اور دینی رشتے ہیں اس لئے دونوں ملکوں کے یہ بندھن ابدی حیثیت رکھتے ہیں۔

دونوں ملکوں کے سربراہوں اور وفود نے باہمی دلچسپی کے امور پہ نہایت ہی دوستانہ اور قریبی برادرانہ ماحول میں بات چیت کی اور محسوس کیا کہ دونوں کے نظریات میں نہایت وسیع پیمانے پہ ہم آہنگی اور فکر و خیال میں یگانگت موجود ہے۔ چنانچہ بات چیت کے بعد جو مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا اس میں انہی احساسات کے اظہار کو اولیت دی گئی اور کہا گیا کہ دونوں

ملک بین الاقوامی معاملات و مسائل کے حل میں یکساں خیالات و نظریات کے حامل ہیں ۔ دونوں ملکوں کے نزدیک یہ انتہائی ضروری ہے کہ قوموں کی برادری بین الاقوامی امن و امان کے قیام کے لئے اقوام متحدہ کے چارٹر پر عمل درآمد کرتے ہوئے ملکوں کی سالمیت و یک جہتی کی خاطر ایک دوسرے کے معاملات میں ہرگز مداخلت نہ کرے ۔ برعظیم پاک و ہند کے معاملات کے منصفانہ تصفیہ کے لئے اس کے سوا چارہ کار نہیں ہے کہ دونوں ملک ایک دوسرے کے علاقوں سے اپنی فوجیں واپس بلالیں اور جنگی قیدیوں سے انسانی سلوک روا رکھیں اور ان کی فوری واپسی کا اہتمام کریں ۔

مشترکہ اعلامیہ میں یہ بھی کہا گیا کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے مابین براہ راست رابطے کے لئے دونوں حصوں کے منتخب نمائندوں کو غیر ملکی مداخلت اور دباؤ کے بغیر بات چیت کا موقع ملنا چاہیئے ۔

مشرق وسطےٰ کے معاملے میں بھی دونوں ملکوں نے برادر عرب ممالک کے موقف کی حمایت کا اعلان کیا اور انھیں بھرپور تعاون کا یقین دلایا اور کہا کہ عربوں کے علاقے یہودی تسلط سے غیر مشروط طور پر آزاد ہونے چاہئیں ۔ افریقہ میں موجودہ حکومت کو امن عالم کے لئے خطرہ قرار دیتے ہوئے دونوں سربراہوں نے کہا کہ افریقہ ابھی تک غیر ملکی تسلط سے آزادی کی جدوجہد میں مصروف ہے اور اس کی تحریک آزادی میں وہ مغلوب و مظلوم قوموں کے ساتھ ہیں ۔

الجزائر

جناب ذوالفقار علی بھٹو ۲۵ جنوری کی شام کو مراکش سے الجزائر کے دارالحکومت الجزیرہ پہنچے تو الجزائر کے سخت جان و سخت کوش مجاہد صدر حوری بومدین نہایت ہی بیتابی کے ساتھ ان سے بغل گیر ہوئے ۔ اگلے روز جناب بھٹو اور ان کی جماعت نے نماز عید الجزیرہ کی جامع مسجد میں ادا کی جہاں ملت اسلامیہ کے اتحاد و ترقی کی خاص طور پر دعائیں مانگی گئیں ۔ الجزائر کے مفتی اعظم نے اپنے خطبے میں کہا کہ تمام مسلمان ملکوں کو صرف "اتحاد" اپنا مقصد قرار دے دینا چاہیئے ۔ کیونکہ اس کے بغیر امت مسلمہ کے مسائل حل نہیں ہوسکتے ۔ انھوں نے کہا ۔

کہ وقت آگیا ہے کہ اب دنیا کے مسلمان ملک ایک ہی مقصد کے تحت مشترکہ جدوجہد کرنے کو اپنا شعار بنا لیں۔ مفتی اعظم نے کہا کہ عربوں کو یہودیوں کے ہاتھوں اور پاکستان کو بھارتی سامراج کے ہاتھوں جو ہزیمت و ندامت اٹھانی پڑی وہ سخت تکلیف دہ ہے۔ نماز عید کے بعد دونوں سربراہ الجزائری شہداء کے قبرستان گئے اور فاتحہ پڑھی۔ قبل ازیں الجزائر کے صدر بومدین نے جناب بھٹو کے استقبال کے لئے ہوائی اڈے پر اخبار نویسوں کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ میں پاکستان کے عوام کے قومی وقار بحال کرانے کی کوششوں میں الجزائر کی حمایت کا مکمل یقین دلاتا ہوں کیونکہ ہم جھگڑوں کو تشدد کے ذریعے سلجھانے کے مخالف ہیں آپ نے کہا کہ پاکستان اور الجزائر کے تعلقات ہمیشہ اچھے رہے اور اب یہ اور بھی مستحکم ہو جائیں گے۔ رات کے وقت جناب بھٹو کے اعزاز میں صدر بومدین کی طرف سے ایک دعوت کا اہتمام کیا گیا اور بات چیت بھی ہوئی الجزائر اور پاکستان کے سربراہوں کی بات چیت کے بعد ایک مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا جس میں کہا گیا کہ دونوں ملک اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق ملکوں کے اندرونی معاملات میں بیرونی مداخلت کے مخالف ہیں۔ اور ان کے نزدیک بین الاقوامی جھگڑوں میں طاقت کا استعمال قطعی طور پر امن عالم کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔ دونوں ملک قوموں کے علاقائی استحکام اور بین الاقوامی حدود کے احترام پر یقین رکھتے ہیں اور دونوں کا خیال ہے کہ برعظیم پاک و ہند میں اس وقت تک امن قائم نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایک دوسرے کے علاقوں سے فوجیں نہیں نکالی جائیں اور جنگی قیدیوں کو واپس نہیں کیا جاتا۔

دونوں ملکوں نے اس امر پر بھی اتفاق کا اظہار کیا کہ غیر ملکی مداخلت نے برعظیم پاک و ہند کے معاملات کو الجھا دیا ہے۔ اور پاکستان کے دونوں حصوں کے لیڈروں میں بھی بات چیت میں یہی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

دونوں ملکوں نے فلسطینی عوام کو بھی ان کی جدوجہد آزادی میں بھرپور تعاون کا یقین دلایا اور افریقہ کی موجودہ صورت حال پر زبردست تشویش کا اظہار کیا۔

دونوں ملکوں نے باہمی تعلقات کو مضبوط تر کرنے اور بڑھانے پر بھی خاص طور پر زور دیا۔ صدر بومدین نے جناب بھٹو کو ایک بار پھر الجزائر کا دورہ کرنے کی دعوت دی۔ جب کہ

وہ خود پاکستان کا دورہ کرنے کی دعوت پہلے ہی قبول کر چکے ہیں۔

تیونس

الجزائر سے ۲۶ جنوری کو ہی صدر پاکستان تیونس دارالحکومت پہنچے تو ہوائی اڈے پر تیونس کے وزیر اعظم جناب ہادی نورنے ان کا استقبال کیا۔ بہت سے دوسرے تیونسی رہنما اور اعلیٰ ترین افسر بھی اس موقع پر موجود تھے۔ ازاں بعد جناب بھٹو سیدھے ایوان صدر گئے۔ اور تیونس کے معمر ترین سیاست دان راہنما ۶۹ سالہ جناب حبیب بورقیبہ جتنی دیر بھی جناب بھٹو سے ہمکلام رہے۔ ان کی آنکھیں ساون بھادوں کی جھڑی کی مانند آنسوؤں کا سیلاب اگلتی رہیں جناب بورقیبہ کی یہ کیفیت اور ان کی عمر کا ہی یہ تقاضا تھا کہ وہ صدر بھٹو کے استقبال کے لئے ہوائی اڈے پر خود پہنچنے کی ہمت نہ کر سکے۔ جناب بورقیبہ یوں زار و قطار رو رہے تھے جیسے پاکستان پر گذرنے والے حادثات خود ان ہی پہ گذر رہے ہوں۔ ان کی کیفیت دور دراز ملکوں کی باہمی دلچسپی کے امور پہ بات چیت میں تاریخی حیثیت سے لاثانی تھی۔

لیبیا

عید کے دن ہی جناب بھٹو اپنی جماعت کے ہمراہ الجزائر اور تیونس کا دورہ مکمل کر کے لیبیا کے دارالحکومت طرابلس (تریپولی) پہنچے تو ہوائی اڈے پر لیبیا کے جوان سال آتش بجاں ۳۰ سال کا صدر معمر قذافی نے ان کا استقبال کیا۔ دنیا نے قبل ازیں تیونس کے صدر کو زار و قطار متواتر روتے ہوئے دیکھا تھا یہ کہا جا سکتا تھا کہ وہ عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے زیادہ نرم دل ہو گئے تھے۔ اس لئے روتے رہے۔ لیکن نہیں یہاں تو ایک نوجوان اور پیشہ ور فوجی صدر معمر قذافی نے آگے بڑھ کر نہایت گرمجوشی سے جناب بھٹو کو بازوؤں میں لپیٹ لیا اور پھر ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ لیبیا پہنچکر جناب صدر بھٹو نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنی قوم کے نام عید کا ایک پیغام بھیجا جس میں اعلان کیا گیا تھا کہ "ہم شکست کا داغ مٹائے بغیر عید کی خوشیاں نہیں منائینگے آپ نے یہ بھی کہا: کہ "ہماری قوت کا انحصار تعداد پر نہیں اتحاد پر ہے۔"

جناب معمر القذافی اور جناب بھٹو کے مابین بات چیت شروع ہوئی جس کے بعد ایک طویل مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا۔ جس میں مشترکہ مفادات کے تمام مسائل پر سیر حاصل تبصرہ اور دونوں ملکوں کے مشترکہ و متحدہ موقف کی وضاحت کی گئی۔ دونوں ملکوں نے عالمی برادری سے یہ درخواست کی کہ وہ برعظیم پاک و ہند میں حالات معمول پر لانے میں اپنا فرض سرگرمی سے ادا کریں۔ دونوں ملکوں نے عظیم مقبوضہ علاقوں سے فوجیں واپس بلانے اور جنگی قیدیوں کی واپسی پر بھی زور دیا۔ انہوں نے اس امر پر بھی اتفاق کا اظہار کیا کہ پاکستان کے دونوں حصوں کے مستقبل کا فیصلہ باہمی رضامندی اور بات چیت سے ہونا چاہیئے جس کے لئے منتخب رہنماؤں کی آپس میں بات چیت ضروری ہے فلسطین اور افریقہ کے مسائل پر بھی دونوں ملکوں نے یکساں موقف کا اظہار کیا۔ اس کے بعد جناب بھٹو جب شام کے دورے پر گئے تو ان کا گرمجوشی سے استقبال کیا گیا۔

شام

جناب بھٹو اور حافظ الاسد کے مابین گفتگو کے بعد ایک مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا جس میں کہا گیا کہ برعظیم میں پائیدار جنگ بندی کے لئے اقوام متحدہ کی قرار دادوں پر عمل ضروری ہے اعلامیہ میں مزید کہا گیا کہ دونوں سربراہوں نے برادرانہ مفاہمت کی فضا میں برعظیم کے حالیہ واقعات پر تبادلہ خیالات کیا۔ شام کی حکومت اور عوام نے پاکستان کی جو حمایت کی ہے جناب بھٹو نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ دونوں سربراہوں نے کہا کہ جنگی قیدیوں اور شہریوں کے ساتھ انسانی جذبہ اور جنیوا کنونشن کے مطابق سلوک کیا جائے انہوں نے عرب علاقوں سے اسرائیلی فوجوں کے فوری انخلاء پر بھی زور دیا۔ جناب حافظ الاسد نے پاکستان کا دورہ کرنے کی دعوت بھی منظور کر لی۔

شام سے واپسی سے قبل جناب بھٹو نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا اور کہا کہ اگر شیخ مجیب الرحمٰن چاہیں اور مشرقی پاکستان میں فوجی شکست کے اسباب کی تحقیقات کے لئے کمیشن مقرر کریں تو پاکستان ایسی کارروائی میں پورا تعاون کرے گا۔ آپ نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ۳۰ ہزار پاکستانیوں کی موت تو بہت بڑی بات ہے۔ مجھے تو ایک پاکستانی کی موت پر

بھی سخت صدمہ ہوتا ہے۔ تاہم آپ نے کہا کہ حکومتیں اپنی مصلحتوں کے مطابق ایسے اعداد و شمار جاری کیا کرتی ہیں۔ آپ نے کہا کہ چند افراد کی حماقتوں کی سزا پوری قوم کو نہیں ملنی چاہیئے۔ آپ نے کہا کہ اگر پاکستان کی طرف سے کچھ زیادتی ہو تو دنیا چیخ اٹھتی ہے۔ لیکن پاکستان کے ساتھ جو زیادتی مسلسل ہو رہی ہے۔ اس پر بھی "انصاف پسند دنیا" خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے۔ آپ نے کہا کہ یہ زیادتی نہیں ہے کہ ریڈ کراس کے ارکان کو بھی پاکستان کے جنگی قیدیوں سے ملنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔

جناب بھٹو کو پروگرام کے مطابق سوڈان بھی جانا تھا لیکن وقت کی کمی کے سبب وہ وہاں بھی نہ جا سکے۔ وطن لوٹتے ہوئے راستے میں انہوں نے عراق کے صدر اور عوام کے نام بھی خیر سگالی کا ایک پیغام بھجوایا اور پھر وہ اسلام آباد واپس پہنچ گئے۔

قائدِ انقلاب

قائدِ عوام

زندگی شمع کی مانند جلاتا ہوں ندیم
بجھ تو جاؤں گا مگر صبح تو کر جاؤں گا

اندھیروں کی بلند و بسیط دیواریں روشنی کو روکنے کی کتنی ہی کوشش کیوں نہ کریں اجالے کو نہیں روک سکتیں۔ خدا کی اس زمین پر جہاں اس سے پہلے اندھیروں کی یورش تھی، اب نہیں ہے۔ اب اجالا ہے، لیکن وہ جو اب تک اپنے آپ کو اندھیرے میں سمجھ رہے ہیں۔ خود فریبی میں مبتلا ہیں۔ یہ اجالے کا نہیں ان کی نظر کا فریب ہے۔ اور اس اجالے اس نئی سحر کا نام عوامی انقلاب ہے۔ جس کو روکنے کی بہت کوشش کی گئی، لیکن یہ رکا نہیں۔ اس کے اجالے امنڈتے ہی چلے آئے ہیں۔ اور ہر طرف مسکراتے گنگناتے رنگوں کا ایک طوفان اٹھنے لگا ہے اور بہتی بہتی خوشبوؤں کے اس مد و جزر اور انقلاب کے پس منظر میں گوناگوں خصوصیتوں کی حامل ایک قوت و توانائی متحرک ہے جسے قائدِ انقلاب کہا جا سکتا ہے۔ اور یہ جو کچھ بھی ہوا ہے۔ اسی کے دم خم سے ہوا ہے۔ اس اجالے کی ایک ایک کرن پر اس کا نام کندہ ہے۔ اور آنے والے وقت کا وقائع نگار اسے نئے افق نئے آفتاب کے نام سے موسوم کرے گا۔ تاریخ پاکستان اسے ذوالفقار علی بھٹو قائدِ عوام کہے گی۔ یہ اور بات ہے کہ سیاسی چپقلش کی سرسامی کیفیت، قوت و اقتدار حاصل کرنے

کی کش مکش کا جنون، ذاتی پسند و ناپسند کا ہذیان اور شخصی مفاد پرستی کا تعصب اسے تسلیم نہ کرے لیکن مسلمات پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا ہے۔ اور نہ حقیقت و واقعیت کو ایسے بدلا جا سکتا ہے اٹل حقیقتیں کبھی بدلا نہیں کرتیں۔ اگر سوچنے، سمجھنے اور دیکھنے سننے کی حسیات میں کوئی نقص پیدا نہ ہو چکا ہو تو اس سے کوئی کیسے انکار کر سکتا ہے۔ یہ انقلاب ایک عوامی انقلاب نہیں جو صرف اس لئے رونما ہوا ہے۔ کہ عبرتوں اور بصیرتوں کا موجب ہو تاکہ بہرے وقت کی آواز سنیں۔ اور اندھے ابدی و ازلی قانون کا ایک نیا معجزہ دیکھ سکیں۔ حق و صداقت کی آواز کو کوئی قوت نہیں روک سکتی۔ صداقت ہمیشہ سے ایک ابھرنے والا جوہر ہے جسے جھوٹ کی جسیم چٹانوں سے دبایا نہیں جا سکتا۔ پاکستان میں مسلمانوں میں اس نئی حرکت کی تاریخ پچھلے چند سالوں سے شروع ہوتی ہے پھر ذرا غور کیجئے کہ اس نئی حرکت کے بیج کو جگہ پکڑنے، پھوٹنے اور ابھر کر بلند ہونے کے لئے کتنی مدت ملی ہے اور اسباب ظاہری میں سے کیا سامان تھا جو اسے میسر ہوا۔ زمین بظاہر نامراد تھی اور چند آوازوں کے سراٹھانے کے دبانے کے لئے رقیبانہ و حاکمانہ اقتدار کی تمام قوتیں مستعد تھیں۔ کون تھا جس نے اس کی آبپاشی کی ہو۔ اقتدار جن ہاتھوں میں تھا ان میں سے ایک متنفس بھی نہ تھا جس نے ساتھ دیا ہو۔ با ایں ہمہ درخت پیدا ہوا اور اس کی شاخیں پھیلنے لگیں۔

ایک بہت بڑی بصیرت جس کی صدا اس انقلاب سے نکلتی ہے یہ ہے کہ جو کوششیں حق اور سچائی کے اعلان کے لئے کی جائیں۔ خواہ زمانہ کتنا ہی ان کی مخالفت کرے وہ سیل دریا کی طرح اپنی راہ خود نکال لیتے ہیں اور کبھی ان لوگوں کی محنت ضائع نہیں جاتی جو حق و صداقت کا ساتھ دیتے ہیں۔ کارساز قدرت کا وعدہ ہے کہ وہ کسی کام کرنے والے کا کام ضائع نہیں کرتا۔ قرآن کریم میں ہر جگہ یہی فرمایا گیا ہے لہذا وہ تمام حامیان حق و صداقت مبارک باد کے مستحق ہیں جنہوں نے پچھلے چند سالوں میں قوم میں آزادی خیال اور طلب حقوق کی تحریک پیدا کرنے میں حصہ لیا۔

حق و صداقت کا اعلان کوئی آسان کام نہیں۔ اس کے لئے بہت بڑے صبر و تحمل اور نظم و ضبط کی ضرورت ہوتی ہے۔ کتنی پاک ہستیاں ہیں جنہوں نے دنیا میں اس کے بیج بوئے

اور اپنی زندگیاں اس کی آبیاشی میں صرف کر دیں پھر کتنے جاںفروشان حق و صداقت ہیں جنھوں نے اپنے اشکہائے امید اور خونہائے حسرت و آرزو سے اس بیج کے پودے کو سینچا مگر با ایں ہمہ قوم سے وہ صلہ نہ پایا جس کے وہ مستحق تھے۔ ان کے خلوص کو عیاری سمجھا گیا ان کی صداقت کو شعبدہ بازی کا نام دیا گیا۔ ان کی قیادت کی قدر نہ کی گئی جن پر سخت الفاظ کا پتھراؤ کیا گیا لہجے کی پوری شدت کے ساتھ اختلاف کا اظہار کیا۔ زبان کے پورے زہریلے پن کے ساتھ مخالفت کی۔ یہ کیسی افتاد ہے۔ کہ اونچے اٹھے تو نیچے چھلانگ لگانے کے لیے، زمانے سے مہلت بھی پائی تو اپنے ہی خلاف سازش اور آپس ہی میں دراندازی کرنے کے لیے۔ یہ کیسی کشاکش ہے جس سے دم گھٹا جا رہا ہے اور یہ کیسی کشمکش ہے جس نے گرہوں پر گرہیں ڈال دی ہیں۔ جو سوچا گیا ہے بری طرح سوچا گیا ہے جو ہو رہا ہے بہت رسوا کن ہے۔ اب تو یہ بھی نہیں سوچا جا رہا کہ سوچنا کیا ہے ان بھٹکے ہوؤں کی سرگزشت کیا ہوگی جن میں رعایت دی گئی ہے تو صرف غاصبوں کو۔ اس پر خاش و پیکار کا انجام کیا ہوگا جس میں پناہ دی گئی ہے۔ تو صرف دشمنوں کو، اور یہ ان کی روداد ہے جو حال کے اجالے میں آکر ماضی کے اندھیرے کے کسی نشان کو نہیں پہچان سکے۔ جنھوں نے سنسناتے ہوئے ذرات کے رخساروں پر جبر و استبداد کے طمانچوں کی خراشیں نہیں دیکھیں جو روشنیوں کے شہر میں اپنی بینائی کھو چکے ہیں جن میں بصیرت کی کوئی رمق باقی نہیں رہی۔

بیماروں کی بستی کے یہ ان بیماروں کی سرگزشت ہے جو اب تک یہ نہ جان سکے کہ ان کی بیماری کیا ہے۔ ایک سرسامی کیفیت ہے جس میں بولنے والے صرف بڑبڑا رہے ہیں۔ یہ وہ گونگے ہیں جو اب بولنے پر آئے ہیں تو نہیں سمجھ پا رہے ہے کہ بولیں تو کیا بولیں۔ سو انھوں نے زبانوں سے وہ سب کچھ اگلنا شروع کر دیا جو حلق اور ہونٹوں کی استطاعت میں ہے یہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ لوگوں نے اپنے دکھوں کو لاعلاج بنا رکھا ہے اندھیرے میں ٹیڑھے میڑھے راستے پر چلتے رہے اور جب سیدھے راستے پر پڑنے لگے تو یہی بھول گئے کہ جانا کہاں ہے۔

میں تم سے مخاطب ہوں ـــــ تم سے ـــــ جو کل کے آدمی ہو اور آج کی باتیں سن کر بوکھلا رہے ہو۔

وقت کہتا ہے ــــ آگے بڑھو ــــ مگر تم ہو کہ رات کے بھاگتے ہوئے آسیب کے پیچھے لڑھکتے چلے جاتے ہو۔

تمہارے چہروں پر وہ عجیب سی ہیجانی کیفیت ابھی تک طاری ہے۔ جس نے تمہاری سوچنے سمجھنے اور دیکھنے سننے کی صلاحیتوں کو سلب کر لیا ہے۔ تم پتھر میں ڈھل گئے ہو۔

کانوں کے ہوتے ہوئے تمہارے کانوں میں نئے سویرے کے ناقوس کی آواز نہیں پڑ رہی اور آنکھوں کی موجودگی میں تم اپنی بینائی کا احساس کھو بیٹھے ہو۔ آنکھیں ہیں مگر تمھیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا ہے

جدید شہر ہے لیکن نظر پرانی ہے

تمہارے فکر میں جذبہ کا انتشار ہے ــــــ وحدت فکر اور تدبر کا تسلسل موجود نہیں۔

تم خواب کو حقیقت اور حقیقت کو خواب سمجھتے ہوئے زندگی کی صداقتوں کو جھٹلا رہے ہو، اب تک جو کچھ ہو چکا ہے تمہارے نزدیک وہ ہوا ہی نہیں۔

پاکستانی جنگی قیدیوں کا مسئلہ ــــــ

جنگی بے گھروں کا مسئلہ ــــــ

کرپشن ــــــ

زر مبادلہ ــــــ

گرانی ــــــ

خارجہ پالیسی ــــــ

صنعتی اصلاحات ــــــ

لیبر اصلاحات ــــــ

زرعی اصلاحات ــــــ

بیمہ زندگی اور بینک قومی ملکیت میں ــــ

پولیس اصلاحات ____________

قانونی اصلاحات ____________

نئی جج پالیسی ____________

درآمدی پالیسی ____________

بنکاری کی اصلاحات ____________

خواتین اور ان کا مستقبل ____________

مرکزی وصوبائی حکومتوں کی تشکیل ______

اعلیٰ سرکاری افسروں کی سبکدوشی ______

ایٹمی توانائی ____________

سندھ کے لسانی ہنگامے ____________

روپیہ کی قیمت میں کمی ____________

قومی اسمبلی کے ضمنی انتخابات ____________

جھگی نکینوں اور بے گھروں کے لئے مراعات ـــ

آئین پاکستان ____________

بھارت اور جنگی پاکستانی قیدیوں کی واپسی ـ

اسلامی سربراہی کانفرنس ____________

بنگلہ دیش ____________

پاسپورٹ کا اجراء ____________

سمگلنگ کی روک تھام ____________

سیلاب اور سیلاب زدگان کی امداد ______

آبادی میں اضافہ ____________

مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام ____________

قومی ترقیاتی رضاکار پروگرام ____________

سیاہ دانش ــــــــ

انتظامی اصلاحات ــــــــ

عوامی فوج کی سکیم ــــــــ

رجسٹریشن سکیم ــــــــ

کھیل ــــــــ

سمندری حدود میں توسیع ــــــ

ور جماعت احمدیہ، قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا عظیم کارنامہ عوامی انقلاب، عوامی حکومت ہی کا کارنامہ ہی تو ہے اور یہ فقط ایک شخصیت کی بے مثل قیادت سے ہوا ہے۔ پاکستان کی ترقی و تعمیر کی شاہراہ میں کھڑے ہوئے گڑے ہوئے کوہ ہائے بے ستون کو پاش پاش کرنا صرف ایک کوہکن کی کاوش اور ان تھک کوششوں کا نتیجہ ہے۔

قائد عوام ــــــ قائد عوامی انقلاب وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے جو ناممکن تھا اس کو ممکن کر دکھایا ہے اور تم نے اس کے عوض کیا دیا ؎

سنگ ہیں ناوک دشنام ہیں رسوائی ہے
یہ تیرے شہر کا انداز پذیرائی ہے

اور میں تم سے بھی مخاطب ہوں ــــ تم سے ــــ

جو چڑھتے سورج کی طرف پیٹھ کئے کھڑے ہو اور اپنے سائے کے سوا کچھ نہیں دیکھ رہے اور سمجھتے ہو کہ تم سب کچھ دیکھ رہے ہو۔

اور میں حیرت سے دیکھتے ہوئے یہ دیکھ رہا ہوں کہ تمھاری ٹانگوں کا کھویا ہوا توازن اور زبان کا بگڑا ہوا لب و لہجہ بحال کب ہو گا۔

اور میں تم سے مخاطب ہوں جنھوں نے پاکستان میں رہتے ہوئے پاکستانی ہوتے ہوئے پاکستان کو تباہ کرنا اپنا شعار بنا لیا ہے۔

میں کہتا ہوں پاکستان کو تباہ کرنے کی کوشش نہ کرو۔ اسے ایک ایسی تجربہ گاہ

بناؤ جس کے ذریعے بے ربط اور منتشر کوششوں کے نتائج کی بے یقینی اور تصورات و نظریات کی بے ترتیبی ختم ہو جائے۔

پاکستان زندہ باد

پاکستان پائندہ باد

قائد عوام زندہ باد

قائد عوام پائندہ باد

یہ نعرہ ہمارے لئے صدائے جرس ہے۔

ہماری اجتماعیت انفرادیت سے زیادہ اہم ہے۔

ہم ہر نوع کے افراد کا مجموعہ ہیں۔

ہمارا مقصد یک جہتی ہے یک رنگی ہے۔

اور اگر تمھیں اس بات کا علم و عرفان نہیں تو اس کا علم و عرفان حاصل کرو ؎

شاید اس تلخ حقیقت کو نہ مانے کوئی

"تازہ حالات ہمیں تازہ سبق دیتے ہیں"

اور کہ ؎

دنیا سنے تو قصہ غم ہے بہت طویل

ہاں تم سنو تو قصہ غم مختصر بھی ہے

ہمارے نزدیک علم ہی ایک ایسی رواں دواں قوت کا نام ہے جو انسانی شعور اور آگہی کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتی ہے۔ اگر ہماری موجودہ علمی استعداد نئی دریافتوں اور وقت کے تقاضوں کا ساتھ نہ دے سکی تو وہ اپنا وقار کھو بیٹھے گی۔

اجتماعِ ملتِ اسلامیہ